شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱_۶۸۶ھ

جلد اوّل

مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

شرح

ریاض الصالحین (مترجم)

جلد اوّل

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

۶۳۱-۶۸۶ھ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح ریاض الصالحین (متن)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

مترجم

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول .... مارچ 2015ء

جلد اوّل

پرنٹرز .... آصف صدیق پرنٹرز

تعداد 1100/-

ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت .... =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

◆◆◆◆◆

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العلمین جل مجدہٗ الکریم کے محبوب ومقبول بندے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقِ صادق، سیّد الاولیاء، مخدوم الاصفیاء، فخرِ سادات حضرت علی بن عثمان ہجویری غزنوی لاہوری کے نامِ نامی اسمِ گرامی کے نام، جن کی پُرنور نگاہوں سے لاکھوں گم گشتگان، صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور برِاعظم ایشیاء میں ان کے فیضان کا صدیوں سے خاص وعام یوں اعتراف کرتے آرہے ہیں ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

فقط:

یکے از غلام غلامانِ فیضِ عالم
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم ارحم خلفائی

قلنا یا رسول اللّٰہ و من

خلفاءک قال الذین یاتون

من بعدی یروون احادیثی

و یعلمونہا الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما ہم نے عرض کی
یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

عرضِ ناشر

الحمدللہ کہ ادارہ پروگریسو بکس کے قیام سے لے کر اب تک ہم کارپردازان ادارہ ہمت وقت اور ہر آن اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ اس ادارے سے مذہبیات اور ادبیات پر بہترین کتب اپنے کرم فرما حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ رحمت اور قارئین کرام کے تعاون سے ہم آج تک اسی نصب العین کی تکمیل میں مشغول ومصروف رہے ہیں اور اب تک ہم نے اپنی جو مطبوعات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں ان کی پسندیدگی اور قبولیت نے اس راہ میں ہمیں اور زیادہ سرگرم عمل بنادیا ہے اور اب تک دینی کتب کے اصل متون یا ان کے تراجم کو موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے پیش کرنا ہی ہمارا مقصود اور نصب العین بن گیا ہے۔ انشاءاللہ! ہم اس راہ میں اور زیادہ سرگرمی سے اپنے قدم اُٹھائیں گے۔

آفتابِ رسالت سے اقتباس شدہ ہدایت کا ذریعہ آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر فکرِ آخرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے عقائد وخیالات اور اعمال کو اپنائے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو بلکہ راضی ہو اور یہ ان بارگاہِ رسالت کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آپ کا ادارہ پروگریسو بکس نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے بہت سی نادر کتابیں شائع کی ہیں جیسے صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند حمیدی، سنن ابوداؤد شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، شرح مسند امام اعظم، شرح المعجم الصغیر للطبرانی، ریاض الصالحین (ترجمہ)، احیاء العلوم، تاریخ الخلفاء اور دیگر ادارہ خریدار حضرات کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے حدیث شریف کی عظیم اور مستند کتاب ''ریاض الصالحین'' کی عام فہم اور سلیس شرح اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کی ہے۔

اس عظیم کتاب کے ترجمہ کی خدمت کو سرانجام دینے والے مترجم محقق معروف مذہبی اسکالر ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی زید مجدہٗ ہیں اور اس کی آسان اور سلیس شرح کرنے والے علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری ہیں۔

انشاءاللہ یہ سلسلہ آگے جاری رہے گا۔

ہم نے اپنی مطبوعات کو حسن صوری سے آراستہ پیراستہ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا ہے' جس قدر بھی ممکن ہو سکا اور جماعتی حسن سے اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور آپ نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔

اسی نصب العین کے تحت پیش نظر کتاب ''شرح ریاض الصالحین'' کو بھی بھرپور طریقے سے حسن معنوی کی طرح حسن ظاہری سے آراستہ کرنے میں بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ گراں مایہ کتاب ہماری دیگر مطبوعات کی طرح آپ سے شرف قبول حاصل کرے گی۔

آخر میں گزارش ہے کہ جب آپ اس عظیم کتاب سے استفادہ کریں تو اپنے لیے دعا کرتے ہوئے ہمارے ادارہ کے تمام لوگوں کے لیے بھی ضرور دعا مانگیں۔

والسلام!

میاں غلام رسول

میاں شہباز رسول

میاں جواد رسول

میاں شہزاد رسول

◆◆◆◆◆

ابتدائیہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان اپنے ربِ عزوجل کی رضاوخوشنودی اپنے ربِ عزوجل کی عبادت اور اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت وتعلیمات پر عمل کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتا ہے جو اپنے ربِ عزوجل کی رضا پانے میں کامیاب ہوگیا درحقیقت وہی دنیاوآخرت کی بھلائیاں وکامیابیاں پانے میں کامیاب ہوگیا۔

بلاشبہ ہمارے نبی کریم ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک اقوال وافعال، سیرت وکردار، اخلاق ومعاملات، طلبِ حق کے متلاشیوں کے لیے نورِ ہدایت ہیں۔

ہمارے اسلاف وبزرگانِ دین کی زندگی کے انمول لمحات نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان وارشادات کو پھیلانے میں صرف ہوئے اور اس طرح انہوں نے زندگی کے ان لمحات کو بیش قیمت بناکر اپنے لیے سرمایۂ آخرت بنالیا، یقیناانہوں نے یہ عظیم دینی کام محض رضائے الٰہی پانے اور جذبۂ اصلاحِ اُمت کی خاطر کیا، اسی لیے بارگاہِ الٰہی میں ان کی یہ عظیم دینی خدمت ایسی مقبول ہوئی کہ قیامت تک کے لیے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت نقش ہوگئی۔

ان ہی بزرگوں میں سے ایک عظیم بزرگ **امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی** علیہ رحمۃ اللہ القوی ہیں جنہوں نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک اقوال وافعال کو اپنی گرانقدر وما یہ ناز تصنیف لطیف بنام ''ریاض الصالحین'' میں انتہائی عمدہ واحسن انداز میں جمع فرمایا ہے اور راہِ حق کے سالکین کے لیے مشعلِ راہ کا انتظام فرمایا ہے۔

بزرگ موصوف کی اس عظیم دینی خدمت اور اس کے صلہ میں انہیں ملنے والی عزتیں' کرامتیں اور آخرت کے لیے جمع ہونے والے اجروثواب کے خزانے اس قدر قابل رشک ہیں کہ حقیر پُرتقصیر کو ان رحمتوں اور برکتوں میں کچھ حصہ پانے کا جذبہ وشوق بیدار ہوا اور ذہن بنایا کہ اس مایہ ناز تصنیف کی شرح لکھی جائے' مگر فوراً اپنے بے وقعتی وکم علمی کا احساس ہوا اور قلم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی' مگر روز بروز یہ خیال جڑ پکڑتا گیا کہ اس مایہ ناز تصنیف کی شرح کے ذریعے مسلمانوں کو نہایت قیمتی علمی خزانے سے مالا مال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ربِ عزوجل کی رحمت پر بھروسہ اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی نظرِ کرم کی اُمید رکھتے ہوئے قلم اُٹھانے کی جرأت کی اور توجہ مرشد سے آسانیاں پیدا ہوتی چلی گئیں اور یوں الحمد للہ عزوجل یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی' اور اس طرح حقیر پُرتقصیر سے رب عزوجل نے اپنے محبوب کے مبارک اقوال و افعال کو سہل انداز میں مسلمانوں تک پہنچانے کا کام لے لیا۔ اے کاش! وہ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمالے ورنہ دین کا کام تو وہ اپنے فاسق بندوں سے بھی لے لیتا ہے۔

اس تالیف میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر حدیث کی وضاحت دیگر احادیث مبارکہ کے ذریعہ سہل اور عام فہم انداز میں کی جائے۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی رکھا گیا ہے کہ انداز اصلاحی ہو' اس کے علاوہ چند اور خصوصیات بھی اس شرح میں شامل ہیں:

- اکثر آیاتِ قرآنیہ کی مختصر اً مگر مستند تفسیر بیان کی گئی ہے۔
- احادیثِ مبارکہ کی تشریح سہل اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔
- امام نووی رحمۃ اللہ القوی' شافعی مسلک سے تھے' لہٰذا جہاں جہاں فقہی مسائل بیان کیے گئے وہاں شافعی مؤقف کے بجائے احناف کا مؤقف بیان کیا گیا ہے۔
- آیاتِ مبارکہ و احادیثِ کریمہ اور دیگر عبارات و جزئیات کی تخریج کی گئی ہے۔
- جہاں جہاں بھی آیاتِ مقدسہ بیان کی گئیں ان کا ترجمہ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف سے لیا گیا ہے۔
- کئی مقامات پر حسب ضرورت مفید مواد شامل کیا گیا ہے۔

الحمد للہ احسانہٗ! اپنی خصوصیات کے سبب ریاض الصالحین کی یہ شرح نہ صرف طلباء بلکہ استاذ و علماء کے لیے بھی بے حد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اپنے پیاروں کے وسیلے سے فقیر کی اس کاوش کو قبول فرما کر آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری
فاضل جامعۃ المدینہ' گلستانِ جوہر' کراچی

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

1- کِتَابُ الْاِخْلَاصِ

اخلاص کا بیان

1- بَابُ الْاِخْلَاصِ وَاِحْضَارِ النِّيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْمَالِ وَالْاَقْوَالِ وَالْاَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ

تمام اعمال، اقوال ظاہری اور پوشیدہ میں نیت کو خالص کرنے کا بیان

شرح: سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں اخلاص تھا۔ وہ ہر ایک عمل میں اخلاص کو مدنظر رکھتے تھے اور ریا کا شائبہ بھی ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی عمل بجز اخلاص مقبول نہیں۔ وہ لوگوں میں زاہد عابد بننے کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہیں اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی کہ لوگ انہیں اچھا سمجھیں گے یا برا۔ ان کا مقصود محض رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہوتا تھا۔ ساری دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی وہ جانتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ عمل قلیل بھی کافی ہوتا ہے، مگر اخلاص کے سوا رات دن بھی عبادت کرتا رہے تو کسی کام کی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن بھیجا تو فرمایا:

اخلص دينك يكفك العمل القليل.

کہ اپنے دین میں اخلاص کر تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الرقاق، الحدیث: ۶۸۲۲، ج۵، ص۴۳۵)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ○

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

شرح: اساتذہ اپنے بچوں کا ذہن بنائیں کہ ہر جائز کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص لوگوں میں اپنے عمل کا چرچا کریگا تو خدائے تعالیٰ اس کی (ریاکاری) لوگوں میں مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل و رسوا کریگا۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ...الخ، الحدیث ۶۸۲۲، ج۵، ص۳۳۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ○

اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے یونہی ان کو کے رے بس میں کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو

اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی۔ اور اے محبوب خوشخبری سناؤ نیکی والوں کو۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

تم فرمادو کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

شرح: سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے لوگو! اللہ عزوجل کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرو کیونکہ اللہ عزوجل وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور یہ مت کہا کرو کہ میں نے یہ کام اللہ عزوجل اور رشتہ داری کی وجہ سے کیا ہے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الطہارت، باب النیۃ، الحدیث: ۱۳۰، ج۱، ص ۷۳)

جس طرح کپڑے سے میل کچیل صاف کرنے کے لئے اعلیٰ قسم کا صابن یا سرف استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح ریاکاری کی گندگی سے اپنے دل کو صاف کرنے کے لئے اخلاص کا صابن درکار ہے۔ اخلاص ریاکاری کی ضد ہے۔ اس عظیم دولت کو پانے کے لئے اس کے فضائل پر غور کیجئے:

قبولیت کے چھ حروف کے نسبت سے اخلاص کے 6 فضائل

(1) قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (پ ۲۵ الشوریٰ: ۲۰)

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: (جو آخرت کی کھیتی چاہے) یعنی اللہ (عزوجل) کی رضا اور جناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی چاہے، ریا کے لئے اعمال نہ کرے (ہم اس کی کھیتی بڑھائیں) یعنی اسے زیادہ نیکیوں کی توفیق دیں گے، نیک کام آسان کردیں گے، اعمال کا ثواب بے حساب بخشیں گے۔ (اور جو دنیا کی کھیتی چاہے) کہ محض دنیا کمانے کے لئے نیکیاں کرے، عزت وجاہ کے لئے عالم، حاجی بنے، غنیمت کے لئے غازی، (ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کئے ہی نہیں، معلوم ہوا کہ ریاکار ثواب سے محروم رہتا ہے مگر شرعاً اس کا عمل درست ہے، ریا کی نماز سے فرض ادا ہوجائے گا، مگر ثواب نہ ملے گا اس لئے فِی الْاٰخِرَةِ کی قید لگائی۔ (نور العرفان، ص ۷۷۴)

(2) نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اپنے دین میں مخلص ہو جاؤ، تھوڑا عمل بھی تمہارے لئے کافی ہوگا۔ (المستدرک، کتاب الرقاق، الحدیث ۷۹۱۴، ج۵، ص۴۳۵)

(3) حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جو دنیا سے اس حال میں مرا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اپنے تمام اعمال میں مخلص تھا اور نماز، روزے کا پابند تھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہے۔

(المستدرک، باب خطبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع، رقم الحدیث ۳۳۳۰، ج۳، ص۶۵ ملتقطا)

(4) حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آخری زمانہ آئے گا تو میری امت تین گروہ میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ خالصًا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریگا دوسرا گروہ دکھاوے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریگا اور تیسرا گروہ اس لیے عبادت کریگا کہ وہ لوگوں کا مال ہڑپ کرجائے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بروز قیامت ان کو اٹھائے گا تو لوگوں کا مال کھاجانے والے سے فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میری عبادت سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ عرض کریگا: تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! لوگوں کو دکھانا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اس کی کوئی نیکی میری بارگاہ میں مقبول نہیں، اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر خالصًا اپنی عبادت کرنے والے سے فرمائے گا میری عزّت اور میرے جلال کی قسم! میری عبادت سے تیرا کیا مقصود تھا؟ وہ عرض کریگا: تیری عزت وجلال کی قسم! میرے اِرادے کو تو بہتر جانتا ہے، میں نے تیری رضا چاہی۔ ارشاد فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا، اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔

(المعجم الاوسط، رقم ۵۱۰۵، ج۴، ص۳۰)

(5) حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کردے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت دنیا طلبی ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کردے گا اور اس پر اس کے کام پراگندہ کردے گا اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لیے لکھی گئی۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، الحدیث ۵۳۲۰، ج۲، ص۲۶۷)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اخلاص والے کو رب تعالیٰ دلی استغناء بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرمادیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا، ضروریات اس کے پاس آتی ہیں۔ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہوجاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ہوجاتا ہے۔ جس جانور کو کیلے (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دُنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی یعنی دنیا اور دنیا دار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے۔ شعر

وہ کہ اِس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اِس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا

فقیری سے مراد ہے لوگوں کی محتاجی، ان کا حاجت مند رہنا ہے ان کے دروازوں پر دھکے کھانا انکی خوشامدیں کرنا۔ یعنی اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا کبھی دیگر ضروریات کے لیے پریشان پھرے گا اللہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کرنے کا وقت ہی نہ پائے گا یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے۔ یعنی اس کی ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا کو اس کی پریشانیوں میں ہی اضافہ ہوگا دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۱)

(۶) محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی سخت چٹان میں کوئی عمل کرے جس کا نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ ہی روشندان، تب بھی اس کا عمل ظاہر ہو جائے گا اور جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید خدری، الحدیث: ۱۱۲۳۰، ج ۴، ص ۵۷)

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ تم ریا کر کے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو تم اخلاص سے نیکیاں کرو خفیہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتادے گا لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی مُجَرَّب ہے بعض لوگ خفیہ پڑھتے ہیں لوگ خواہ مخواہ انہیں خواں کہنے لگتے ہیں، ر ن ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے لوگ حضور غوث پاک خواجہ اجمیری کو ولی کہتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کہلوا رہا ہے یہ ہے اِس فرمانِ عالی کا ظہور۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴۵)

مخلص مؤمن کی مثال

قرآن پاک میں مخلص مؤمن کی مثال ان الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ (ریتلی زمین) پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینھ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۵)

حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت

لکھتے ہیں: کہ یہ مؤمن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ! ایسے ہی با اخلاص مؤمن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے اور وہ تمہاری نیت اور اخلاص کو جانتا ہے۔ (خزائن العرفان)

مُخلِص کون؟

انسان مُخلِص کب ہوتا ہے؟ اس بارے میں اسلاف کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

(1) حضرتِ سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سُوال ہوا کہ انسان کب مُخلِص ہوتا ہے؟ فرمایا: جب شِیر خوار بچہ کی طرح اُس کی عادت ہو۔ شیر خوار بچہ کی کوئی تعریف کرے تو اُسے اچھی نہیں لگتی اور مَذمّت کرے تو اُسے بُری نہیں معلوم ہوتی۔ جس طرح وہ اپنی تعریف و مذمّت سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح انسان جب تعریف و مذمّت کی پرواہ نہ کرے تو مُخلِص کہا جا سکتا ہے۔ (اَخلاق الصالحین مطبوعہ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

(2) حضرت ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کس وقت سمجھے کہ وہ مخلصین میں سے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ اعمالِ صالحہ میں پوری کوشش صَرف کر دے اور اس کو پسند کرے کہ میں معزز نہ سمجھا جاؤں۔ (تنبیہ المغترین، ص ۲۳)

(3) کسی امام سے پوچھا گیا: مخلص کون ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیاں اس طرح چھپائے جس طرح اپنے گناہ چھپاتا ہے۔

(4) ایک اور بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا گیا: اخلاص کی اِنتہا کیا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ یہ کہ تم لوگوں سے تعریف کی خواہش نہ کرو۔ (الزواجر، الکبیرۃ الثانیۃ الشرک الاصغر۔۔۔۔۔الخ، خاتمۃ فی الاخلاص، ج ا، ص ۹۰)

(1) وَعَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غالبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَوْ امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ

امیر المؤمنین ابوحفص حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہی کے لئے ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی

اِلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلٰی صِحَّتِهٖ رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِیْنَ، اَبُوْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِیُّ الْبُخَارِیُّ، وَاَبُو الْحُسَیْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمِ الْقُشَیْرِیُّ النَّیْسَابُوْرِیُّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا فِیْ صَحِیْحِهِمَا اللَّذَیْنِ هُمَا اَصَحُّ الْکُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ۔

طرف اس نے ہجرت کی۔ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس کو محدثین کے دو اماموں یعنی امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری اور ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام تصنیف شدہ کتب احادیث میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔ (نوٹ: ابتدائے کتاب میں اس حدیث کا اس لیے ذکر ہے، تاکہ تصحیح نیت پر تنبیہ ہو۔)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱ص۳ رقم: ۱ صحیح مسلم باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات ج۲ص۴۲۱ رقم: ۵۰۳۶ سنن نسائی باب النیۃ فی الوضوء ج۱ص۶۲ رقم: ۷۵ سنن ابوداؤد باب فیما عنی بہ الطلاق بالنیات ج۱ص۴۱۱ رقم: ۲۲۰۳ سنن ابن ماجہ باب النیۃ ج۲ص۳۱۹ رقم: ۴۲۲۷ مسند امام احمد بن حنبل مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج۱ص۲۵ رقم الحدیث: ۱۶۸)

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۶۷۵ تا ۶۷۶ پر فرماتے ہیں: مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام، اور اس کے دیے ادا نہ ہوگا، اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام، اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام، ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور ان کے لینے میں کوئی ذلّت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کو پانی، سقایہ کا پانی، نیاز کی شیرینی، سرائے کا مکان، پل پر سے گزرے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نیۃ المومن خیر من عملہ رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی، حدیث ۵۹۴۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۱۸۵)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دُوسرے پر گناہ محو کریں گے

مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں

(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امرِ الٰھی خذوا زینتکم عند کل مسجد (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ت) امتثال کو جاتا ہوں۔

(القرآن ۷/۳۱)

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پُوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہلِ اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا: بسم اللہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔

(۲۳و۲۴) دخول وخروج میں حضور وآلِ حضور وازواجِ حضور پر درود بھیجوں گا۔ اللّٰھم صلّ علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا محمد وعلٰی ازواج سیدنا محمد۔

(۲۵) بل رکی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸و۲۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دُوں گا۔

(۳۱و۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دُوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پاچکا

فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالٰی اسے اجر عطا فرمائے گا۔) (القرآن ۴/۱۰۰)

(۳۳) جو راہ بھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتّی الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸و۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنّت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اُٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جوانِ ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا۔ ان چالیس ۴۰ حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس ۴۰ نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جُداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں

الی غیر ذلک ممایستخرجہ العارف النبیل واللہ الھادی الی سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کرسکتی ہے اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ت) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع ونیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امریٔ مانوی۔
(اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ت)

(مشکوٰۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۱۱)

یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس ۲۶ علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ ۱۴ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ (فتاوٰی رضویہ مخرّجہ ج۵ ص ۶۷۵-۶۷۶)

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اور علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو اپنے عمل سے ریا اور عبادت دونوں کا قصد کرتا ہے۔

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں: اگر دنیا کی نیت غالب ہو تو اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر آخرت کی نیت غالب ہو تو اسے ثواب ملے گا اور اگر دونوں نیتیں برابر ہوں تب بھی ثواب نہیں ملے گا۔

جبکہ علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں: گذشتہ احادیثِ مبارکہ کی وجہ سے اسے مطلقاً کوئی ثواب نہیں ملے گا، مثلاً جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں کسی کو میرا شریک ٹھہرایا میں اس سے بیزار ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جسے اس نے شریک ٹھہرایا۔ جبکہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس حدیثِ پاک میں یہ تاویل کی ہے کہ جب دونوں قصد برابر ہو جائیں یا ریا کا قصد راجح ہو تب یہ حکم ہوگا۔ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا کلام اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ ریا اگرچہ حرام ہے مگر ثواب کی نیت کے غالب ہونے کی صورت میں وہ اصل ثواب کو نہیں روکتی، اسی لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص کی عبادت کا لوگوں پر ظاہر ہونا اس کی نشاط میں اضافہ اور قوت پیدا کرتا ہے اور اگر لوگوں پر اس کی عبادت ظاہر نہ ہوتی تب بھی وہ عبادت نہ چھوڑتا پھر اگرچہ اس کی نیت ریا ہی کی ہو تو ہمارا گمان ہے کہ اس کا اصل ثواب ضائع نہ ہوگا، ریاء کی مقدار کے مطابق اسے سزا ملے گی جبکہ ثواب کی نیت جتنا ثواب اسے ملے گا۔ اس سے پہلے کا کلام ان کے قول کے منافی ہے: اگر وہ اپنے صدقہ اور نماز سے اجر اور تعریف دونوں کا خواہاں ہو تو یہ وہ شرک ہے جو اخلاص کے مخالف ہے۔ ہم نے کتاب الاخلاص میں اس کا حکم ذکر کر دیا ہے اور ہم نے حضرت سیدنا سعید بن مسیب اور حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایات نقل کی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاکار کے لئے بالکل کوئی ثواب نہیں، لہٰذا علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ہی راجح ہے۔

الغرض! اگر عبادت کے ذریعے مباح ریا کا قصد کیا جائے تو اس کا ثواب سرے سے ہی ساقط نہ ہوگا کو اسے عبادت کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اگرچہ نیت کمزور ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ حرام ریا کا قصد کرے تو یہ ثواب سرے ہی سے ختم ہو جائے گا جیسا کہ گذشتہ بہت سی احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں، نیز اللہ عزوجل کا یہ فرمانِ عالیشان:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ30، الزلزال: 7)

اس پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حرام قصد کی وجہ سے عمل کی کوتاہی نے اجر کے ساقط ہونے کو واجب کر دیا، لہٰذا اس کے لئے خیر کا ایک ذرہ بھی نہ بچا اسی لئے آیت کریمہ اسے شامل نہیں۔

یاد رکھئے! بندہ جب اخلاص کے ساتھ عبادت شروع کرے پھر اس پر ریاکاری کے اسباب ظاہر ہوں، اگر یہ اسباب عمل پورا ہو جانے کے بعد ظاہر ہوں تو عمل میں کوئی اثر نہ ڈالیں گے کیونکہ وہ عمل اخلاص کے ساتھ پورا ہو چکا ہے، لہٰذا بعد میں طاری ہونے والی ریاکاری کے اسباب اس پر اس وقت تک اثر انداز نہ ہوں گے جب تک بندہ اپنے عمل کے اظہار اور اسے بیان کرنے میں تکلف سے کام نہ لے۔ اگر وہ ریاکاری کا قصد کرتے ہوئے تکلف کرے تو امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں: یہ خوف میں ڈالنے والی بات ہے۔ جبکہ اخبار و آثار یعنی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاکاری عمل کو برباد کر دیتی ہے، پیچھے گزر چکا ہے کہ سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے بعد میں طاری ہونے والے اسباب کو عمل کے ثواب کو باطل کرنے سے بعید قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ نہ قرین قیاس بات یہ ہے کہ جو عمل اس نے مکمل کر لیا اس پر اسے ثواب دیا جائے گا اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں کی جانے والی ریاکاری پر اسے عقاب ہوگا اگرچہ یہ ریاکاری عمل مکمل کر لینے کے بعد کی جائے اور اگر عمل کے دوران ریاکاری پیدا ہو اور عمل محض ریاکاری کے لئے ہو تو یہ عمل کو برباد سافاسد کر دیتی ہے اور اگر محض ریا کی نیت نہ ہو مگر قربت کی نیت پر ریا کا قصد غالب ہو اور قربت کی نیت مغلوب ہو تو اس صورت میں عبادت کے فاسد ہونے میں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو تردد ہے، امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے میں عبادت فاسد ہو جائے گی۔ جبکہ ہمارے نزدیک اس صورت میں سب سے سکھا قول یہ ہے کہ اگر عمل میں ریا کا اثر ظاہر نہ ہو ن عمل خالص دینی نیت سے کیا گیا ہو لوگوں کے اس عمل پر اطلاع سے بندے کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو اصلِ نیت کے باقی رہنے اور عمل کو مکمل کرنے کی نیت کے پائے جانے کی وجہ سے عمل فاسد نہ ہوگا اور اگر صورت حال یہ ہو کہ اگر لوگ موجود نہ ہوتے تو بندہ اپنی نماز توڑ ڈالتا تو ایسی نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہے، اگرچہ فرض نماز ہی کیوں نہ ہو۔

(الزَّوَاجِرُعَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

(2) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْزُو جَيْشٌ نِ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ؟!

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک لشکر کعبہ معظمہ پر حملہ کرے گا تو جب میدانی زمین میں ہوں گے تو ان کے اگلے پچھلے سب کو دھنسا دیا جائے گا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ان کے اگلے پچھلوں کو کیسے دھنسایا جائے گا ان میں سوداگر بھی ہوں گے اور وہ بھی جو

قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

اس لشکر سے نہیں فرمایا کہ دھنسایا تو سارے اگلے پچھلوں کو جائے گا پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر فی الاسوق، ج۱ص۷۳۶، رقم: ۲۰۱۲، صحیح ابن حبان، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر الخبر المدحض قول من نفی کون الخسف فی ھذہ الامۃ، ج۳ص۲۱۷، رقم: ۶۷۵۵، فوائد العراقیین للنقاش، باب البعث علی النیات، ص۵۴، رقم: ۵۵، مسند اسحاق بن راھویہ، باب مایروی من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۶۷۱، رقم: ۱۸۷۴، جبکہ یہی روایت کچھ تبدیلی متن کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے صحیح مسلم، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت ج۲ص۳۶۸، رقم: ۷۴۲۶، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۰۵، رقم: ۲۴۷۸۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا کہ ایک بڑا لشکر بربادی خانہ کعبہ کے لیے مکہ معظمہ پر حملہ کرے گا اور دھنسایا جائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہو چکا مہدی موعود شاہ سفیان شاہ مصر کے زمانہ میں مگر حق پہلی بات ہے۔

(ان میں سوداگر بھی ہوں گے) اسواق یا تو سوقہ کی جمع ہے بمعنے رعایا اور کام کاج والے یا سوقی کی جمع ہے، بمعنی بازار میں رہنے والے سوداگر۔ سوال کا منشاء یہ ہے کہ مجرم تو ان میں سے بعض ہیں سزا ملی سب کو کیونکہ اس لشکر میں تجارتی کاروبار کرنے والے سپاہیوں کے خدمتگار اور کھانا وغیرہ پکانے والے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو جبراً لائے گئے ان کی نیت حملے کی نہ تھی۔

(پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے) یعنی چونکہ ان لوگوں نے بھی اس لشکر کی تعداد بڑھائی ان کی اس جرم پر امداد کی اور مجرموں کے ساتھ رہے اس لیے یہ بھی سزا کے مستحق ہو گئے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"۔ معلوم ہوا کہ بروں کی امداد کرنا بھی برا، ہاں پھر قیامت میں یہ فرق ہو جائے گا کہ ان میں سے مؤمن مؤمنوں کے زمرے میں اٹھیں گے اور کافر کافروں کے ساتھ۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۳۲۹)

پاک ہے وہ ذات جس نے کعبہ مشرّفہ کو امن اور عزت والا گھر بنایا اور اس میں رہنے والے انسانوں اور جانوروں کو امان دی اور آبِ زَم زَم کے ساتھ خاص کیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو فرض و واجب اور نوافل کی ادائیگی کے لئے قائم کیا اور سعی کے لئے صفا و مروہ کا انتخاب فرمایا۔

کعبہ کی عظمت

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ معظم ہے: جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اُتارا تو ارشاد فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک گھر اُتار رہا ہوں، اس کے گرد اسی طرح طواف کیا جائے گا

جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس اسی طرح نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے گرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر جب طوفانِ نوح کا زمانہ آیا تو اسے اُٹھالیا گیا، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کا حج تو کیا کرتے تھے مگر اس کی جگہ نہیں جانتے تھے، پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم (علیہ لسلام) پر اسے ظاہر فرمایا تو انہوں نے اسے پانچ پہاڑوں کے ماوں سے تعمیر کیا: وہ پہاڑ (۱) جبل الحراء (۲) جبلِ ثبیر (۳) جبل لبنان (۴) جبل الطیر اور (۵) جبل الخیر ہیں، لہٰذا تم سے جتنا ہو سکے اس سے نفع اٹھالو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۷۰۹، ص ۲، ص ۷۵)

حضرتِ سیِّدُ نا وہب بن منبِّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہند کے پہاڑ پر سو سال سجدے میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سرندیب (سیلون، سری لنکا) کی وادی میں بہنے لگے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس وادی میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسوؤں سے دارچینی اور لونگ وغیرہ کی فصلیں اگائیں اور اس وادی میں مور پیدا کئے۔ پھر حضرتِ سیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: اپنا سرِ انور اٹھایئے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بخش دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر خانہ کعبہ کے پاس آکر طواف کیا، ابھی طواف کے سات چکر مکمل نہ کئے تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انسوؤں میں بھیگ گئے۔

(موسوعۃ للامام ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۲۲۴، ج ۳، ص ۲۳۵)

حضرتِ سیِّدُ نا وہب بن منبِّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، تورات شریف میں ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت اپنے سات لاکھ مقرَّب فرشتوں کو بھیجے گا، جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کی ایک زنجیر ہوگی۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: جاؤ! اور بیت اللہ شریف کو ان زنجیروں میں باندھ کر محشر کی طرف لے آؤ۔ فرشتے جائیں گے، ان زنجیروں سے باندھ کر کھینچیں گے اور ایک فرشتہ پکارے گا: اے کعبۃ اللہ! چل۔ تو کعبہ مبارکہ کہے گا: میں نہیں چلوں گا جب تک میرا سوال پورا نہ ہو جائے۔

فضائے آسمانی سے ایک فرشتہ پکارے گا: تو سوال کر۔ تو کعبہ عرض کریگا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو میرے پڑوس میں دفن مؤمنین کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو کعبہ شریف کو ایک آواز سنائی دے گی: میں نے تیری درخواست قبول فرما لی۔

حضرتِ سیِّدُ نا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: پھر مکہ کے مُردوں کو اُٹھایا جائے گا جن کے چہرے سفید ہوں گے۔ وہ سب احرام کی حالت میں کعبہ کے گرد جمع ہو کر تلبیہ (یعنی لبیک) کہہ رہے ہوں گے۔ پھر فرشتے کہیں گے: اے کعبہ! اب چل۔ تو وہ کہے گا: میں نہیں چلوں گا یہاں تک کہ میری درخواست قبول ہو جائے۔ تو فضائے آسمانی سے ایک فرشتہ پکارے گا: تو مانگ، تجھے دیا جائے گا۔ تو کعبہ شریف کہے گا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تیرے گنہگار بندے جو اکٹھے ہو کر

دُور دُور سے غبار آلود ہو کر میرے پاس آئے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور احباب کو چھوڑا۔ انہوں نے فرمانبرداری اور زیارت کے شوق میں نکل کر تیرے حکم کے مطابق مناسکِ حج ادا کئے۔ تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ان کے حق میں میری شفاعت قبول فرما، ان کو قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رکھ اور انہیں میرے گرد جمع فرمادے۔

تو ایک فرشتہ ندا دے گا: ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے تیرے طواف کے بعد گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا اور ان پر اصرار کر کے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی ہوگی۔ تو کعبہ عرض کریگا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے ان گنہگاروں کے حق میں شفاعت قبول ہونے کا سوال کرتا ہوں جن پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: میں نے ان کے حق میں تیری شفاعت قبول فرمائی۔ تو وہی فرشتہ ندا کریگا: جس نے کعبہ کی زیارت کی تھی وہ لوگوں سے الگ ہو جائے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سب کو کعبہ کے گرد جمع کر دے گا۔ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور وہ جہنم سے بے خوف ہو کر طواف کرتے ہوئے تلبیہ کہیں گے۔ پھر فرشتہ پکارے گا: اے کعبۃ اللہ! چل تو کعبہ شریف تلبیہ کہے گا: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ، بِیَدَیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ پھر فرشتے اس کو کھینچ کر محشر تک لے جائیں گے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الثانی، ج ۱، ص ۳۳۳ مختصر)

کعبہ کی توہین کرنے کا فِر و مُرتَد ہے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والِد رَحِمَہُمَا اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنامِ وِلایت مشہور کیا ہے۔ وہ شخص مَرجِعِ ناس و مشہورِ زُہد تھا، (یعنی عقیدتمندوں کا اُس کے پاس ہُجوم رہتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی میں اُس کی شہرت تھی) جب وہاں تشریف لے گئے اِتِّفاقاً اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرتِ سیِّدُنا ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا: یہ شخص رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے آداب سے ایک ادب پر تو اَمین ہے نہیں، جس چیز کا اِدِّعا (یعنی دعویٰ کرنا) رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔ (الرِّسالۃُ القُشَیریۃ ص 38۔ فتاویٰ رضویہ ج 21 ص 539)

اور دوسری رِوایت میں ہے، فرمایا: یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اَسرارِ اِلٰہیہ (یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رازوں) پر کیوں کر امین ہوگا! (اَیضاً ص 292، ایضاً ص 540)

تھوکتے وقت اگر خانہ کعبہ کی توہین مقصود ہو تو ایسا شخص کافِر و مُرتَد ہو گیا لیکن یہ کسی مسلمان سے مُتَصَوَّر (م۔ت۔صَو۔وَر) نہیں (یعنی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا) اور اگر تحقیر کی نیت نہ ہو تو کافر نہ ہوگا مگر پھر بھی قبلہ رُو تھوکنے سے بچنا چاہئے۔

حضرتِ سیِّدُنا ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو ایسی کرامت دیا گیا بھی دیکھو کہ ہوا پر

چارزانو بیٹھ سکتا ہے تب بھی اُس سے فریب (دھوکا) نہ کھانا جب تک کہ فرض وواجب، مکروہ وحرام اور محافظتِ حُدودوآدابِ شریعت میں اس کا حال نہ دیکھ لو۔ (اَیضاً ص 38، ایضاً ص 540)

قبلہ رُو تھوکنے والا پیش امام

رسولِ کریم، رءُوفٌ رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسلیم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ کہ یہ تمہاری جماعت نہ کرائے۔ اُس نے پھر جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اُس کو منع کیا اور اُس کو خبر دی کہ رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر حُضور سراپا نور، فیض گنجور، شاہِ غَیُور، صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ہاں (میں نے منع کیا ہے) اِنَّکَ اٰذَیْتَ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ۔ کہ تُو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دی۔ (سُنَنِ اَبی دَاوٗد، ج 1 ص 203 حدیث 481)

کعبے کے کعبے کی بے ادبی کرنے والا کیونکر امام ہوسکتا ہے!

حضرتِ فقیہِ اعظم، خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولٰینا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہاں سے معلوم کرلینا چاہئے کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے قبلہ شریف کی بے ادبی کرنے کے سبب منع فرمایا کہ یہ شخص نماز نہ پڑھائے۔ تو جو شخص سر سے پاؤں تک بے ادب ہو، سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے حق میں گستاخ ہو، ائمۂ دین کی بے ادبی کرتا ہو، حضراتِ مشائخ پر طرح طرح سے تمسخر کرے۔ کیا ایسا شخص امام بننے کا شرعاً حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ (اَخلاق الصالحین ص 13)

مُفسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ امام صحابی تھے مگر اِتِّفاقاً اُن سے یہ خطا ہوگئی پھر توبہ کرلی کیونکہ کوئی صحابی فاسق نہیں، جب اِتِّفاقاً خطا پر امامت سے مَعزول کردیا گیا تو جان بوجھ کر بے ادبی کرنے والا ضرور مَعزول کردیا جائیگا۔ (مراۃ ج 1 ص 459)

(3) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَّكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ اِسْلَامٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے پھر جب تم کو جہاد کی دعوت دی جائے تو فوراً جہاد کے لئے نکل پڑو۔ (متفق علیہ) (نوٹ: دورِ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں ہجرت مکہ لازم تھی، اور فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں۔) فتح مکہ کے بعد اس کے متعلق فرمایا کہ

اب اس ہجرت کی ضرورت نہیں کیونکہ اب وہ دار السلام
بن چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا هجرة بعد الفتح، ج۱ص۵۱۷، رقم: ۳۰۷۷، صحیح مسلم، باب المبايعة بعد فتح مكه على الاسلام والجهاد والخير، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۴۹۳۸، سنن دارمی، باب لا هجرة بعد الفتح، ج۱ص۸۰۰، رقم: ۲۵۱۲، سنن ترمذی، باب ما جاء في الهجرة، ج۱ص۷۱۱، رقم: ۱۵۹۰، المعجم الكبير، احاديث عبدالله بن عباس، ج۱۰ص۳۳۹، رقم: ۱۰۸۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں۔

یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا ضروری نہیں کیونکہ اب مکہ معظمہ میں مشرکین نہیں، اب وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ سے کبھی ہجرت نہیں ہوگی۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ جن میں ارشاد ہے کہ ہجرت تا قیامت جاری ہے۔ خیال رہے کہ دار الکفر سے جہاں اسلامی آزادی بالکل نہ ہو، ہجرت کر جانا فرض ہے بشرطیکہ طاقت ہو اور جہالت کی جگہ سے علم کی جگہ گناہوں کی جگہ سے توبہ کی جگہ ہجرت کر جانا مستحب ہے۔ (مرقات)

یعنی اگر جہاد کبھی فرض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو تو جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے یہ حکم وجوبی ہے اور اس وقت کے لیے ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس لیے صیغہ جمع ارشاد ہوا یعنی سب نکل جاؤ، رب فرماتا ہے: "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"۔ خیال رہے کہ نیت سے مراد ہے از روئے جہاد کرنا یا ارادۂ جہاد۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۱۳)

پہلی ہجرت

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔

(۱، ۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ (۳، ۴) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۵، ۶) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۷، ۸) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۹) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۰) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۱) حضرت عبدالرحمن

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۱۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۱۳) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم یا حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔(۱۴) حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۱۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ، ج۱،ص ۵۰۳،۵۰۶ ملخصا)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن وامان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آ کر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (83) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ، ج۱،ص ۵۰۳،۵۰۶)(والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الھجرۃ الثانیۃ الی الحبشۃ...الخ، ج۲،ص ۳۱)(وشرح الزرقانی علی المواھب، باب دخول الشعب...الخ، ج۲،ص ۱۶)

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کانفرنس

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر

دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام ونسب پوچھا تو بولا کہ میں شیخ نجد ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں ہں رے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کردوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے اس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کرلیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہوگئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابوالبختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقیناً ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے بگڑ کر کہا کہ ری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابوجہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہوگئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن

مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (پ۹،الانفال:۳۰)

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ اگلے صفحہ پر اس کا جلوہ دیکھیے کہ کس طرح اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور کفار کی ساری اسکیم کو کس طرح اس قادر قیوم نے نہس فرما دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۹۱۔ ۱۹۳)

ہجرتِ رسول کا واقعہ

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے شیطا چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بہ آواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لوتم جس کا روزانہ انتظار

کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آ گیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۶۳ ملخصاً)

خیال رہے کہ حضور انور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں رہنا بہتر تھا اور ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا مسلمان کو منع ہو گیا ہجرت واجب ہوگئی اور فتح مکہ کے بعد وہاں رہنا تو جائز ہوا مگر مدینہ منورہ میں رہنا افضل قرار پایا کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اسی لیے زیادہ تر فضائل مدینہ پاک میں رہنے کے آئے ہیں۔

ہجرت مدینہ ایک اہم سنگ میل

ہجرت مدینہ، غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ سرفروشی اور جانثاری کی نہ جانے کس قدر قیمتی داستانیں اس واقعہ سے مربوط ہیں۔ قسام ازل نے ہجرت مدینہ کو ان گنت شرف عطا فرمائے ہیں۔ یہ شرف بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل و نہار کی گردشوں کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے مسلمانوں کی انتقال آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریشِ مکہ کی ایذا رسانیوں کے سبب سے تھی، مگر درحقیقت خالق کائنات نے اپنے پسندیدہ دین، دین اسلام کی عظمت وشوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اس کی ضیاء پاش کرنوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لئے جو وقت متعین کیا تھا اس کا آغاز اسی ہجرت مدینہ سے ہوا۔ ہجرت مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے جو اسلامی ریاست وسلطنت کی بنیاد ہے، نیز اس کی تعلیمات دیگر مذاہب اور دنیا میں معروج نظاموں کی طرح محض تخیلاتی یا کاغذی و کتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول، قابل عمل اور لائق نفاذ ہیں۔ ہجرت سے قبل مسلمان مکے میں کمزور حالت میں تھے، انہیں نہ مذہبی آزادی حاصل تھی، نہ ان کے پاس سیاسی اقتدار موجود تھا اور نہ معاشی اعتبار سے ان کو بے فکری، اطمینان اور سکون حاصل تھا۔ ہر طرح کا اختیار اور مکمل اقتدار دشمنوں اور مخالفین کے پاس تھا۔ تمدن اور معاشرت کے لوازم سے بھی مکہ کے مسلمان محروم تھے۔ اس لئے یہاں رہ کر وہ اسلام کے سیاسی و معاشرتی نظام کی تشکیل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے برعکس مدینہ منورہ میں خالق کائنات نے ایسے اسباب مہیا کر دیئے تھے جو اس کام کے لئے ضروری اور مناسب تھے۔ مدینہ منورہ میں جو لوگ ابتداء میں مسلمان ہوئے، وہ ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کے پاس اس ریاست کی زمام کار پہلے ہی سے موجود تھی اور ان پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا۔ اس لئے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مکمل انداز میں یہ موقع ملا کہ وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل دیں جس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور جو زندگی کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہو۔ وہ معاشرہ اس عالم گیر دعوت کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان گزشتہ 13 سال سے مخالفین اسلام اور دشمنان دین کی مختلف الجہت اور مختلف النوع سازشیں، مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کرتے چلے

آرہے تھے۔

ہجرت کے بعد قریش کی تباہی

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اور صحابہ کرام جس کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں کچھ حبشہ، کچھ مدینہ چلے گئے تھے۔ان حالات کے پیش نظر بھلا کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ آسکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور غریب الدیار مسلمانوں کا قافلہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہوکر نکلے گا کہ وہ کفار قریش کی ناقابل تسخیر عسکری طاقت کو تہس نہس کرڈالے گا جس سے کافروں کی عظمت وشوکت کا چراغ گل ہوجائے گا اور مسلمانوں کی جان کے دشمن مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک وبرباد ہوجائیں گے۔لیکن خداوند علام الغیوب کا محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت سے ایک سال پہلے ہی قرآن پڑھ پڑھ کر اس خبر غیب کا اعلان کررہا تھا کہ

وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا (پ۱۵،بنی اسراءیل:۷۶)

اگر وہ تم کو سرزمین مکہ سے گھبرا چکے تاکہ تم کو اس سے نکال دیں تو وہ اہل مکہ تمہارے بعد بہت ہی کم مدت تک باقی رہیں گے۔(بنی اسرائیل)

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ایک ہی سال کے بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار قریش کے سرداروں کا خاتمہ کردیا اور کفار مکہ کی لشکری طاقت کی جڑ کٹ گئی اور ان کی شان وشوکت کا جنازہ نکل گیا۔

مسلمان ایک دن شہنشاہ ہوں گے

ہجرت کے بعد کفارِ قریش جوشِ انتقام میں آپے سے باہر ہوگئے اور بدر کی شکست کے بعد تو جذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا۔تمام قبائل عرب کو ان لوگوں نے جوش دلا دلا کر مسلمانوں پر یلغار کردینے کے لئے تیار کردیا تھا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔جس میں مسلمانوں کو تنگ دستی، فاقہ مستی، قتل وخونریزی، قسم قسم کی حوصلہ شکن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لیے سکون میسر نہیں تھا۔مسلمان خوف وہراس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کروقت گزارتے تھے اور رات رات بھر رحمت عالم کے کاشانہ نبوت کا پہرہ دیا کرتے تھے لیکن عین اس پریشانی اور بے سروسامانی کے ماحول میں دونوں جہان کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کا یہ اعلان نشر فرمایا کہ مسلمانوں کو خلافت ارض یعنی دین ودنیا کی شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ چنانچہ غیب داں رسول نے اپنے دلکش اور شیریں لہجہ میں قرآن کی ان روح پرور اور ایمان افروز آیتوں کو علی الاعلان تلاوت فرمانا شروع کردیا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

(پ۱۸،النور:۵۵)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کردے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (سورہ نور)

مسلمان جن نامساعد حالات اور پریشان کن ماحول کی کشمکش میں مبتلا تھے ان حالات میں خلافتِ ارض اور دین و دنیا کی شہنشاہی کی یہ عظیم بشارت انتہائی حیرت ناک خبر تھی بھلا کون تھا جو یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بے کس گروہ جس کو کفار مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر کچل ڈالا تھا اور اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ کر چند نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لی تھی اور اس کو یہاں آ کر بھی سکون و اطمینان کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی بھلا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس گروہ کو ایسی شہنشاہی مل جائے گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا ان کو کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔ بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ وجلال سے ڈر کر لرزہ براندام رہے گی مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت پوری ہوئی اور ان مسلمانوں نے شہنشاہ بن کر دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلاطین عالم کی سلطانی کے پرچم عظمت اسلام کی شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ کیا اب بھی کسی کو اس پیشین گوئی کی صداقت میں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی شک وشبہ ہوسکتا ہے۔

فتح مکہ کی پیشگوئی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے اس طرح ہجرت فرمائی تھی کہ رات کی تاریکی میں اپنے یارِ غار کے ساتھ نکل کر غارِ ثور میں رونق افروز رہے۔ آپ کی جان کے دشمنوں نے آپ کی تلاش میں سرزمین مکہ کے چپے چپے کو چھان مارا اور آپ ان دشمنوں کی نگاہوں سے چھپتے اور بچتے ہوئے غیر معروف راستوں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان حالات میں بھلا کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ رات کی تاریکی میں چھپ کر روتے ہوئے اپنے پیارے وطن مکہ کو خیر باد کہنے والا رسولِ برحق ایک دن فاتح مکہ بن کر فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ شہر مکہ میں اپنی فتح مبین کا پرچم لہرائے گا اور اس کے دشمنوں کی قاہر فوج اس کے سامنے قیدی بن کر دست بستہ سر جھکائے لرزہ براندام کھڑی ہوگی۔ مگر نبی غیب داں نے قرآن کی زبان سے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (پ۳۰،النصر:۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) آجائے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورہ نصر)

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور آپ فاتح مکہ ہونے کی حیثیت سے افواجِ الٰہی کے جاہ وجلال کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے اور کعبہ معظمہ میں داخل ہو کر آپ نے دوگانہ ادا فرمایا اور اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے قبل اِکا دُکا لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک کی والدہ حضرت سیدتنا اُم سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: گناہوں سے ہجرت کر لو (یعنی انہیں چھوڑ دو) کیونکہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے، فرائض کی پابندی کرتی رہو کیونکہ یہ سب سے افضل جہاد ہے اور اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرتی رہو کیونکہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کوئی بندہ ذکر سے زیادہ پسندیدہ شے لے کر حاضر نہیں ہو سکتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۱۳، ج ۲۵، ص ۱۲۹، لا، أتی العبد بذلہا تاتی اللہ)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدُ المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! کون سی ہجرت (یعنی ہجرت والے) افضل ہیں؟ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو گناہوں سے ہجرت کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب ذکر الاستحباب للمرء۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۶۲، ج ۱، ص ۲۸۷)

حضرت سیدنا مُعقِل بن یَسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: فسادِ زمانہ کے وقت عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

(مسلم، کتاب الفتن، باب فضل العبادۃ فی الھرج، رقم ۲۹۴۸، ص ۱۵۷۹)

(4) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَنصارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، فَقَالَ: اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا، وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا، اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِيْنَةِ مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا، اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا؛ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ.

حضرت ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ تھے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا بے شک مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جتنا تم نے سفر کیا اور وادیاں طے کیں وہ تمہارے ساتھ (ثواب میں حصہ دار) تھے۔ ان کے مرض نے ان کو روکا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ثواب میں حصہ دار ہیں۔ (مسلم) امام بخاری نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح بیان کی ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ

وَآلِہٖ وسلّم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے لوٹ رہے تھے، تو
آپ نے ارشاد فرمایا ہمارے پیچھے مدینہ منورہ میں کچھ
لوگ ایسے ہیں کہ ہم جس گھاٹی یا وادی میں مصروفِ سفر
ہوں وہ ہمارے ساتھ شریکِ اجر ہیں ان کو ہمارے ساتھ
آنے سے عذر نے روکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثواب من حسبه عن الغزو مرض، ج۲ص۴۹۱، رقم: ۵۰۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج۳ص۱۰۳، رقم الحدیث: ۱۲۰۲۸، مصنف ابن ابی شیبه، باب ما حفظ ابوبکر فی غزوة تبوک ج۱۴ص۵۴۶، رقم: ۳۸۱۶۵، جبکہ بخاری شریف اور مندرجہ ذیل کتب میں کچھ تبدیلی متن کے ساتھ موجود ہے: صحیح البخاری، باب من حسبه العذر من الغزو، ج۱ص۹۲۱، رقم: ۲۸۳۹، جامع الاصول لابن اثیر الجزری، الفصل الخامس فی اسباب تتعلق بالجهاد، ج۱ص۶۲۲، رقم: ۱۱۰۷)

شرح حدیث: اچھی نیت پر ثواب

شریعت میں مؤمن کی اچھی نیت کی اس قدر اہمیت ہے کہ اچھی نیت پر بلا عمل کے بھی ثواب مل جاتا ہے۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اچھی نیّت کی وجہ سے اجر حاصل کر رہے تھے۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ

ترجمہ: جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اسپر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس کیلئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے۔
(صحیح مسلم جلد اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے مروی ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ فَارَقَهَا اَرْغَبَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا وَ مَنْ تَكُنِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ تَعَالٰى غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ وَ جَمَعَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَ فَارَقَهَا اَزْهَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا

ترجمہ: جو شخص دنیا کی نیّت کرے اللہ (عزوجل) اسکا فقر اسکی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور جب اسے دنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے تب اسے دُنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیّت کرے تو اللہ عزوجل اسکے دل کو غنی کر دیتا ہے اسکا سامان اسکے لئے جمع فرما دیتا ہے اور جب اسے دنیا سے جدا فرماتا ہے تو وہ دُنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد ۱۱ ص ۲۶۶ حدیث ۱۱۶۹۰)

حضرت سیدتنا ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ راحت قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان میں وہ لوگ بھی ہونگے جنہیں زبردستی لایا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اجرت

پر لڑیں گے؟۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ان سب کا حشر انکی نیتوں کے مطابق ہوگا۔

(المستدرک، ج ۴، ۴۳۱، کتاب الفتن)

ایسے ہی حضرت سیّدُ نا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں آقائے دو جہان رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُقْتَتَلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَى النِّيَّاتِ

ترجمہ: لڑنے والے اپنی نیتوں پر لڑتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳، ۲۶۹، ترجمہ ۶۳۸۴)

روایت میں آتا ہے کہ جو شخص جس نیت پر زندگی گزارے گا قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے گا، چنانچہ حضرت سیّدُ نا جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نبی اکرم، نور مجسّم، تاجدار عرب وعجم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں:

یُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ

ترجمہ: ہر بندے کو اُسی (نیت) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ دنیا سے گیا۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، کتاب الجنۃ)

غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصاً)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم وجذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی

اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۸۔ ۷۲)

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ راز داری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۲)

اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔ (سورۃ التوبہ)

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳ و المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۷۲۔ ۷۵)

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جارہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ غزوۂ تبوک)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جارہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام ثنیۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد میں جاکر شریک جہاد ہوگئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تاکہ وہ چنگا ہوجائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہوگئے۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۸۱۔ ۸۲، ۸۳)

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر نا گہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آگیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام وچین سے بیٹھا رہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہوگئی کہ توشہ

کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۸۲

تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۹۰

رومی لشکر ڈر گیا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آرہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۹ مختصرا)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواج الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(5) وَعَنْ أَبِي يَزِيْدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْأَخْنَسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهُوَ وَأَبُوْهُ وَجَدُّهُ صَحَابِيُّوْنَ، قَالَ: كَانَ أَبِي يَزِيْدُ أَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا. فَقَالَ: وَاللّٰهِ، مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ، وَلَكَ مَا

حضرت ابو یزید معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ تینوں بیٹا' باپ' دادا صحابی ہیں' فرماتے ہیں: میرے باپ نے صدقہ کی نیت سے کچھ دینار نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس (مستحقین کے لیے) رکھے۔ حضرت معن کہتے ہیں میں مسجد میں آیا اور اس آدمی سے دینار لے کر اپنے والد کے پاس آیا انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تیرا ارادہ بالکل نہیں

اَخَذْتَ يَا مَعْنُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

کیا پھر میں یہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس پناہ میں لایا تو آپ نے ان کے والد سے فرمایا تیرے لیے تیری نیت کا ثواب ہے اور مجھ سے فرمایا: اے معن! تو نے جو دینار لیے ہیں وہ تیرے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا تصدق علی ابنہ وھو لا یشعر، ج۱ص۴۱۷، رقم: ۱۴۲۲، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الرجل یخرج صدقتہ الی من ظنہ من اھل السھمان، ج۷ص۳۴، رقم: ۱۳۰۳۲، سنن الدارمی، باب ما یجب فی مال سوی الزکوٰۃ، ج۱ص۴۷۱، رقم: ۱۶۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معن بن یزید السلمی، ج۵ص۳۷۰، رقم: ۱۵۸۹۸، المعجم الکبیر، من اسمہ معن بن یزید السلمی، ج۱۱ص۳۳۱، رقم: ۱۶۷۳۰)

شرح حدیث: رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ٘ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ ، بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔ (پ21، الروم:38)

اور فرماتا ہے:

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْاۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ○

ترجمہ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (پ2، البقرۃ:177)

سورہ بقرہ میں ہے:

قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا

مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ O

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ (پ2، البقرۃ:215)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسکین پر صدقہ کرنے میں ایک ہی صدقہ ہے جبکہ رشتہ داروں پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی صدقۃ علی ذی القرابۃ، الحدیث: ۶۵۸، ص۱۷۱۱)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج۸، ص۲۰۶)

حضرتِ سیدنا سلمان بن عامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتاء الم،،، الخ، رقم ۲۳۸۵، ج۴، ص۷۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، وہ دینار جو تو اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو کسی غلام کو آزاد کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو اپنے گھروالوں پر خرچ کرے ان میں سب سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، رقم ۹۹۵، ص۴۹۹)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بندے کے میزان میں سب سے پہلے اس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۶۱۳۵، ج۴، ص۳۲۹)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج۶ ص۱۲۶ مفہوماً)

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش

خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گذشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج ۷، ص ۳۷۱)

کیا مالدار کے لئے صدقہ لینا جائز ہے؟

صدقہ 2 قسم کا ہوتا ہے، صدقہ واجبہ اور نافلہ۔ صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور اس کو دینا بھی حرام ہے اور اس کو دینے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ رہا صدقہ نافلہ تو اس کے لئے مالدار کو مانگ کر لینا حرام اور بغیر مانگے ملے تو مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام اور اگر لینے کے لئے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوسرا حرام۔ ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام مخلوق کے لئے ہوتے ہیں اور ان کو لینے میں کوئی ذِلت نہ ہو تو وہ غنی کو لینا بھی جائز ہے جیسے، سبیل کا پانی، نیاز کی شیرینی وغیرہ۔ (فتاویٰ رضویہ مخرَّجہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱)

غیر مستحق نے زکوٰۃ لے لی تو؟

غیر مستحق نے زکوٰۃ لے لی، بعد میں پشیمانی ہوئی تو اگر دینے والے نے غور و فکر کے بعد زکوٰۃ دی تھی اور اُسے اس کے مستحق نہ ہونے کا معلوم نہیں تھا تو زکوٰۃ بہر حال ادا ہوگئی لیکن اس کو لینا حرام تھا کیونکہ یہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں تھا۔ غیر مستحق مال پر حاصل ہونے والی ملکیت مِلکِ خبیث کہلاتی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اُتنا مال صدقہ کر دیا جائے۔

(6) وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَّالِكِ بْنِ اُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بنِ كعبِ بْنِ لُؤَيِّ الْقُرَشِيِّ الزُّهرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَالَ: جَآءَ نِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِیْ اِلاَّ ابْنَةٌ لِّیْ، اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالشَّطْرُ يَا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی۔ (رضی اللہ عنہ) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر شدید مرض کی وجہ سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میری عیادت کو تشریف لائے میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! میری شدت مرض آپ پر عیاں ہے میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے، تو میں کیا اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: لَا ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَوْ كَبِيْرٌ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ. وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ . قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ؟ قَالَ: اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً. وَلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ. لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم)! آدھا مال' فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم)! ایک تہائی' آپ نے فرمایا: ایک تہائی بہت ہے یا فرمایا بڑی مقدار ہے تیرے لیے اپنے ورثاء کوتونگر چھوڑنا ان کوفقیر چھوڑنے سے سکھا ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جوکچھ بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم)! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا آپ نے فرمایا تم درجہ کے اعتبار سے ہرگز پیچھے نہ چھوڑے جاؤ گے اور (زمانہ کے اعتبار سے) اگر ان کے بعد تک زندہ رہوتو اس میں تمھارے لیے [illegible]ری ہے ان کے بعد جو عمل بھی تم اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس سے تمھارے درجہ اور مرتبہ میں اضافہ ہوگا اور امید ہے کہ تمھیں پیچھے رہنے کا موقعہ ملے گا یہاں تک کہ [illegible]ری وجہ سے کچھ لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو فائدہ ہوگا اور کچھ اور لوگوں (یعنی کفار) کونقصان ہوگا یا اللہ میرے صحابہ کے لئے ان کی ہجرت (کا ثواب) پورا فرما وہ ایڑیوں کے بل نہ پلٹیں (یعنی مکہ میں ان کی وفات نہ ہو) لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے کہ ان کے مکہ میں فوت ہونے کے وجہ سے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم افسوس کا اظہار فرمارہے تھے (الاستیعاب)

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب رثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولۃ، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۹۵، صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالثلث، ج۲ص۳۸۹، رقم الحدیث: ۳۲۹۶، مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۳۵، رقم: ۸۳۴،

مسند الشامیین للطبرانی، حدیث الزھری عن عامر بن سعد، ج۴، ص۲۱۱، رقم: ۳۱۸۶ موطأ امام مالک، باب الوصیۃ فی الثلث لا تتعدی، ج۱، ص۳۸۹، رقم: ۲۸۲۴)

شرح حدیث: عشرہ مبشرہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس اصحاب وہ ہیں جن کے بہشتی (جنتی) ہونے کی دنیا میں خبر دے دی گئی ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ ان میں چار تو خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں باقی حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ احادیث میں بعض اور صحابہ کرام کو بھی جنت کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں وارد ہے کہ وہ جنت کی بیبیوں کی سردار ہیں اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں وارد ہے کہ وہ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اسی طرح اصحاب بدر اور اصحاب بیعۃ الرضوان کے حق میں بھی جنت کی بشارتیں ہیں۔

وصیت میں نقصان پہنچانے والی چند صورتیں

علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا: یاد رکھو! وصیت میں نقصان پہنچانے کی چند صورتیں ہیں: (۱) ثلث مال سے زائد کی وصیت کرنا (۲) اجنبی کے لئے تمام یا بعض مال کا اقرار کرنا (۳) ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے ایسے قرض کا اقرار کرنا جس کی کوئی حقیقت نہ ہو (۴) یہ اقرار کرنا کہ فلاں پر میرا جو قرض تھا وہ میں نے وصول کرلیا ہے (۵) ورثاء کو مال سے محروم کرنے کے لئے کوئی چیز نہایت کم قیمت میں بیچ دینا یا بھاری قیمت ادا کر کے کوئی چیز خریدنا اور (۶) ثلث مال کی وصیت اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نہیں بلکہ ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے کرنا۔ یہ تمام صورتیں وصیت میں نقصان پہنچانے میں داخل ہیں۔

(2) حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کوئی شخص 70 برس تک جنتیوں جیسے اعمال کرتا رہے، پھر اپنی وصیت میں جانبداری سے کام لے تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوگا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا اور کوئی شخص 70 سال تک جہنمیوں جیسے اعمال کرتا رہے پھر اپنی وصیت میں عدل سے کام لے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۷۷۴۶، ج۳، ص۱۱۵)

(3) شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ میراث کاٹی اللہ عزوجل جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(کنز العمال، کتاب الفرائض، قسم الاقوال، الفصل الاول فی فضلہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۳۹۷، ج۱۱، ص۵)

اس آیت مبارکہ کے بعد اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان: تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ اس پر دلالت کرتا ہے، اور فرمانِ باری

تعالیٰ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق وراثت کے بارے میں ہے، نیز موت کے وقت اللہ عزوجل کے حکم کی مخالفت سخت خسارے پر دلالت کرتی ہے جو کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی مسلک اپنایا کیونکہ متاخرین علماء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کا فرمان ہے کہمیں نے علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لکھا ہوا مجموعہ دیکھا، انہوں نے تقریباً علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی مذکورہ کلام ذکر کیا اور علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسے ذکر کرنا بھی عجیب ہے کیونکہ علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت کی ایک تہائی سے زائد جو صورتیں مطلق بیان کی ہیں وہ ہمارے مسلم قواعد کے مطابق نہیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک فقط مکروہ ہیں حرام نہیں چہ جائیکہ وہ کبیرہ ہوں، البتہ اگر ورثاء کو محروم کرنے کی نیت ہو تو اس کا حرام ہونا بالکل ظاہر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی ظلم اور عداوت کی بناء پر تہائی مال سے زیادہ میں وصیت کرے تو ایسی صورت میں اس وصیت کو کبیرہ قرار دینا بعید نہیں کیونکہ اس میں ورثاء کو نقصان پہنچانا پایا جا رہا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جب جھوٹا شخص بھی سچ بولتا ہے اور بدکار توبہ کر لیتا ہے، لہٰذا اس کا یہ عمل اس کی قساوتِ قلبی، فسادِ عقل اور انتہائی جرأت پر واضح دلیل ہے، اسی لئے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے بچوں وغیرہ پر ایسے شخص کو پرورش کے لئے مقرر کرنے کی وصیت کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ شخص ان کا مال کھالے گا یا صحیح طریقے سے تصرف نہ کرنے کی وجہ سے ان کے مال کو ضائع کر بیٹھے گا۔ میری بیان کردہ یہ باتیں ان دو احادیثِ مبارکہ سے لی گئی ہیں:

(4) پہلی حدیثِ مبارکہ کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح روایت کیا ہے: آدمی 70 برس تک جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں خیانت کر بیٹھتا ہے تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی 70 برس تک جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۴، ص ۲۶۳۹)

(5) دوسری حدیث پاک کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ عزوجل بروزِ قیامت جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۳، ص ۲۶۳۹)

پہلی حدیثِ پاک کی تائید حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے جسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے روایت کیا ہے کہ،

(6))اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مرد یا عورت 70 برس تک اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کرتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں تو ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ۙ غَیْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ O تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O

ترجمۂ کنز الایمان: میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ (پ4، النساء: 12۔13)

(جامع الترمذی، ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۱۱۷، ص ۱۸۶۳ سبعین بدلهستین)

وصیت میں عدل کو پیش نظر رکھنا

وصیت میں عدل کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ دوسری شق کی تفصیل تو بیان ہو چکی ہے جبکہ پہلی شق اس حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ،

(7) سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کسی مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وصیت کی جاتی ہے تو اسے کوئی حق نہیں کہ وہ 2 یا 3 راتیں اس طرح گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، الحدیث: ۴۲۰۷، ص ۹۶۲)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب سے میں نے حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے یہ حدیثِ پاک سنی میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میرے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ رکھی ہو۔

(المرجع السابق، تحت الحدیث: ۴۲۰۷)

وصیت کرنے کی فضلیت

(8) سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو وصیت کر کے مرا وہ سنت پر مرا اور تقوی وشہادت پر مرا اور مغفرت یافتہ ہو کر مرا۔ (سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۱، ص ۲۶۳۹)

(9) نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مُعظّم ہے: محروم ہے وہ شخص جو وصیت سے محروم ہو۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۲۷۰۰، ص ۲۶۳۹)

(10) رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: وصیت ترک کر دینا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب اور تباہی کا باعث ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۴۲۳، ج ۴، ص ۱۲۲)

اگر یہ حدیث مبارک درجہ صحت تک جائے تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ وصیت ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور یہ حدیثِ پاک اس شخص پر محمول ہوگی جو جانتا ہے کہ وصیت نہ کرنا اس کے مال پر ظالموں کے قابض ہونے اور ورثاء سے چھن جانے کا سبب بنے گا۔

(11) نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آدمی کا اپنی صحت اور زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا موت کے وقت 100 درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۸۶۶، ص ۱۴۳۷)

مسائل فقہیّہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، ج6، ص422 جوہرہ نیرہ ج2، وبدائع ج7، ص330)

شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطورِ احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔ (تبیین از عالمگیری ج6، ص90 الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90)

وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90 محیط السرخسی از عالمگیری ج6، ص90)

وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (1) موصِی یعنی وصیّت کرنے والا (2) موصی لہ یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے (3) موصی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے (4) وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90) (کفایہ، عنایہ وعالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج6، ص90 مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

مسئلہ: وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔ (تبیین از عالمگیری ج6، ص90 وقدوری، درمختار، ردالمحتار) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90)

مسئلہ: وصیّت چار قسم کی ہے۔

(1) واجبہ جیسے زکوٰۃ کی وصیّت اور کفارات واجبہ کی وصیّت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیّت ۔

(2) مباحہ، جیسے وصیّت اغنیا کے لئے ۔

(3) وصیّت مکروہہ، جیسے اہل فسق ومعصیت کے لئے وصیت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیّت گناہ میں صرف کریگا۔

(درمختار وردالمحتار ج5، ص453)

(4) اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الوصایا، ج10، ص354)

مسئلہ: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔ (ردالمحتار ج 5، بدائع ج7، خزانۃ المفتیین ناز عالمگیری ج6، ص90) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90)

(7) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ، وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم فضله واحتقاره ودمه وعرضه، ج۲ص۸۱۱، رقم: ۶۷۰۷، کتاب التواضع والخمول لابن ابی الدنیا، ص۶۹، رقم: ۶۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۸۴، رقم: ۶۸۱۴، مسند اسحاق بن راهويه، باب ما يروى عنه عطاء بن ابی مسلم عن ابی هريرة، ص۳۵۹، رقم: ۳۶۹)

شرح حدیث: نیّتوں کی جگہ

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اور وہ دلوں کو اس لئے دیکھتا ہے کہ یہی نیّتوں کی جگہ ہے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

جب بندہ اچھے عمل کرتا ہے تو فرشتے اسے (یعنی ان اعمال کو) مہر لگائے ہوئے صحیفوں میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور اسکے عمل رب کائنات (عزوجل) کے حضور پیش کردیتے ہیں۔ اللہ (عزوجل) فرماتا ہے اس صحیفے کو پھینک دو کیونکہ اس میں جو عمل ہے اس میں میری رضا کی نیّت نہیں کی گئی۔ پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کیلئے فلاں فلاں بات لکھ دو، وہ عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب د! اس نے تو یہ کام نہیں کیا۔ اللہ (عزوجل) ارشاد فرماتا ہے کہ اس نے اس کام کی نیّت کی تھی۔

ایک اور مقام پر پیارے محبوب دانائے غیوب مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ (عزوجل) عِلْمًا وَ مَالًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ فِيْ مَالِهٖ فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِيَ اللهُ تَعَالٰى مِثْلَ مَا اٰتَاهُ فَعَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْاَجْرِ سَوَاءٌ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ تَعَالٰى مَالًا يُؤْتِهٖ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ بِجَهْلِهٖ فِيْ مَالِهٖ فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِيَ اللهُ مِثْلَ مَا اٰتَاهُ عَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ

ترجمہ: لوگ چار قسم کے ہیں: ایک قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں اللہ (عزوجل) نے علم اور مال عطا فرمایا تو وہ اپنے مال میں علم کے مطابق عمل کرتے ہیں دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ (عزوجل) نے مجھے اسکی مثل دیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، پس ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ (عزوجل) نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے تو ایک اور شخص کہتا ہے کہ اگر اللہ (عزوجل) مجھے بھی مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، ابواب الزھد)

گھر بیٹھنے والے غازی

اسی طرح حضرت سیدنا انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب نبی اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے گئے تو فرمایا ہم جو بھی وادی طے کرتے ہیں یا کسی ایسی جگہ کو برباد کرتے ہیں جسکی وجہ سے کفار کو غصہ آئے یا ہم راہ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں یا ہم بھوکے ہوتے ہیں تو مدینہ طیبہ میں بھی کچھ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وہ کیسے؟ جبکہ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ فرمایا، انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۹، ص ۲۴، کتاب السیر)

اچھی صورتیں اور سیرت

حکیم الامت حضرتِ سیّدُ نا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یعنی تمہاری اچھی صورتیں جب سیرت سے خالی ہوں ظاہر باطن سے خالی ہوں، مال خیرات وصدقات سے خالی ہوں تو رب تعالیٰ اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھتا۔ اے مسلمانوں صورت بھی اچھی بناؤ سیرت بھی اچھی لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں اعمال اچھے کر داور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ، یا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے اور اس حدیث میں دیکھنے سے مراد کرم ومحبت سے دیکھنا ہے، مطلب وہ ہی ہے کہ تمہارے دلوں عملوں کو بھی دیکھتا ہے۔ خیال رہے کہ کوئی شریف آدمی گندے برتن میں اچھا کھانا نہیں کھاتا، رب تعالیٰ صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا

من تشبه بقوم فهو منهم۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۷، ص ۱۵۵، مطبوعہ ضیاء القرآن)

حکیم الامت حضرتِ سیّدُنا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت اسلامی زندگی میں مزید فرماتے ہیں: ہم مسلمانوں کے وہ عذر بھی پیش کردیں جو کہ وہ بیان کرتے ہیں (نیک عمل نہ کرنے پر) اور جس سے اپنی مجبوریوں کا اظہار کرتے ہیں۔ خدا دِل کو دیکھتا ہے۔ شکل کو نہیں دیکھتا، دل صاف چاہیے حدیث میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ بَلْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے نہیں بلکہ تمہارے دل دیکھتا ہے۔) یہ عذر پڑھے لکھے مسلمان کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ ۔۔۔۔۔ الخ، باب تحریم ظلم المسلم ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۵۶۴، ص ۱۳۸۷)

جواب: اچھا صاحب اگر ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں دل کا اعتبار ہے تو آپ میرے گھر کھانا کھاؤ یا شربت پیؤ اور میں نہایت عمدہ بادام کا شربت یا عمدہ بریانی کھلاؤں پلاؤں مگر گلاس یا رکابی میں اوپر کی طرف خوب اچھی گندگی پلیدی لگادوں۔ آپ اس برتن میں کھالو گے؟ ہرگز نہیں کیوں جناب! برتن کا کیا اعتبار؟ اس کے اندر کی چیز تو اچھی ہے جب تم بُرے برتن میں اچھی غذا نہیں کھاتے پیتے رب تعالیٰ تمہاری بُری صورتوں کیساتھ اچھے اعمال کیونکر قبول فرمادیگا۔ اگر قرآن شریف پڑھو تو لطف جب ہے کہ منہ میں قرآن شریف ہو۔ اور صورت پر اس کا عمل ہو اگر تمہارے منہ قرآن ہے اور صورت قرآن شریف کے خلاف تو گویا اپنے عمل سے تم خود جھوٹے ہو۔ بادشاہ کے آنے کیلئے گھر اور گھر کا دروازہ دونوں صاف کرو کیونکہ بادشاہ دروازے سے آوے گا اور گھر میں بیٹھے گا اسی طرح قرآن شریف کیلئے دل اور صورت دونوں سنبھالو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ صورتوں کے ساتھ دل کو بھی دیکھتا ہے اگر اس کا وہ مطلب ہوتا جو تم سمجھتے ہو تو پھر سر پر چوٹی کان میں جنیوا اور پاؤں میں دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہونا چاہیے تھا، حالانکہ فقہا فرماتے ہیں کہ چوٹی رکھنا، زنار باندھنا کفر ہے۔

دنیا میں کفار سے مشابہت

نبی کریم رءوف رّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم سے تَشَبُّہ (یعنی مشابہت) کرے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس، الحدیث ۴۰۳۱، ج ۶، ص ۲۶)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے، انکی سی شکل بنائے، کل قیامت میں ان کے ساتھ اٹھے گا اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے انکا لباس پہنے وہ کل قیامت میں اِنشاءاللہ (عزوجل) متقیوں کے زمرہ میں اٹھے گا خیال رہے کہ کسی کی سی صورت بنانا تَشَبُّہ ہے اور کسی کی سی سیرت اختیار کرنا تَخَلُّق ہے یہاں تشبہ فرمایا گیا ہے۔

حکایت

غرقِ فرعون کے دن سارے فرعونی ڈوب گئے مگر فرعونیوں کا بہروپیا بچ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: مولیٰ یہ کیوں بچ گیا؟ فرمایا: اس نے تمہارا روپ بھرا ہوا تھا، ہم محبوب کی صورت والے کو بھی عذاب نہیں دیتے۔ (مرقات) مسلمان کو چاہیے کہ نماز وروزہ وغیرہ عبادات میں بھی اچھوں خصوصاً اچھوں سے اچھے یعنی محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی نقل کرنے کی نیت کرے۔ دل لگے یا نہ لگے شکل تو حضور کی سی بن جاتی ہے۔ ان شاء اللہ (عزوجل) اصل کی برکت سے خدا ہم نقالوں کو بھی بخش دے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦، ص١٠٩)

(8) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، اَيُّ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کسی ایسے آدمی کی بابت سوال کیا گیا جو شجاعت کے اظہار کے لئے لڑے اور جو غیرت کے لئے لڑے یا ریاکاری کے لئے لڑے؟ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہے، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے صرف اس لیے لڑائی کی کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہوجائے تو وہ ہی اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء، ج٢ص١١٩، رقم: ٢٨١٠، مستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج٢ص١١٩، رقم الحدیث: ٢٥٢٠، صحیح مسلم، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء، ج٢ص١١١، رقم: ٥٠٢٨، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الریاء فی الجھاد، ج٢ص٢١٠، رقم: ٢٥٤٣، صحیح ابن حبان، باب فضل الجھاد، ج٤ص٤٩٣، رقم الحدیث: ٤٦٣٦)

شرح حدیث: اخلاص کی حقیقت

اخلاص اسے کہتے ہیں کہ تیرا ہر عمل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، نہ لوگوں کی تعریف وتوصیف کی تجھے خواہش ہو اور نہ ہی مذمت وبرائی کی پرواہ ہو۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لو! کہ ریاکاری لوگوں کی (طرف سے اپنی) تعظیم وتوقیر (کی خواہش رکھنے کی وجہ) سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تُو تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کے سامنے مُسَخَّر خیال کرے اور یہ گمان کرلے کہ انھیں جمادات کی طرح نفع، نقصان پہنچانے میں (سوائے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے) کوئی اختیار نہیں۔ اور جب تک تُو ایسا نہیں کریگا، تجھے ریاکاری جیسی خطرناک اور بُری بیماری سے نجات نہیں مل سکتی۔

اخلاص کی اہمیت اور فضائل

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔ (پ30، البینۃ:5)

اور فرماتا ہے:

اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے۔ (پ3، اٰل عمران:29)

حضرتِ سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شریک سے پاک ہوں لہٰذا جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ میرے شریک کے لئے ہے۔ اے لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اخلاص کے ساتھ کئے جانے والے اعمال ہی کو قبول فرماتا ہے۔ (مجمع الزوائد کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء، رقم ۱۷۶۵۳، ج۱۰، ص۳۷۹)

حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، مخلصین کے لئے خوشخبری ہے کہ وہی ہدایت کے چراغ ہیں انہی کی وجہ سے آزمائش کی ہر تاریکی چھٹ جاتی ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البعث واھوال یوم القیمۃ، باب الترغیب فی الاخلاص...الخ، رقم ۵، ج۱، ص ۲۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا تم سے پچھلی امتوں میں سے تین شخص سفر پر نکلے رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، اچانک پہاڑ سے ایک چٹان گری اور اس نے غار کا دہانہ بند کردیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمہیں اس چٹان سے صرف یہ بات نجات دلاسکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرو۔

تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے نہ اپنے گھر والوں کو دودھ پلاتا اور نہ ہی اپنے مویشیوں کو سیراب کرتا تھا۔ ایک دن چارے کی تلاش میں مجھے بہت دیر ہوگئی اور میں ان کے سونے سے پہلے واپس نہ آسکا تو میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اور ان کو سوتے ہوئے پایا تو میں نے ان

سے پہلے اپنے گھر والوں کو دودھ پلانا اور مویشیوں کو سیراب کرنا پسند نہ کیا۔ چنانچہ میں برتن لے کر فجر روشن ہونے تک ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے بچے میرے قدموں میں مچلتے رہے پھر جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دودھ سے اپنا حصہ پیا، تو اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی طلب میں کیا تھا تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو دور فرمادے۔ تو وہ چٹان تھوڑی سرک گئی مگر نکلنے کا راستہ نہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے دوسرے شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میری ایک چچازاد بہن تھی وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پسند تھی۔ میں نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو وہ میرے قابو میں نہ آئی یہاں تک کہ ایک سال وہ تنگ دستی میں مبتلاء ہوئی تو میرے پاس آئی تو میں نے اسے ایک سو بیس دینار تنہائی میں ملاقات کرنے کی شرط پر دیئے تو وہ راضی ہوگئی۔ پھر جب میں نے اس پر قابو پالیا تو وہ کہنے لگی، میں تیرے لئے حلال نہیں ،حرام کام سے باز آجا۔ تو میں اس کے ساتھ زنا کرنے سے رک گیا۔ جب میں اس سے دور ہوا اس وقت بھی وہ سب لوگوں میں مجھے زیادہ پسند تھی اور میں نے جو سونا اسے دے دیا تھا اسی کے پاس رہنے دیا، اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ تو چٹان مزید سرک گئی مگر باہر نکلنے کا راستہ اب بھی نہیں بن سکا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرے شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میں نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا تھا اور ان سب کو ان کی اجرت ادا کردی۔ مگر ایک شخص اپنی اجرت میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ میں نے اس کی اجرت تجارت میں لگادی حتی کہ اس کا مال کثیر ہوگیا۔ پھر وہ کچھ عرصہ بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری اجرت مجھے دے دو۔ تو میں نے اس سے کہا کہ تو یہ جو اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام دیکھ رہا ہے یہ سب تیری اجرت ہے۔ وہ کہنے لگا، اے اللہ عزوجل کے بندے! میرے ساتھ مذاق مت کر۔ تو میں نے کہا، میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کررہا۔ تو وہ سارا مال ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کچھ نہ چھوڑا، اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ تو چٹان بالکل ہٹ گئی اور وہ غار سے باہر نکل آئے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب قصہ اصحاب الغار ثلاثۃ، رقم ۲۷۴۳، ص ۱۴۶۵)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرتے ہوئے جب ایک بیابان علاقے میں پہنچے گا تو اس گروہ کے اگلے پچھلے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ان کے اگلوں، پچھلوں کو زمین میں کیسے دھنسایا جائے گا حالانکہ ان کے ساتھ ان کے مویشی اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ان کے اولین وآخرین کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں پر

اُٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماذکرفی الاسواق، الحدیث: ۲۱۱۸، ص ۱۶۵)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تعجب کی بات ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کی (ہلاکت کی) خاطر بیت اللہ شریف کا قصد کریں گے جس (یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیت اللہ شریف میں پناہ لے رکھی ہوگی لیکن جب وہ لوگ ایک بیابان میں پہنچیں گے تو انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ہم (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! راستے میں کبھی کچھ اور لوگ بھی تو قافلے کے ساتھ مل جاتے ہیں (تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہوجائیں گے؟) شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ان میں مقاومجبور بھی ہوں گے اور مسافر بھی، وہ سب یکبارگی ہلاک ہوجائیں گے اور پھر (قیامت کے دن) مختلف جگہوں سے ظاہر ہوں گے، اللہ عزوجل انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اُٹھائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۲۴۴، ص ۱۱۷۷)

(9) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواریں سونت کر آمنے سامنے ہوتے ہیں، تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم)! قاتل کا جہنمی ہونا تو واضح ہے، لیکن مقتول کس طرح جہنمی ہے' فرمایا وہ بھی اپنے مسلمان ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "ومن احیاھا"، ج۴ص۶۱۹، رقم: ۶۸۷۵، صحیح مسلم، باب اذا تواجہ المسلمان بسیفیھما، ج۴ص۸۱۹، رقم: ۷۴۳۴، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب النھی عن القتال فی الفرقۃ، ج۲ص۱۹۷، رقم: ۱۶۷۴۲، سنن نسائی، باب تحریم القتل، ج۲ص۳۱۵، رقم: ۳۵۸۵، معجم لابن عساکر، ص۴۹۸، رقم: ۱۰۳۵)

شرح حدیث: مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہوجانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء:93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ8، الانعام:151)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز وعبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان وزمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدمائ، الحدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خداعزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک سٹ کر خداعزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مرگیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اِس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلما، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

(10) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِيْ سُوْقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعاً وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلٰوةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ: لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْهَزُهُ هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّايِ: أَيْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا مرد کی باجماعت نماز بازار اور گھر میں ادا کی جانے والی نماز سے بیس اور کچھ درجہ فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی اچھی طرح وضو کرے اور پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے حاضر ہو اور اس کے اٹھنے کا سبب صرف نماز ہو اس کو مسجد میں داخل ہونے تک ہر قدم پر ایک درجہ بلندی نصیب ہوتی ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہے نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور تم میں جو نمازی بعد از نماز وہاں بیٹھا رہے کسی کو اذیت نہ دے۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما' اے اللہ! اس کی بخشش فرما' اس کی توبہ قبول فرما۔ اس وقت تک فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ) حدیث مذکورہ کے الفاظ مسلم کے ہیں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمان لفظ ''ینھزہ'' یاء' ھا اور زاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے نماز اس کو اس کے گھر سے اٹھائے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب ما یکرہ من الخداع فی البیع ج۱ص۸۰۹ رقم الحدیث: ۲۱۱۹ صحیح مسلم باب فضل الصلاۃ الجماعۃ وانتظار الصلاۃ ج۱ص۳۷۹ رقم: ۱۵۳۸ السنن الکبریٰ للبیھقی باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ ج۳ص۶۱ رقم: ۵۱۶۵ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۲۵۲ رقم: ۷۴۳۴ مصنف ابن ابی شیبۃ باب من قال من انتظر الصلاۃ فھو فی الصلاۃ ج۱ص۴۰۲ رقم: ۴۰۹۳)

شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت

حضرتِ سیِّدُنا عبیداللہ بن عمر قواریری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا، میں اس کی خاطر

مُدَارَات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔ فراغت کے بعد جب مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اب میں سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کیا جائے جس سے اس نقصان کی تلافی ہو۔ یکایک مجھے اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمانِ عالیشان یاد آیا کہ باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵۔۶۴۶، ص ۵۲، لم اجد باحدی وعشرین)

میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہو جانے سے جو کمی ہوئی وہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ، میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ دیکھا، ہم سب کہیں جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک گھڑسوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتا؟ کہا: اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

حضرتِ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: باجماعت نماز ادا کرنا، تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵، ج ۱، ص ۲۳۲)

عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے ۲۵ درجے زائد ہے۔ مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ ان ایک روایت میں ۳۶ درجے بھی وارد ہے۔ بعض میں ۵۰ بھی۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۲، ص ۱۷۸)

25 مرتبہ نماز ادا کی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرتِ سیّدنا محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سو تیس برس کی عمر پائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مسلسل 40 برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا۔ اس دن ایک وقت کی جماعت چھوٹ گئی تو میں نے اس خیال سے کہ جماعت کی نماز کا ۲۵ گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اس نماز کو میں نے اکیلے ۲۵ مرتبہ پڑھا۔ پھر مجھے کچھ غنودگی آ گئی۔ تو کسی نے خواب میں آ کر کہا، ۲۵ نمازیں تو تم نے پڑھ لیں مگر فرشتوں کی آمین کا کیا کرو گے؟ (تہذیب التہذیب، حرف المیم، من اسمہ محمد، الرقم ۶۱۷۲، ج ۷، ص ۱۹۱)

(11) وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب

بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْمَا يَرْوِیْ عَنْ رَّبِّهٖ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰی، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِه مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَّاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے ربّ العزت جل جلالہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ مقرر کردیئے پھران کو واضح کردیا تو جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر وہ کام نہ کیا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کی اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے کارِ خیر کا ارادہ کیا اور پھر وہ کام کرلیا تو اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک حتیٰ اس سے بھی بڑھ کر ثواب لکھ لیتا ہے اور اگر گناہ کا ارادہ کیا پھر نہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس کارِ شر کا ارادہ کیا اور پھر وہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس صرف ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من هم بحسنة او بسيئة، ج۲ص۶۱۱، رقم: ۶۴۹۱، صحیح مسلم، باب اذا هم العبد بحسنة كتبت، ج۱ص۸۳، رقم: ۳۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عباس، ج۱ص۳۱۰، رقم: ۲۸۲۸، شعب الایمان، فضل فيما يجاوز الله عن عبادة، ج۱ص۲۹۹، رقم: ۳۳۳، جامع الاحاديث للسيوطي، ان المشددة مع الهمزة، ج۲ص۱۰۹، رقم: ۶۹۳۴)

شرح حدیث: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ بھی حدِ نہایت کے طریقہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے۔ ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے۔ اصل یہ ہے کہ نیکیوں کا ثواب محض فضل ہے۔ یہی مذہب ہے اہلِ سنت کا اور بدی کی اتنی ہی جزا، یہ عدل ہے۔

بندے کا ارادہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں؟ یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کرلیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے اور وہ خوشبو سے معلوم کرلیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزمِ مصمم مراد ہے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، ما بعد الذنب شر، ص55، ملخصاً)

جو عزم مصمم نہ ہو وہ لکھا نہیں جاتا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کے اعمال صالحہ پہاڑوں کے برابر تھے پھر بھی وہ غراں نہیں تھے لیکن اب اراوہ حال ہے کہ عمل کچھ بھی نہیں اور اس پر غراں ہو۔ خدا کی قسم! ہماری باتیں تو زاہدوں کی سی ہیں اور ہمارے کام منافقوں کے کام ہیں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، مابعد الذنب شر، ص56)

گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عطا سے کراماً کاتبین دلوں کی نیّتیں بھی جان لیتے ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ نیکی کی صِرف نیت کرنے پر ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر بندہ گناہ کی نیت کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا حتّٰی کہ اگر گناہ کا ارادہ ترک کردے تو اِس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ برائی کا ارادہ ترک کرنے والے کو نیکی اسی صورت میں ملتی ہے جبکہ خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا کرے اگر کسی مجبوری کے تحت گناہ سے باز رہا تو اُس کو نیکی نہیں ملی گی۔ (ماخوذ از تفہیم البخاری ج9 ص782)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 258 پر فرماتے ہیں: معصیت کا ارادہ کیا مگر اس کو کیا نہیں تو گناہ نہیں نعیم اس میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے، جبکہ یہ سمجھ کر باز رہا کہ یہ گناہ کا کام ہے، نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے اور اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کرلیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔

(عالمگیری ج5، ص352)

جب فِرِشتوں کا یہ مقام ہے تو آقا کی کیا شان ہوگی!

جب کراماً کاتبین کو دل کی باتوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے تو ان فِرِشتوں ن ساری کائنات کے والی سرکارِ عالی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم سے کسی کے دل کی بات کیسے چُھپی رہ سکتی ہے! میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
مَلکوت و مُلک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عِیاں نہیں

(حدائقِ بخشش شریف)

(12) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اَوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ

حضرت ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: تم سے پہلے کسی امت کے تین آدمی سفر پر تھے رات آرام کے لئے غار

فَدَخَلُوْهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ. فَقَالُوْا: اِنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا. فَنَاَى بِيْ طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فلم اَرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا. فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا. فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ اَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ. فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ. قَالَ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ، كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيَّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: كُنْتُ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ - فَاَرَدْتُّهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِيْ فَاَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِئَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى اَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى اِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا - وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ. فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ اَعْطَيْتُهَا. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ.

میں داخل ہوئے پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر آئی اور غار کا منہ بند ہو گیا انھوں نے آپس میں کہا کہ ان کو اس چٹان سے صرف اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ وہ اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا یااللہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے میں ان سے پہلے اپنی اولاد اور خدام کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا (میں بکریاں چراتا تھا) ایک (دن پتوں کے لئے) درختوں کی تلاش میں بہت دور نکل گیا میں ان کے سونے کے بعد ہی شام کو واپس پلٹا میں دودھ دھو کر ان کے پاس لایا اور وہ سوئے ہوئے تھے مجھے ان کو جگانا ناگوار ہوا اور ان سے پہلے اہل وعیال اور خدام کو دودھ دینا بھی گوارا نہ ہوا تو میں دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لیے ان کے بیدار ہونے کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ فجر ہو گئی حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیختے چلاتے رہے حتی کہ فجر طلوع ہوئی اور وہ بیدار ہوئے انھوں نے اپنا شام والا دودھ کا حصہ نوش کر لیا' یااللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضامندی کے لئے کیا' تو اس چٹان والی مصیبت سے ہمیں نجات عطا فرما اس دعا پر چٹان تھوڑی سی سرک گئی لیکن اس سے نکلنا ممکن نہ تھا دوسرے نے کہا: یااللہ! میری چچازاد بہن تھی وہ میری بہت چہیتی تھی اور دوسری روایت میں ہے وہ مجھے اتنی محبوب تھی جتنی محبوب کوئی عورت کسی مرد کے لئے ہو سکتی ہے میں نے اس سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا اس نے میری مراد کو پورا نہ کیا تاآنکہ ایک قحط والا سال آیا وہ میرے پاس اپنی احتیاج کو لے کر آئی تو میں نے اسے

فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِيْنٍ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَسْتَهْزِئْ بِي ! فَقُلْتُ: لَا أَسْتَهْزِءُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک سوبیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے اپنے آپ پر قدرت دے اس نے تسلیم کیا جب میں اس پر قادر ہو گیا ایک اور روایت میں ہے، جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو بولی اللہ سے ڈرو اور مہر کو ناحق نہ توڑ میں شدت ومحبت خواہش کے باوجود اس سے پھر آیا اور دیا ہوا سونا اسی کے پاس چھوڑ دیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا' تو ہم کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما تو چٹان اور ہٹ گئی لیکن وہ اس سے (اب بھی) نکل نہ سکتے تھے تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے کچھ مزدور رکھے سب کو میں نے ان کی طے شدہ مزدوری دے دی لیکن ایک مزدور اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا میں نے اس کی مزدوری کا کاروبار کیا اس سے بکثرت مال جمع ہو گئے وہ ایک مدت کے بعد آیا اور کہنے لگا اے اللہ! کے بندے میری اجرت مجھے ادا کر میں کہا جو کچھ اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام نظر آ رہے ہیں یہ سب تیری اجرت ہے اس نے کہا: اے اللہ! کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر میں نے اپنی سنجیدگی کا اظہار کیا تو وہ سب کچھ ہانک کر لے گیا اور اس سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا' اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تو ہم کو اس مشکل سے خلاصی عطا فرما' پس فوراً چٹان ہٹ گئی اور تینوں چٹان سے نکل کر چلنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من استاجرا اجیرا فترك الاجیر اجره، ج١ص٧٠٩، رقم: ٢٢٧٢، صحیح مسلم، باب قصه اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الاعمال، ج٢ص٩٣٩، رقم: ٧١٢٤، مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، ج٢ص١١١، رقم الحدیث: ٥٩٧٣، مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن الزهری عن سالم، ج٢ص٢٢٨، رقم: ٣١٣٩، مجمع الزوائد للهیثمی، باب منه فی البر، ج٨ص٢٦٠، رقم: ٢٢١٢)

شرح حدیث: وسیلہ

عزیزان ملت قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ وسیلہ کی شریعت مطہرہ میں کیا حقیقت ہے ضروری خیال کرتا ہوں کہ لفظ وسیلہ کی تشریح کر دی جائے۔ وسیلہ مصدر ہے باب ضرب یضرب سے تقرب حاصل کرنے کے معنی میں اور وسیلہ کے لغوی معنی مرتبہ۔ درجہ۔ سبب۔ تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہیں (ملاحظہ ہو مصباح اللغات۔ قاموس۔ لسان العرب)

وسیلہ کے معنی

وسیلہ کے شرعی معنی اطاعت الٰہی اعمال صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۶)۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے رہو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے باتفاق یہی فرمایا ہے کہ حقیقت میں آدمی کا وسیلہ اس کے نیک اعمال ہیں۔ نیک عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

وسیلہ کیا ہے؟

چنانچہ تفسیر جامع البیان میں

اَلْوَسِیْلَةُ اَیِ الْقُرْبَةُ بِطَاعَتِهٖ

یعنی وسیلہ سے مراد عبادت کیساتھ اللہ تعالیٰ کی قربت تلاش کرنا ہے اور تفسیر جلالین میں ہے:

اَلْوَسِیْلَةُ مَا یُقَرِّبُكُمْ اِلَیْهِ مِنْ طَاعَتِهٖ

یعنی اس کے تقرب کا وسیلہ وہ اطاعت ہے جو اللہ کے نزدیک کرے۔

تفسیر خازن میں ہے:

اَلْوَسِیْلَةُ یَعْنِیْ اُطْلُبُوْا اِلَیْهِ الْقُرْبَ بِطَاعَتِهٖ وَالْعَمَلِ بِمَا یُرْضٰی

یعنی وسیلہ سے مراد ہے کہ بذریعہ عبادت اور نیک کاموں کے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو۔

امام الدنیا فی تفسیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

وسیلہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا نام ہے اس میں کسی مفسر کو اختلاف نہیں۔

اور تفسیر مدارک میں ہے:

اَلْوَسِیْلَةُ هِیَ كُلُّ مَا یُتَوَسَّلُ بِهٖ اَیْ یُتَقَرَّبُ مِنْ قَرَابَتِهٖ۔

یعنی وسیلہ اس کام کو کہتے ہیں جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر کبیر میں ہے:

فَالْوَسِیْلَةُ هِیَ الَّتِیْ یُتَوَسَّلُ بِهَا اِلَی الْمَقْصُوْدِ فَکَانَ الْمُرَادُ طَلَبُ الْوَسِیْلَةَ اِلَیْهِ فِیْ تَحْصِیْلِ مَرْضَاتِهٖ وَ ذٰلِكَ بِالْعِبَادَةِ وَالطَّاعَاتِ

وسیلہ وہ ہے جس کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہونچا جائے پس اس وسیلہ سے مراد وہ سیلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کام آئے یہ وسیلہ عبادت اور طاعت کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہ تمام حوالے اس آیت کی تفسیر پر متفق ہین کہ وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہوسکیں۔

اب ہم لفظ وسیلہ کی مزید تشریح اللہ تعالیٰ کے کلام ہی سے پیش کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں جو ان میں بہت نزدیک ہے اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (پارہ ۱۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ سے زیادہ نزدیک ہے اتنا ہی وہ اللہ کی طرف زیادہ وسیلہ کا طالب ہے مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بہت نزدیک ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سا وسیلہ ہے جس کے طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔

اعمال صالحہ کا وسیلہ

اعمال صالحہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجابت دعا کا وسیلہ ٹھہرا کر دعا کرنی بھی ثابت ہے چنانچہ احایث صحاح میں ہے کہ تین شخص غار میں میں گر جانے کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے تو انہوں نے کہا:

اُنْظُرُوْا اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ یُفَرِّجُهَا

یعنی تم اپنے اعمال صالحہ کو دیکھو پھر ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ اس کو ہٹا دے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ۔

صالح بزرگ کی دعا کا وسیلہ

صالح بزرگ کی حیات مبارکہ میں ان سے دعا کرانا اور ان کی دعا کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجابت دعا کا وسیلہ ٹھہرانا جائز ہے چنانچہ بیہقی میں روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دانت میں درد ہے اس سے مجھے سخت تکلیف پہونچ رہی ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو ان کے اس رخسار پر رکھا جس مین درد تھا اور آپ نے سات بار دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ سُوْءَ مَا یَجِدُ۔۔۔ الحدیث۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی وقت شفا دی کہ ابھی وہ وہاں سے ہٹے بھی نہیں تھے اور بخاری میں ہے سیدنا انس سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اسی حالت میں ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہوگئے۔ لوگ بھوکے مر گئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگئے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو اسی وقت بارش شروع ہوگئی اور آئندہ جمعہ تک ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ مین مکانوں کے گرنے کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی جس سے بارش رک گئی۔

زندہ غریب مہاجروں سے دعا کرانا:

ان روایتوں سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ زندہ نیک انسان سے دعا کرانا مسنون امر ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق صحیح روایتوں میں آیا ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَسْتَفْتِحُ الْمُهَاجِرِیْنَ

یعنی نبی کریم ﷺ خود غریب مہاجرین سے فتح اسلام کی دعا کروایا کرتے تھے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لِطَلَبِ الْفَتْحِ وَالنُّصْرَةِ عَلَى الْكُفَّارِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى

یعنی آنحضرت ﷺ بھی غرباء کی دعا کو فتح اسلام کا وسیلہ ٹھہراتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دعا کرانا:

نیز حدیث میں ہے کہ جب جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے کر فرمایا

لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِكَ

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا سے فراموش نہ کرنا۔

اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کرانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ تم اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کرانا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کروائی۔ (ابن جریر)

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّمَا یَنْصُرُ اللهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضُعَفَائِهَا بِدَعْوَتِهِمْ

اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اس امت کے غریبوں کی دعا سے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے دعا کروانا جائز ہے اور فاضل مفضول سے بھی دعا

کرواسکتا ہے۔

ولادت سے قبل توسُّل

حضرتِ سیِّدُ نا ابومحمد مکی اور حضرت سیِّدُ نا ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ بحقِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے استفسار فرمایا: اے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! تجھے میرے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پہچان کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اُٹھایا تو اس پر یہ لکھا ہوا پایا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر ومنزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیب کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرمادی۔

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، بتغیر)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہوجاتا تھا تو میں بغداد جاکر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس اگر اپنے اور خدا کے درمیان امام ممدوح کی مبارک قبر کو وسیلہ بناکر دعا مانگتا تھا تو میری مراد برآتی تھی اور مسئلہ حل ہوجایا کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان، الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ معہ فی مماتہ الخ، ص ۲۳۰)

اِمام مُوسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ

اپنے زمانے میں حنابلہ (یعنی فقہ حنبلی کے پیروکاروں) کے شیخ امام خلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے، میں امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے مزار پر حاضر ہوکر آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان کرکے میری مراد مجھے عطا فرمادیتا ہے۔

(تاریخ بغداد، باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزھاد، ج ۱ ص ۱۳۳)

2-بَابُ التَّوْبَةِ

توبہ کے بیان میں

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِّنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ:

علماء نے فرمایا: ہر گناہ سے توبہ واجب وضروری ہے اگر گناہ کا کو صرف حقوق اللہ سے ہے حقوق العباد سے نہیں، توصحت توبہ کے لئے تین شرائط ہیں:

اَحَدُهَا: اَنْ یُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِیَةِ.

(1) گناہ سے ہٹ جائے۔

وَالثَّانِیْ: اَنْ یَّنْدَمَ عَلٰی فِعْلِهَا.

(2) اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔

وَالثَّالِثُ: اَنْ یَّعْزِمَ اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْهَا اَبَدًا. فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهٗ.

(3) گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ کرے، اگر کوئی ایک شرط موجود نہ ہوئی تو توبہ درست نہ ہوگی۔

وَاِنْ کَانَتِ الْمَعْصِیَةُ تَتَعَلَّقُ بِآدَمِیٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ: هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ، وَاَنْ یَّبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ کَانَتْ مَالًا اَوْ نَحْوَهٗ رَدَّهٗ اِلَیْهِ، وَاِنْ کَانَت حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَهٗ مَکَّنَهٗ مِنْهُ اَوْ طَلَبَ عَفْوَهٗ، وَاِنْ کَانَتْ غِیْبَةً اُسْتَحَلَّهٗ مِنْهَا. وَیَجِبُ اَنْ یَّتُوْبَ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِیَ عَلَیْهِ الْبَاقِیْ. وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰی وُجُوْبِ التَّوْبَةِ.

اور اگر گناہ کا کو حقوق العباد سے ہو تو چار شرائط ہیں تین جو مذکورہ ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حق والے کے حق سے بری الذمہ ہو جائے تفصیل یہ کہ وہ حق مال وغیرہ سے متعلق ہے، تو وہ واپس کرے اور اگر تہمت گناہ وغیرہ لگانے سے متعلق ہے، تو اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کرے یا اس سے معافی مانگے اور اگر غیبت وغیرہ ہو تو پھر بھی معافی مانگے۔ تمام گناہوں سے توبہ لازم ہے، لیکن اگر جزوی طور پر بعض گناہوں سے توبہ کرے تو صحت توبہ میں اختلاف ہے اہل حق کے نزدیک اس قدر تک درست ہے اور باقی پر توبہ لازم ہے وہ توبہ تک بندے کے ذمہ میں رہیں گے وجوب توبہ پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل بکثرت ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ) (النور:31)

اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ) (هود:3)۔

اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا) (التحریم:8)۔

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

مفسّرِ شہیر، خلیفۂ اعلیحضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی توبۂ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور دوسرے

اصحاب نے فرمایا توبۂ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے کہ ٹھنڈی آہیں بھرنے۔۔یا۔۔اپنے گالوں پر چپت مارنے۔۔یا۔۔اپنے ناک اور کانوں کو ہاتھ لگانے۔۔یا۔۔اپنی زبان دانتوں تلے دبالینے۔۔یا۔۔سر ہلاتے ہوئے توبہ، توبہ، توبہ کی گردان کرنے کا نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان کر اس پر نادِم ہوتے ہوئے رب سے معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کوشش کرے، یعنی نماز قضا کی تھی تو اب ادا بھی کرے، چوری کی تھی یا رشوت لی تھی تو بعدِ توبہ وہ مال اصل مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرے یا معاف کروالے اور ان دونوں (یعنی اصل مالک یا ورثاء) کے نہ ملنے کی صورت میں اصل مالک کی طرف سے راہِ خدا میں صدقہ کردے۔علی ھذا القیاس!

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، نصف اول، ص ۹۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہوگا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی، گناہوں سے رک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا بشرطیکہ ممکن تھا، البتہ! جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہل حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ عزوجل اہل حقوق کو راضی کر کے اسے چھڑا لے گا۔

توبہ کی شرائط

شرح فقہ اکبر میں ہے: مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں۔(۱) ماضی پر ندامت۔(۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔(۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔یہ شرائط اس وقت ہوں گی کہ جب یہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو کہ جو توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم و شرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔

اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا

(اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ۔

(13) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم میں ہر دن اللہ تعالیٰ سے ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (انی لاستغفر اللّٰه واتوب الیه فی الیوم......الحدیث، صحیح البخاری، باب استغفار النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الیوم، ج۲ص۱۰۰۱ رقم: ۶۳۰۷، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی الاستغفار، ج۶ص۵۶ رقم: ۲۷۳۲، سنن ابن ماجه، باب الاستغفار، ج۲ص۱۱۸ رقم الحدیث: ۳۸۱۵، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، ج۲ص۳۱۶ رقم: ۹۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی اللّٰه عنه، ج۲ص۳۴۱ رقم: ۸۴۷۴)

شرح حدیث: توبہ واستغفار

توبہ واستغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گناہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں۔

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار (مراۃ المناجیح، ج۳،ص ۳۵۳)

حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی نوجوان گناہوں کی وجہ سے روتا ہے اور اپنے مالک ومحبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں نے برائی کی۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میں نے پردہ پوشی کی۔ پھر عرض کرتا ہے: میں نادِم ہوں۔ جواب ملتا ہے: میں جانتا ہوں۔ پھر عرض کرتا ہے: میں توبہ کرتا ہوں۔ جواب آتا ہے: میں قبول کرتا ہوں، اے نوجوان! جب تو توبہ کر کے توڑ ڈالے تو ہماری طرف رجوع کرنے سے حیا نہ کرنا، اور جب دوسری مرتبہ توبہ توڑ دے تو تیسری مرتبہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے سے شرمندگی تجھے نہ روکے، اور جب تیسری مرتبہ توڑ دے تو چوتھی مرتبہ بھی ہماری بارگاہ میں لوٹ آنا، (کیونکہ) میں ایسا جوّاد ہوں جو بخل نہیں کرتا، میں ایسا حلیم ہوں جو جلد بازی نہیں کرتا، میں ہی نافرمان کی پردہ پوشی کرتا اور تائبین کی توبہ قبول کرتا ہوں، میں خطائیں معاف کرتا، ندامت کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرتا ہوں کیونکہ میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔ کون ہے جو ہمارے دروازے پر آیا اور ہم نے اسے خالی واپس لوٹا دیا؟ کون ہے جس نے ہماری جناب میں التجا کی اور ہم نے اسے دھتکار دیا؟ کون ہے جس نے ہم سے توبہ کی اور ہم نے قبول نہ کی؟ کون ہے جس نے ہم سے مانگا اور ہم نے عطا نہ کیا؟ کون ہے جس

نے گناہوں سے معافی چاہی اور ہم نے اُسے دھتکار دیا؟ کیونکہ میں سب سے بڑھ کر خطاؤں کو بخشنے والا، سب سے بڑھ کر عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا، سب سے بڑھ کر مصیبت زدوں کی مدد کرنے والا، گریہ وزاری کرنے والے پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ غیبوں کی خبر رکھتا ہوں۔ اے میرے بندے! میرے در پہ کھڑا ہو جا میں تیرا نام اپنے دوستوں میں لکھ دوں گا، سحری میں میرے کلام سے لطف اندوز ہو میں تجھے اپنے طلب گاروں میں شامل کر دوں گا، میری بارگاہ میں حاضری سے لذت حاصل کر میں تجھے لذیذ (پاکیزہ) شراب پلاؤں گا، غیروں کو چھوڑ دے، فقر کو لازم پکڑ لے، سحری کے وقت عاجزی وانکساری کی زبان کے ساتھ مناجات کر۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصنِّفا الشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

(14) وَعَنِ الْاَغَرِّ بنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، تُوْبُوْا اِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ واستغفار کرو پس بے شک میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه، ج۲ص۲۱،۷ رقم: ۷۰۳۳، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کم یستغفر فی الیوم ویتوب، ج۶ص۱۱۶، رقم: ۱۰۲۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من المهاجرین، ج۴ص۲۶۱، رقم: ۱۸۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی الاستغفار، ج۶ص۵۷، رقم: ۲۹۴۴۸، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی، باب ما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم فی تقدیم التوبة عن المعاصی، ج۱ص۵۳۶، رقم: ۱۵۶۸)

شرح حدیث: سب توبہ کرو

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو سب کے سب۔ (پ18، النور: 31)

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توبہ کرنا تمام لوگوں پر واجب ہے یہ اس لئے کہ کوئی بھی انسان اعضاء یا خیالات کے گناہوں سے خالی نہیں ہوتا اور اس کی کم از کم صورت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ذات سے غافل ہونا یا اس سے توجہ کا ہٹ جانا یا کم ہو جانا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین رحمہم اللہ المبین کی یہ شان ہے کہ وہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

دل کو محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے معمور کرنے کی جدوجہد ہر مسلمان کی اولین ترجیح ہونا چاہیے۔ محبت کے راستے پر چلنے کی ابتدا توبہ سے ہوتی ہے۔ سابقہ گناہوں کا اعتراف کر کے گریہ وزاری اور ندامت وشرمندگی سے اللہ سے معافی مانگنا اور گناہوں سے ہمیشہ کیلئے برات کرنا توبہ ہے۔ اللہ کے حضور عام مسلمان کا اعتراف گناہ کرنا توبہ کہلاتا

ہے، جبکہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام کی توبہ اللہ سے اظہار محبت ہے۔ نظر آنے والے گناہوں کا علاج نظر آنے والے نیک اعمال سے کیا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں مصلے سے دوستی لگا کر اللہ سے معافی مانگنا اور گریہ وزاری کرنا ہی برے اعمال سے چھٹکارے کی سبیل ہے۔

دعائے سیّدُ الاستغفار اور اس کی فضیلت

دعائے سیّد الاستغفار میں مشغول رہنا چاہئے اور وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک ہوسکا تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، اپنے گناہوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کردہ نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری مغفرت فرما، گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت پڑھے پھر اسی رات مرجائے تو جنت میں جائے گا اور صبح کو پڑھے پھر اسی دن مرجائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث ۶۳۲۳، ص ۵۳۲)

(15) وَعَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنصَارِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰی بَعِیْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِیْ اَرْضٍ فَلَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: اَللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَیِسَ مِنْهَا، فَاَتٰی شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا وَقَدْ اَیِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ، فَبَیْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ، فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ! اَخْطَاَ

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالٰی اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا جتنا بندہ جس نے جنگل میں اپنا اونٹ گم ہونے کے بعد پا لیا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ تعالٰی اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ آدمی جس سے صحرا میں سواری کا جانور کھانے پینے کے سامان کے ساتھ گم ہوجائے وہ اس کی بازیابی سے مایوس ہوکر کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جائے اسی دوران اچانک اس کی سواری اس کے پاس کھڑی ہو یہ اس کی مہار تھام لے پھر خوشی کے شدت جذبات میں کہہ اٹھے

مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے میں تیرا ربّ ہوں خوشی کے جوش میں غلط بیانی کر گیا (اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔)

اللہ تعالیٰ کی محبت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ گناہ کے بعد اس سے معافی مانگیں تو وہ معاف کر دیتا ہے اور پھر ایسے لوگوں سے پیار بھی کرنے لگ جاتا ہے کہ انہوں نے گناہ ترک کر کے میری طرف رجوع کیا ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے تو وہ کتنا خوش نصیب ہوگا کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اس سے محبت کرتی ہے۔ لہٰذا جو انسان گناہوں میں لت پت ہوں ان کیلئے اللہ عزوجل کو خوش کرنے کا صرف توبہ کا راستہ ہے۔ جب گنہگار توبہ کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے خوش ہوگا اور انہیں اپنی رحمتوں کے خزانوں سے دین و دنیا میں مالا مال کر دے گا۔

چنانچہ موقع کو غنیمت جان کر وقت نہیں کھونا چاہیئے اور توبہ کر کے اللہ عزوجل کو راضی کر لینا چاہیئے۔

معافی مانگنا تو اللہ کو پسند ہے

ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے۔ (مسلم)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطاء سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق ومرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۵۲)

استغفار کے معنی

استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر لینا یا زبان سے

گناہ نہ کرنے کا عہد استغفار ہے اور دل سے عہد توبہ۔ استغفار غفر سے بنا، بمعنی چھپانا یا چھلکا و پوست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لیے اسے استغفار کہتے ہیں۔ توبہ کے معنے رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا۔ توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض اور بدلہ کردے۔ نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کردے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذتِ گناہ وگناہ بھول جائے۔

(16) وَعَنْ اَبِیْ موسٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور دن کے وقت ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے یہ سلسلہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبة من الذنوب، ج۲ص۱۹۹، رقم: ۶۱۶۵، سنن البیهقی الکبرٰی، باب قبول توبة الساحر، ج۸ص۱۳۶، رقم: ۱۶۲۸۱، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصفات، ج۱ص۳۹۹، رقم: ۲۶۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه، ج۲ص۳۹۵، رقم: ۱۹۵۴۷، مسند عبد بن حمید، تتمه حدیث ابی موسیٰ، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۵۶۲)

شرح حدیث: سب خوبیاں اللہ عزَّ وَجَلَّ کے لئے

سب خوبیاں اللہ عزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے تنہا مختلف اشیاء اور مخلوقات کو پیدا کیا۔ وہ جسم، تقسیم اور ہیئت وصورت سے منزّہ ہے۔ شکل، مثل، جگہ اور جہت سے بہت بلند ہے۔ اعیان، الوان اور کیفیات سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان وزمان، اور حرکت وسکون اور شکل وصورت وغیرہ مخلوقات کی تمام صفات وکیفیات سے پاک ہے۔

(شرح العقائد النسفیة، الدلیل علی کونه تعالٰی لیس جسما، ص ۳۸۔۴۱) (المسامرة بشرح المسایرة، الاصل السابع انه تعالٰی لیس مختصا بجهة، ص ۳۰۔۳۱)

قرآن پاک کی یہ آیت اور اس طرح کی دیگر آیات واحادیث سمجھنے کے لئے ہم علماء کے محتاج ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: اس میں طالبانِ حق کی طلبِ مولیٰ کا بیان ہے، جنہوں نے عشقِ الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا۔ وہ اسی کے طلبگار ہیں، انہیں قرب ووصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا۔ شانِ نزول: ایک جماعتِ صحابہ نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نویدِ قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے۔ مکانی کی یہ شان نہیں۔ منازلِ قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم۔

(17) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کر لی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار منه، ج۲ص۹۷۳، رقم: ۷۰۳۶، صحیح ابن حبان، باب التوبة، ج۱ص۳۹۶، رقم الحدیث: ۶۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۷۶۹۷، مسند الحارث، باب الی متی تقبل التوبه، ج۱ص۲۲۵، رقم: ۱۰۶۵، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب علامات النبوة، ج۷ص۳۱۵، رقم: ۷۲۱۵)

شرح حدیث: دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے

حضرتِ سیدنا زِر بن حُبَیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا صَفْوان بن عَسَّال رضی اللہ عنہ کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کرنے کے لئے گیا (پھر ایک حدیث مبارکہ ذکر کی، اس کے بعد فرماتے ہیں)، میں نے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حدیث بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی طرف کے ایک دروازے کا ذکر فرمایا: جس کی چوڑائی کی مسافت ۴۰ یا ۷۰ سال ہے۔ (اس حدیث مبارک کے ایک راوی سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وہ دروازہ ملک شام کی طرف ہے۔) اللہ عزوجل نے اسے اسی دن پیدا فرمایا تھا جس دن زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تھا اور جب تک سورج اس دروازے سے طلوع نہ ہو جائے، یہ توبہ کے لئے کھلا رہے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ، رقم ۳۵۴۶، ج۵، ص ۳۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیان فرماتے رہے یہاں تک آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی کی مسافت ۷۰ سال ہے وہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا

جب تک سورج اس کی طرف سے طلوع نہ ہو جائے اور اس کا ذکر اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے،

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ (طبرانی کبیر مسند ابن مسعود، رقم ۱۰۴۷۹، ج۱۰، ص۲۰۶)

مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کرلیں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا، گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی جیسے غرغرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں گناہوں سے توبہ قبول ہے، بعض کے ہاں حدیث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (لمعات ومرقات)

سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا یہ قیامت کی ایک بڑی نشانی ہوگی، جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین وآسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف وہراس طاری ہوجائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا، جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ اس قسم کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قیامت ایک بہت ہی خوفناک چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن کی رسوائیوں اور ہولناکیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

(18) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے۔ جب تک اس کی جان نکلنی شروع نہ ہو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ، ج۲ص۵۲۷، رقم: ۳۵۳۷، مسند

امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲ص ۱۳۲، رقم الحدیث: ۶۱۶۰، مسند ابن الجعد، من حدیث الشامیین، ص ۴۸۹، رقم الحدیث: ۳۴۰۴، الفوائد المعللۃ لابی زرعہ الدمشقی، ص ۸، رقم الحدیث: ۸۲)

شرح حدیث: موت کے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں

اہلِ حق کا مذہب ہے: موت کے وقت غرغر کی آواز نکلنے کے عالم میں یا عذاب دیکھتے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۠

ترجمۂ کنز الایمان: تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔ (پ24، المؤمن:85)

ہاں حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۠

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔ (پ11، یونس98)

کیونکہ اس میں استثناء متصل ہے اور وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تھے اور یہ بعض مفسرین کا قول ہے اور اس استثناء کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس قوم کے نبی کا اعزاز اور خصوصیت تھی لہٰذا اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفّٰی ۹۷۴ھ)

مفسرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نزع کی حالت کو جب کہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغرہ کہتے ہیں۔ اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لیے ایمان بالغیب ضروری ہے اب غیب مشاہدہ میں آگیا اسی لیے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں۔ اسی لیے مرقات نے یہاں فرمایا کہ عبد سے مراد بندہ کافر ہے کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ الخ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مؤمن ہو یا کافر۔ خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں، گنہگار توبہ کرلیں، کہا سنا معاف کرالیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کرلیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنے ہیں گزشتہ گناہوں پر

شرمندہ ہوجانا، اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے کہ اب تو دنیا سے جارہا ہے گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب تعالیٰ غفار ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا لقمان حکیم کی نصیحت

حضرت سَیِّدُ نا لقمان حکیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! موت ایسا معاملہ ہے کہ تم نہیں جانتے وہ کب تمہیں پہنچے، اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلو۔

تعجب کی بات ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ توقع ہو کہ ایک لشکری (یعنی سپاہی) آکر اسے پانچ چھڑیاں مارے گا، تو اس کی زندگی بے کیف و بے سرور ہوجائے گی، پس جب ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئیں گے، تو اس کی زندگی بے مزہ کیوں نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سکراتِ موت کی حقیقی تکلیف صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس نے اُسے چکھا ہو اور جس نے اُسے نہیں چکھا وہ ان تکالیف پر قیاس کرکے اُسے جان سکتا ہے جو اُسے پہنچی ہوں یا مردوں کو حالتِ نزع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے استدلال کرسکتا ہے اور قیاس کی صورت یہ ہے کہ وہ جان لے کہ ان تکالیف میں روح کو بہت کم درد ہوتا ہے اور موت وہ درد ہے جو صرف روح کو پہنچتا ہے اور اس کی تمام اعضاء میں شدّت ہوتی ہے تو یہ درد کس قدر عظیم ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے؟ جب آگ جسم کو جلادے تو اس کا درد زخم سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ روح کے تمام اجزاء کو پہنچتی ہے اور موت کی سختی میں درد کے باوجود چیخ و پکار کی آواز نہیں نکلتی، کیونکہ اس کی تکلیف دل پر غالب آجاتی ہے اور تمام اعضاء کا احاطہ کرلیتی ہے تو اس سے ہر عضو کی قوت ختم ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ مدد طلب کرنے کی قوت بھی باقی نہیں رہتی۔

موت کی سختی عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کردیتی ہے، زبان کو گونگا کردیتی اور اعضاء کو کمزور کردیتی ہے۔

موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلّائے اور مدد طلب کرکے سکون حاصل کرے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی ہے تو رُوح کے نکلتے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغراہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اس سے مٹی کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جو اس کی اصل فطرت ہے اور روح کو اس کی تمام رگوں سے کھینچ لیا جاتا ہے، پھر درجہ بدرجہ اس کے بدن میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں۔ اور ہر عضو میں نئی سختی اور حسرت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اس وقت اس کی نظر دنیا والوں سے پھر جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: جب تک غرغرۂ موت کی کیفیت پیدا نہ ہو بندے کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ان اللہ یقبل العبد مالم یغرغر، الحدیث ۳۵۴۷، ص ۲۰۱۶)

(19) وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: اَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْاَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا زِرُّ؟ فَقُلْتُ: اِبْتِغَاءَ الْعِلْمِ، فَقَالَ: اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضىً بِمَا يَطْلُبُ. فَقُلْتُ: اِنَّهُ قَدْ حَكَّ فِيْ صَدْرِيْ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، وَكُنْتَ امْرَاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَسْاَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كَانَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفَرًا - اَوْ مُسَافِرِيْنَ - اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ. فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ اِذْ نَادَاهُ اَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَّهُ جَهْوَرِيٍّ: يَا مُحَمَّدُ، فَاَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهِ: هَاؤُمْ فَقُلْتُ لَهُ وَيْحَكَ! اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَاِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَغْضُضُ. قَالَ الْاَعْرَابِيُّ: اَلْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ عَرْضِهٖ اَوْ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ عَرْضِهٖ اَرْبَعِيْنَ اَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ اَحَدُ الرُّوَاةِ: قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں موزوں پر مسح کا مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے زر کیسے آنا ہوا میں نے طلب علم کی غرض بیان کی آپ نے فرمایا: فرشتے طالب علم کی طلب پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: پیشاب' پاخانہ کرنے کے بعد موزوں پر مسح کا مسئلہ میرے لیے باعث تشویش ہے اور آپ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں' میں آپ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں کچھ ذکر فرماتے ہوئے سنا؟ فرمایا: ہاں۔ آپ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ جب ہم حالت سفر میں ہوں' تو تین دن رات سے پہلے اپنے موزے نہ اتاریں بشرطیکہ جنابت نہ ہو اور پیشاب' پاخانہ اور نیند سے طہارت حاصل کرنے کے لئے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں پھر میں نے عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محبت کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا: فرمایا ہاں ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہماری موجودگی میں ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلند آواز میں پکارا اے ''محمد'' تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی اسی لہجے میں فرمایا کہ میں ادھر ہوں' میں نے اس دیہاتی سے کہا: تم پر افسوس ہو رہا ہے کہ تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہو

لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حالانکہ اس بات سے منع کیا گیا ہے (یعنی تمھیں یہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں) اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو آواز پست نہ کروں گا دیہاتی نے آپ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) سے پوچھا کہ کوئی آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے اور ان سے مل نہ سکا تو نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: آدمی جس سے محبت کرتا ہے روزِ حشر اسی کے ساتھ ہوگا پھر آپ (رضی اللہ عنہ) ہمیں احادیث سناتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جانب مغرب ایک دروازہ کا ذکر کیا کہ اس کی چوڑائی سوار کے لئے چالیس یا ستر سال کا فاصلہ ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک سفیان ہیں کہتے ہیں کہ وہ دروازہ ملک شام کی طرف ہے یہ (حضرت سفیان کی رہائش کے اعتبار سے تھا کہ ان کی رہائش ملک عراق میں تھی، تو ملک شام ان کے مغرب میں واقع ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان اور زمین کی پیدائش کے وقت سے کھول رکھا ہے یہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک بند نہ ہوگا، توبہ کے لئے کھلا رہے گا۔ اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی فضل التوبة والاستغفار، ج۲ص۵۲۵، رقم: ۳۵۲۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی مدة المسح، ج۷ص۲۴۴، رقم: ۵۲۸۵، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب رخصة المسح لمن لبس الخفین، ج۱ص۲۸۲، رقم: ۱۳۹۰، صحیح ابن خزیمه، باب الدلیل علی أن لالبس أحد الخفین قبل غسل، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۹۲، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه صفوان بن عسال المرادی، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۳۳۷۹)

شرح حدیث: علم سیکھنا فرض ہے

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ

ؤالہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔

(شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۶۵، ج ۲، ص ۲۵۴)

ہر مسلمان مرد عورت پر علم سیکھنا فرض ہے، (یہاں) علم سے بَقَدَرِ ضرورت شرعی مسائل مُراد ہیں لہٰذا روزے نماز کے مسائلِ ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض ونفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرضِ کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۲)

اپنی آواز پست کریں

اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں رے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (پ26، الحجرات:2)

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کا ایک عظیم ادب سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے سامنے بولنے میں بھی با ادب رہو، ان کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو، اگر تم نے زور زور سے چیخ کر ان کے حضور بات کی تو لورے عمل رائیگاں کر دیئے جائیں گے۔ غور کریں بڑے سے بڑے جرم کا ارتکاب عند اللہ معاف ہو سکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے، بارگاہ نبوی میں جب حاضر نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ان کی غیر حاضری کا سبب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، یہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑوسی تھے انہوں نے جا کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہا میں تو دوزخی ہو گیا میری ہی آواز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے سامنے سب سے زیادہ بلند ہوتی تھی۔ حضرت سعد نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے سامنے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا: نہیں، ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (پ26، الحجرات:3)

آیت کریمہ لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھائی تھی کہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے اس طرح باتیں کروں گا، جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو با ادب ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم گفتگو شروع فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

محبت کی علامت

ایک شخص نے رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے مگر (تقوی وعمل میں) اس کے برابر نہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب علامۃ الحب فی اللہ، الحدیث:۶۱۶۹، ص۵۲۰)

اور علماء کرام فرماتے ہیں: بندے کی اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

مَوزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے

بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنّت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتْنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بُخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر... إلخ، الحدیث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۶)

مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں جس کی تفصیل کے لئے بہار شریعت حصہ دوم کا مطالعہ فرمائیں۔

(20) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا، فَسَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ، فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ، فَاَتَاهُ. فَقَالَ: اِنَّهٗ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؛ فَقَالَ: لَا، فَقَتَلَهٗ فَكَمَّلَ بِهٖ مِئَةً، ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ

حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے ننانویں جانیں قتل کیں پھر علاقہ کے بڑے عالم کے متعلق استفسار کیا اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا وہ اس کے پاس جا پہنچا اور پوچھا کہ میں نے ننانویں قتل کیے کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس نے جواب

الْأَرْضِ، فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ. فَقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَ مِئَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ تَعَالَى فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ، وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ. فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَاءَ تَائِبًا، مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ تَعَالَى، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ. فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ - أَيْ حَكَمًا - فَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ. فَقَاسُوا فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ، فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: فَأَوْحَى اللهُ تَعَالَى إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي، وَإِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي، وَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا، فَوَجَدُوهُ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَنَأَى بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا.

دیا: نہیں۔ (اس کو غصہ آیا) تو اس نے اس کو بھی قتل کر کے اپنے مقتولین کی گنتی سو پوری کر دی پھر علاقہ کے کسی بڑے عالم کے متعلق پوچھا پس اس کو ایک عالم دین کا پتہ بتایا گیا اس کے پاس جا کر اس نے سوال کیا کہ اس نے سو جانیں قتل کی ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عالم نے جواب دیا: ''ہاں'' اور بندہ اور توبہ کے درمیان کون رکاوٹ کر سکتا ہے تم فلاں علاقے میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں، تو ان کے ساتھ مل کر عبادت کر اور اپنے اس علاقے کی طرف کبھی نہ لوٹنا یہ بری زمین ہے وہ چل پڑا جب نصف راہ طے کر لیا تو اس کو موت آ گئی تو اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف صدق دل سے توبہ کرتے ہوئے آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: کہ اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کمائی پھر ان کے پاس ایک فرشتہ صورت انسانی میں آیا اس نے ان کی ثالثی تسلیم کر لی اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں طرف کی زمین کا فاصلہ ماپو جس کے قریب تر ہو اس کی طرف شمار ہوگا کی نعش کی گئی تو جس زمین کے ارادہ سے چلا تھا اس کے قریب پایا گیا تو اس کو رحمت کے فرشتے لے گئے۔ (متفق علیہ) صحیح کی ایک اور روایت ہے کہ وہ نیک بندوں کی ماکے صرف ایک بالشت قریب تھا تو اس کو ان میں سے بنا دیا گیا۔ اور صحیح کی اور روایت یہ بھی ہی پس اللہ تعالیٰ نے ایک طرف والی زمین کو دور ہونے کا اور دوسری جانب والی زمین کو قریب ہونے کا حکم دیا اور فرمایا ان کے درمیان کا فاصلہ

مایو چنانچہ وہ صالحین والی ما کی طرف ایک بالشت زیادہ قریب تھا اس بنا پر اس کی مغفرت ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مرتے دم سینے سے اس ے کی طرف تھوڑا سا مائل ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حدیث الغار، ج۲ص۱۷۲، رقم: ۳۴۶۵، صحیح مسلم، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ، ج۲ص۹۰۳، رقم: ۶۱۸۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب اصل تحریم القتل فی القرآن، ج۸ص۱۷، رقم: ۱۶۲۵۴، صحیح ابن حبان، ج۱ص۳۷۶، رقم: ۶۱۱، باب التوبۃ، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ، ج۷ص۴۱۳، رقم: ۷۲۱۲، جبکہ امام بخاری نے صحیح البخاری میں جو مذکورہ بالا متنِ حدیث نقل فرمایا صحیح البخاری، باب حدیث الغار، ج۲ص۱۷۳، رقم الحدیث: ۳۴۷۰، پر موجود ہے)

شرح حدیث: گناہ سے توبہ

حضرتِ سیّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غُیوب منزّہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَه یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: 4250، ص 2735)

رحمت الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و کرم کی امید رکھنا ہم پر واجب ہے، جب کہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان۔پ 24۔الزمر 53)

اس فرمان عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے ی و ل ئی کی امید ہی رکھنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے 3 روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔ (مسلم) اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا، نہ صرف آیت مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دلوائے گا نس دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، گزارش ہے کہ ا ک بغور سماعت فرمایئے۔ (1) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور) وضاحت: یعنی جب بندہ

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرمادے۔ لہٰذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کی امید لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرمادے گا۔ تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔ (2) حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادے گا۔ (شرح الصدور) وضاحت: مذکورہ فرمان عالیشان میں دنیا۔۔۔ یا۔۔۔ آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے، وہ اسے پورا فرمادے گا۔ ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے رب کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کرکے اس کی مزید رحمتوں کے مستحق بنتے رہیں۔ امید رحمت، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق ہے اگر احادیث مبارکہ کا مزید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوجائے خود اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالیٰ سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے۔۔۔ یا۔۔۔ بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثلاً:

(1) مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ حساب فرمائے گا۔ اس نے عرض کی، کیا وہ خود ہی حساب فرمائے گا؟ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، ہاں یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ، میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرمادیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعرابی نے سچ کہا، رب کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے، یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔

(احیاء العلوم)

(2) ایک مقام پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ آسمان بھر کے گناہ کرے، پھر استغفار کرے اور مغفرت کی امید رکھے گا تو میں اس کو بخش دوں گا اور اگر بندہ زمین بھر کے گناہ کرے تو بھی میں اس کے واسطے زمین برابر رحمت رکھتا ہوں۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

(3) سلطان مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا، میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

(4) پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حق تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جتنی ماں، اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے۔ (بخاری)

(5) سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ، اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس قدر، رحمت فرمائے گا جو کسی کے خیال میں بھی نہیں ہے، یہاں تک کہ ا گ بھی اس کی رحمت کی امید میں اپنی گردن اٹھائے گا۔

(الدرالمنثور)

(6) نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، اللہ تعالٰی کی 100 رحمتیں ہیں، 99 رحمتیں، اس نے قیامت کے لئے رکھی ہیں اور دنیا میں فقط ایک رحمت ظاہر فرمائی ہے۔ ساری مخلوق کے دل اسی ایک رحمت کے باعث رحیم ہیں۔ ماں کی شفقت ومحبت اپنے بچے پر اور جانوروں کی اپنے بچے پر مامتا، اسی رحمت کے باعث ہے۔ قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کے ساتھ اس ایک رحمت کو جمع کر کے مخلوق پر تقسیم کیا جائے گا، اور ہر رحمت آسمان وزمین کے طبقات کے برابر ہوگی۔ اوراس روز سوائے ازلی بد بخت کے اور کوئی تباہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

(7) سرورِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، میں جنتیوں میں سے آخری داخل ہونے والے جنتی اور دوزخیوں میں سے نکلنے والے آخری شخص کو جانتا ہوں کہ وہ شخص ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ چھپائے رکھو۔ چنانچہ اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ اور فلاں دن فلاں گناہ کئے؟ وہ انکار کی ہمت نہ کرے گا اور کہے گا، ہاں! اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی پیش کر دیئے جائیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی ہے۔ تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے بڑے گناہ بھی تو کئے ہیں وہ یہاں نظر نہیں آ رہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کے باعث داڑھی چمک گئیں۔ (مسلم)

(8) حضرت سعید ابن ہلال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ حق تعالٰی ارشاد فرمائے گا جو عذاب تم نے دیکھا وہ تمھارے ہی عملوں کے سبب سے تھا، میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہوں۔ پھر ان کو دوبارہ جہنم میں ڈالے جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک شخص زنجیریں پڑی ہونے سے باوجود، جلدی جلدی، دوزخ کی طرف جائے گا اور کہتا جائے گا، کہ میں گناہوں کے بوجھ سے اتنا ڈر گیا ہوں کہ اب اس حکم کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا کہے گا کہ یاالٰہی! میں نیک گمان رکھتا تھا اور مجھے امید تھی کہ ایک مرتبہ دوزخ سے نکالنے کے بعد، دوبارہ دوزخ میں ڈالنا، تیری رحمت گوارا نہ کرے گی۔ تب اللہ تعالٰی کی رحمت جوش میں آئے گی اور ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ (احیاء العلوم) جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی بے حد مہربان ورحم والا ہے لہٰذا ایسے عظیم وکریم رب کی بارگاہ راہ فرار نہیں تہمت، یہاں جائے قرار بنانی چاہیئے۔

(21) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ. قَالَ كَعْبٌ: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ. غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَّلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ: اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ. وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا. وَكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ، فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا، وَّاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ،

حضرت کعب بن مالک ﷺ کے بیٹے عبداللہ جوان کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے اس واقعہ کے بیان کی ابتداء میں حضرت کعب ﷺ نے ذکر کیا میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہ رہا لیکن غزوۂ تبوک میں رہ گیا ہاں غزوہ بدر میں شامل نہ ہوا تھا لیکن اس میں عدم شمولیت کی بنا پر کسی کو کچھ نہ کہا گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ تجارت کا قصد کر کے نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے فریقین کو جمع کر دیا حالانکہ فریقین کا آپس میں کوئی حل شدہ پروگرام نہ تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت جب ہم انصار جنگ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام کا معاہدہ کر رہے تھے اس عظیم موقع پر میں موجود تھا۔ لوگوں میں اگرچہ بدر کا چرچہ زیادہ تھا لیکن مجھے تو عقبہ ثانیہ والی حاضری زیادہ گراں قدر اور محبوب ہے۔ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے میرا پیچھے رہنا یوں ہوا کہ اس موقع پر میں باقی اوقات گزشتہ کی نسبت زیادہ طاقتور اور خوشحال تھا میں اس سے پیچھے رہ گیا حالانکہ اس وقت میرے پاس دو سواریاں جمع تھیں اور اس سے پہلے میں کبھی دو سواریوں کا مالک نہ تھا رسول اللہ ﷺ کا عام طور پر طریقہ یہ تھا کہ غزوہ کے سلسلے میں توریہ کرتے یعنی (جہاد کی تیاری کا حکم فرماتے مقام جہاد کا نام نہ لیتے اور دشمن کے جاسوسوں کو مغالطہ ڈالنے کے لئے کسی اور جگہ کا ذکر کرتے) لیکن اس غزوہ میں چونکہ گرمی بشدت

فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا، وَّاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِيْ يُرِيْدُ، وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ (يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ) قَالَ كَعْبٌ: فَقَلَّ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى بِهٖ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِّنَ اللّٰهِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، فَاَنَا اِلَيْهَا اَصْعَرُ، فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْا لِكَيْ اَتَجَهَّزَ مَعَهٗ، فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا، وَّاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: اَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا اَرَدْتُّ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ، فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَّالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جِهَازِيْ شَيْئًا، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ، فَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ، فَيَا لَيْتَنِيْ فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِيْ، فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى لِيْ اُسْوَةً، اِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوْصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ، اَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ، فَقَالَ وَهُوَ

تھی دور دراز سفر اور صحراؤں کا سامنا تھا اور کثیر التعداد دشمن سے مقابلہ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو کھل کر بتا دیا تا کہ وہ اچھی طرح تیاری کریں اور اس جانب کی صراحت کر دی جہاں کا ارادہ تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے اور ان کے ناموں کا باقاعدہ رجسٹر نہ تھا حضرت کعب کہتے ہیں کثرت تعداد کا یہ حال تھا جو کوئی بھی چھپنا چاہتا وہ یہی سمجھتا کہ اگر وحی نہ اترے تو میرے متعلق کسی کو غیر حاضری کا علم نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر نکلے جبکہ پھل اور سائے عمدہ ہو چکے اور میرا طبعی میلان ان کی طرف تھا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عام مسلمانوں نے تیاری کی میرا ہر صبح خیال ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیاری کر لوں گا لیکن تیاری کے بغیر لوٹ جاتا اور میں اس سوچ میں رہتا کہ مجھے اس پر اختیار ہے' جب چاہوں گا روانہ ہو جاؤں گا' تو میری یہی کیفیت رہی تا آنکہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر سفر جہاد پر روانہ ہو گئے اور میں نے اس وقت تک کوئی تیاری نہ کی تھی پھر میں صبح سویرے آتا اور تیاری کے بغیر واپس پلٹ جاتا میری یہی سستی رہی اور کچھ مجاہدین میدان کارزار میں پہنچ گئے میں نے کوچ کا ارادہ کیا کہ ان تک جا ملوں کاش میں ایسا کر لیتا' اس کے بعد میں ایسا نہ کر سکا۔ رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کے بعد میں جب نکلتا تو غمگین ہو جاتا کیونکہ جو بھی سامنے آتا یا تو منافق ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمزوری کی وجہ سے معذور ہوتا تبوک پہنچنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے میرا نام تک لیا وہاں پہنچ کر ذکر کیا جبکہ

جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ ! وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُّبَيِّضًا يَّزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ". فَإِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ. قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِّنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ، فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ: بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا؟ وَاَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَاْيٍ مِّنْ اَهْلِيْ. فَلَمَّا قِيْلَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا، زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا. فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا. وَّكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا. فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، حَتّٰى جِئْتُ. فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ. ثُمَّ قَالَ: "تَعَالَ". فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى

آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ قبیلہ بنو سلمہ میں سے ایک آدمی نے کہا : یارسول اللہ (ﷺ)! اس کو اپنی چادروں اور کندھوں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تم نے بری بات کی' یارسول اللہ (ﷺ)! اللہ کی قسم! ہم نے اس میں مطائی ہی دیکھی تو رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید پوش ریگستان سے آتا ہوا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سایہ کو خطاب کر کے فرمایا تو ابوخثیمہ ہو جا تو وہ ابوخثیمہ انصاری ہی تھے یہ وہی صحابی ہیں' جنھوں نے ایک ٹوپہ (چار کلو چھیانوے گرام) کھجور صدقہ کی نبی منافقین نے تحقیرا طعنہ زنی کی (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقہ کی قبولیت نازل فرمائی) حضرت کعب نے کہا جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپس آنے کی اطلاع ملی تو مجھ پر غم چھا گیا میں جھوٹے بہانے سوچنے لگا اور کہا کس طرح بات کر کے میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے بچوں گا اس سلسلہ میں اپنے سمجھدار رشتہ داروں سے رائے لینے لگا اور جب یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ آ پہنچے تو مجھ سے باطل چھٹ گیا مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی جھوٹ کے ساتھ اس جرم سے نجات نہ پا سکوں گا' تو میں نے آپ ﷺ سے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہل مسجد سے کرتے اس میں دو رکعت پڑھ کر لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے جب آپ نماز سے فارغ

جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِي: "مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ
قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟" قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي
وَاللهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا
لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ؛ لَقَدْ أُعْطِيتُ
جَدَلًا، وَلٰكِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ
الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللهُ
أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ، وَإِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ
عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عُقْبَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَاللهِ مَا
كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ، وَوَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا
أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ،
فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ". وَسَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي
سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي: وَاللهِ مَا عَلِمْنَاكَ
أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَا تَكُونَ
اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا
اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُخَلَّفُونَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ
اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ.
قَالَ: فَوَاللهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونَنِي حَتّٰى أَرَدْتُ أَنْ
أَرْجِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأُكَذِّبَ نَفْسِي، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِي
مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا
مِثْلَ مَا قُلْتَ، وَقِيلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ. قَالَ:
قُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ،
وَهِلَالُ ابْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ؟ قَالَ: فَذَكَرُوا لِي
رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ، قَالَ:

ہوئے' تو پیچھے رہنے والے بہانے بناتے ہوئے قسمیں
اٹھاتے ہوئے حاضر ہوئے وہ اسی (۸۰) سے کچھ اوپر
تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا ان کو
بیعت فرمایا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطنی
حال کو اللہ کے سپرد کیا' حتیٰ کہ جب میں نے حاضر ہو کر
سلام عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کے انداز سے
تبسم فرمایا اور پھر آپ نے مجھے قریب آنے کی اجازت
مرحمت فرمائی میں چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے
آ بیٹھا فرمایا تجھے کس نے پیچھے رکھا؟ کیا تم نے سواری
خرید نہ لی تھی میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)!
اللہ کی قسم! میں اگر آپ کے سوا کسی اور دنیادار کے پاس
بیٹھا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس کی ناراضگی سے بہانہ بنا کر
نکل سکوں گا لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر میں
جھوٹی بات کر کے آپ کی ناراضگی سے آج نکل جاؤں
تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (حقیقت پر مطلع کر کے)
ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کی جناب میں ایسی
بات کروں جس سے آپ مجھ پر ناراض ہوں' تو اس میں
اللہ عزوجل کی طرف سے اچھے انجام کی توقع ہے اللہ کی
قسم! میرا کوئی عذر نہیں اللہ کی قسم میں کبھی اتنا طاقتور اور
خوشحال نہ تھا جتنا اس موقعہ پر تھا جب میں پیچھے رہ گیا تو
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہرحال اس نے سچی بات کی تم
کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق
فیصلہ فرمائے۔ بنوسلمہ قبیلہ سے کچھ لوگ چل کر میرے
پاس آئے مجھے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہمیں اس سے قبل
تمہارے کسی گناہ کا علم نہیں جس طرح دوسروں نے

فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِي. وَنَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ - اَوْ قَالَ: تَغَيَّرُوْا لَنَا - حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِيْ فِيْ نَفْسِي الْاَرْضُ، فَمَا هِيَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ اَعْرِفُ. فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً. فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَان. وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ، وَآتِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ وَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ. فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِيْ نَظَرَ اِلَيَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ اَعْرَضَ عَنِّيْ، حَتّٰى اِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِيْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ. فَقُلْتُ لَهٗ: يَا اَبَا قَتَادَةَ. اَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِيْ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَسَكَتَ. فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ فَسَكَتَ. فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ. فَقَالَ: اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَايَ، وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ. فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ فِيْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِيٌّ مِّنْ نَّبَطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ: مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهٗ

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بہانے بنائے تم بہانہ نہ بنا سکے اگر ایسا کرتے تو رسول اللہ ﷺ کا استغفار تمھاری خطا کی بھی معافی کے لیے ہوتا واللہ وہ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بہانہ تراش لوں اور پہلی بات کی تکذیب کرلوں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ واقعہ کسی اور سے بھی پیش آیا تو انھوں نے بتایا کہ ہاں! دو اور آدمی بھی ہیں انہوں نے بھی جیسا تو نے کہا یہی کہا تھا اور ان کو تیرے جیسا جواب عطا ہوا ہے میں نے پوچھا وہ دو کون ہیں بتایا گیا کہ وہ مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں حضرت کعب کہتے ہیں جونہی انہوں نے ان دو صالح بدری بزرگوں کا نام لیا جو میرے پیشوا کی حیثیت رکھتے تھے تو میں اپنی بات پر پختہ ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تین کے ساتھ گفتگو سے ممانعت کر دی گئی ہم سے لوگ اجنبی بن گئے یا بدل گئے یہاں تک کہ میرے لیے یہ جگہ ہی بدل گئی یہ وہ زمین نہ رہی جس کو میں جانتا تھا یہاں تک پچاس راتیں پوری ہو گئیں پس میرے دو ساتھی تو عاجز ہو کر گھروں میں روتے ہوئے لگ رہے میں ان میں زیادہ جوان اور طاقتور تھا مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتا باہر نکلتا بازاروں میں پھرتا مجھ سے کوئی بات نہ کرتا میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا سلام عرض کرتا جب نماز کے بعد آپ تشریف فرما ہوتے اور اپنے دل میں سوچتا کہ کیا آنحضور نے لبان مقدس کو سلام کے جواب میں جنبش دی ہے یا نہیں پھر میں آپ سے قریب

اِلَيَّ حَتّٰى جَاءَ نِيْ فَدَفَعَ اِلَيَّ كِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ كَاتِبًا۔ فَقَرَأْتُهُ فَاِذَا فِيْهِ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ. فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَأْتُهَا: وَهٰذِهٖ اَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا، حَتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِي، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ، فَقُلْتُ: اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ؟ فَقَالَ: لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا، وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ: اَلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ فَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ۔ فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهٗ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَّيْسَ لَهٗ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهٗ؟ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبَنَّكِ" فَقَالَتْ: اِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ اِلٰى شَيْءٍ، وَّوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا۔ فَقَالَ لِيْ بَعْضُ اَهْلِيْ: لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَاَتِكَ فَقَدْ اَذِنَ لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهٗ؟ فَقُلْتُ: لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهٗ، وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ! فَلَبِثْتُ

ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا اور آپ کو چوری چوری دیکھتا جب میں نماز میں متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ نگاہ پھیر لیتے یہاں تک کے جب مسلمانوں کی بے رخی کا عرصہ طویل ہو گیا تو میں اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر گیا وہ میرے اچھے دوست تھے میں نے انہیں سلام کیا اور ان کو بلایا اور اللہ کی قسم! انہوں نے جواب نہ دیا میں نے کہا: اے ابوقتادہ تجھے اللہ کی قسم جواب دے کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ قسم دے کر پوچھا وہ پھر خاموش رہے میں نے پھر انہیں قسم دی تو انہوں نے تیسری بار صرف یہ کہا کہ اللہ اور رسول (ﷺ) زیادہ جانیں تو میری آنکھیں بہہ پڑیں اور میں پھر دیوار سے باہر آ گیا اب اس دوران کہ میں مدینہ منورہ کے بازار میں پھر رہا تھا اچانک علاقہ شام کا ایک پانی نکالنے کا ماہر شخص جو مدینہ منورہ میں غلہ بیچنے آیا تھا کہہ رہا تھا' مجھے کون کعب بن مالک کے بارے بتائے گا' لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے شاہ غسان کی طرف سے ایک خط مجھے دیا' میں لکھنا پڑھنا جانتا تھا میں نے پڑھا اس میں لکھا تھا امابعد! ہمیں خبر ملی ہے کہ تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ ﷺ) تم پر ظلم کر رہے ہیں تجھے اللہ تعالیٰ نے ذلت وخواری اور ضائع ہونے کے لئے نہیں بنایا تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمھاری غمگساری کریں گے میں نے یہ پڑھ کر کہا یہ بھی آزمائش سے ہے میں نے ارادہ کے ساتھ اس کو تنور میں

بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا. ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا. فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَّا. قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ. سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَّقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ: يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ. فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَّعَرَفْتُ اَنَّهٗ قَدْ جَآءَ فَرَجٌ. فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا. فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَيَّ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ قِبَلِيْ، وَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ، فَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَآءَنِيَ الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا. وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُّهَنِّئُوْنِّيْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِيْ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ. حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّاَنِيْ. وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهٗ فَكَانَ كَعْبٌ لَاَّ يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ڈال کر جلا دیا جب پچاس میں چالیس دن گزر چکے اور ہمارے متعلق سلسلہ وحی منقطع رہا تو اچانک رسول اللہ ﷺ کا قاصد آیا اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کا آپ کے لیے حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیٰحدہ ہو جاؤ میں نے پوچھا طلاق دے دوں' یا کیا کروں اس نے کہا صرف علیٰحدہ ہو جا اور اس کے قریب نہ جانا میرے ساتھیوں کی طرف بھی یہی پیغام بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے اہل کے پاس چلی جا یہاں تک کہ اللہ ربّ العالمین اس بارے فیصلہ فرمائے۔ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کہا یارسول اللہ (ﷺ)! ہلال بوڑھا ہے ہلاک ہونے والا ہے اس کا کوئی خادم بھی نہیں' تو کیا میرا اس کی خدمت کرنا آپ کو نا پسند ہے فرمایا نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے اس نے عرض کیا: اللہ کی قسم اس میں کسی شے کی طرح کی کوئی حرکت نہیں اللہ کی قسم! جب سے اس کا یہ معاملہ ہوا ہے ہر وقت روتا ہی رہتا ہے (تو اس کو اجازت مل گئی) اب میرے گھر والوں سے کچھ لوگوں نے مجھے کہا کہ تم بھی جا کر رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے اجازت طلب کرو کیونکہ ہلال بن امیہ کی بیوی کو خدمت کی اجازت مل گئی ہے میں نے کہا میں تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اجازت طلب نہ کروں گا کیا خبر جب اجازت طلب کروں تو رسول اللہ ﷺ مجھے کیا جواب دیں' کیونکہ میں جوان ہوں' تو اس حال پر مزید دس راتیں گزریں اب ہمارے ساتھ کلام منع ہونے پر پچاس رات مکمل ہو چکیں پچاسویں رات فجر کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ: "اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ" فَقُلْتُ: اَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ"، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ. فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ". فَقُلْتُ: اِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ. وَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا اَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ، وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَّا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيْتُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَبْلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُّنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا، وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَا بَقِيَ، قَالَ: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) حَتّٰى بَلَغَ: (اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ) حَتّٰى بَلَغَ: (اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ) (التوبة: 117-119)

نماز میں نے اپنے گھر کی چھتوں میں سے ایک چھت پر ادا کی میں اللہ کا ذکر اس طرح کر رہا تھا جس طرح قرآن پاک میں ذکر ہے کہ مجھ پر میری جان تنگ تھی مجھ پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو چکی تھی میں نے سلع پہاڑ پر چڑھ کر آواز دینے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک تجھے مبارک ہو میں سجدہ میں گر پڑا اور ع ن لیا کہ فراخی آ گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے وقت لوگوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہماری توبہ قبول ہونے کے بارے میں بتایا لوگ ہمیں مبارکباد دینے چلے میرے ساتھیوں کی طرف مبارک دینے والے گئے اور ایک آدمی گھوڑا دوڑا کر آیا اور اسلم قبیلہ کا ایک آدمی میری طرف دوڑا پہاڑ پر چڑھ کر آواز لگا دی اس کی آواز گھوڑے سے تیز تھی جب میرے پاس وہ آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی اور مجھے خوشخبری دے رہا تھا تو میں اسے نے اپنے تن کے کپڑے خوش ہو کر دے دیئے۔ اس وقت میں اور کپڑوں کا مالک نہ تھا پھر میں نے کپڑے ادھار مانگے اور پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس ملاقات کے ارادہ سے چلا لوگ مجھے گروہ در گروہ ملتے اور توبہ پر مبارک دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے تجھ پر توبہ قبول کرنے کی مبارک ہو جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے اردگرد لوگ بیٹھے تھے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور تیز چلتے ہوئے میرے پاس آ کر مصافحہ کیا اور مجھے مبارک دی واللہ مہاجرین میں سے حضرت طلحہ کے علاوہ کوئی اور نہ کھڑا ہوا

اور حضرت کعب حضرت طلحہ کے اس (احسان والے) کام کو کبھی نہ بھولتے حضرت کعب کہتے ہیں جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا: تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا اور آپ نے فرمایا: تیری پیدائش کے آنے والے دونوں میں سب سے دن کی تمھیں مبارک ہو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ اقدس یوں چمک رہا ہوتا جس طرح چاند کا ٹکڑا ہو اور ہمیں اسے امر کا علم تھا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میری توبہ میں سے ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کرتے ہوئے اپنے مال سے نکل جاؤں فرمایا اپنا کچھ مال روک لو یہ تمھارے لیے ھکا ہے میں نے عرض کیا: پھر میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ کی برکت سے نجات دی ہے اور میری توبہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولوں گا اللہ کی قسم میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے صدق گوئی پر اتنا بڑا انعام دیا ہو ایسا اچھا انعام جو اللہ تعالیٰ نے میری آزمائش پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچ بولنے پر مجھے عطا کیا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا: اس کے بعد کبھی بھی میں نے ایک جھوٹ کا ارادہ نہ کیا اور آئندہ بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی توقع ہے حضرت کعب کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت اتاری ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام پر اور ان مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی یہ آیت آپ نے رؤف رحیم تک تلاوت کی اوران تین پر جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ ان پر زمین فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی اس کو ''كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ'' تک تلاوت کیا۔

قَالَ كَعْبٌ: وَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ) (التوبة: 96-95)

حضرت کعب کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہدایت اسلام کے بعد میری نظر میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام میرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سچ کہنا ہے کہ میں جھوٹ بیان کر کے ہلاک ہونے والوں سے نہ ہوا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے' اللہ تعالیٰ نے جب وحی اتاری تو ان کو سب سے بُرے لفظ سے ذکر فرمایا ارشاد ہے: ''عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹو گے ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان سے اعراض کرو تو تم ان سے روگردانی کرلو وہ پلید ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے گناہوں کا بدلہ اللہ کی قسمیں تم کو راضی کرنے کے لئے اٹھائیں تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ان فاسقوں سے راضی نہ ہوگا۔

قَالَ كَعْبٌ: كُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِذٰلِكَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا) وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ

حضرت کعب کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے رہنے والوں سے ہم تین کا معاملہ مؤخر کیا گیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے حلف لیا تو ان کو بیعت فرمالیا ان کے لیے استغفار فرمایا اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ نے مؤخر کیا' تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ''عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' میں ہمارا غزوہ سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ

مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفُنَا عَنِ الْغَزْوِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہمارے معاملے کو آپ کا مؤخر کرنا مراد ہے جس کی نسبت انھوں نے بہانے بنا کر قسمیں اٹھائی اور عذر پیش کیے تھے (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. وَفِي رِوَايَةٍ: وَكَانَ لَا يَقْدِمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَى، فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ.

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا معمول تھا کہ سفر سے دن چاشت کے وقت تشریف لایا کرتے جب آتے تو مسجد سے ابتداء فرماتے اس میں دو رکعت نماز پڑھ کر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھ جاتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث توبة کعب بن مالك وصاحبيه، ج٢ص٩٠٥ رقم: ٧١٩٢، سنن الكبرى للبيهقي، باب من اراد غزوة فوري بغيرها، ج٢ص١٣٥ رقم: ١٨٩١٦، مسند امام احمد بن حنبل، حديث كعب بن مالك، ج٢ص٤٥٦ رقم: ١٥٨٢٠، صحيح بخاري، باب حديث كعب بن مالك، ج٢ص١٦٠ رقم: ٤١٥٦، جامع الاصول، سورة براءة، ج١ص٤٧١ رقم: ٦٦٢)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲،ص ۳۴۳۔ ۳۴۴)(والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج۴،ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصا)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔

انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم وجذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴،ص ۶۸۔۷۲)

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزولِ اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بائیکاٹ فرما دیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴،ص ۱۰۷،۱۰۹ ملخصاً)

(22) وَعَنْ اَبِیْ نُجَیْدٍ بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِیْمِ - عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ امْرَاَۃً مِّنْ جُھَیْنَۃَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ حُبْلٰی مِنَ الزِّنٰی، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ. فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِیَّھَا، فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَیْھَا، فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَشُدَّتْ عَلَیْھَا ثِیَابُھَا، ثُمَّ اَمَرَ بِھَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْھَا. فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ: تُصَلِّیْ

حضرت ابو نجید نون پر پیش اور جیم پر زبر کے ساتھ عمران بن حصین الخزاعی ﷺ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی یہ حاملہ بالزنا تھی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھ سے ''حد'' کا جرم سرزد ہو گیا ہے اس کا مجھ پر حکم قائم فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے سربراہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس کو اچھے طریقے سے رکھو جب یہ بچہ جنم دے لے تو اس کو میرے پاس لانا اس نے ایسا ہی کیا اب نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اس عورت کے

عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَّ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ-عَزَّوَجَلَّ-؟! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کپڑے اس کے جسم پر باندھ دیے گئے پھر آپ کے حکم پر اس کو رجم کر دیا گیا پھر اس پر نماز جنازہ پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس کے زنا کے باوجود آپ اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں فرمایا اس نے اتنی توبہ کی ہے کہ اگر ستر (۷۰) اہل مدینہ میں تقسیم کر دی جائے' تو سب کو کافی ہو جاتی۔ کیا تم اس کی یہ فضیلت نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ عزوجل کی رضاء کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب من اعترف على نفسه بالزناء، ج٢ص٢٢٠، رقم: ٣٥٢٩، السنن العرفى، باب الزنا، ج٢ص٤٦٥، رقم: ١٤٤٤، سنن ابوداؤد، باب المرأة التى امر النبى صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وسلم برجمها، ج٢ص٢٢٩، رقم: ٤٤٤٢، سنن الدارمى، باب الحامل اذا اعترفت بالزناء، ج٢ص٥٢٥، رقم: ٢٣٢٥، مسند امام احمد بن حنبل، حديث عمران بن حصين رحمة الله عليه، ج٣ص٤٢٥، رقم: ١٩٩١٧)

شرح حدیث: سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدِ دِ دین وملت، الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم (یعنی ارادہ) کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۱)

سچی توبہ اللہ عزوجل نے وہ نفیس شَیَ بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر، سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سرقہ، رشوت، ربا سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے جو مال جس جس سے چھینا، چرایا، رشوت، سود میں لیا انھیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کر دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تصدق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انھیں پھیر دوں گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۲)

احکام فقہیہ

حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحدود ج ٦ ص ٥)

ندامت ہو تو ایسی ہو

بصرہ میں ایک نوجوان رہتا تھا جس کا نام رضوان تھا۔ وہ اکثر کھیل کود اور نافرمانیوں میں مبتلا رہتا، آوارہ گردی اور سرکشی میں مبتلا رہتا، رات بھر شراب کے نشے میں مست رہتا۔ اس پر بدبختی غالب تھی اور شیطان نے اسے گمراہ کر رکھا تھا۔ ایک دن جب وہ شراب کے نشے میں مدہوش تھا اور نافرمان دوست بھی اس کے ساتھ تھے کہ اس نے ایک فقیر دیکھا جو راستے پر چلتے چلتے چند اشعار گنگنا رہا تھا، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

جب تو کسی دن اہلِ زمانہ سے تنہائی میں ہو تو یوں نہ کہہ کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یوں کہہ کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو لمحہ بھر بھی غافل نہ جان اور نہ یہ گمان کر کہ اس پر کوئی چھپی بات پوشیدہ ہے۔

یہ نصیحت بھرا کلام سنتے ہی نوجوان رونے لگ گیا، اس نے فقیر کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ یہ اشعار دوبارہ پڑھے۔ فقیر نے دوبارہ پڑھے۔ نوجوان نے اسے اپنی مجلس میں آنے کا اصرار کیا۔ چنانچہ، وہ چلا آیا، نوجوان کہنے لگا: یا سیّدی! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آپ کی زیارت ہمارے لئے باعثِ سعادت ہے، ہمیں آپ کی آواز اور نغمہ بھلا لگا۔ لہٰذا اپنے نغموں سے ہماری زندگی کو پاکیزہ کر دو۔ چنانچہ، فقیر نے چند اشعار پڑھنا شروع کر دیئے، جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا رزق کھا کر بھی تُو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ جب تو اس کی مخلوق سے چُھپتا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اے انسان! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی سے بچ۔ تو جو بھی گناہ کرتا ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے اور جانتا ہے۔

نوجوان پھر رونے لگا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو اُس نے شراب کے برتن توڑ ڈالے اور فقیر کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: یا سیّدی! کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ اُس نے جواب دیا: یہ رب عَزَّ وَجَلَّ سے صلح کی گھڑی ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے نیکی کے دروازے پر لوٹنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، آج تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں تو تیرے لئے کتنی بڑی سعادت ہے! (لہٰذا تم بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں سچی توبہ کر لو)۔ نوجوان نے پھر چیخ ماری، اس پر غشی طاری ہو گئی اور زمین پر گر گیا۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا: یا سیدی! کیا مجھ سے گذشتہ گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا؟ فقیر نے کہا: نہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! خالص محبت کتنی عمدہ ہے! محبین کے لئے دوری کے بعد لذّتِ قرب کتنی اچھی ہے! پھر قرب کے بعد ہجر و فراق کی گھڑی کتنی شدید ہے! اے (اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے کئے ہوئے) عہدِ محبت کو بھولنے والے! تو نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ سے معاملہ کیا پھر غفلت کی میٹھی نیند سو گیا۔ تُو کس فضول کام میں مشغول ہے؟ اس سے تو نے کیا پایا؟

نہیں، بلکہ تُو نے تو اپنا مقصود ضائع کر دیا۔ آج ہی نیکیوں پر کمر بستہ ہو جا اور گذشتہ گناہوں کو ترک کر دے اور درویشی اختیار کر لے۔ تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس پر نوجوان کے آنسو بہہ پڑے اور اس کے دوست بھی رونے لگے پھر انہوں نے توبہ کی اور لباسِ زیب و زینت اُتار پھینکا۔ نوجوان نے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور سچی توبہ کی اور اپنے پچھلے بُرے افعال پر بے حد شرمسار ہوا۔ اس نے ساری رات آہ و بُکا، گریہ وزاری اور حسرت وندامت سے پچھاڑیں کھاتے ہوئے فقیر کے پاس گزاری۔ جب سحری کا وقت ہوا تو اسے پھر اپنے گناہ اور نافرمانیاں یاد آ گئیں۔ چنانچہ، اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور آنکھوں سے سَیلِ اَشک رواں ہو گیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب فقیر نے اُسے حرکت دے کر دیکھا تو وہ دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصنّف اَلشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ صفحہ ۴۴۴)

(23) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللهُ عَلٰى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر آدمی کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ دو کی خواہش کرے گا اور اس کے منہ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یتقی من فتنة المال، ج۲ص۹۲، رقم: ۶۴۳۹، صحیح مسلم، باب لو ان لابن آدم وادیین لابتغی ثالثا، ج۱ص۹۶۱، رقم: ۲۴۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه انس بن مالك، ج۱ص۶۷۱، رقم: ۱۲۷۱، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، ج۲ص۲۵۹، رقم: ۳۵۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۴ص۲۳۶، رقم: ۱۳۵۰۱)

شرح حدیث: ابنِ آدم کی حرص

حضرتِ سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، نبیٔ محتشم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح رہ اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، الحدیث ۴۱۱۴، ص ۲۷۲۷)

اے گناہوں کے حریص! اے موت کے جھٹکوں سے غافل! (سُن!) یقیناً موت اچانک آجائے گی۔ مال و گناہ کی طمع کسی عقل مند کا کام نہیں۔ تو گناہوں میں جلدی کرتا اور توبہ کو آئندہ سال تک مؤخر کرتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ غنی کا (قرض کی ادائیگی کے معاملے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے جوانی، صحت اور فراغت کی دولت سے غنی کر دیا پھر بھی تو توبہ میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ دُنیا پر بادشاہت کرنے والے، بڑے بڑے جابر اور لیڈر کہاں چلے گئے؟ بندوں پر بڑائی چاہنے والوں کو کیا ہو گیا؟ کہاں ہیں قاتل اور حملہ کرنے والے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! موت کے تیر ان سب میں پیوست ہو گئے، وہ اب قتل گاہوں میں پڑے ہیں۔ اور موت نے اُنہیں فرش اور قالین کے بعد پچھاڑ کر پتھر کی سِل اور

چٹان کے درمیان رکھ دیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ، یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (پ26، ق:19)

یعنی موت کی سختیوں کا سامنا، ملک الموت علیہ السلام کو دیکھنا اور بندے پر اس کا جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ ظاہر ہونا زبردست امور ہیں اور یہ سکرات موت کے وقت ظاہر ہوں گے اور یہ حق ہے، اس کو حضور نبیٔ مکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایمان بالغیب میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد منکر نکیر کے سوالات کا مرحلہ ہے کہ میت کو قبر میں اُتارے جانے کے بعد سب سے پہلے اسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور موت کی سختیاں بیان ہوچکی ہیں اور یہ ہر شخص پر اس کے اعمال کے مطابق ہوں گی۔

ان کو سکرات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہوش اڑا دیتی اور ذہن کو غائب کر دیتی ہیں جیسے مدہوش نشے کی حالت میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آدمی پر اس کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزا موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ غیبت کرنے والے کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جائے گا، غیبت سننے والے کے کانوں میں جہنم کی آگ کی سیخیں پروئی جائیں گی اور ظالم کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ہر مظلوم کے پاس پہنچ جائے گا۔ حرام خور کو جہنم کا کانٹے دار درخت، زقوم کھانے کو دیا جائے گا۔ اسی طرح دیگر افعال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ ان سب کا ظہور موت کی سختیوں کے وقت ہوگا اور میت کو یکے بعد دیگرے ان سے گزرنا ہوگا، اور آخر میں اس کی روح قبض کی جائے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (پ26، ق:19)

یعنی یہ وہ موت ہے لمبی اُمیدوں اور دنیا میں زندہ رہنے کی حرص کے سبب جس سے تو بھاگتا تھا۔

مال کی محبت

ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہوجاتا ہے۔ مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک امید دوسری مال کی محبت۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ، رقم ۶۴۲۰، ج ۴، ص ۲۲۴)

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت، غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑجاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو حرص و طمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہے۔

لالچ کا علاج

اس قلبی مرض کا علاج صبر وقناعت ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجا لائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بد نصیبی، یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص و لالچ کا اندھیرا بادل چھٹ جائے گا۔

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قناعت کبھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ (کتاب الزہد الکبیر، الحدیث ۱۰۴، ص ۸۸)

(24) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَضْحَكُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ. يُقَاتِلُ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ فَيُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ تعالیٰ دو آدمیوں پر خوب راضی ہوگا کہ ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور جنت میں دونوں جائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاتا ہے پھر قاتل کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے تو وہ مسلمان ہو کر شہید ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم فیسدد بعدو یقتل، ج۱ص۹۰۹، رقم: ۲۸۲۶، صحیح مسلم، باب بیان الرجل یقتل احدھما الاخرید فلان الجنة، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۵۰۰۰، صحیح ابن حبان، باب فضل الشھادة، ج۲ص۵۲۳، رقم: ۴۶۶۴، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادة، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۵۴۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۶۳، رقم: ۹۹۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ قاتل ومقتول دونوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں جاویں گے۔ خیال رہے کہ دنیا کی تمام مسلمانوں کی ذاتی عداوتیں آخرت میں ختم ہو جاویں گی، یوں ہی دنیا کی جسمانی محبتیں بھی وہاں فنا ہو جائیں گی، ایمانی عداوت ورحمت باقی رہے گی، مسلمان باپ کافر بیٹے کو عذاب میں دیکھ کر خوش ہوگا اور اجنبی مسلمان دوسرے مسلمان کو عذاب میں دیکھ کر ملول ہوگا، اس کی سفارش وشفاعت کر کے اسے بخشوائے گا، یونہی وہ دو مسلمان جو دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے

دشمن تھے وہاں دوست ہو جائیں گے۔

رب فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

(الحجر: ۴۷)

اور فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار۔ (الزخرف: ٦٧)

مفسّر شہیر، خلیفۂ اعلیحضرت، صدرالافاضل، سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

حضرت علیِ مرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا، جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالٰی دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے، یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں، تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے بُرا بھائی، بُرا دوست، بُرا رفیق۔

سیّدُنا وحشی کا قبولِ اسلام

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس نے جواب میں یہ کہلا بھیجا، آپ کیونکر مجھے اسلام کی طرف آمادہ کر رہے ہیں جب کہ آپ کا دعوی ہے کہ قاتل، مشرک اور زانی جہنم میں ڈالا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں ذلیل و خوار ہوتا رہے گا۔ اور میں نے ان سب کاموں کو کیا ہے، تو کیا ان سب کے باوجود آپ میرے چھٹکارے کی کوئی راہ پاتے ہیں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفرقان:۷۰)

جب وحشی کو اس آیت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنا اشکال پیش کیا کہ نیک اعمال اور توبہ کی شرط تو بہت کڑی ہے، عین ممکن ہے کہ میں اس کو پورا نہ کر پاؤں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور اس کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (النساء:۴۸)

اس آیت کو سن کر وحشی نے کہا، میرے گمان میں یہ خدا (عزوجل) کی مشیت پر ہے مجھے کیا پتہ کہ میری مغفرت ہوگی بھی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی امید افزاء بات ہے یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

ترجمہ کنزالایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (زمر:۵۳)

یہ سن کر حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اب ٹھیک ہے۔ اور دامن اسلام میں آ گئے۔

(مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۲۴، رقم الحدیث ۱۱۳۱۴)

3-بَابُ الصَّبْرِ

صبر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا) (آل عمران: 200).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ) (البقرة: 155)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم تم کو کچھ خوف، بھوک اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ آزمائیں گے اور خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ) (الزمر:10).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر کرنے والوں کو ان کے اجر بغیر حساب کے دیے جائیں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) (الشوریٰ: 43)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر کرنا اور معاف کرنا ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ) (البقرۃ: 153)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ) (محمد: 31)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم تم ضرور آزمائیں گے تاآنکہ تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِى الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔

صبر کے حکم اور اس کی فضیلت کے بیان میں آیات بکثرت معروف ہیں۔

(25) وَعَنْ اَبِىْ مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ - اَوْ تَمْلَاُ - مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَّالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَّالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ. كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابومالک حارث بن عاصم اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے الحمد للہ (کہنا) میزان کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں آسمان وزمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف دلیل ہے سب لوگ اپنے آپ کو کام میں لگاتے ہیں پھر اپنے آپ کو آزاد کرتے ہیں یا ہلاک کر دیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم. باب فضل الوضوء. ج۱ص۱۲۰، رقم: ۵۵۶. سنن البیهقی. باب فرض الطهور. ج۱ص۴۹، رقم: ۱۸۹. سنن الدارمی. باب ما جاء فی الطهور. ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۶۸. مسند امام احمد بن حنبل. حدیث ابی مالک الاشعری. ج۵ص۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۳. مصنف ابن ابی شیبة. باب فی المحافظة علی الوضوء. ج۱ص۱۴، رقم: ۳۸)

شرح حدیث: طہارت وصفائی کی اہمیت

بیمار جسم میں نہ صحت مند دماغ رہ سکتا ہے اور نہ صحیح روح کام کرتی ہے۔ اس لئے کہ جسم کی صفائی سے دل ودماغ میں بلند خیالات اور پاکیزہ تصورات جنم لیتے ہیں دل بھی اچھے اور نیک کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے اور عبادت تلاوت کی طرف رجوع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس دور کے تمدن کا اصل اصول صفائی ہے مگر اس اہمیت کے جاننے کے باوجود جدید

طرز تمدن میں جسمانی طہارت کا کوئی ضابطہ عمل مقرر نہیں ہے اور نہ خیالات فاسد کی اصلاح کیلئے کوئی اصول مدون ہے۔
ایک کہاوت ہے کہ صحت خوبصورتی ہے اور خوبصورتی بھی خوب صحت کی آئینہ دار ہے اس میں شک نہیں ہے کہ ایک صحت مند آدمی کی وجاہت بیمار کے مقابلہ میں بہتر ہوتی ہے اور یہ بات حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔
اسلامی عقائد میں جو اہمیت توحید کی ہے وہی حیثیت عبادت میں طہارت کی ہے جیسے توحید کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوسکتا، ویسے ہی طہارت کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ غرض جس طرح ہم توحید کو مذہبی اعتقادات کا اصل الاصول سمجھتے ہیں اسی طرح طہارت پر اپنی عبادت کا دارومدار مانتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ طہارت ہے کیا؟ اور اسلام نے اس کے متعلق کیا احکامات دیئے ہیں۔ عام طور پر طہارت کے معنی پاکیزگی یا صفائی کے ہیں لیکن علامہ غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اسلامی طہارت میں ظاہری و باطنی دونوں قسم کی پاکی شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ظاہری صفائی یہ ہے کہ جسم کسی قسم کی نجاست سے آلودہ نہ ہو بالفاظ دیگر جسم ہر قسم کی نجاست سے چاہے وہ حقیقی ہو (جو بظاہر نظر آئے جیسے بول و براز وغیرہ یا حکمی ہو (جو نظر نہ آئے) جیسے (حدث ہوا کا اخراج) ان تمام کو دور کرنے کا نام طہارت ہے۔ اسی طرح جسم کے علاوہ لباس اور مقام عبادت وغیرہ کی ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا شرط عبادت ہے۔ یعنی ایسی طہارت کے بغیر عبادت ناقص اور نا قابل قبول ہے۔ طہارت باطنی کا زیادہ تعلق چونکہ دل سے ہے اس لئے ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ یہ کہ خیالات کو فاسد عقائد سے پاک کیا جائے اور دل کو کفر و شرک ریا، بغض و کینہ اور حسد جیسی نجاستوں سے پاک کیا جائے اسلام نے دل کی طہارت کے ساتھ جسم اور لباس کی صفائی و پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے اور ان دونوں کو پاک وصاف رکھنے کی تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ جسم اور لباس کی صفائی کو داخل عبادت قرار دیا ہے۔

تصوُّف کا عظیم مَدَنی نُسخہ

حُجَّۃُ الْاِ سلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: جو شخص دل کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک نہیں کرتا فقط ظاہری طہارت (یعنی صفائی) اور زَیب و زینت پر اِکتِفاء کرتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کو مدعو کرتا ہے اور اپنے گھر بار کو باہَر سے خوب چمکاتا ہے اور رنگ و روغن کرتا ہے مگر مکان کے اندرونی حصّے کی صفائی پر کوئی توجُّہ نہیں دیتا۔ چُنانچہ جب بادشاہ اُس کے مکان کے اندر آکر گندگیاں دیکھے گا تو وہ ناراض ہوگا یا راضی یہ ہر ذی شعور خود سمجھ سکتا ہے۔ (اِحْیاءُ الْعُلُوم ج1 ص185 مُلَخَّصاً)

حقیقت صبر کا بیان

جان لیجئے! صبر علم، حال اور عمل سے مرکب ہے، اس میں علم درخت کی طرح، حال ٹہنیوں کی طرح اور عمل پھل کی طرح ہے اور تو نے جان لیا کہ صبر میں دینی مصلحت ہے اور یہ ایسی قوت ہے جو صبر کا تقاضا کرتی ہے اور یہ صبر یا تو عبادت پر

ہمیشگی اختیار کرنے سے یا شہوت کو ترک کرنے سے ہوتا ہے اور یوں وہ تمام احوال میں صبر ہی کی کسی قسم کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مباح کاموں میں بھی میانہ روی اختیار کرتا ہے اور حد سے نہیں بڑھتا اور جہاں تک عبادت پر صبر کرنے کا کو ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ وہ اس پر کچھ روز صبر کریگا تو اس کے مقابلہ میں ہمیشہ سعادت پائے گا اور عبادت پر صبر میں اسے ضرورت ہے کہ اسے نہ ظاہر کرے اور نہ ہی دکھاوے کے ذریعے ضائع کرے اور سب سے بڑا صبر خواہشات نفسانیہ اور اس کے موجبات سے بچنا ہے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ باتیں جن پر صبر کرنا لازمی ہے یہ ہیں کہ کوئی انسان اسے قول یا فعل کے ذریعے اذیت دے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: ہم کسی مسلمان کو اس وقت تک مؤمن شمار نہ کرتے تھے جب تک وہ اذیت پر صبر نہ کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (پ13)

اور یہ صبر کبھی نفسِ فعل اور اس کے احتمال پر اور کبھی بدلے پر ہوتا ہے اور اس میں ایمان کا کمال ہے۔

صبر کی ایک دوسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرنا جو انسان کے اختیار میں نہیں، جس طرح بیماری کی مصیبت، بینائی کا چلا جانا، اعضاء کا خراب ہونا اور رشتے داروں کا فوت ہونا وغیرہ۔

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: قرآن مجید میں صبر کی تین صورتیں مذکور ہیں: (۱) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے عائد فرائض کی ادائیگی پر صبر کرنا اور اس کے تین سو درجات ہیں (۲) جو کچھ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حرام کیا اس پر صبر کرنا اور اس کے چھ سو درجات ہیں (۳) مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت صبر کرنا اور اس کے نو سو درجات ہیں۔

صبرِ جمیل کی تعریف

صبرِ جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ دوسروں میں پہچانا نہ جائے اور اس منزل تک رسائی طویل مدت تک طویل ریاضت سے ہوتی ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

(2)

(26) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهٖ: مَا

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا کیا۔ انہوں نے پھر مانگا' تو آپ نے عطا فرمایا یہاں تک کہ آپ کے پاس موجود مال ختم ہو گیا تو آپ نے سب ختم کر دینے کے بعد ان

يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ. وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں تم سے ذخیرہ نہیں کرتا اور تم میں سے جو سوال سے بچنا چاہے اس کو اللہ تعالیٰ بچالیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرے اسے اللہ تعالیٰ غنی کر دیتا ہے اور جو صبر اختیار کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرماتا ہے اور صبر سے زیادہ بہتر اور فراخ عطیہ کسی کو نہ دیا گیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف ان المسألة، جلد۱ص۴۲۲ رقم: ۱۴۶۹، صحیح مسلم، باب فضل التعفف والصبر ج۱ص۴۰۷، رقم: ۲۴۷۱، صحیح ابن حبان، باب المسألة والاخذ وما يتعلق به من المكافأة والثناء ج۲ص۱۹۳، رقم: ۳۴۰۰)

شرح حدیث: غنا کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہر دن ایک فرشتہ آواز دیتا ہے اے ابنِ آدم! تھوڑا جو تمہیں کفایت کرے اس زیادہ سے بہتر ہے جو تمہیں سرکش بنادے۔ (اِحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، ج۳،ص۳۲۰)

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اے انسان! تمہارا پیٹ ایک بالشت مکعب ہے پھر وہ تجھے دوزخ میں کیوں لے جاتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ آپ کا مال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ظاہر میں اچھی حالت میں رہنا، باطن میں میانہ روی اختیار کرنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونا۔

(اِحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، ج۳،ص۳۲۰)

حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العٰلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس اتنا ہے جو اسے بے پرواہ کردے تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اس کے چہرے میں کُھرچن یا خارش یا زخم ہونگے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! قدرِ غنا کیا ہے؟ فرمایا: پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی اس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، الحدیث: ۱۶۲۶، ج۲،ص۱۸۹)

صبر اور قناعت کی دولت

حضرت سیدنا احمد بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابو عبداللہ محاملی علیہ رحمۃ اللہ الولی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عید الفطر کے دن نمازِ عید کے بعد میں نے سوچا کہ آج عید کا دن ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ میں حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انہیں عید کی مبارکباد دوں، آج تو خوشی کا دن ہے، ان سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ الولی کے گھر کی جانب چل دیا۔ وہ سادگی پسند بزرگ تھے اور ایک سادہ سے مکان میں رہتے تھے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے مجھے اندر بلا لیا۔

جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایک برتن میں پھلوں اور سبزیوں کے چھلکے اور ایک برتن میں آٹے کی بُور (یعنی بھوسی) رکھی ہوئی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی، میں نے انہیں عید کی مبارکباد دی اور سوچنے لگا کہ آج عید کا دن ہے، ہر شخص انواع واقسام کے کھانوں کا اہتمام کر رہا ہوگا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج کے دن بھی اس حالت میں ہیں کہ چھلکے اور آٹے کی بھوسی کھا کر گزارہ کر رہے ہیں۔ میں نہایت غم کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے ایک صاحب ثروت دوست کے پاس پہنچا، جس کا نام جرجانی مشہور تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: حضور! کس چیز نے آپ کو پریشان کر دیا ہے، اللہ عزوجل آپ کی مدد فرمائے، آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، میرے لئے کیا حکم ہے؟

میں نے کہا: اے جرجانی! تمہارے پڑوس میں اللہ عزوجل کا ایک ولی رہتا ہے، آج عید کا دن ہے لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی چیز خرید کر نہیں کھا سکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پھلوں کے چھلکے کھا رہے تھے، تم تو نیکیوں کے معاملے میں بہت زیادہ حریص ہو، تم اپنے اس پڑوسی کی خدمت سے غافل کیوں ہو؟

یہ سن کر اس نے کہا: حضور! آپ جس شخص کی بات کر رہے ہیں وہ دنیا دار لوگوں سے دور رہنا پسند کرتا ہے۔ میں نے آج صبح ہی اسے ایک ہزار درہم بھجوائے اور اپنا ایک غلام بھی ان کی خدمت کے لئے بھیجا لیکن انہوں نے میرے دراہم اور غلام کو یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ جاؤ اور اپنے مالک سے کہہ دینا کہ تم نے مجھے کیا سمجھ کر یہ درہم بھجوائے ہیں؟ کیا میں نے تجھ سے اپنی حالت کے بارے میں کوئی شکایت کی ہے؟ مجھے تمہارے ان درہموں کی کوئی حاجت نہیں، میں ہر حال میں اپنے پروردگار عزوجل سے خوش ہوں، وہی میرا مقصودِ اصلی ہے، وہی میرا کفیل ہے اور وہ مجھے کافی ہے۔

اپنے دوست سے یہ بات سن کر میں بہت متعجب ہوا اور اس سے کہا: تم وہ درہم مجھے دو، میں ان کی بارگاہ میں یہ پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ قبول فرما لیں گے۔ اُس نے فوراً غلام کو حکم دیا: ہزار ہزار درہموں سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: ایک ہزار درہم میرے پڑوسی کے لئے اور ایک ہزار آپ کے لئے تحفہ ہیں۔ آپ یہ حقیر سا

نذرانہ قبول فرمالیں۔ میں وہ دو ہزار درہم لے کر حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مکان پر پہنچا اور دروازے پر دستک دی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دروازے پر آئے اور اندر ہی سے پوچھا: اے ابوعبداللہ محاملی! تم دوبارہ کس لئے یہاں آئے ہو؟ میں نے عرض کی: حضور! ایک معاملہ درپیش ہے، اسی کے متعلق کچھ گفتگو کرنی ہے۔ پس انہوں نے مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرمادی میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور پھر درہم نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے تجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی اور تم میری حالت سے واقف ہو گئے۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم میری اس حالت کے امین ہو۔ میں نے تم پر اعتماد کیا تھا، کیا اس اعتماد کا صلہ تم اس دنیوی دولت کے ذریعے دے رہے ہو؟ جاؤ! اپنی یہ دنیوی دولت اپنے پاس ہی رکھو، مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ محاملی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ان کی یہ شانِ استغناء دیکھ کر میں واپس چلا آیا اور اب میری نظروں میں دنیا حقیر ہوگئی تھی۔ میں اپنے دوست جرجانی کے پاس گیا اسے سارا ماجرا سنایا اور ساری رقم واپس کر دینا چاہی تو اس نے یہ کہتے ہوئے وہ درہم واپس کردیئے کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں جو رقم اللہ عزوجل کی راہ میں دے چکا اسے کبھی واپس نہ لوں گا لہٰذا یہ مال تم اپنے پاس رکھو اور جہاں چاہو خرچ کرو۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا اور میرے دل میں مال کی بالکل بھی محبت نہ تھی میں نے سوچ لیا کہ میں یہ ساری رقم ایسے لوگوں میں تقسیم کردوں گا جو شدید حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے بلکہ صبر وشکر سے کام لیتے ہیں اور اپنی حالت حتی الامکان کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ (عُیُونُ الْحِکَایَات مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۵۹۷ھ)

(27) وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابویحیٰی صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایماندار کا سارا معاملہ ہی عجیب ہے اس کا سارا معاملہ بھلائی ہی ہے اور یہ چیز صرف ایماندار کو ہی حاصل ہے اگر اسے خوشحالی میسر ہو تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تکلیف وتنگدستی آجائے، تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ج۲ص۸۲۷، رقم: ۷۶۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ علی ج۲ص۷۵۳، رقم الحدیث: ۳۸۴۹، سنن الدارمی، باب فی اسماء النبی، ج۱ص۷۱۸، رقم: ۲۸۳۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث صہیب بن سنان، ج۳ص۳۳۲، رقم: ۱۸۹۵۴، حدیث أبی الفضل الزہری، ص۲۱۱، رقم: ۲۴۴)

شرح حدیث: صبر اور نماز سے مدد چاہو

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (پ ۱، البقرة:۴۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر اُن پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: پُل صراط جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا جس طرح پل نہر کے دائیں اور بائیں کنارے پر نصب کیا جاتا ہے۔ اگر (گزرنے والا) مسلمان نمازی ہوا تو اس کی دائیں جانب ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور اگر مصیبتوں اور آفات پر صبر کرنے والا بھی ہوا تو اس کی بائیں جانب بھی ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور اگر نہ نمازی ہوا نہ صابر تو پُل صراط عبور کرتے وقت جہنم کے شعلے اس کے پہلوؤں کو کھا ڈالیں گے۔ تم صبر و نماز سے مدد طلب کرو تا کہ تم سے آگ کے شعلے دور کر دیے جائیں۔

(قُرَّةُ الْعُيُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۳۷۳ھ)

جنتی عورت

حضرتِ سیدنا عطاء بن ابو رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اہلِ جنت میں سے کوئی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا، ضرور دکھایئے۔ فرمایا یہ حبشی عورت، جب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مرگی کا مرض ہے جس کی وجہ سے میرا ستر یعنی پردہ کھل جاتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ عزوجل سے میرے لئے دعا کیجئے۔

رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لئے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں اللہ عزوجل سے تمہارے لئے دعا کروں کہ وہ تجھے عافیت عطا فرمادے۔ تو اس نے عرض کیا، میں صبر کروں گی۔ پھر عرض کیا کہ میرا پردہ کھل جاتا ہے، اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ میرا پردہ نہ کھلا کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، رقم ۵۶۵۲، ج ۴، ص ۶)

آزمائش میں صبر

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل تم میں سے کسی کو مصیبت میں مبتلاء کر کے آزماتا ہے

جیسے تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ کے ذریعے آزماتا ہے تو جو اس آزمائش میں خالص سونے کی طرح نکلتا ہے یہ وہ شخص ہے جسے اللہ عزوجل نے شبہات سے محفوظ رکھا، اور جو اس آزمائش میں کم تر سونے کی مثل نکلتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو شبہ میں جا پڑتا ہے اور جو اس آزمائش میں سیاہ سونے کی مثل نکلتا ہے یہ وہی ہے جو آزمائش میں مبتلاء کیا گیا۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۶۹۸، ج ۸ ص ۱۶۶)

(28) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ. فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ. فَقَالَ: لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ، قَالَتْ: يَا اَبَتَاهُ، اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ ! يَا اَبَتَاهُ، جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ ! يَا اَبَتَاهُ، اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ ! فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟! رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور تکلیف آپ کو گھیرنے لگی، تو سیدہ فاطمہ ﷺ نے کہا: ہائے افسوس میرے بابا کی تکلیف، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تیرے بابا کو تکلیف نہ ہوگی پس جب آپ نے وصال فرمایا تو حضرت سیدہ نے کہا: اے میرے بابا جان! آپ کے رب نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔ اے میرے بابا جان جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ اے میرے بابا جان! ہم آپ کی وفات کی اطلاع جبریل علیہ السلام کو دیتے ہیں جب آپ ﷺ دفن ہو چکے تو حضرت سیدہ فاطمہ ﷺ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنا لحد رے دلوں نے گوارا کرلیا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیه وسلم ووفاته، ج۲ص۱۵، رقم: ۴۴۶۲، مستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، ج۱ص۵۳۷، رقم: ۱۴۰۸، سنن الكبرٰى للبيهقی، باب اهالة التراب فی القبر بالمساحی، ج۳ص۴۰۹، رقم: ۶۹۷۵، مسند عبد بن حميد، مسند انس بن مالك، ص۴۰۲، رقم: ۱۳۶۴، سنن ابن ماجه، باب ذكر وفاته صلی الله عليه وسلم، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۶۳۰)

شرح حدیث: جنت کیا ہے؟

پس جب موت کے وقت دل پر اہل و عیال، مال، مکان، زمین، دوستوں اور ساتھیوں کی محبت غالب ہو تو اس شخص کا مرکزِ محبت دنیا ہوگا چنانچہ دنیا اس کی جنت ہے کیونکہ جنت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں تمام محبوب جمع ہوں پس اس کی موت جنت سے نکلنا اور اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ کا نام ہے اور ایسے آدمی کا حال مخفی نہیں ہے۔

چنانچہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے ذکر معرفت اور فکر کے سوا کوئی محبوب نہ ہو تو یہ دنیا اس کیلئے قید خانہ ہے کیونکہ قید

خانہ وہ ہوتا ہے جو قیدی کو اس کی محبوب چیزوں کے حصول میں مانع ہو پس اس کی موت محبوب کی طرف جانا اور قید خانے سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور جو شخص قید خانے سے آزاد ہو جائے اور اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان تخلیہ ہو اور کسی قسم کی رکاوٹ اور خرابی باقی نہ رہے اس کا حال بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ تو ایسا شخص جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو موت کے بعد سب سے پہلے یہی فائدہ حاصل کرتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے پیدا کیا جو دینوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اس پر راضی اور مطمئن ہوتے ہیں ان کے لئے سزا، زنجیریں اور بیڑیاں پیدا کیں اور طرح طرح کی ذلت الگ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حالت اسلام میں عافیت کے ساتھ موت دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

اور اس دعا کی قبولیت کی طمع اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کی جائے اور محبتِ خداوندی کے حصول کے لئے اس کے غیر کی محبت کو دل سے نکالنا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے یعنی جاہ و مرتبہ، مال اور وطن وغیرہ سب سے قطع عنہ کرنا ضروری ہے۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ ہم وہی دعا مانگیں جو تاجدارِ انبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

ترجمہ: یا اللہ (عزوجل)! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان کی بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے عطا فرما اور اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۱ باب جامع الدعا)

عین موت کے وقت

غرض یہ ہے کہ موت کے وقت امید، زیادہ ض ہے کیونکہ وہ محبت کو زیادہ اُبھارنے والی ہے اور موت سے پہلے غلبئہ خوف زیادہ ض ہے کیونکہ وہ خواہشات کی آگ کو زیادہ جلانے والا اور دل سے دنیا کی محبت کو زیادہ ختم کرنے والا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَیُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّهٖ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر وہ اپنے رب کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۷ کتاب الجنۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حدیث شریف میں ہے):

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ

ترجمہ: میں اپنے بندے کی امید کے قریب ہوں۔تو اب جیسی چاہے مجھ سے امید رکھے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۱۵ مرویات ابی ہریرہ)

جب حضرت سیدنا سلیمان تیمی رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! مجھ سے رخصتوں کا بیان کرنا اور امید یاد دلانا تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کے ساتھ ملاقات کروں۔

(29) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا. فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ، فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنٰى تَقَعْقَعُ: تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ.

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے: ''جو کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام محبوب اور محبوب کے بیٹے ﷺ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کی خدمت اقدس میں پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا وقت اخیر میں ہے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں تو رسول اللہ ﷺ نے سلام کہہ بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ بے شک اللہ کا ہی ہے' جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کا وقت اس کی بارگاہ میں مقرر ہے' تو صبر کرو اور ثواب سمجھو انہوں نے دوبارہ قسم دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت اُبی بن کعب' حضرت زید بن ثابت اور کچھ اور حضرات ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف بچے کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لیا اور اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کی چشمانِ مقدس میں آنسو آ گئے' تو حضرت سعد ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ کیا؟ فرمایا: یہ رحمت ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں اسے ڈال دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بندوں میں سے جن کے دلوں چاہے ڈال

دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم
کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ) تقعقع: کا
معنی حرکت کرنا اور اکھڑنا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول الله تبارك و تعالیٰ: "قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن" ج۲ص۸۱۵، رقم: ۷۳۷۷، صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۱ص۶۳۹، رقم: ۲۱۷۴، الاداب للبیهقی، باب الصبر والاسترجاع مع الرخصة فی البکاء، ص۳۵۶، رقم: ۷۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامه بن زید، ج۵ص۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۷، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما رواہ اسامة بن زید عن النبی صلی الله علیه وسلم، ص۱۳۷، رقم: ۱۵۶)

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی سب سے بڑی شہزادی ہیں جو اعلان نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ان کو مکہ سے مدینہ بلا لیا تھا مکہ میں کافروں نے ان پر جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ان کا تو پوچھنا ہی کیا حد ہوگئی کہ جب یہ ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا اور ایک بدنصیب کافر جو بڑا ہی ظالم تھا ہبار بن الاسود اس نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا ایک دم طیش آ گیا اور اس نے جنگ کے لئے تیر کمان اٹھا لیا یہ ماجرا دیکھ کر ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کرا دیا اور یہ مدینہ منورہ (گئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے قلب کو اس واقعہ سے بڑی چوٹ لگی چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ۔

هِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ O

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

پھر ان کے بعد ان کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے لگے ان کی اولاد میں ایک لڑکا جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا زندہ رہے ابن عساکر کا قول ہے کہ علی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو بے حد محبت تھی بادشاہ حبشہ نے سلیما میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربار نبوت میں بھیجی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائی اس طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ایک ہار

نذر کیا تو سب بیبیاں یہ سمجھتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ نے یہ فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈال دیا ۸ھ میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تبرک کے طور پر اپنا تہبند شریف ان کے کفن میں دے دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو قبر میں اتارا ان کی قبر شریف بھی جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، ج ۴، ص ۳۱۸۔۳۲۱)

جس کا ایک بچہ مر جائے اس کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ، میری امت میں سے جس کے دو بچے پیشوائی کرنے والے ہونگے (یعنی فوت ہو چکے ہوں گے)، اللہ عزوجل انکے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، اور جس کا ایک بچہ پیشوائی کے لیے گیا ہو؟ تو ارشاد فرمایا، اسکا بچہ بھی اس کی پیشوائی کریگا۔ آپ نے پھر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جس کی پیشوائی کیلئے کوئی نہ ہو تو؟ فرمایا، تو میں ان کی پیشوائی کروں گا اور وہ میرے جیسا پیشواء ہرگز نہ پاسکیں گے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی ثواب من قدم لہ ولدا، کتاب الجنائز، رقم ۱۰۶۴، ج ۲، ص ۳۳۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس شخص کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے وہ اس کے لئے جہنم کی راہ میں مضبوط ترین رکاوٹ ہونگے۔ حضرتِ سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے دو بچے آگے کی چکے ہیں۔ فرمایا اور دو بچے (بھی)۔ سید القراء حضرت ابی بن کَعْب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اپنا ایک بچہ آگے بھیج چکا ہوں۔ فرمایا اور ایک بچہ (بھی)۔

گذشتہ صفحات میں حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب کسی شخص کا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہاں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، کیا تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، تو پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْدِ رکھو۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، ماجاء فی ثواب من اصیب بولدہ، ۲، رقم ۱۶۰۶، ص ۲۷۲)

تین بچوں کے انتقال پر صبر کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، کیا تُو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟ اس نے عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، بے شک تو نے اپنے لئے آگ سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من یموت لہ ولد الخ، رقم ۲۶۳۶، ص ۱۴۱۶)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں اللہ عزوجل اپنی رحمت سے اسے اور ان بچوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے تین بچوں کا انتقال ہوجائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین الخ، رقم ۱۳۸۱، ج۱، ص ۵۶۵)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جِن مسلمان والدین کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں اللہ عزوجل ان بچوں پر رحم کرتے ہوئے ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر وثواب الامراض، رقم ۲۹۲۹، ج۴، ص ۲۶۰)

(30) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهِ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ، فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَاَعْجَبَهُ، وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ، مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ، فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ، فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ، وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ، فَقُلْ: حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَابَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ کو کہا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں میرے پاس ایک لڑکا بھیج تا کہ میں اسے جادو کی تعلیم دوں۔ بادشاہ نے تعلیم سحر کیلئے ایک لڑکا اس کے پاس بھیج دیا اس کی راہ پر ایک راہب رہتا تھا۔ لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کو اس کا کلام سن کر اچھا لگا وہ جب جادوگر کے پاس آتا تو راہب کے پاس سے گزرتا اور اس کے پاس بیٹھ جاتا جب جادوگر کے پاس آتا وہ اسے مارتا اس نے راہب کو اس کی شکایت کی راہب نے کہا جب جادوگر کا ڈر ہو تو

النَّاسَ، فَقَالَ: الْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ، فَاَتَى الرَّاهِبَ فَاَخْبَرَهُ. فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: اَيْ بُنَيَّ اَنْتَ الْيَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّيْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰى، وَاِنَّكَ سَتُبْتَلٰى، فَاِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ؛ وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ، وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ. فَسَمِعَ جَلِيْسٌ لِّلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ، فَاَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةٍ، فَقَالَ: مَا هَا هُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَيْتَنِيْ، فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى، فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ. فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَاَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ اِلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ: رَبِّيْ، قَالَ: وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِيْ؟ قَالَ: رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ، فَجِيْءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: اَيْ بُنَيَّ، قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ! فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا، اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى. فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ؛ فَجِيْءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيْلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ، فَاَبٰى، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهِ، فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْءَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ فَقِيْلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ

کہنا گھر والوں نے روک لیا اور جب گھر والوں کا ڈر ہو تو کہنا جادوگر نے روک لیا اسی طرح وقت گزر رہا تھا کہ لڑکے کا گزر ایک بڑے جانور پر ہوا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر رکھا تھا تو اس نے کہا کہ آج میں معلوم کروں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب سو اس نے ایک پتھر اٹھایا اور جانور کو یہ کہہ کر مارا 'اے اللہ! اگر راہب کا کام تیری بارگاہ میں جادوگر کی نسبت زیادہ پیارا ہے' تو اس جانور کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزر سکیں۔ پتھر مارتے ہی جانور ہلاک ہو گیا اور لوگ چلنے لگے وہ راہب کے پاس آیا اور آ کر بتایا راہب نے کہا: بیٹا اب تم مجھ سے افضل ہو اور تمہارا معاملہ جہاں تک پہنچا ہے میں دیکھ رہا ہوں تمہیں یقینا امتحان میں ڈالا جائے گا اگر تمہیں آزمائش میں ڈالا گیا۔ میرا پتہ نہ بتانا یہ لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) شفاء یاب کرتا اور تمام امراض سے لوگوں کا علاج کرتا بادشاہ کا ایک اہم درباری نابینا ہو گیا اس نے لڑکے کا سنا تو بکثرت ہدیے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تم مجھے شفاء دو تو یہ سب تمہارا ہے۔ لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفاء اللہ تعالیٰ دیتا ہے' تو اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' تو میں دعا کرتا ہوں اور وہ تجھے شفاء عطا فرمائے گا۔ وہ ایمان لے آیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرما دی اب وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جس طرح بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری نظر تم پر کس نے واپس کی اس نے کہا میرے ربّ نے بادشاہ بولا کیا میرے سوا تیرا کوئی اور ربّ ہے؟ اس نے جواب

دِيْنِكَ، فَأَبَى، فَوَضَعَ الْمِنْشَارُ فِيْ مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ بِهِ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْئَ بِالْغُلَامِ فَقِيْلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ، فَأَبَى، فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ، فَقَالَ: اذْهَبُوْا بِهِ اِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ، فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَاِنْ رَّجَعَ عَنْ دِيْنِهِ وَاِلَّا فَاطْرَحُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهِ فَصَعِدُوْا بِهِ الْجَبَلَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا، وَجَاءَ يَمْشِيْ اِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ: اذْهَبُوْا بِهِ فَاحْمِلُوْهُ فِيْ قُرْقُوْرٍ وَّتَوَسَّطُوْا بِهِ الْبَحْرَ، فَاِنْ رَّجَعَ عَنْ دِيْنِهِ وَاِلَّا فَاقْذِفُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِيْنَةُ فَغَرِقُوْا، وَجَاءَ يَمْشِيْ اِلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى. فَقَالَ لِلْمَلِكِ: اِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِيْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اٰمُرُكَ بِهِ. قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ وَّتَصْلُبُنِيْ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِيْ، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِيْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِنِيْ، فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِيْ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، وَّصَلَبَهُ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ اَخَذَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِيْ كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ فِيْ صُدْغِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِيْ صُدْغِهِ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ:

دیا: میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور سزائیں دینے لگا یہاں تک کہ اس درباری نے اس لڑکے کے بارے میں بتا دیا لڑکے کو بلایا گیا اس کو بادشاہ نے کہا بیٹا تیرا جادو جہاں تک جا پہنچا ہے کہ تو مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو شفا دیتا ہے اور فلاں فلاں کام کر لیتا ہے اس نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑ کر اذیت رسانی شروع کی تو اس نے راہب کا پتہ بتا دیا اب راہب کو بلایا گیا اس کو دین سے لوٹنے کے بارے میں کہا گیا تو اس نے انکار کیا' تو آرا منگوا کر اس کے سر کی چوٹی میں رکھ دیا اور اس کو دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا پھر بادشاہ کے درباری کو بلایا گیا اس کو دین سے لوٹنے کو کہا گیا تو اس نے بھی انکار کر دیا تو آرا اس کی چوٹی پر رکھ کر اس کے بھی دو حصے کر دیئے پھر لڑکے کو بلایا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے پلٹ آؤ اس نے انکار کیا' تو اس کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے چلو چوٹی پر لے جا کر اگر دین چھوڑ کر واپس آ جائے' تو ٹھیک ورنہ اس کو بلندی سے گرا دینا۔ پس وہ اسے لے گئے جب وہ پہاڑ پر پہنچے تو لڑکے نے کہا: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے کافی ہو جا پس پہاڑ پر زلزلے کی کیفیت بنی اور وہ سب نیچے گر گئے اور لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ پہنچا۔ بادشاہ نے کہا تیرے ساتھ والے کہاں ہیں جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے کفایت فرمائی ہے۔ بادشاہ نے ایک اور اپنے ساتھیوں کی جماعت کے حوالے اسے کیا اور کہا کہ

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ. فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ: اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ. قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ. فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَاُضْرِمَ فِيْهَا النِّيْرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَاَقْحِمُوْهُ فِيْهَا. اَوْ قِيْلَ لَهُ: اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا. فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا. فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ: يَا اُمَّهْ اصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ. ذِرْوَةُ الْجَبَلِ: اَعْلَاهُ. وَهِيَ - بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا - وَ الْقُرْقُوْرُ: بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ وَ الصَّعِيْدُ هُنَا: الْاَرْضُ الْبَارِزَةُ وَ الْاُخْدُوْدُ الشُّقُوْقُ فِي الْاَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيْرِ. وَ اُضْرِمَ: اُوْقِدَ. وَ انْكَفَاَتْ اَيْ: اِنْقَلَبَتْ. وَ تَقَاعَسَتْ: تَوَقَّفَتْ وَجُبُنَتْ.

اسے کشتی میں بٹھا کر گہرے سمندر میں لے جا کر پوچھو اگر اپنے دین سے لوٹ آئے' تو درست ورنہ اسے ڈبو دو جب وہ اس لڑکے کو لے گئے' تو لڑکے نے پھر دعا کی اے اللہ! مجھے ان سے بچا جس طرح تو چاہے فوراً کشتی الٹی وہ سب ڈوب گئے اور لڑکا پیدل چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا تو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا۔ لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچایا ہے پھر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ تو مجھ کو میرے بتائے ہوئے طریقے کے بغیر قتل نہ کر سکے گا۔ بادشاہ نے طریقہ پوچھا تو لڑکے نے کہا تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر مجھے سولی دینے کیلئے کھجور کے تنے پر چڑھا پھر میرے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ''اور لڑکے کے ربّ اللہ کے نام پر'' کہہ کر تیر مجھ پر چلا تو نے جب ایسا کر لیا تو مجھے قتل کر لے گا۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر لیا اور لڑکے کو کھجور کے تنے پر سولی کیلئے چڑھایا اور اس کے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ کر کہا ''لڑکے کے ربّ اللہ کے نام پر'' پھر تیر چلایا وہ لڑکے کی کن پٹی پر لگا لڑکے نے اس پر ہاتھ رکھا اور مر گیا عام لوگ پکار اٹھے ہم اس لڑکے کے ربّ پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے پاس آنے والا آیا اس نے بتلایا تجھے جس چیز کا خطرہ تھا وہ کام ہو گیا لوگ ایمان لے آئے اس نے حکم دیا کہ گلیوں کے کنارے پر خندقیں کھودی جائیں وہ کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ اور بادشاہ نے حکم دیا جو دین سے نہ پھرے اس کو آگ میں ڈال دو یا کہا کہ آگ

میں پھینک دیا جائے۔انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا ایک بچہ تھا وہ آگ میں جانے سے جھجکی تو اس کے بچے نے کہا اماں صبر کر تو حق پر ہے۔(مسلم)ذروۃالجبل: پہاڑ کی چوٹی' دال معجمہ پر زیر اور پیش کے ساتھ۔قرقور: دونوں قافوں پر پیش کے ساتھ۔کشتی کی ایک قسم۔صعید: یہاں چٹیل میدان مراد ہے۔اخدود: زمین کی کھائیاں جیسے چھوٹی نہر۔اخرم: بھڑکائی گئی۔انکفات: کا مطلب ہے الٹ گئی۔تقاعست: جھجکی' رکی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قصة اصحاب الاخدود والساحر والراهب، ج۲ص۶۲۹، رقم: ۷۷۰۳، مسند امام احمد بن حنبل، حديث صهيب رضى الله عنه، ج٦ص١٦، رقم: ٢٣٩٧٦، الاحاد والمثانى، ومن ذكر صهيب بن سنان، ص٢١٩، رقم: ٢٨٦، صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج١ص٥٥٢، رقم: ٨٧٣، جامع الاصول لابن اثير، باب اصحاب الاخدود، ج٥ص٢٠٢، رقم: ٨٢٠)

شرح حدیث: اَصحابُ الاُخدُود کے مظالم

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ (پ30، البروج: 4۔7)

ترجمہ کنزالایمان: کھائی والوں پر لعنت ہو وہ اس بھڑکتی آگ والے جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر؟

حضرتِ سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آئیں؟ فرمایا، انبیاء پر پھر ان کے بعد جو لوگ بہتر ہیں پھر انکے بعد جو بہتر ہیں، بندے کو اپنی دینداری کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی دینداری کے مطابق اسے آزماتا ہے۔بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس دنیا ہی میں اسکے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۲۳، ج۴، ص۳۶۹)

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ کون لوگ سخت آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں؟ فرمایا کہ انبیاء پھر جو اِن کے بعد بہتر ہوں پھر جو ان کے بعد اچھے ہوں۔ لوگوں کو اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جس کا دین سخت ہوتا ہے اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے اور جس کا دین کمزور ہوتا ہے اس کی آزمائش بھی کمزور اور ہلکی ہوتی ہے اور بے شک بندے پر آزمائش آتی رہتی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان ہی اسکی زندگی میں اسکی بخشش کردی جاتی ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر ... الخ، رقم ۱۵، ج ۴، ص ۱۴۱)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْرِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بخار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکتیں لوٹ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کمبل تھا۔ میں نے کمبل پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا بخار کتنا تیز ہے؟ فرمایا کہ ہم ایسے ہی ہیں، ہماری آزمائش سخت ہوتی ہے اور ہمیں دگنا اجر دیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ سخت آزمائشیں کن لوگوں پر ہوتی ہیں؟ فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر۔ میں نے عرض کیا، پھر کن لوگوں پر؟ فرمایا کہ علماء پر۔ میں نے عرض کیا، پھر کن پر؟ فرمایا کہ صالحین پر، ان میں سے کسی کو جوؤں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس نیک بندے کو قتل کردیتی ہے اور کسی کو فقر وتنگدستی کے ذریعے آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پہننے کے لئے عبا یعنی چغے کے علاوہ کوئی لباس نہیں پاتا اور ان میں سے بعض لوگ آزمائش پر اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم عطا پر بھی نہیں ہوتے۔

(المستدرک، کتاب الایمان، رقم ۱۲۶، ج ۱، ص ۲۰۳)

مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی بندے کو صبر سے بہتر اور وسعت والی کوئی بھلائی عطا نہیں فرمائی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر ... الخ، رقم ۲، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحروبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر ... الخ، رقم ۵، ج ۴، ص ۱۴۰)

حضرتِ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ صرف اُسی مومن کے لئے ہے جسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے کیونکہ اسکے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ

بھی اس کے حق میں مطا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المومن امرہ کلہ خیر، رقم ۲۹۹۹، ص ۱۵۹۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مومن کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جسے ہوائیں ہلاتی رہتی ہیں اور مومن آفات میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو کٹنے تک بالکل نہیں ہلتا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند ابوہریرہ، رقم ۷۸۱۹، ج ۳، ص ۱۲۷)

(31) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَقَالَتْ: اِلَيْكَ عَنِّيْ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَا: اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ اَعْرِفْكَ، فَقَالَ: اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: تَبْكِيْ عَلٰى صَبِيٍّ لَّهَا.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر اس نے آپ کو نہ پہچانا اور بولی مجھ سے ہٹ جا میری مصیبت تجھے نہیں پہنچی پھر اسے بتایا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ تھے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے در دولت پر حاضر ہوئی اس کو یہاں دربان نہ ملے اس نے حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے آپ کو نہ پہچانا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! صبر وہی ہے جو ابتدائے مصیبت میں کر لیا جائے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے ایک بچہ پر وہ عورت رو رہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب زیارۃ القبور، ج۱ص۵۰۹، رقم: ۱۲۸۳، صحیح مسلم، باب فی الصبر علی المصیبة عند الصدمة، ج۱ص۶۳۰، رقم: ۲۱۶۹، سنن ابوداؤد، باب الصبر عند الصدمة، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۳۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الصبر من قال عند الصدمة، ج۳ص۵۹، رقم: ۱۲۰۹۰، مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ج۱ص۳۶۲، رقم: ۱۲۰۳)

شرح حدیث: صَبر کرنے کا طریقہ

صبر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انبیاءِ کِرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور خُصوصاً سیّدُ الانبیا مدینے والے مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم پر آنے والے مصائب و آلام یاد کئے جائیں۔ چُنانچہ مَیدانِ طائف میں زخمی ہونے والے مظلوم آقا اور میٹھے میٹھے معصوم مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کا فرمانِ ڈھارس نشان ہے: جسے کوئی مصیبت پہنچے اُسے چاہئے کہ اپنی مصیبت کے مقابلے میں میری مصیبت یاد کرے کہ بے شک وہ (میری مصیبت) اعظم المصائب (یعنی سب مصیبتوں سے بڑھ کر) ہے۔ (الجامع الکبیر، للسُّیُوطی ج ۷ ص ۱۲۵ حدیث ۲۱۳۴۶ دار الفکر بیروت)

مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو اپنا ورد بنالیا ہے جسے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے مسلمان کو مصیبت کے وقت پڑھنے کی تعلیم فرمائی وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

ترجمہ: اے اللہ! عزوجل مجھے اجر دے میری مصیبت میں اور میرے لئے اس سے بہتر قائم مقام بنا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو پڑھتی تھی اور اپنے دل میں کہتی کہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا تھا اس لئے اسے پڑھتی رہی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

تعزیت کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کریگا اس کے لئے اس مصیبت زدہ جتنا ثواب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا، رقم ۱۰۷۵، ج ۲، ص ۳۳۸)

حضرتِ سیدنا عَمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، جو بندۂ مومن اپنے کسی مصیبت زدہ بھائی کی تعزیت کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا، رقم ۱۶۰۱، ج ۲، ص ۲۶۸)

حضرتِ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، جو کسی ایسی عورت سے تعزیت کرے گا جس کا بچہ گم ہوگیا تو اللہ عزوجل جنت میں اسے ایک چادر پہنائے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب اٰخر فی فضل التعزیۃ، رقم ۱۰۷۸، ج ۲، ص ۳۳۹)

تعزیت کا بیان

مسئلہ ۱: تعزیت مسنون ہے۔ حدیث میں ہے، جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزی مصابا، الحدیث: ۱۶۰۱، ج ۲، ص ۲۶۸)

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں ہے، جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے، اُسے اُسی کے مثل ثواب ملے گا۔ (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في أجر من عزی مصابا، الحدیث: ۱۰۷۵، ج ۲، ص ۳۳۸)

مسئلہ ۲: تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اُسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں۔

(الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۴۱) (ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب في کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳، ص ۱۷۷)

مسئلہ ۳: دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اُس وقت ہے کہ اولیائے میّت جزع وفزع نہ کرتے ہوں، ورنہ ان کی تسلی کے لیے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۴۱)

مسئلہ ۴: مستحب یہ ہے کہ میّت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں، چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کو مگر عورت کو اُس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے، اللہ تعالیٰ میّت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی:

لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى

خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا دیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج ۱، ص ۱۶۷، وغیرہ)

مسئلہ ۵: مصیبت پر صبر کرے تو اُسے دو ثواب ملتے ہیں، ایک مصیبت کا دوسرا صبر کا اور جزع وفزع سے دونوں جاتے رہے ہیں۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في الثواب علی المصیبۃ، ج ۳، ص ۱۷۵)

مسئلہ ۶: میّت کے اعزّہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازہ پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بُری بات ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ومما یتصل بذلک مسائل، ج ۱، ص ۱۶۷) (والدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب في کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳، ص ۱۷۶)

مسئلہ ۷: میّت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میّت کے گھر والوں کے لیے اُس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في الثواب علی المصیبۃ، ج ۳، ص ۱۷۵)

مسئلہ ۸: میّت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقرا کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل في الدفن، ج ۲، ص ۱۵۱، طبعۃ مرکز اہل السنۃ برکات رضا)

مسئلہ ۹: جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوایا، ان کے لیے بھی کھانا طیار کرنا جائز ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳،ص ۱۷۶)

یعنی جب کہ ٹھہرالیا ہو یا معروف ہو یا وہ اغنیا ہوں۔

مسئلہ ۱۰: تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے، اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔ یوہیں اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے، جبکہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی ہو اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں۔

(الفتاوی الخانیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۴،ص ۳۶۶، والفتاوی الرضویۃ، ج۹،ص ۶۶۴، وغیرہ)

مسئلہ ۱۱: تعزیت کے لیے اکثر عورتیں رشتہ دار جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں، انھیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج۹،ص ۶۶۶)

مسئلہ ۱۲: میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انھیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کو وہ کھانا، کھانا منع ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج۹،ص ۶۶۶)

اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے، اس کے بعد مکروہ۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في الھدایا والضیافات، ج ۵،ص ۳۴۴)

مسئلہ ۱۳: قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳،ص ۱۷۷)

اور دفن کے بعد میت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم کرنا نہ چاہیے اور میت کے مکان پر تعزیت کے لیے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف اَولیٰ ہے اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔

مسئلہ ۱۴: جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳،ص ۱۷۷)

(32) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: مَا لِعَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس ایمان دار بندے کی جزاء صرف جنت ہے۔ جس کے دنیا میں سب سے پیارے کو میں لے لوں اور وہ ثواب کی امید رکھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله فیه سعد، ج۲،ص۹۰، رقم: ۶۴۲۴، مسند امام

احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد۲ص۴۱۷، رقم: ۹۳۸۲ جامع الاصول لابن اثیر الجزری، الکتاب العبر، ج۶ص۴۳۵، رقم: ۳۶۲۹ شعب الایمان، فعل فی ذکر مائی الاوجاع والامراض والمصیبات، ج۷ص۱۶۶، رقم: ۹۸۶۲ اطراف المسند المعتلی، من اسمہ سعید بن ابی سعید کیسان، ج۷ص۲۴۷، رقم: ۹۴۱۳)

شرح حدیث: صبر کرو

ایک صاحب ارشاد فرماتے ہیں: مَیں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: کیا تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی مہاجرین کی عورتیں نَوحہ کرتی تھیں؟ توانہوں نے ارشادفرمایا: نہیں، (پھرفرمایا:) اللہ عزوجل کی قسم! ایک عورت روتی ہوئی بارگاہِ رسالت مآب علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی جس کا باپ، بیٹااور بھائی جنگ میں شہید ہوگئے تھے، حضورنبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اِستفسار فرمایا: تجھے کس مصیبت نے رُلایاہے؟ اس نے عرض کی: میرے گھر کے تمام مرد فوت ہوگئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: تُوصبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے۔ اس نے عرض کی: اللہ عزوجل کی قسم! جب میرے لئے جنت ہے تو مَیں آج کے بعد کبھی نہ روؤں گی۔

نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید

مَیِّت کے غم میں آنسو بہانے میں حرج نہیں البتہ نَوحہ کرنا گناہ ہے۔

(ماخوذاز بہارِشریعت حصّہ 4 ص203)

چُنانچِہ رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: نوحہ کرنے والیوں کی قِیامت کے دن جہنَّم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف جہنّمیوں کی دائیں طرف، دوسری بائیں طرف، وہ جہنّمیوں پر یوں بھونکتی رہیں گی جیسے کُتّے بھونکتے ہیں۔ (اَلمُعجَم الْاَوْسَط ج4 ص66 حدیث 5229)

نوحہ کیاہے؟

نوحہ سے مراد یہ ہے کہ میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رویا جائے، اسے بین بھی کہتے ہیں اور یہ بالاجماع حرام ہے۔ (بہارشریعت، حصہ ۴، مسئلہ نمبر ۱۷، ص ۳۵۷)

اس کی مذمت کرتے ہوئے سید دو عالم صلي اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) جو گریبان پھاڑے، چہرہ پیٹے اوراور جاہلیت کی پکار پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۱۰۰۱، ج ۲، ص ۳۰۳)

(۲) جو آنسو آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو تو وہ شیطان کی طرف

سے ہے۔ (مشکوۃ، کتاب الجنائز، رقم ۱۷۴۸، ج۱، ص ۴۸۶)

اگر کسی کے گھر کوئی میت ہو جائے تو علمِ دین سے محروم اس گھر اور آس پڑوس کی خواتین نوحہ کرنے کو لازم تصور کرتی ہیں، اگر کوئی مسلمان بہن اس مکروہ کام میں ان کا ساتھ نہ دے تو اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسا کر اس بیچاری کی خوب دل آزاری کی جاتی ہے۔ ایسی خواتین یاد رکھیں کہ اس کی اُخروی سزا بہت کڑی ہے جیسا کہ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اگر بلا توبہ کیے مر جائے تو قیامت کے دن اسے گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر پہنائی جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۹۳۴، ص ۴۶۵)

(33) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَاَخْبَرَهَا اَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَّبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَّقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ اَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِيْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے طاعون کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ ایک عذاب ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا اس کو بھیج دیتا کرتا ہے۔ اب ایمان داروں کیلئے اس کو رحمت بنا دیا گیا ہے۔ تو طاعون واقع ہونے کی صورت میں جو بندہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید پر ٹھہرا رہے اور اس یقین پر رہے۔ کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اس کے سوا مجھے کچھ نہ ہوگا تو اس کے لئے شہید جیسا اجر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا، ج۲ص۶۲۷، رقم: ۶۶۱۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۲۶۱۸۲، سنن النسائی الکبریٰ، باب ثواب الصابر فی الطاعون، ج۴ص۳۶۳، رقم: ۷۵۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الوباء یقع بارض فلا یخرج، ج۳ص۳۷۶، رقم: ۶۷۹۸، سبعون حدیثا فی الجہاد لابن بطۃ الحنبلی، الفصل التاسع، ص۱۰)

شرح حدیث: طاعون

ایک مہلک وبائی بیماری ہے جس کو ڈاکٹر پلیگ کہتے ہیں اس بیماری میں گردن اور بغلوں اور کنج ران میں آم کی گٹھلی کے برابر گلٹیاں نکل آتی ہیں۔ جن میں بے پناہ درد اور نا قابل برداشت سوزش ہوتی ہے اور شدید بخار چڑھ جاتا ہے اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور دردناک جلن سے شعلہ کی طرح جلنے لگتی ہیں اور مریض شدتِ درد اور شدید بے چینی و بے قراری میں

تڑپ تڑپ کر بہت جلد مر جاتا ہے اور جس بستی میں یہ وبا پھیل جاتی ہے اس بستی کی اکثر آبادی موت کے گھاٹ اتر جاتی ہے اور ہر طرف ویرانی اور خوف و ہراس کا دور دورہ پھیل جاتا ہے۔

طاعون کا سبب

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ یعنی میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے طاعون کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ ہم نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے دشمن جنوں کے نیزے ہیں اور یہ تمہارے لئے شہادت ہے۔ (مستدرک، کتاب الایمان، باب الطاعون شہادۃ، رقم ۱۶۴، ج ۴، ص ۲۱۹)

طاعون کا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں طاعون کی وبا پھیلی ہو وہاں جانا نہیں چاہے اور اگر اپنی بستی میں وبا آجائے تو بستی چھوڑ کر دوسری جگہ بھاگنا نہیں چاہیئے بلکہ طاعون کی وبا میں اپنی بستی ہی کے اندر خدا پر توکل کر کے صبر کے ساتھ رہنا چاہے اگر اس بیماری میں مر گیا تو شہید ہوگا اور طاعون کے ڈر سے بستی چھوڑ کر بھاگنے والے پر اتنا بڑا گناہ ہوتا ہے جتنا کہ جہاد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں پر گناہ ہوتا ہے اس لئے ہرگز ہرگز بھاگنا نہیں چاہے بلکہ اس بیماری میں صبر کے ساتھ اپنی ہی بستی میں مقیم رہنا چاہے کہ اس پر خداوند تعالیٰ نے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور اس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز و گناہ ہے، احادیث صریحہ میں دونوں سے ممانعت فرمائی، پہلے میں تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے تو دوسرے میں بلائے الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اظہار توکل کا عذر محض سفاہت۔ توکل معارضہ اسباب کا نام نہیں۔

طاعون میں مبتلاء ہو کر مرنے والے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، شہداء اور اپنے گھروں میں مرنے والے، دونوں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں طاعون میں مبتلاء ہو کر مرنے والوں کے بارے میں جھگڑیں گے۔ شہداء کہیں گے، یہ (یعنی طاعون سے مرنے والے) بھی ایسے ہی قتل کیے گئے جیسے ہمیں قتل کیا گیا جبکہ اپنے بستروں پر مرنے والے کہیں گے یہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور ہماری طرح اپنے بستروں پر مرے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ ان کے زخموں کی طرف دیکھو اگر وہ مقتولین کے زخموں کی طرح ہوں تو یہ انہی میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔ جب ان کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو وہ شہداء کے زخموں کے مشابہ ہونگے۔

(سنن نسائی، کتاب الجہاد، ج ۳، ص ۳۷)

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ جب شہداء اور طاعون کے ذریعے مرنے والوں کو لایا جائے گا تو طاعون والے کہیں گے کہ ہم شہداء ہیں۔ تو ان سے کہا جائے گا، اگر تمہارے زخم شہداء کے زخموں کی طرح ہیں اور ان سے مشک کی خوشبو کی مثل خون بہہ رہا ہے تو تم شہداء میں سے ہو جب وہ دیکھیں گے تو اپنے زخموں کو ویسا ہی پائیں گے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۲۹۲ ج ۱۷، ص ۱۱۹)

(34) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِیْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں (آنکھوں) کے ساتھ آزماؤں اور وہ صبر کرے تو اس کو جنت عطا فرماؤں گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من ذهب بصره ج۲ص۳۱٦ رقم: ۵٦۵۳ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه انس بن مالك ج۱ص۸٦ رقم: ۲۵۰ الاداب للبيهقی، باب ما يرجی فی المصيبات من تكفير السئيات، ص۳۲۹ رقم: ۷۳۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۳ص۱۴۴ رقم: ۱۲۴۹۰ اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، من اسمه عمرو بن ابی عمرو، ج۱ص۴۵۴ رقم: ٦٦۹)

شرح حدیث: آنکھیں بہت بڑی نعمت ہے

حضرت سیدنا یونس بن یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانے کے مشہور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے تھے۔ زیادہ تر وقت مسجد میں گزارتے اور اپنے رب عزوجل کی عبادت میں مشغول رہتے۔ عالم شباب تھا۔ انہوں نے اپنی جوانی اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد سے باہر آرہے تھے کہ اچانک راستے میں ایک نوجوان عورت پر نظر پڑ گئی اور دل کچھ دیر کے لئے اس کی طرف مائل ہو گیا لیکن پھر فوراً اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان الفاظ میں دعا مانگنے لگے: اے میرے پاک پروردگار عزوجل! بے شک تُو نے مجھے آنکھیں عطا فرمائیں جو کہ بہت بڑی نعمت ہے لیکن مجھے خطرہ لگ رہا ہے کہ کہیں ان آنکھوں کی وجہ سے میں عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور یہ آنکھیں میرے لئے ہلاکت کا باعث نہ بن جائیں، اے میرے پاک پروردگار عزوجل! تُو میری آنکھوں کی بینائی سلب کر لے۔ جیسے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعا سے فارغ ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نابینا ہو گئے تھے۔ پتہ چلا کہ

آنکھیں بہت بڑی نعمت ہے مگر جب کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کے لئے استعمال کی جائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بندہ اپنے دین کے چلے جانے کے بعد

آنکھوں کی بینائی جاتے رہنے سے بڑھ کر کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا اور جس کی آزمائش بینائی سے محرومی کے ذریعے ہو اور وہ اللہ عزوجل سے ملنے تک اس پر صبر کرے تو اللہ عزوجل سے ملتے وقت اس پر کوئی حساب نہ ہوگا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب فی الصبر، رقم ۹۲، ج ۴، ص ۱۵۵)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے جبرئیل! میں جس بندے کی آنکھیں لے لوں تو اس کا ثواب میرا دیدار اور میرے گھر (یعنی جنت) میں رہنا ہے؟

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے سامنے روتے ہوئے اور بینائی چلے جانے کی تمنا کرتے ہوئے دیکھا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۸۸۵۵، ج ۶، ص ۳۰۴)

ہر حال میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے

حضرت سیدنا خالد بن ہامان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابراہیم بن اسحاق حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے سنا: ہر زمانے کے عقل مندوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو تقدیر پر راضی نہیں وہ اخروی زندگی میں کامیاب نہیں۔

گویا میری قمیص سب سے زیادہ صاف قمیص اور میری چادر سب سے گندی چادر ہو پھر کبھی میرے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ یہ دونوں ایک جیسی ہوں اور جب کبھی مجھے بخار ہوا تو اپنی والدہ، بہن، بیوی، اور بیٹی یہاں تک کہ کسی سے بھی اس کی کبھی شکایت نہ کی۔ اچھا آدمی وہی ہے جو اپنے غم کو اپنی ذات تک محدود رکھے اور اپنے اہل وعیال کو مغموم نہ کرے۔

ہم اپنا غم کسی کو بتاتے نہیں　　　خود جلتے رہتے ہیں کسی کو جلاتے نہیں

مجھے چالیس سال تک دردِ شقیقہ رہا مگر میں نے اس کے متعلق کبھی کسی کو نہ بتایا۔ دس سال میں صرف ایک آنکھ سے دیکھتا رہا کیونکہ دوسری آنکھ کی بینائی ضائع ہو چکی تھی۔ مگر میں نے کبھی کسی کو نہ بتایا۔ تیس سال روزانہ میں صرف دو روٹیاں کھا کر ہی گزارہ کرتا رہا وہ بھی اگر میری ماں یا بہن لے آتیں تو کھالیتا ورنہ اگلی رات تک بھوکا پیاسا رہتا۔ اپنی زندگی کے تیس سال اس طرح گزارے کہ روزانہ صرف ایک روٹی اور چودہ کھجوریں کھاتا۔ اور اگر بالکل ادنی قسم کی کھجور ہوتی تو روزانہ بیس کھجوریں استعمال کرتا۔

ایک مرتبہ میری بیٹی بیمار ہوگئی، میری بیوی ایک مہینہ تک اس کے پاس رہ کر اس کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ اس مہینے ہمارا کھانے کا خرچ ایک درہم اور ڈھائی دانق ہوا۔ میں حمام میں گیا اور ان کے لئے دو دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے) کا

صابن خریدا۔ لہٰذا پورے رمضان المبارک کے مہینے کا خرچ ایک درہم اور ساڑھے چار دانق ہوا لیکن ہم نے اپنا یہ حال کسی پر ظاہر نہ کیا۔

(35) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَلَا اُرِیْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی، قَالَ: ھٰذِہِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: اِنِّیْ اُصْرَعُ، وَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰہَ تَعَالٰی لِیْ. قَالَ: اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّعَافِیَكِ فَقَالَتْ: اَصْبِرُ، فَقَالَتْ: اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ لَّا اَتَکَشَّفَ، فَدَعَا لَھَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں فرمایا یہ کالے رنگ والی عورت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور میں بے ستر ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں فرمایا اگر چاہے' تو صبر کر اور جنت کی حقدار بن جا اور چاہے' تو میں دعا کرتا ہوں عرض کرنے لگی: میں صبر کرتی ہوں پھر عرض کیا: مرض میں بے پردہ ہو جاتی ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرما دی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب فضل من یصرع من الریح، ج۴ص۳۱۶ رقم: ۵۶۵۲ صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، ج۲ص۶۱۶ رقم: ۶۷۳۶ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۱۵۷ رقم: ۱۱۳۶۷ اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، من اسمہ عطاء بن ابی رباح، ج۳ص۱۷۶ رقم: ۳۵۹۰ سنن الکبری للنسائی، باب ثواب من یصرع، ج۴ص۳۵۳ رقم: ۷۴۹۰)

شرح حدیث: بیماری اور صبر

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارۃً معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کی دوا اور مصائب میں دعا نہ کرنا ثواب اور صبر میں شامل ہے، اس کا نام خودکشی نہیں، خصوصاً جب پتہ لگ جائے کہ یہ مصیبت رب کی طرف سے امتحان ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت اور حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دفعیہ کی دعا نہ کی، ورنہ عام حالات میں دوا بھی سنت ہے اور دعاء بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر دعا کی ہے اور صدیق اکبر نے مرض وفات میں دوا بھی۔ خیال رہے کہ مرن برت رکھ کر جان دے دینا خودکشی ہے اور مشرکوں کی پیروی کیونکہ کھانا اور پانی دوا نہیں بلکہ زندگی کا مدار ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۴۰۲)

بیماری کے فضائل

حضرتِ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جناب صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جب مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۴۵، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ بیمار نہ پڑو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اللہ عزوجل کی قسم! ہم عافیت کو ضرور پسند کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس میں کیا بھلائی ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں یاد نہ کرے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب مومن کی نس چڑھ جاتی ہے تو اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ (المعجم الاوسط، رقم ۲۴۶۰، ج ۲، ص ۴۸)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو جو عمل وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا ہے وہ عمل بھی اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب یکتب للمسافر مثل ما کان، رقم ۲۹۹۶، ج ۲، ص ۳۰۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلاء ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ جو برائی کرے اسے نہ لکھو اور جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور اِسکے اُس نیک عمل کو بھی لکھو جو یہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا اگرچہ بیماری کے دوران وہ اس عمل کو نہ کر سکے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب مایجری علی المریض، رقم ۳۸۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

(15)

(36) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ،

حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کو گویا میں رسول اللہ ﷺ کو نبیوں میں سے کس نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ان

صَلَوٰاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ، فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

پر اللہ کی رحمتیں اور سلام نازل ہو ان کو ان کی قوم نے خون آلود کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے اور کہتے یا اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح البخاری، باب اذا عرض الذمی وغيره بسب النبی صلی الله عليه وسلم، ج ۴ ص ۴۱۷، رقم: ۶۹۲۹، صحيح مسلم، باب غزوة احد، ج ۲ ص ۳۷۹، رقم: ۴۷۴۷، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ج ۶ ص ۱۶۲، رقم: ۵۸۶۲، صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج ۱ ص ۲۵۴، رقم: ۹۷۳، اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، من اسمه شقيق بن سلمة، ج ۴ ص ۱۵۰، رقم: ۵۵۲۳، سنن ابن ماجه، باب الصبر علی البلاء، ج ۴ ص ۳۳۵، رقم: ۴۰۲۵)

شرح حدیث: ظلم کرنے والے کے لئے دُعاءِ ہدایت

غزوہ اُحد میں جب مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے مبارک دندان کو شہید اور چہرۂ انور کو زخمی کر دیا گیا مگر آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔

(الشفاج 1 ص 105 مرکز اہلسنت برکات رضا ہند)

ظلم پر صبر

کافروں اور ظالموں کے ظلم پر صبر کرنا ہمارے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم صحابہ اکرام اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھر والوں کی سنت ہے اور خدا کی راہ میں دین کے لئے تکلیف اٹھانا اور برداشت کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو کَبْشَہ اَنْماری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں، تم اسے یاد کرلو کہ صدقہ مال میں کچھ کمی نہیں کرتا اور جو مظلوم ظلم پر صبر کرتا ہے اللہ تعالی اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

مسلمانوں پر مظالم

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو دم زدن میں قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوش انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو

چھوڑ کر پھر شرک وبت پرستی کرنے لگیں۔اس لئے قتل کر دینے کی بجائے کفار مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے۔مگر خدا کی قسم! شراب توحید کے ان مستوں نے اپنے استقلال واستقامت کا وہ منظر پیش کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حیرت کے ساتھ ان بلا کشانِ اسلام کے جذبہ استقامت کا نظارہ کرتی رہیں۔ سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر واکراہ اور ظلم وستم کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر ایک مسلمان کے پائے استقامت میں بھی ذرہ برابر تزلزل نہیں پیدا ہوا اور ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافر و مرتد نہیں ہوا۔

کفار مکہ نے ان غرباء مسلمین پر جور وجفا کاری کے بے پناہ اندوہناک مظالم ڈھائے اور ایسے ایسے روح فرساء اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا۔صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے۔ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابوارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔قریش نے ان کو بے حد ستایا۔یہاں تک کہ کوئلے کے انگاروں پر ان کو چت لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کوئلے بجھ گئے۔برسوں کے بعد جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج ۳، ص ۱۲۲، ۱۲۳)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ان کی گردن میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں ان کو گھسیٹا جاتا تھا۔ان کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی جاتی تھیں اور ٹھیک دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم گرم ریت پر ان کو لٹا کر اتنا بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل آتی تھی۔امیہ کافر کہتا تھا کہ اسلام سے باز آجاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔مگر اس حال میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا بلکہ زور زور سے اَحَد، اَحَد کا نعرہ لگاتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے کہ خدا ایک ہے۔خدا ایک ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزۃ، ج۱،ص ۴۹۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم بالو پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ان کی والدہ حضرت بی بی سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابوجہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہوگئیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔ جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال وسامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جاسکتے ہو۔ آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزۃ، ج۱،ص ۴۹۶۔۴۹۷ مختصراً)

حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم جلتی ہوئی زمین پر ان کو چت لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا جب ان کو کفار گھسیٹ کر لے جارہے تھے راستہ میں اتفاق سے ایک گبریلا نظر پڑا۔ امیہ کافر نے طعنہ مارتے ہوئے کہا کہ دیکھ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔ حضرت ابوفکیہہ نے فرمایا کہ اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔ یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ ان کا دم نکل گیا۔

سب سے زیادہ مصیبت زدہ

حضرتِ سیدنا سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آئیں؟ فرمایا، انبیاء پر پھر ان کے بعد جو لوگ بہتر ہیں پھر انکے بعد جو بہتر ہیں، بندے کو اپنی دینداری کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی دینداری کے مطابق اسے آزماتا ہے۔ بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس دنیا ہی میں اسکے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۲۳، ج۴، ص۳۶۹)

11

(37) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ، وَّلَا وَصَبٍ، وَّلَا هَمٍّ، وَّلَا حَزَنٍ، وَّلَا اَذًى، وَّلَا غَمٍّ، حَتّٰى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ﷺ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، غم، رنج، دکھ، تکلیف پہنچتی ہے۔ حتیٰ کہ جو کانٹا اسے لگتا ہے۔ ان میں سے ہر

إِلاَّ كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ الْوَصَبُ: الْمَرَضُ.	ایک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اَلْوَصَبُ: بیماری کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی کفارۃ المرض، ج ۲ص ۳۱۴، رقم: ۵۶۴۲ صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، ج ۲ص ۱۵ ۷، رقم: ۶۷۳۱ شعب الایمان، فعل فی ذکر ما فی الاوجاع والامراض، ج ۷ص ۱۵۷، رقم: ۹۸۲۹ سنن الکبرٰی للنسائی، باب کفارۃ المریض، ج ۴ص ۳۵۳، رقم: ۷۴۸۷ اطراف المسند المتعلی، من اسمہ طلحۃ بن نافع، ج ۲ص ۳۶، رقم: ۱۵۴۲)

شرح حدیث: مصیبت کی حکمت

حضورِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، کہ بندہ کے لئے علمِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں جب کوئی مرتبہ کمال مُقدَّر ہوتا ہے اور اپنے عمل سے اس مرتبے کو نہیں پہنچتا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہے پھر اس پر صَبر عطا فرماتا یہاں تک اسے اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو اس کے لئے علمِ الٰہی میں مقدّر ہو چکا ہے۔

(سنن ابوداود، ج ۳ص ۲۳ ارقم الحدیث ۳۰۹۰)

یاد رہے مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے اور صبر اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا عیسٰی علیہ السلام سے فرمایا، اے عیسٰی! میں تیرے بعد ایک اُمت کو بھیجنے والا ہوں۔ اگر انہیں پسندیدہ چیز حاصل ہوگی تو شکر کریں گے اور اگر کوئی ناگوار چیز پہنچے گی تو ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے حالانکہ نہ تو انکے پاس علم ہوگا نہ ہی حلم۔ انہوں نے عرض کیا، یارب عزوجل ایسا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ انکے پاس نہ تو علم ہوگا نہ ہی حلم؟ فرمایا کہ میں انہیں اپنے علم اور حلم سے حصہ عطا فرماؤں گا۔

(المستدرک، کتاب الجنائز، باب المریض یکتب لہ من الخیر ما کان یعمل، رقم ۱۳۲۹، ج ۱، ص ۶۷۰)

سارا معاملہ بھلائی ہی بھلائی

حضرتِ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ صرف اُسی مومن کے لئے ہے جسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے کیونکہ اسکے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المومن امرہ کلہ خیر، رقم ۲۹۹۹، ص ۱۵۹۸)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے

یہ آیت کریمہ سات بار (اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر دم کیجئے اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بخار کی شدّت میں نُمایاں کمی محسوس ہوگی اور مریض سُکون محسوس کریگا۔ (ترجمہ پڑھنے کی ضَرورت نہیں)

(۲) حضرتِ سیِّدُنا امام جعفر صادِق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سورۃُ الفاتحہ 40 بار (اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کے منہ پر چھینٹے ماریئے اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بُخار چلا جائے گا۔

(۳) سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بخار تھا تو حضرتِ سیِّدُنا جبرئیلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعاء پڑھ کر دم کیا تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ یُّؤْذِیْكَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ ۖ اَللّٰہُ یَشْفِیْكَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ

(ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں ہر اُس بیماری کیلئے جو آپکو ایذا دیتی ہے اور دوسروں کے شر اور حسد کرنے والوں کی بُری نظر سے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ میں آپ پر اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔) (مسلم ص ۱۲۰۲ رقم الحدیث ۲۱۸۶)

بخار کے مریض کو صِرف عَرَبی میں دعا (اول آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر دم کر دیجئے۔

(۴) بخار والا بکثرت بِسْمِ اللّٰہِ الْكَبِیْرِ پڑھتا رہے۔

(۵) حدیثِ پاک میں ہے، جب تم میں سے کسی کو بخار آجائے تو اُس پر تین دن تک صبح کے وَقت ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ (اَلْمُستَدرَک لِلحاکم ج ۴ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۷۴۳۸)

پاکیزگی کا ذریعہ بخار

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے؟ اس نے عرض کیا، میں بخار ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہل قباء کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ جانتا ہے کہ ان میں سے کتنے لوگ بخار میں مبتلاء ہوئے۔ پھر جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بخار کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں کیا چاہیے؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کروں کہ وہ تم سے بخار کو دور فرما دے اور اگر چاہو تو یہ تمہارے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کیا یہ ایسا کر سکتا ہے؟ فرمایا، ہاں! انہوں نے عرض کیا، پھر اسے رہنے دیجئے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۸۱، ج ۴، ص ۱۵۳)

(39) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصَبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَضَبَطُوا يُصَبْ بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے اللہ تعالیٰ علم الٰہی کا ارادہ فرماتا اس کو مصیبت پہنچائی جاتی ہے۔ (بخاری) اور ضبطوا: کا معنیٰ ہے پہنچنا۔ یصب کے صاد کو فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی کفارۃ المرض، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۵۶۴۵، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۱ ص ۸۱۹، رقم: ۲۹۰۷، السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب الطب، ج ۵ ص ۳۷۴، رقم: ۷۴۷۸، مسند البزار، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۸۲۱۵، مسند الشھاب، باب من یرد اللہ بہ خیرا یصیب منہ، ص ۲۲۴، رقم: ۳۴۴)

شرحِ حدیث: قیامت میں مصیبت زدہ لوگوں کا اجر و ثواب

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عافیت میں رہنے والے لوگ جب مصیبت زدہ لوگوں کا اجر دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کی کھال کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ۵۸ یوم القیامۃ وندامۃ المحسن ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۴۰۲، ص ۱۸۹۳)

محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن شہید کو لا کر حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنے والے کو لایا جائے گا اور حساب کے لئے روک لیا جائے گا، پھر مصیبت زدوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ میزان نصب کی جائے گی، اور نہ ہی اعمال نامے کھولے جائیں گے لا ان پر بہت زیادہ اجر نچھاور کیا جائے گا یہاں تک کہ عافیت میں رہنے والے اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ ثواب دیکھ کر میدانِ حشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۸۲۹، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عزوجل کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرما دیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے اس کے لئے صبر ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اس کے لئے جزع ہی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۳۶۹۵، ج ۹، ص ۱۶۱)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل تمہیں آزمائش کے ذریعے اس طرح پرکھتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ پر پرکھتا ہے، لہٰذا اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سفید چمک دار سونے کی طرح ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل شبہات سے بچاتا ہے اور اس سے نکلنے والے کچھ لوگ ان سے کم تر ہوتے ہیں، یہ وہ ہیں جو کچھ شک وشبہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سیاہ

فَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ وَعَظْمِهٖ، مَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً.

آدمی کو لوگ پکڑ لیتے پس گڑھا کھود کر دبا دیتے۔ اس کے آرالا کر سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیتے۔ اور لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اس کے گوشت ہڈیوں کو زخمی کیا جاتا۔ یہ تمام تکالیف اس کو دین حق سے باز نہ رکھ سکتیں۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین والے کام کو ضرور پورا فرمائے گا یہاں تک کہ اکیلا سوار صنعاء سے حضرموت تک تنہا سفر کرے گا۔ اسے صرف اللہ کا ڈر ہو گا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا ڈر ہو گا لیکن تم جلدی چاہتے ہو۔ (بخاری) ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ہمیں مشرکین کی طرف سے سخت اذیت پہنچی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص ۲۹۹، رقم: ۳۸۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند خباب بن الارت، ج ۹ص ۱۰۹، رقم: ۲۱۰۹۵، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب مبتداء الخلق، ج ۹ص ۵، رقم: ۱۸۱۸۶، سنن ابوداؤد، باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر، ج ۱ص ۹۱۹، رقم: ۲۶۵۱، مسند الحمیدی، احادیث خباب بن الارت، ص ۸۵، رقم: ۱۵۷)

شرح حدیث: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ غلام تھے ان کو قبیلۂ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اس لئے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔ ابتداہی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مکہ نے حضرت عمار و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح ان کو بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ ان کو کوئلوں کے اوپر لٹاتے تھے اور پانی میں اس قدر غوطہ دلاتے تھے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا اور یہ بے ہوش ہو جاتے مگر صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر یہ ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے رہے اور ان کے اسلام میں بال برابر بھی تذبذب یا تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد از وصال مدینہ منورہ سے ان کا دل اٹھ گیا اور یہ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں ۳۷ھ میں ۷۳ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الخاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۲) (واسد الغابۃ، خباب بن الارت، ج ۲، ص ۱۴۱ ملتقطاً)

جلی ہوئی پیٹھ

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت خباب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹادیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک ومقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت، ج ۳، ص ۱۲۳)

مصائب پر صبر قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا ذریعہ ہے

ایک شخص حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا سیّدی! مجھے بتایئے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک امیر کے دروازے پر لے گئے۔ دروازے پر ایک غلام کھڑا ہوا تھا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غلام کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کی مثل ہو جاؤ، خود ہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک رسائی حاصل کر لو گے۔ (یعنی جس طرح یہ غلام ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود اپنے آقا کے دروازے پر حاضر ہے اس طرح تو بھی ہر حال میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی رضا پر راضی رہ اور اس کی عبادت کرتا رہ)۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)

(42) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِی الْقِسْمَةِ، فَاَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِّئَةً مِّنَ الْاِبِلِ، وَاَعْطٰی عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِّثْلَ ذٰلِكَ، وَاَعْطٰی نَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ. فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللہِ اِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ مَّا عُدِلَ فِيْهَا، وَمَا اُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللہِ،

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے حصہ میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ پس آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ بن حصن کو بھی اتنے ہی اور آپ نے عرب کے سردار لوگوں کو کچھ زیادہ عطا فرمایا اور حصہ میں ان کو ترجیح دی تو ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ اس میں اللہ کی رضا کا

فرمایا، پچھاڑ دینے والا زور آور نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم! پھر زور آور کون ہے؟ فرمایا، وہ جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔

(السنن الکبرٰی، کتاب الشہادات، باب شہادۃ اہل العصبیۃ، ج۱۰، رقم ۲۱۰۸۵، ص ۳۹۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ پتھر اٹھانے کا مقابلہ کر رہے تھے۔ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم! یہ وہ پتھر ہے جسے ہم زمانۂ جاہلیت میں زور آور کا پتھر کہا کرتے تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں تمہارے سب سے زور آور شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ تم میں سے زیادہ زور آور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر زیادہ قابو پانے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابن عمر ج ۲، رقم ۶۶۴۶، ص ۵۸۷، بتغیر قلیل)

13

(43) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دنیا میں جلدی سزا دے دیتا ہے اور جس کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا کو روک لیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو پوری سزا دیتا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے بڑا ہونے سے ثواب بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو ان کا امتحان لیتا ہے، جو راضی ہو اس کے لیے ربّ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو اس سے ربّ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ج ۱ ص ۶۰۱، رقم: ۲۳۹۶، مستدرک للحاکم، کتاب الاھوال، ج ۴ ص ۶۵۱، رقم: ۸۷۹۹، مسند الرویانی، حدیث عبداللہ بن مغفل المزنی، ص ۴۰۳، رقم: ۸۶۸، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۲ ص ۲۷۳، رقم: ۴۲۵۴، جامع الاصول لابن اثیر، الباب العاشر فی فضل المرض، ج ۹ ص ۵۸۳، رقم: ۷۴۴۷)

شرح حدیث: قیامت میں مصیبت زدہ لوگوں کا اجر و ثواب

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عافیت میں رہنے

والے لوگ جب مصیبت زدہ لوگوں کا اجر دیکھیں گےتو تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کی کھال کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ۵۸ یوم القیامۃ وندامۃ المحسن۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۴۰۲، ص ۱۸۹۳)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن شہید کو لاکر حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنے والے کو لایا جائے گا اور حساب کے لئے روک لیا جائے گا، پھر مصیبت زدوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ میزان نصب کی جائے گی، اور نہ ہی اعمال نامے کھولے جائیں گے بلکہ ان پر بہت زیادہ اجر نچھاور کیا جائے گا یہاں تک کہ عافیت میں رہنے والے اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ ثواب دیکھ کر میدانِ حشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۸۲۹، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے مصیبت و بلا میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، الحدیث: ۵۶۴۵، ص ۴۸۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عزوجل کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرمادیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے اس کے لئے صبر ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اس کے لئے جزع ہی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۳۶۹۵، ج ۹، ص ۱۶۱)

مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک بندے کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جب وہ کسی عمل کے ذریعے اس تک نہ پہنچ سکے تو اللہ عزوجل اسے ایسے حالات سے دوچار کردیتا ہے جو اسے پسند نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر وثواب الامراض، الحدیث: ۲۸۹۷، ج ۴، ص ۲۴۸)

مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب بندے کا اللہ عزوجل کے ہاں کوئی مرتبہ مقرر ہو اور وہ اس مرتبے تک کسی عمل سے نہ پہنچ سکے تو اللہ عزوجل اسے جسم، مال یا اولاد کی آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے پھر اسے ان تکالیف پر صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کے ہاں اپنے مقرر درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۹۰، ص ۱۴۵۶)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل تمہیں آزمائش کے ذریعے اس طرح پرکھتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ پر پرکھتا ہے، لہٰذا اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سفید چمکدار سونے کی طرح ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل شبہات سے بچاتا ہے اور اس سے نکلنے والے

بِهٖ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا اَصْبَحَ احْتَمَلْتُهٗ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

تیرے محبوب کے ساتھ ہی مدینہ سے نکلنا پسند کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نکلیں اور ساتھ ہی داخل ہونا پسند کرتا ہوں۔ اور جب وہ شہر مدینہ میں داخل ہوں اور میرے رکنے کی وجہ تو جانتا ہے فوراً حضرت اُم سلیم کو تخفیف محسوس ہوئی اور بولیں ابوطلحہ مجھے اب وہ کیفیت محسوس نہیں ہو رہی جو پہلے تھی اب چلو چنانچہ ہم سب چلے۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اس کو دردزہ ہوا اور انہوں نے لڑکا جنم دیا مجھے میری ماں اُم سلیم نے کہا: اے انس اس کو کسی کے دودھ پلانے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ میں لے جا صبح ہوئی تو میں نے بچہ کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے کر آیا۔ اور پوری حدیث ذکر کی

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من لم یظھر حزنه عند المصیبة، ج ۱ص۶۸۹، رقم: ۱۳۰۱، صحیح مسلم، باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته، ج ۲ص۵۱۶، رقم: ۵۶۲۴، صحیح ابن حبان، ذکر دعاء المصطفٰی صلی اللہ علیه وسلم لام سلیم، ج ۳ص۲۵۵، رقم: ۷۱۸۷، اطراف المسند المعتلی، من اسمه محمد بن سیرین عن انس، ج ۱ص۵۰۹، رقم: ۹۴۰، مسند ابی یعلٰی، مسند انس بن مالك، ج ۲ص۴۴۱، رقم: ۳۸۸۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۳ص۱۰۵، رقم: ۱۲۰۴۷)

شرح حدیث: دورِ رسالت سراپا برکت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا معمول تھا کہ جب ان کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ اسے رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں لاتے اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم کھجور اپنے دہنِ اقدس میں چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیتے جسے تحنیک کہتے ہیں۔ یوں بچے کو لعابِ دہن کی برکتیں بھی نصیب ہو جاتیں۔ چنانچہ

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ اقدس میں لایا کرتے تھے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے اور تحنیک فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک، الحدیث ۲۱۴۷، ص ۱۱۸۴)

حضرت سیدتنا اسماء بنت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ: وہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آئیں تو مقام قبا میں ان کے ہاں ولادت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ پیدا ہوئے۔ فرماتی ہیں

کہ میں بچہ کو لے کر نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور میں نے اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی مبارک گود میں رکھ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے چھوہارا منگوایا اور اسے چبایا، پھر اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، پس سب سے پہلے اس کے پیٹ میں جو پہنچا وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا لعاب مبارک تھا پھر اسے کھجور کی گھٹی دی، پھر اس کے لیے دعائے خیر کی اور برکت سے نوازا، یہ اسلام میں پہلا بچہ پیدا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب العقیقہ، باب تسمیۃ المولود... الخ، ج ۳، ص ۵۴۶)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور اسے کھجور سے گھٹی دی۔

(صحیح المسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود.... الخ، الحدیث ۲۱۴۵، ص ۱۱۸۴)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو میں اسے لے کر خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شَفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلَمین، جنابِ صادق و امین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم چادر اوڑھے ہوئے اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں پھر میں نے کچھ کھجوریں نکال کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں پیش کیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے وہ کھجوریں اپنے مبارک منہ میں ڈال کر چبائیں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے بچے کا منہ کھول کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور بچہ اسے چوسنے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: انصار کو کھجوروں کے ساتھ محبت ہے اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔

(صحیح المسلم: کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود.... الخ، الحدیث ۲۱۴۴، ص ۱۱۸۳)

انہی احادیث کی بناء پر مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صالح و متقی مسلمانوں سے تَحْنِیک کرواتے ہیں۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو شہد یا کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کی جا سکتی ہے۔

بچے کی موت پر صبر کا اجر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کے لئے کیا جزاء ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے سایہ رحمت میں اس دن جگہ دوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاھین، باب فضل من تبع الجنازۃ مختصرا، الحدیث ۴۰۸، ج ۱، ص ۴۶۲)

ایک روایت یوں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق اور حضرت سیِّدُ نا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کی جزاء کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب تعزیۃ اولیاء المیت، الحدیث ۵۸۷، ص ۱۷۹)

ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت سیِّدُ نا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کے لئے کیا جزاء ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے سایہ رحمت میں اس دن جگہ دوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(45) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو زیادہ پچھاڑے بلکہ (حقیقت میں) پہلوان وہ ہے، جو غصے کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول رکھے۔ (متفق علیہ)

وَالصُّرَعَةُ: بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّاءِ وَاَصْلُهٗ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَّصْرَعُ النَّاسَ كَثِيْرًا.

اَلصُّرَعَةُ: صاد کے پیش اور راء کے فتحہ کے ساتھ عرب والوں کے نزدیک اس کا مطلب ہے، جو لوگوں کو بکثرت پچھاڑ لیتا ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب، ج ۲ ص ۸۱۲، رقم: ۶۱۱۴، صحیح مسلم، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب، ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۶۸۱۰، الاداب للبیهقی، باب کظم الغیظ وترك الغضب، ص ۷۷، رقم: ۱۳۳، سنن الکبری للنسائی، باب الشاعر یکثر الوقیعة فی الناس، ج ۲ ص ۸۶، رقم: ۲۱۶۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۲۳۶، رقم: ۷۲۱۸)

شرح حدیث: غصہ کب بُرا؟ کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ غصہ بذاتِ خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے

کے رونے پر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل بر محل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر، ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

غصے میں انسان کی حالتیں

انسان بعض اوقات کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آتشِ غضب اتنا بھڑک اٹھتی ہے کہ اس سے انسان کے دل کا خون بھی کھولنے لگتا ہے، پھر وہ خون بدن کی دیگر رگوں میں پھیل جاتا ہے اور جب دماغ تک اس طرح پہنچتا ہے جیسا کہ کھولتا ہوا پانی تو وہ خون وہاں پھیلنے کے بعد چہرے میں بھی سرایت کر جاتا ہے، جس سے اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، اور کھال کا ظاہری حصہ صاف ہونے کی وجہ سے اپنے اندر موجود خون کی سرخی کو ظاہر کر دیتا ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان یہ سمجھ لے کہ وہ اپنے مغضوب (یعنی جس پر غصہ آیا اس) پر قدرت رکھتا ہے، ورنہ اگر انسان کو اپنے سے زیادہ طاقتور پر غصہ آئے اور اِنتقام لینے کی اُمید بھی نہ ہو تو اس کا خون کھال کے ظاہری حصے سے سمٹ کر دل کے اندر چلا جاتا ہے اور الٹا خوف پیدا ہو جاتا ہے، جس سے اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور اگر کسی ہم پلہ شخص پر غصہ آئے اور اس پر قدرت پا لینے میں شک ہو تو اس کا خون پھیلنے اور سمٹنے کے درمیان متردد ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور کبھی زرد، نیز وہ بے چینی محسوس کرتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غصہ کی قوت کا مقام انسان کا دل ہوتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خون کا کھولنا اِنتقام لینے کے لئے ہوتا ہے، یہ قوت آتشِ غضب کے بڑھکنے کے وقت کسی ایذاء پہنچانے والی چیز کو دور کرنے کی خاطر اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے اس سے پہلے کہ وہ اسے تکلیف دے، یا پھر اگر ایذاء پہنچ جائے تو اس کے بعد محض دل کے اطمینان پانے یا پھر انتقام لینے کے لئے متوجہ ہوتی ہے، لہٰذا جذبہ اِنتقام ہی اس سے لذت پاتا ہے اور اسے روکتا ہے۔

قوتِ غضب میں تفریط

غصہ میں تفریط یعنی اس قدر کم آنا کہ بالکل ہی ختم ہو جائے یا پھر یہ جذبہ ہی کمزور پڑ جائے، تو یہ ایک مذموم صفت ہے کیونکہ ایسی صورت میں بندے کی مُرُوَّت اور غیرت ختم ہو جاتی ہے اور جس میں غیرت یا مروّت نہ ہو وہ کسی قسم کے کمال کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ ایسا شخص عورتوں بلکہ حشرات الارض (یعنی زمینی کیڑے مکوڑوں) کے مشابہ ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اس قول کا یہی معنی ہے: جسے غصہ دلایا گیا اور وہ غصہ میں نہ آیا تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ راضی نہ ہوا تو وہ شیطان ہے۔

اللہ عزوجل نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حمیت اور شدت پر ان کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ (پ6، المائدۃ:54)

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (پ26، الفتح:29)

اس معاملہ میں غصے کی اس کمی کا نتیجہ یوں ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے حرم یعنی محرم عورتوں مثلاً بہن یا بیوی وغیرہ سے چھیڑ چھاڑ کئے جانے کے معاملہ میں غیرت کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ گھٹیا اور کمینے لوگوں سے ذلت پہنچنے اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کا بھی احتمال ہے، حالانکہ یہ سب اِنتہائی برا اور قابلِ مذمت ہے، اگر اس کے ثمرات غیرت کی کمی اور ہیجڑوں کی سی طبیعت کے علاوہ کچھ نہ ہوں تو اس کے بارے میں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان ہے:

کیا تمہیں سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی غیرت پر تعجب ہے حالانکہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اس کے غیور ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ اس نے بے حیائی کو حرام فرما دیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، الحدیث: ۱۸۱۹۲، ج۶، ص ۳۳۴)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: غیرت ایمان کا حصہ ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشہادات، باب الرجل یتخذ الغلام ـــــــ الخ، الحدیث: ۲۱۰۲۳، ج۱۰، ص ۳۸۱)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل اپنے غیرت مند بندوں کو پسند فرماتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل خود بھی مسلمان کے لئے غیرت فرماتا ہے، لہٰذا چاہیے کہ وہ بھی غیرت مند ہو۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۴۴۱، ج۶، ص ۱۸۳، مختصراً)

قوتِ غضب میں افراط

اس قوت میں افراط یعنی اضافہ بھی نہایت مذموم ہے کیونکہ یہ قوت انسان پر غلبہ پاتی ہے تو وہ معقول ومنقول ہر دو چیزوں کی سوجھ بوجھ سے عاری ہو جاتا ہے اور اس کے پاس کسی قسم کی دانش وفکر اور اختیار نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مضطر (یعنی بے چین) اور مجبور قسم کا انسان بن جاتا ہے جس کا اِضطرار یا تو اس کی اپنی طبیعت کا نتیجہ ہوتا ہے یا پھر دوسروں کی وجہ سے وہ اضطرار کا شکار ہوتا ہے اور یا پھر یہ دونوں وجہیں ہو سکتی ہیں، وہ اس طرح کہ اس کی طبیعت اور فطرت ہی میں غضب وغصہ بھرا ہوا ہو، یا اس کا کسی ایسے شخص سے اختلاف ہو جائے جو اسے بڑا جانتا ہو اور اس کی شجاعت اور کمال کا معترف ہو یہاں تک کہ وہ اس شخص سے صرف اپنی تعریف ہی کی توقع کرتا ہو۔ جب کبھی آتشِ غضب شدید ہو کر بھڑک جائے تو وہ اس شخص

کو جس کے اندر یہ آگ بھڑک رہی ہوتی ہے، ہر قسم کی نصیحت سننے، سمجھنے سے اسے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے بلکہ اس حالت میں اس کے نورِ عقل کے بجھ جانے اور ختم ہو جانے کی وجہ سے نصیحت اس کے اِشتعال میں مزید اضافہ کرتی ہے کیونکہ دماغ جو کہ فکر کا سرچشمہ ہے غصے کے بخارات اس تک پہنچ کر محسوس کرنے کے معادن کو ڈھانپ لیتے ہیں، جس سے اس کی بصارت (یعنی سمجھ بوجھ) تاریک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اسے سیاہی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، بلکہ بعض اوقات تو اس کی آتشِ غضب میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ اس کے دل کی وہ رطوبت جس سے دل زندگی پاتا ہے، ختم ہو جاتی ہے تو نتیجتاً وہ شخص غصے کی زیادتی کی وجہ سے مر جاتا ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کو چاہے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، رقم ۴۷۸۴، ج ۴، ص ۳۲۷)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آ جائے تو آدمی کو چاہے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تا کہ غصہ ختم ہو جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ذر، رقم ۲۱۴۰۶، ج ۸، ص ۸۰)

15

(46) وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، وَاَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، ذَهَبَ مِنْهُ مَا يَجِدُ. فَقَالُوْا لَهٗ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک کلمہ کا پتہ ہے اگر یہ وہ کہہ لے تو اس کی کیفیت غضب زائل ہو جائے اگر وہ کہہ لے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرحیم تو اس کا غصہ ٹل جائے گا لوگوں نے اسے متوجہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے اللہ کی پناہ طلب کر شیطان کے شر سے جو مردود ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ینھی من السباب واللعن، ج ۲ ص ۷۰۹، رقم: ۶۰۴۸، صحیح مسلم، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب، ج ۲ ص ۳۲۷، رقم: ۶۸۱۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج ۵ ص ۲۴۴، رقم: ۲۲۱۶۴)

الاداب للبیہقی، باب کظم الغیظ وترك الغضب، ص۷۰، رقم: ۱۳۴، مستدرك للحاکم، تفسیر سورۃ حٰم السجدۃ، ج ۳ص۳۰۹، رقم: ۳۶۴۹، المعجم الکبیر، من اسمہ معاذ بن جبل، ج ۹ص ۱۴۰، رقم: ۱۶۰۴۳)

شرح حدیث: غصے کے علاج کی چند صورتیں

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غصہ پی جانے کے ثواب سے آگاہ ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اپنے آپ کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو انتقام کے انجام سے ڈرائے کیونکہ دشمن بھی اسی طرح اسے تکلیف دینے پر کمر بستہ ہے۔ اس طرح یہ طویل دشمنی بن جائے گی اور غصے کے وقت دوسروں کی شکل بگڑنے میں غور وفکر کرے اور اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے اور سوچے کہ غصے میں آنے والا حملہ کرنے والے درندے کی طرح ہوتا ہے اور بُردبار شخص انبیاءِ کرام علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (کے اَخلاق) کی نظیر ہوتا ہے۔

جب انسان غور کریگا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا غصہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا کام اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مشیّت کے مطابق ہوا ہے، اس کے ارادے کے مطابق نہیں ہوا اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ غصے کا آنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جب تو نے ان امور کو جان لیا تو تجھ پر لازم ہے کہ غصے کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ۔ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اسی طرح حکم فرمایا کہ غصے کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھو۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ۶۱۱۵، ص ۵۱۶)

اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو جب غصہ آتا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ان کا ناک پکڑ کر ارشاد فرماتے: اے عُوَیش (اسم عائشہ کی تصغیر)! یوں کہو: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اے محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو ختم فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ فرما۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب ما یقول اذا غضب، الحدیث ۴۵۵، ص ۱۴۲) (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۲۱۳، ص ۱۱۷۵)

انسان کو چاہیے کہ غصے کے وقت یہ (مندرجہ بالا) الفاظ کہے، کھڑا ہو تو من جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ چنانچہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں بھڑکتی ہے، کیا تم اس کی وجہ سے رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے پس جب تم میں سے کوئی ایسی بات (یعنی غصہ) پائے تو اگر کھڑا ہو تو من جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما اَخبر النبی اَصحابہ بما ہو کائن الی یوم القیامۃ، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲) (سنن ابی داود، کتاب

الادب، باب مایقال عند الغضب، الحدیث ۴۷۸۲ / ۴۷۸۴، ص ۱۵۷۵)

(47) وَعَنْ معاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ کَظَمَ غَیْظًا، وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَہٗ، دَعَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ مَا شَاءَ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قدرت کے باوجود غصہ پی لیا اس کو اللہ بزرگ و برتر روز حشر سب انسانوں کے سامنے بلا کر پسند کی حوریں چننے کا اختیار عطا فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من کظم غیظا، ج ۲ص ۶۶۲، رقم: ۴۷۷۷، سنن ترمذی، باب فی کظم الغیظ، ج ۲ص ۱۵۶، رقم: ۲۴۹۳، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما علی السلطان من القیام، ج ۸ص ۱۶۱، رقم: ۱۷۰۸۸، سنن ابن ماجہ، باب الحلم، ج ۲ص ۲۲۷، رقم: ۴۱۸۶، مسند ابی یعلی، مسند معاذ بن انس، ج ۱ص ۶۸۸، رقم: ۱۴۹۷)

شرح حدیث: غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۱۱۸۶، ج ۴، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظر سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے) آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے عرض کی: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ○ اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔ (بحر الدموع مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور مؤمن کو گالی دینا

فسق (یعنی بدکاری) ہے اور اس سے جھگڑنا ناشکری ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت جیسی ہے اور جو معافی چاہے گا اللہ عزوجل اسے معاف فرمادے گا اور جو غصے پر قابو رکھے اللہ عزوجل اسے اجر عطا فرمائے گا اور جو مغفرت چاہے اللہ عزوجل اسے بخش دے گا اور جو کسی مصیبت پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

(بحر الدموع امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(48) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوْصِنِیْ. قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں وصیت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کیا کر اس نے بار بار یہی عرض کیا: آپ نے یہی فرمایا: غصہ نہ کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الحذر من الغضب، ج۴ص۸۱۴، رقم: ۶۱۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۳ص۴۶۶، رقم: ۱۰۰۱۲، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الادب، ج ۶ص۵۹، رقم: ۵۳۲۲، الاحاد والمثانی، من اسمہ جاریۃ بن قدامہ رضی اللہ عنہ، ص ۳۸۰، رقم: ۱۱۶۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کثرۃ الغضب، ج ۱ص۵۵۵، رقم: ۲۰۲۰)

شرح حدیث: فضیلتِ حِلم

غصہ وغضب کے وقت اطمینان سے رہنے اور غصہ کی شدت پر قابو پانے کا نام حِلم ہے۔ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے غصہ کرنا لازم ہو تو ایسا غصہ حلم کے منافی نہیں اور اگر کوئی اس سبب پر بھی قابو پالے تو یہ بھی حلم ہی میں شامل ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ، الخلق العشرون من الاخلاق الستین المذمومۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج۱، ص ۶۳۸)

حلم (یعنی طبعی بردباری) غصہ پی جانے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پینے سے مراد تکلفاً برداشت کرنا اور تکلفاً بُردبار بننا ہے جبکہ طبعی بُردباری عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور قوتِ غضب کا ٹوٹنا عقل کے ماتحت ہے اور اس کی ابتداء تکلفاً بُردبار بننے سے ہوتی ہے پھر یہ عادت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور بردباری تکلفاً برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے بچا لیا جاتا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۲۶۶۳، ج۲، ص ۱۰۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ سکون اور بردباری بھی طلب کرو۔ ان کے لئے نرمی اختیار کرو جن سے سیکھتے ہو اور جن کو سکھاتے ہو اور متکبر علماء میں سے نہ ہونا ورنہ تمہاری جہالت تمہاری بردباری پر غالب آجائے گی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۱۶۵، عباد بن کثیر، ج۵، ص ۵۴۲)

نرمی کی فضیلت

جان لو! نرمی قابلِ تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔
سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا وآخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ دنیا وآخرت کی کوئی سے محروم رہا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشۃ، الحدیث ۴۵۱۳، ج ۴، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ اَهْلَ بَيْتٍ اَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جب کسی گھرانے کو کے فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کردیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج ۹، ص ۳۴۵، إذا أحب: بدلہ: إذا أراد)

(۱۶)

(49) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایماندار مرد وزن کو اس کے جان ومال اور اولاد میں مصائب آتے رہتے ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ گناہوں سے پاک ہو کر پیش ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ج ۱ ص ۶۰۲، رقم: ۲۳۹۹، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۱ ص ۹۸۷، رقم: ۲۹۲۴، المستدرك للحاکم، کتاب الرقاق، ج ۴ ص ۳۵۰، رقم: ۷۸۷۹، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، ج ۳ ص ۱۱۹، رقم: ۱۰۹۸۷، جامع الاصول، الباب العاشر، فی فضل المرض والنوائب الموت، ج ۶ ص ۵۸۹، رقم: ۴۳۵۰)

شرح حدیث: بنی اسرائیل کا ایک گنہگار

بنی اسرائیل میں ایک گنہگار شخص تھا۔ جُوں جُوں اس کے گناہوں اور نافرمانیوں کا سلسلہ بڑھتا جاتا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر اپنا رزق اور احسان بھی بڑھاتا جاتا۔ جب اس نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے گناہوں اور برائیوں میں ملوث رہنے والے کے لئے عذاب کا بیان سنا تو کہنے لگا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! میرا رب عَزَّ وَجَلَّ کیا چاہتا ہے؟ کیونکہ میں جب بھی گناہوں میں زیادتی کرتا ہوں تو وہ مجھے اپنا مزید فضل ونعمت عطا فرماتا ہے۔ اس کی اس بات سے آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے۔ جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر مناجات کے لئے حاضر ہوئے تو عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو جانتا ہے جو تیرے نافرمان بندے نے کہا ہے کہ جب بھی وہ گناہ کرتا ہے تو تُو اس پر مزید احسان

فرماتا ہے۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں اس کو عذاب دیتا ہوں لیکن وہ جانتا نہیں۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: مولیٰ! تو اسے کیسے عذاب دیتا ہے حالانکہ تو اس کے رزق کو کشادہ کرتا اور اسے ڈھیل دے دیتا ہے۔ جواب ملا: میں اسے اپنی بارگاہ سے دوری اور اپنے فضل وکرم سے محرومی کا عذاب دیتا ہوں، اپنی اطاعت سے غافل کر دیتا ہوں، اپنے حضور مناجات کی لذت سے سلائے رکھتا ہوں اور سحری میں اپنے عتاب اور اپنے دلنواز خطاب کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ میرے عزت وجلال کی قسم! میں اسے ضرور اپنا دردناک عذاب چکھاؤں گا اور اپنے انعام واکرام کی زیادتی سے محروم کر دوں گا۔

پیارے اسلامی بھائی! گناہوں میں مقابلہ کرنے والوں کو دیکھ کہ ان کو بہت زیادہ مہلت دے دی گئی اور ان کو عذاب دینے میں جلدی نہ کی گئی بلکہ انہیں ڈھیل دے دی گئی مگر وہ گناہوں کی لذات پر خوش ہیں حالانکہ یہی لذات ان کے لئے غم کا باعث بن جائیں گی۔ چنانچہ، ربِّ عظیم عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے۔ یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔ (پ18، المؤمنون:55،56)

اس دن انہیں کس قدر رسوائی ہوگی جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ انہیں ان کی بداعمالیوں پر خبردار فرمائے گا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

گناہوں کے بھیانک انجام پر غور کرو۔ کیسے لذتیں ختم ہو جائیں گی اور خامیاں باقی رہ جائیں گی۔ میں تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں کہ گناہ کی طلب سے بچو کہ یہ بہت بری طلب ہے اور اس کے اثرات چہروں اور دلوں پر کتنے برے ہیں۔ سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! وہ بندہ کتنا خوش بخت ہے جس نے اپنے دل کو صاف ستھرا کر لیا، اپنے نامۂ اعمال کو گناہوں سے پاک کر لیا اور اپنے ظاہر وباطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے خالص کر لیا۔

18

(50) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ: يَا ابْنَ اَخِيْ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان بن کر آئے اور حر اس جماعت میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے اور قرآن پاک کے علماء ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس ومشورہ والے تھے وہ جوان ہوں یا پختہ عمر، عیینہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تم ذی قدر ہو میرے لیے اجازت طلب

فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ. فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهِ. فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الْاَعراف: 199) وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کروا اجازت طلب کرنے پر حضرت عمر نے اجازت دے دی تو عیینہ آئے اور بولے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تو ہمیں کافی نہیں دیتا اور ہم میں انصاف نہیں کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا آپ نے کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا' تو حر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا ہے کہ معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو اور (معاف نہ کرنا اور نیکی کا حکم نہ دینا) جاہلوں کا کام ہے۔ حر کے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور آپ احکام قرآنی پر تعمیل کے لیے خوب رکنے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۹۸۷، رقم: ۷۲۸۶، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن الزہری، ص ۶۱۹، رقم: ۳۱۲۲، سنن الکبری للبیہقی، باب ما علیا لسلطان من القیام، ج ۸ ص ۱۶۱، رقم: ۱۷۰۸۹، تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ تعالیٰ "واعرض عن الجاهلین" ج ۴ ص ۱۷۲، رقم: ۹۴۵۴، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی العفو والمغفرۃ، ج ۴ ص ۳۶، رقم: ۵۸۸۴)

شرح حدیث: عفو ودرگزر کی فضیلت کا بیان

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تاوان چھوڑ دینا۔

یہ بھی صبر کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔ (پ9، الاعراف:199)

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے مردو! رر زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے۔ (پ2، البقرۃ:237)

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم

نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا جوئی کے لئے معاف کر دے تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل أربعة نفر، الحدیث ۲۳۲۵، ص ۱۸۸۶)

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: عاجزی وانکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَه، فَقَدِ انْتَصَرَ۔

ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص ۲۰۱۷)

(51) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ! قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْاَلُوْنَ اللهَ الَّذِيْ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَالْاَثَرَةُ: الْاِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ۔

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقینا میرے بعد ترجیح ہوگی اور کچھ ایسے کام ہوں گے جو تمہیں نامانوس ہوں گے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! پھر ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جو حق تمہارے ذمہ ہے وہ تم ادا کرنا اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ (متفق علیہ) اثرۃ: (اس کا مطلب ہے) باقیوں کو محروم کر کے کسی ایک حقدار کو سارا کچھ دے دینا۔

تخریج حدیث: (صحيح البخارى، باب علامات النبوة فى الاسلام، ج ١ص ٥٠٩، رقم: ٣٦٠٨، صحيح مسلم، باب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول، ج ٢ص ١٧١، رقم: ٤٨٨١، صحيح ابن حبان، باب طاعة الائمة، ج ٢ص ٣١١، رقم: ٤٥٨٧، مسند ابى يعلى، مسند عبدالله بن مسعود، ج ٣ص ٨٨، رقم: ٥١٥٦، مجمع الزوائد للهيثمى، باب فى ايام الصبر، ج ٧ص ٥٥٦، رقم: ١٢٢٢٢)

شرح حدیث: مشک کے ٹیلے

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے (راوی فرماتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن (۱) وہ غلام جس نے اللہ عزوجل اور اپنے دنیوی آقاؤں کا حق ادا کیا (۲) وہ شخص جو کسی قوم کا امام بنا اور اس کی قوم اس سے راضی ہو اور (۳) وہ شخص جو ہر دن اور رات میں پانچ نمازوں کے لئے اذان کہے۔

(سنن الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب احادیث صفۃ الثلاثۃ الذین یحبھم اللہ، الحدیث ۲۵۶۶، ص ۱۹۱۰، بتقدم وتاخر)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین شخص ایسے ہوں گے جنہیں بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت) خوف زدہ نہ کرے گی اور نہ ہی ان سے حساب لیا جائے گا، وہ لوگ مخلوق کے حساب سے فارغ ہونے تک مشک کے ٹیلے پر ہوں گے: وہ شخص جس نے اللہ عزوجل کی رضا کے لئے قرآن پاک پڑھا اور اس کے ذریعے کسی قوم کی امامت کرائی اور وہ قوم بھی اس سے راضی ہو اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نماز کی طرف بلانے (یعنی اذان کہنے) والا اور وہ غلام جو اپنے رب عزوجل اور اپنے (دنیاوی) آقاؤں کے حقوق احسن طریقے سے ادا کرنے والا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان، الحدیث ۱۸۴۶، ج ۲، ص ۸۵)

(20)

(52) وَعَنْ اَبِيْ يَحْيٰى اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا. فَقَالَ: اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَاُسَيْدٌ: بِضَمِّ الْهَمْزَةِ. وَحُضَيْرٌ: بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَّضَادٍ مُّعْجَمَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ، وَاللهُ اَعْلَمُ.

حضرت ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے مجھے کیوں نہیں بناتے فرمایا تمہیں میرے بعد ترجیح کا سامنا کرنا ہے تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملو۔ (متفق علیہ)

اُسَیْد: میں ہمزہ پر پیش اور حُضَیْر: میں حامہملہ پر پیش ہے اور ضاد معجمہ پر فتحہ ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار اصبروا، ج ۲ ص ۱۰۹، رقم: ۳۷۹۲، صحیح مسلم، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۲۴۹۳، الاحاد والمثانی، ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصر، ص ۳۴۳، رقم: ۱۷۳۳، سنن ترمذی، باب فی الاثرۃ وما جاء فیه، ج ۱ ص ۸۲، رقم: ۲۱۸۹، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصبر علی اذی یصیبه، ج ۸ ص ۱۵۹، رقم: ۱۶۴۰۴)

شرح حدیث: نیکیوں کے ذریعے مالدار

بندوں کی حق تلفی آخرت کیلئے بہت زیادہ نقصان دِہ ہے، حضرت سیّدُنا احمد بن حرب علیہ رحمۃ الرَّبّ فرماتے ہیں: کئی لوگ نیکیوں کی کثیر دولت لئے دنیا سے مالدار رخصت ہوں گے مگر بندوں کی حق تلفیوں کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور یوں غریب و نادار ہو جائیں گے۔

(تنبیہ المغترین ص ۵۳ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت سیّدُنا شیخ ابوطالب محمد بن علی مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی قُوْتُ الْقُلُوب میں فرماتے ہیں: زیادہ تر (اپنے نہیں بھیا) دوسروں کے گناہ ہی دوزخ میں داخِلے کا باعِث ہوں گے جو (حقوق العباد تلف کرنے کے سبب) انسان پر ڈالدیئے جائیں گے۔ نیز بے شمار افراد (اپنی نیکیوں کے سبب نہیں بھیا) دوسروں کی نیکیاں حاصِل کر کے جنّت میں داخِل ہو جائیں گے۔ (قُوتُ القُلُوب ج ۲ ص ۲۹۲) ظاہر ہے دوسروں کی نیکیاں حاصل کرنے والے وُہی ہوں گے جن کی دنیا میں دل آزاریاں اور حق تلفیاں ہوئی ہوں گی۔ یوں بروزِ قیامت مظلوم اور دکھیارے فائدے میں رہیں گے۔

اہل فضل کہاں ہیں؟

حضرتِ سیدنا عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خاتمُ المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی ندا کریگا، اہل فضل کہاں ہیں؟ تو کچھ لوگ کھڑے ہونگے جو تعداد میں نہایت قلیل ہونگے۔ جب یہ جلدی سے جنت کی طرف بڑھیں گے تو فرشتے ان سے ملیں گے اور کہیں گے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم تیزی سے جنت کی طرف جا رہے ہو تم کون ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے کہ تمہارا فضل کیا ہے؟ وہ جواب دیں گے، جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے اور جب ہم سے برائی کا برتاؤ کیا جاتا تھا تو اسے برداشت کرتے تھے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اچھے عمل والوں کا ثواب کتنا اچھا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الرفق، رقم ۱۸، ج ۳، ص ۲۸۱)

حکام کے ظلم پر صبر کرنا

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حاکموں کے ظلم پر نہایت صبر کرتے تھے اور بڑے استقلال سے ان کی تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تکالیف ہمارے گناہوں کی بہ نسبت بہت کم ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج ثقفی خدا کی طرف سے ایک آزمائش تھا جو بندوں پر گناہوں کے موافق آیا۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، صبرھم علی جور الحکام، ص 42)

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے تھے:

کہ جب تجھے ظالم بادشاہ کے ساتھ ابتلاء واقع ہوجائے اوراس کے سبب سے تیرے دین میں نقصان پیدا ہوجائے تو اس نقصان کا کثرت استغفار کے ساتھ تدارک کرا پنے لئے اوراس ظالم بادشاہ کے لئے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، صبرھم علی جورالحکام، ص42)

(53) وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ، انْتَظَرَ حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِیْهِمْ، فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَّاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ. ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کے بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج ڈھلنے کا انتظار کیا بعد ازاں لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے جنگ ہو تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! اے قرآن اُتارنے والے بادل چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان لوگوں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (متفق علیہ) اور توفیق خیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب لا تمنو لقاء العدو، ج ۱ص ۱۱ ، رقم: ۲۸۶۲ صحیح مسلم، باب کراھیة تمنی لقاء العدو، ج ۲ص ۴۴۳ ، رقم: ۳۶۳۹ سنن ابوداؤد، باب فی کراھیة تمنی لقاء العدو، ج ۱ص ۸۴۶ ، رقم: ۲۶۳۳ مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی فضل الجهاد، ج ۵ص ۳۴۰ ، رقم: ۱۹۸۵۶ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج ۵ص ۱۲۹ ، رقم: ۴۳۴۹)

شرح حدیث: عفو وعافیت مانگنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے پھر رونے لگے اور فرمایا، جب خاتمُ المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلَّم پہلے سال ہمارے درمیان منبر پر تشریف فرما ہوئے تو رونے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل سے عفو اور عافیت کا سوال کیا کرو کیونکہ ایمان کے بعد کسی کو عافیت سے سو کوئی چیز نہیں دی گئی۔

(جامع الترمذی، کتاب احادیث شتی، باب (۱۲۰)، رقم ۳۵۶۹، ج۵، ص ۳۲۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ

عظمت وشرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بندہ اس سے افضل کوئی دعا نہیں مانگتا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو... الخ، رقم ۳۸۵۱، ج ۴، ص ۲۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل سے عافیت کا سوال کرنا اسے زیادہ محبوب ہے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۸۹) رقم ۳۵۲۶، ج ۵، ص ۳۰۶)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل دعا کون سی ہے؟ فرمایا، اپنے رب عزوجل سے عافیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کیا کرو۔ پھر اس شخص نے دوسرے دن حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل دعا کون سی ہے؟ فرمایا، اپنے رب عزوجل سے عافیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کیا کرو۔ پھر تیسرے دن حاضر ہوکر اس نے یہی سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس کی مثل دعا بتائی پھر فرمایا، جب تجھے دنیا اور آخرت میں عافیت مل جائے تو تُو کامیاب ہوگیا۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، رقم ۳۵۲۳، باب (۸۹) ج ۵، ص ۳۰۵)

اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا ثواب

قرآن مجید میں کئی مقامات پر جہاد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر جہاد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَO

اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

جنت تلواروں کے سایہ کے

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔ تو ایک خستہ حال بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا، اے ابوموسیٰ! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم پر سلامتی ہو۔ اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی۔ اس کے بعد تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگیا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید، رقم ۱۹۰۲، ص ۱۰۵۳)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بدر کی جانب روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے وہاں گئے۔ جب مشرکین وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی زمین وآسمان جتنی ہے۔ تو حضرتِ سیدنا عُمَیر بن حُمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک جنت کی چوڑائی زمین وآسمان جتنی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ وہ کہنے لگے، خوب بہت خوب۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے بہت خوب کیوں کہا؟ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں میں نے تو یہ بات صرف اس امید پر کہی کہ میں بھی جنت کا حق دار ہو جاؤں۔

آپ نے ارشاد فرمایا، یقیناً تم جنت کے حق دار ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے توشہ دان سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر کہا، اگر میں اپنی کھجوریں کھانے میں مشغول رہا تو میری زندگی طویل ہو جائے۔ اور اپنی کھجوریں پھینک کر مشرکین سے مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید، رقم ۱۹۰۱، ص ۱۰۵۳)

4-بَابُ الصِّدْقِ

صدق کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ)(التوبة: 119).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ) (الْأحزاب: 35)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور صدق والے مرد اور عورتیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (فَلَوْ صَدَقُوا اللهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ) (محمد:21)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اللہ تعالیٰ سے صدق کا معاملہ کرتے تو ان کے لیے اچھا ہوتا۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(54) اَلْاَوَّلُ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ

پہلی حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ تعالیٰ کی

. اللہ کَذَّابًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ بارگاہ میں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین" ج۲ ص۲۵۹، رقم: ۶۰۹۴ صحیح مسلم، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، ج ۲ ص۴۲۹، رقم: ۶۸۰۳ سنن الکبری للبیہقی، باب الشاعر یمدح الناس بما لیس فیھم، ج ۱۰ ص۲۴۳، رقم: ۲۱۶۶۸ مستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج ۱ ص۱۸۷، رقم: ۴۴۰ مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۴ ص۴۷۱، رقم: ۵۱۳۸)

شرحِ حدیث: دل میں حق اور زبان پر سچ

حضرت سیِّدُنا ابوادریس عائذ اللہ خولانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! وہ کون ہے جو تیرے سایہ رحمت میں ہوگا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں کا میں چرچا کرتا ہوں اور وہ میرا ذکر کرتے ہیں اور جو میری رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں پس یہی لوگ میرے عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اُس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! حظیرۃ القدس (یعنی جنت) میں تیرے قرب میں کون ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: وہ بندے جن کی آنکھیں زنا کے لئے نہیں اٹھتیں (یعنی بدنگاہی نہیں کرتے)، اپنے مال میں سود نہیں ملاتے، اپنے فیصلوں پر رشوت نہیں لیتے، ان کے دلوں میں حق اور ان کی زبانوں پر سچ ہوتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، الجزء العاشر، خزیمۃ العابد، ج ۴، ص ۳۱۱)

بچوں سے سچ بولئے

بچوں سے سچ بولئے انہیں بہلانے کے لئے جھوٹے وعدے نہ کیجئے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا کہ ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دریافت فرمایا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں اسے کھجور دوں گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تمہارا ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، الحدیث ۴۹۹۱، ج ۴، ص ۳۸۷)

روئے زمین کا سب سے بڑا عالم

حضرت سیِّدُنا ابوزکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ فرماتے سنا: جب ہم مکہ میں مقیم تھے تو مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے۔ میں

نے کہا: سنایئے، کیا خواب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے فلاں کو یہ کہتے سنا کہ آج رات اہلِ زمین کا سب سے بڑا عالم فوت ہو گیا ہے۔ جب ہم نے حساب لگایا تو وہ حضرت سیِّدُ نا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا دن تھا۔

(حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۹۳۴، ج۶، ص ۳۶۵۔ ترتیب المدارک وتقریب المسالک، باب ذکر وفاۃ مالک، ج۱، ص ۷۸)

حضرت سیِّدُ نا یونس بن عبد الاعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیِّدُ نا بشر بن بکر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علماء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ایک گروہ کے ساتھ جنت میں دیکھ کر پوچھا: حضرت سیِّدُ نا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ان کے درجات بہت بلند ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ جواب ملا: اُن کی سچائی کی بدولت۔

(التمہید لابن عبد البر، مقدمۃ المصنف، باب ذکر عیون من اخبار مالک وذکر فضل موطئہ، ج۱، ص ۵۶)

(55) اَلثَّانِيْ: وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ؛ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيْنَةٌ، وَّالْكَذِبَ رِيْبَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ. قَوْلُهُ: يُرِيْبُكَ هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا: وَمَعْنَاهُ اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْ حِلِّهِ وَاعْدِلْ اِلٰى مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ.

دوسری حدیث: حضرت ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: شک والا کام چھوڑ کر وہ کر جس میں شک نہ ہو کیونکہ صدق اطمینان کا باعث ہے جھوٹ شک کا سبب ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح حدیث کہا۔ لفظ يُرِيْبُكَ: یاء پر فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے: جس کے حلال ہونے میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کام کی طرف مائل ہو جاؤ جس کا حلال ہونا یقینی ہو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ج ۴ ص ۲۳۲، رقم: ۲۵۱۸۔ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ متابعیۃ من اکثر مالہ، ج ۵ ص ۳۳۵، رقم: ۱۱۱۳۳۔ امثال الحدیث لابی الشیخ الاصبہانی، ص ۱۳، رقم: ۳۵۔ مسند ابی یعلیٰ، مسند الحسن بن علی، ج ۶ ص ۱۳۲، رقم: ۶۷۶۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند الحسن بن علی، ج ۱ ص ۲۰۰، رقم: ۱۷۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ وعلم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات واشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان

کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہذا حدیثیں واضح ہے۔

یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصرًا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

مشتبہ بالٹی

حضرت سیِّدُنا ادریس حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا حاضر ہوئے۔ وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنگ دستی غالب آ گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بالٹی تھی۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی چیز کے بدلے ایک سبزی فروش کے پاس گروی رکھ دی۔ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنگ دستی دُور فرما دی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سبزی فروش کے پاس آئے اور اسے رقم دے کر اپنی بالٹی کا مطالبہ کیا۔ سبزی فروش کھڑا ہوا اور ایک جیسی دو بالٹیاں حاضر کر دیں اور کہنے لگا: مجھ پر آپ کی بالٹی مشتبہ ہو گئی ہے، آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ پر بھی معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے کہ کون سی بالٹی میری ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں اسے بالکل نہ لوں گا۔ سبزی فروش نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں بھی اس کو دیئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ آخر کار دونوں اس کو فروخت کر کے رقم صدقہ کرنے پر رضامند ہو گئے۔ (حلیۃ الاولیاء، الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث ۱۳۶۵۱، ج ۹، ص ۱۸۱، بتغیر)

(56) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّۃِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا یَاْمُرُکُمْ - یَعْنِیْ: النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ: قُلْتُ: یَقُوْلُ: اعْبُدُوا اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَّاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُکُمْ، وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاۃِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تیسری حدیث: حضرت ابوسفیان صخر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل بادشاہ والی لمبی حدیث میں ہرقل نے کہا کہ وہ نبی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ جو باتیں تمہارے باپ دادا کہتے تھے اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الیا لاسلام، ج۱ص۴۷۵، رقم: ۲۹۴۰، صحیح مسلم، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل یدعوہ الی الاسلام، ج۲ص۲۶۳، رقم: ۲۷۰۷، سنن الکبری للبیہقی، باب اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۹ص۱۷۷، رقم: ۱۹۰۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، ج۱ص۲۶۲، رقم: ۲۳۷۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان منہا بعد مبعثہ، ج۷ص۲۶۵، رقم: ۸۸۴۲)

شرح حدیث: نامہ مبارک اور قیصر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر کے نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس خط لے کر بصریٰ تشریف لے گئے اور وہاں قیصر روم کے گورنر شام حارث غسانی کو دیا۔ اس نے اس نامہ مبارک کو بیت المقدس بھیج دیا۔ کیونکہ قیصر روم ہرقل ان دنوں بیت المقدس کے دورہ پر آیا ہوا تھا۔ قیصر کو جب یہ مبارک خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی آدمی ملے تو اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ قیصر کے حکام نے تلاش کیا تو اتفاق سے ابوسفیان اور عرب کے کچھ دوسرے تاجر مل گئے۔ یہ سب لوگ قیصر کے دربار میں لائے گئے۔ قیصر نے بڑے طمطراق کے ساتھ دربار منعقد کیا اور تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ اور تخت کے گرد اراکین سلطنت، بطارقہ اور احبار ورہبان وغیرہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی حالت میں عرب کے تاجروں کا گروہ دربار میں حاضر کیا گیا اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر قیصر نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے قیصر نے یہ سوال کیا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں قیصر نے ان کو سب سے آگے کیا اور دوسرے عربوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو! اگر ابوسفیان کوئی غلط بات کہے تو تم لوگ اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ پھر قیصر اور ابوسفیان میں جو مکالمہ ہوا وہ یہ ہے۔

قیصر: مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: ان کا خاندان شریف ہے۔

قیصر: کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا ان کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں۔

قیصر: ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھتے جا رہے ہیں۔

قیصر: کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اس کو نا پسند کر کے پلٹ بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگ انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا وہ کبھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: ابھی تک تو نہیں کی ہے لیکن اب ہمارے اور ان کے درمیان (حدیبیہ) میں جو ایک نیا معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس میں وہ کیا کریں گے؟

قیصر: کیا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: نتیجہ جنگ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہم جیتے، کبھی وہ۔

قیصر: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ، بتوں کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۶، الحدیث ۷، ج ۱، ص ۱۰۔ ۱۲)

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے کہا کہ تم نے ان کو خاندانی شریف بتایا اور تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ پیغمبر اچھے خاندانوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اوروں کی نقل اتار رہا ہے۔ تم نے اقرار کیا ہے کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ یہ شخص اپنے آباء و اجداد کی بادشاہی کا طلبگار ہے۔ تم مانتے ہو کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولے تو جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا علم وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے؟

(سیرتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۳۶۷۔ ۳۶۸)

ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر

پھر ہرقل نے ہمیں باعزاز واکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا، ہم گئے اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی،

مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش دو گیسو غایت حسن و جمال میں) ہرقل بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا، اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت) پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے ستے ہوئے، سر پر نشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مسکرا رہی ہے) کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا، اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ بولا: تمہیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں اپنے دین کی قسم یہ حضور اکرم کی تصویر پاک ہے گویا ہم حضور کو حالتِ حیات دنیوی میں دیکھ رہے ہیں، اسے سنتے ہی وہ اچھل پڑا بے حواس ہو گیا سیدھا کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا دیر تک دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: **اما انه اٰخر البیوت ولٰکنی عجلته لا نظر ما عند کم۔** (جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن معانی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱، دار الفکر بیروت ۲۰/ ۶۳) (دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما وجد فی صورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱/ ۸۸، ۳۸۷) سنتے ہو یہ خانہ سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کر کے دکھایا کہ دیکھوں تمہارے پاس اس باب میں کیا ہے، یعنی اگر ترتیب وار دکھاتا آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے اس لئے میں نے ترتیب قطع کر کے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لو گے، بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا، اور یہی دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ حواس جاتے رہے اٹھا بیٹھا دم بخود رہا۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون O (القرآن الکریم ۶۱/ ۸)

والحمد للہ رب العٰلمین O (القرآن الکریم ۱/ ۱)

(اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ ت)

(57) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ، وَقِیْلَ: اَبِیْ سَعِیْدٍ، وَقِیْلَ: اَبِی الْوَلِیْدِ، سَهْلِ ابْنِ حُنَیْفٍ وَّهُوَ بَدْرِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالَی الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ

چوتھی حدیث: حضرت ابو ثابت، ابو سعید یا ابو ولید سہل بن حنیف بدری صحابی ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت طلب کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ شہدا کے

بَلَّغَهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ — مراتب تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۲ص ۶۳۸، رقم: ۵۰۳۹، مستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج ۲ص ۳۴۴، رقم: ۲۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج ۱ص ۴۷۵، رقم: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجه، باب القتال فی سبیل الله سبحانه تعالیٰ، ج ۱ص ۹۳۵، رقم: ۲۷۹۷، سنن الكبرٰی للبیهقی، باب تمنی الشهادة ومسألتها، ج ۹ص ۱۶۹، رقم: ۱۸۳۳۶)

شرح حدیث: شہادت ملنے کا آسان طریقہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو ہمیشہ سچی نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے شہادت حاصل ہونے کی دعا مانگتا رہے گا تو وہ خواہ کسی بھی بیماری میں اور کہیں بھی اور کسی حال میں بھی مرے مگر وہ قیامت کے دن شہیدوں کی صف میں کھڑا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کرام کے مراتب و درجات عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

توجہ رہے!

اس طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔ شہادت کا مرتبہ اس طرح عطا ہوگا کہ یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہیگا۔ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۴۲۳)

برسوں حلق میں تیر چبھا رہا

۳ھ میں جنگ احد میں کفار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق پر تیر مارا اور یہ تیر آپ کے حلق میں چبھ گیا، ان کے چچا ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم اس تیر کو نکال دیں اور اگر تم کو شہادت کی تمنا ہو تو تم اس تیر کو نہ نکلواؤ تم جب بھی اور جہاں کہیں بھی وفات پاؤ گے شہیدوں کی صف میں تمہارا شمار ہوگا۔ انہوں نے درجہ شہادت کی آرزو میں تیر نکلوانا پسند نہیں کیا اور اسی حالت میں ستر برس تک زندہ رہے اور زندگی کے تمام معمولات پورے کرتے رہے یہاں تک کہ لڑائیوں میں کفار سے جنگ بھی کرتے رہے اور ان کو کسی قسم کی اس تیر کی وجہ سے تکلیف بھی نہیں رہتی تھی لیکن ستر برس کی مدت کے بعد ۷۳ھ میں تیر کا یہ زخم خود بخود پھٹ گیا اور اسی زخم کی حالت میں ان کا وصال ہو گیا۔ بلاشبہ یہ ان کی بہت بڑی کرامت ہے جو بہت زیادہ مشہور ہے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۷۰۴۵، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۷۰) (واسد الغابۃ، رافع بن خدیج، ج ۲، ص ۲۲۴۔۲۲۵ ملتقطاً)

(58) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ: لَا يَتَّبِعْنِيْ رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا لَّمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَّاَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَ تْ - يَعْنِي النَّارَ - لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلاً، فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَّجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ، فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ، فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ، فَوَضَعَهَا فَجَاءَ تِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا. فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا، ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْخَلِفَاتُ بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ: جَمْعُ خَلِفَةٍ وَّهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ.

پانچویں حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی غزوہ پر نکلے تو انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا میرے ساتھ ایسا آدمی نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور ابھی اس نے اس کے ساتھ رات نہ گزاری ہو اور وہ ایسا کرنا چاہتا ہو اور ایسا آدمی بھی نہ نکلے جس نے دیواریں کھڑی کی ہوں اور ابھی چھت نہ ڈالی ہو اور نہ ایسا آدمی نکلے جس نے حاملہ ڈاچیاں یا بکریاں خریدی ہوں اور اس کو ان کے بچے دینے کا انتظار ہو پھر اس نبی نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے قریب اس بستی کے قریب جا پہنچے اور سورج کو فرمایا تو بھی حکم خداوندی سے رواں ہے اور میں بھی حکم الٰہی پر عمل پیرا ہوں اے اللہ! اس کو ہمارے لیے روک دے تو سورج رک گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی پھر اموال غنیمت جمع کیے آگ آئی اور اس نے اس کو نہ جلایا فرمایا تم میں سے کوئی خیانت کرنے والا ہے ہر قبیلہ کا ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو ایک آدمی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا فرمایا خیانت کرنے والا تم میں سے ہے لہٰذا تمہارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ گائے کے سر جیسا سونا اٹھا لائے وہ رکھا تو آگ آئی اور مال غنیمت کھا گئی ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمت کے مال حلال نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھ کر ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا۔ (متفق علیہ) اس

حدیث میں مذکورہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ اَلْخَلِفَاتُ: خاء معجمہ کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ اس کی جمع خلفۃ ہے اس کا معنیٰ حاملہ اونٹنی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم، ج ۱ص۸۳۶، رقم: ۳۱۲۴، صحیح مسلم، باب تحلیل الغنائم هذه الامة خاصة، ج ۲ص۳۴۵، رقم: ۴۶۵۳، صحیح ابن حبان، باب الغنائم وقسمتها، ج ۲ص۴۳۶، رقم: ۴۸۰۸، مصنف عبدالرزاق، باب الغلول، ج ۵ص۲۴۱، رقم: ۹۴۹۲، جامع الاصول، الفرع الخامس فی الغلول، ج ۱ص۱۴، رقم: ۱۲۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہوگیا تب ڈوبا، یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا۔ خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لیے سورج روکا نہیں گیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا۔ چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا، فرمایا ہاں بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا بدھ کی صبح کو، قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا اور غزوہ خیبر کے موقع پر مقام صہباء میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا تھا، جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی سورج ڈوب گیا تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا، حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا۔ ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا۔ ابن المنذر ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی، طبرانی نے معجم میں بہ سند حسن حضرت جابر سے سورج روک لیے جانے کی حدیث نقل فرمائی ہے۔ بہر حال آفتاب کا رکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لیے ہوا۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے سورج نہ رکا اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں۔ (مرقات، اشعہ) فقیر نے مقام صہباء کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا، یہ جگہ خیبر سے قریبًا ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔ عام لوگ زیارت کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لیے

(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

سورج پلٹ آیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سورج پلٹ آنے کا معجزہ بھی بہت ہی عظیم الشان معجزہ اور صداقتِ نبوت کا ایک واضح ترین نشان ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خیبر کے قریب منزل صہبا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر

اقدس رکھ کر سو گئے اور آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر اقدس کو اپنی آغوش میں لیے بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر قضا ہوگئی تو آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! یقیناً علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے تا کہ علی نماز عصر ادا کرلیں۔

حضرت بی بی اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کے اوپر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ردالشمس لہ، ج۶ص ۴۸۴، ۴۸۵)

سورج ٹھہر گیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سے سورج پلٹ آنے کے معجزہ کی طرح چلتے ہوئے سورج کا ٹھہر جانا بھی ایک بہت ہی عظیم معجزہ ہے جو معراج کی رات گزر کر دن میں وقوع پذیر ہوا۔ چنانچہ یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اس قافلہ کے حالات دریافت کیے جو ملک شام سے مکہ آ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے تمہارے اس قافلہ کو بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہے اور وہ بدھ کے دن مکہ آجائے گا۔ چنانچہ قریش نے بدھ کے دن شہر سے باہر نکل کر اپنے قافلہ کی آمد کا انتظار کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرا دیا اور ایک گھڑی دن کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ آن پہنچا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی انشقاق القمر وحبس الشمس، ج۱ص ۲۸۴، ۲۸۵)

واضح رہے کہ حبس الشمس یعنی سورج کو ٹھہرا دینے کا معجزہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین میں سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے بھی یہ معجزہ ظاہر ہو چکا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن وہ بیت المقدس میں قوم جبارین سے جہاد فرما رہے تھے ناگہاں سورج ڈوبنے لگا اور یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ اگر سورج غروب ہوگیا تو سنیچر کا دن آجائے گا اور سنیچر کے دن موسوی شریعت کے حکم کے مطابق جہاد نہ ہو سکے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی تک سورج کو چلنے سے روک دیا یہاں تک کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام قوم جبارین پر فتح یاب ہو کر جہاد سے فارغ ہو گئے۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین وتفسیر الجلالین، سورۃ المائدۃ، تحت الایۃ: ۲۶، ج۲ص ۲۰۸ ملخصا)

(59) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا

چھٹی حدیث: حضرت ابو خالد حکیم بن حزام ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے اس وقت تک اختیار سے ہیں جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں تو اگر وہ صدق و وضاحت کا

وَ كَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دامن نہ چھوڑ یں تو ان کے لئے بیع میں برکت ہوگی اور اگر انہوں نے جھوٹ اور کتمان عیب کا وطیرہ اپنایا تو بیع کی برکت ختم ہوجائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع، ج ۱ص ۱۷، رقم: ۲۰۸۲، صحیح مسلم، باب الصدق فی البیع والبیان، ج ۲ص ۱۱۰، رقم: ۳۹۳۷، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه حاطب بن الحارث بن معمر، ج ۱ص ۸۹۷، رقم: ۳۱۱۵، سنن ابوداؤد، باب فی خیار المتبایعین، ج ۳ص ۲۸۹، رقم: ۳۴۶۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی البیعین بالخیار مالم یتفرقا، ج ۱ص ۵۴۸، رقم: ۱۲۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارتی چیز میں عیب کو چھپانا بھی جرم ہے۔

چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو اپنا ہاتھ شریف اس میں ڈال دیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی انگلیوں نے اس میں تری پائی تو فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا؟ عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس پر بارش پڑگئی۔ فرمایا: تو گیلے غلہ کو تو نے ڈھیر کے اُوپر کیوں نہ ڈالا تاکہ اسے لوگ دیکھ لیتے، جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۲۷۳)

کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شبہ والی چیز سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریکِ تجارت حضرت سیِّدُنا حفص بن عبدالرحمن علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تجارت کرتے تھے اور مجھے مالِ تجارت بھیجتے ہوئے فرمایا کرتے: اے حفص! فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے۔ جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا۔ حضرت سیِّدُنا حفص نے ایک مرتبہ مالِ تجارت فروخت کیا اور بیچتے ہوئے عیب بتانا بھول گئے۔ جب امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی۔ (تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من جود ابی حنیفۃ وسماحۃ وحسن عہدہ، ج ۱۳، ص ۵۶ بتغیر)

5-بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

مراقبہ کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ) (الشعراء: 219-220).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ وہ ہے، جو تمہیں اس وقت دیکھتا ہے جب تم حالت قیام میں ہوتے ہو اور نمازیوں سجدہ کرنے والوں میں آنا جانا دیکھتا ہے۔

شرح: مفسر شہیر، صدرالافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں:

جب تم اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب کو دورہ کرتے ہو۔ بعض مفسّرین نے کہا معنٰی یہ ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام و رکوع و سجود و قعود میں گزرتے ہو۔ بعض مفسّرین نے کہا معنٰی یہ ہیں کہ وہ آپ کی گردشِ چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس و پیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے بخدا مجھ پر تمہارا خشوع و رکوع مخفی نہیں میں تمہیں اپنے پسِ پشت دیکھتا ہوں۔ بعض مفسّرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مؤمنین مراد ہیں اور معنٰی یہ ہیں کہ زمانۂ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ خاتون تک مؤمنین کی اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں۔ (مدارک و جمل وغیرہ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ) (الحدید:4)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

شرح: مفسر شہیر، صدرالافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں:

اپنے علم و قدرت کے ساتھ عموماً اور فضل و رحمت کے ساتھ خصوصاً۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ) (آل عمران:5)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر:14)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تیرا رب خفیہ نگرانی میں ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ) (غافر:19)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کے چھپے رازوں کو جانتا ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ.

اس باب میں بکثرت آیات ہیں۔ اور احادیث یہ ہیں:

(60) فَالْاَوَّلُ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ

پہلی حدیث: حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے تھے اچانک ہم پر ایک آدمی ظاہر ہوا جو انتہائی

شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاِسْلَامُ: اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ! قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ. قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَآئِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ. قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ. قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا. قَالَ: اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ. ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ، اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَمَعْنٰى تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا اَيْ سَيِّدَتَهَا؛ وَمَعْنَاهُ: اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيْ حَتّٰى تَلِدَ الْاَمَةُ السَّرِّيَّةُ بِنْتًا لِّسَيِّدِهَا وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِيْ مَعْنٰى

سفید کپڑوں والا انتہائی سیاہ بالوں والا تھا اس پر سفر کا اثر تھا نہ ہم سے کوئی اس سے واقف تھا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے زانو آپ ﷺ کے زانوؤں سے ملا کر بیٹھا اور اپنی ہتھیلیاں اپنے زانوؤں پر رکھ کر عرض کیا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کی خبر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی گواہی دے نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اگر بیت اللہ کے راستہ کی استطاعت ہو تو حج کرے اس نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا: ہمیں تعجب ہوا کہ خود پوچھتا ہے اور خود تصدیق کرتا ہے اس نے عرض کیا: آپ مجھے ایمان کی خبر دیں فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا پھر عرض کیا: مجھے احسان کی خبر دیں تو آپ فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کر گویا کہ تو اس دیکھتا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اس نے عرض کی: مجھے قیامت کی خبر دیں فرمایا جس سے قیامت کا سوال کیا جا رہا ہے سائل اس سے زیادہ علم نہیں رکھتا اس نے عرض کیا: مجھے اس کی کچھ نشانیاں بتا دیں فرمایا باندی اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور تم ننگے پاؤں ننگے جسم والے تنگ دست بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ بلند و بالا عمارات بنائیں گے پھر وہ چلا گیا اور پھر میں کافی دیر ٹھہرا رہا پھر آپ نے فرمایا: اے عمر جانتے ہو کہ وہ

السَّيِّدِ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ۔ وَ الْعَالَةُ : الْفُقَرَاءُ۔ وَقَوْلُهٗ: مَلِيًّا اَیْ زَمَنًا طَوِيْلًا وَّكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا۔

سائل کون تھا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم) باندی مالکہ کو جنم دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باندیاں بکثرت ہوں گی اور باندی اپنے مالک کی بیٹی جنم دے گی، تو مالک کی بیٹی مالکہ ہی ہوئی اس کی توضیح میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ بعض نے دیگر معنی بھی ذکر کئے۔ اَلْعَالَۃُ: محتاج، تنگ دست، مَلِيًّا: لمبا زمانہ۔ یہاں تین دن کا وقت مراد ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب معرفۃ الایمان والاسلام، ج ا ص۲۸، رقم: ۱۰۲، صحیح ابن خزیمہ، باب فرض الحج علی من استطاع الیہ سبیلا، ج ا ص۸۲۷، رقم: ۲۵۰۴، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب اثبات فرض الحج، ج ۴ص۳۲۴، رقم: ۸۸۶۲، سنن ابوداؤد، باب فی القدر، ج ۲ص۶۵۹، رقم: ۴۶۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج ا ص۵۱، رقم: ۳۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے، جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے۔ فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے۔ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ اواگون نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال ولباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے، کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں، لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آکر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کرسکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا، ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر میں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے، روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی، بغیر کھائے پیئے عرصۂ دراز گزار لیتے تھے، آج صدہا سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

اور وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے، حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون

سے ظاہر ہے کہ وہ آ کر حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور۔ حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح ملکر مجھ سے کیوں بیٹھت ہو اور وہ ادب کر ایسے بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے۔ آج کل زائرین روضۂ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا دیا اور بتا دیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں، ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔

آگے مزید شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے، کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے، یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے، باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادۃ واعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو صرف یا محمد کہہ کر پکارنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ۔ واقعہ غالبًا اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ (مرقاۃ)

کلمہ پڑھنے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا مان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ لہذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔

آگے کے کلام کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال فرض نہیں، رب فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۔ خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے، یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے، تارکِ اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں۔

آگے مزید فرماتے قیامت والے سوال کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا: مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ اور خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے، اور ان تومن میں ایمان لغوی یعنی ماننا، لہذا یہ تعریف الشی بنفسہ بھی نہیں اور اسمیں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے، گو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔ اسی طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں، اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے، تقدیر کے معنی ہیں۔ اندازہ۔ تقدیر دو قسم کی ہے: مبرم اور معلق مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعاء، اعمال وغیرہ سے

بدل سکتی ہے، ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہوگئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں۔

احسان سے متعلق فرماتے ہیں:

یعنی رب نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل (اور خیال کر کہ) اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کیساتھ دل لگا کر درست عمل کر اور (سمجھ لو کہ) یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو ان شاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور و عاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین!

قیامت والے سوال کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے۔ یہاں جبرئیل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کے لیے تو سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا جمعہ کو ہوگی، دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی اور خیال رہے یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا لا اعلم میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے، یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبرائیل! یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الہیہ میں سے ہے یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی دیا (تفسیر صاوی وغیرہ) اسی لیے حضرت جبرئیل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو، حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبرئیل کو پہچان لیا تھا (تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا) اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامت ہی بتا دیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا، علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یعنی اولاد نافرمان ہوگی، بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں اور دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہو جائیں گے جیسا آج دیکھا جا رہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تا کہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے۔ اور اس سے

نظام عالم کی تباہی ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں کہ

یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ اور رسول کے سپرد کرتے ہیں۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنتِ صحابہ ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول جانیں، اللہ اور رسول فضل کریں، اللہ اور رسول رحم فرمادیں، اللہ اور رسول بھلا کرے۔دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے (اور آنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا) اس لیے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سن کر دین سیکھ لو۔اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا تا کہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو۔جبریل کے معنی ہیں: عبداللہ جبر بمعنی عبد، ایل اللہ بزبان عبرانی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱)

(61) اَلثَّانِیْ: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ معاذِ بْنِ جبلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

دوسری حدیث: حضرت ابوذر اور حضرت ابوعبدالرحمن معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیکی کرو یہ اس کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا کرو۔امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی معاشرة الناس، ج ۱ص۵۵۷، رقم: ۱۹۸۷، سنن الدارمی، باب فی حسن الخلق، ج ۱ص۸۱۵، رقم: ۲۷۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج ۵ص۲۳۶، رقم: ۲۲۱۱۲، المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمه علی، ص۳۲۰، رقم: ۵۳۰، مسند ابن الجعد، ص۳۳۴، رقم: ۲۸۵)

شرح حدیث: گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔(پ12،ھود:114)

حضرتِ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، بے شک گناہ کے بعد نیکی کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح

ہے جس کی تنگ زرہ نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو پھر وہ نیک عمل کرے تو اس زرہ کا ایک حلقہ کھل جائے پھر جب وہ دوسری نیکی کرے تو اس کا دوسرا حلقہ بھی کھل جائے یہاں تک کہ وہ زرہ زمین پر گر جائے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عقبۃ بن عامر، رقم ۱۷۳۰۹، ج ۶، ص ۱۲۱)

حضرتِ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمایا کہ جب تم گناہ کرو تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو وہ اس گناہ کو مٹا دے گی۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا بھی نیکی ہے؟ فرمایا کہ یہ سب سے افضل نیکی ہے۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند ابو ذر، رقم ۲۱۵۴۳، ج ۸، ص ۱۱۴۔ ۱۱۳)

اچھے اخلاق

☆ بندہ اچھے اخلاق سے روزہ دار اور عبادت گزار کا درجہ پا لیتا ہے، نیز آخرت کے درجات اور جنت کے بالا خانوں کو پا لیتا ہے۔

☆ بداخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں۔

☆ بندہ اس کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔

☆ اچھا اخلاق خطاؤں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

☆ خوش خُلقی (باعث) برکت ہے۔

☆ قیامت کے دن لوگوں میں نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا۔

☆ سب سے اچھا اخلاق شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اخلاق ہے۔

☆ سب سے افضل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

☆ میزان میں رکھے جانے والے اعمال میں حسن اخلاق سب سے افضل اور وزنی ہوگا۔

(62) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، اِنِّیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللہَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللہَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللہَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللہِ،

تیسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا آپ نے فرمایا: اے لڑکے میں تجھ کو کچھ چیزیں سکھاتا ہوں۔ تو اللہ کا خیال رکھ وہ تیرا خیال رکھے گا' تو اللہ کا خیال رکھ وہ تجھے سامنے ملے گا' جب تو

وَاعْلَمْ: اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔ وَفِیْ رِوَایَةِ غَیْرِ التِّرْمِذِیِّ: اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰهِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْكَ فِی الشِّدَّةِ، وَاعْلَمْ: اَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُصِیْبَكَ، وَمَا اَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ: اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔

مانگے تو اللہ سے مانگ جب مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر سب لوگ تجھے کسی بات کے ساتھ نفع رسانی پر متفق ہو جائیں تو وہ تجھے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر صرف اسی قدر جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہو اور اگر سب تیری ضرر رسانی پر اتفاق کر لیں تو وہ تجھے نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر اسی قدر جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے قلم اٹھ گئے صحیفہ جات خشک ہو چکے۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی کے علاوہ کی روایت یوں ہے: تو اللہ کا خیال رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا' تو خوشحالی میں اس کا واقف بن وہ سختی میں تیرا واقف بن جائے گا (مراد بات قبول کر لے گا) اور یقین کر جو تجھے نہ پہنچا وہ تجھے پہنچنے والا ہی نہ تھا اور جو پہنچا وہ رہنے والا نہ تھا اور یقین کر مدد صبر کے ساتھ ہے اور فراخی تکلیف کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ضرور ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصیۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال، ج ۱ ص ۵۶۲، رقم: ۱۶۱۷، مستدرک للحاکم، ذکر عبد اللہ بن عباس، ج ۵ ص ۲۸۷، رقم: ۶۳۰۳، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ، باب تعرف الی اللہ فی الرخا، ج ۲ ص ۶۸۲، رقم: ۷۱۳۲، مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، ج ۱ ص ۸۳۰، رقم: ۲۵۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، ج ۱ ص ۲۹۳، رقم: ۲۶۶۹)

شرح حدیث: اللہ عزوجل کا حق

حضرت سیدنا ابو عبیدہ تاجی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا: اے ابن آدم! تیرے لئے دنیا کشادہ کردی گئی تو تُو آخرت کے عمل سے غافل ہو گیا، تیری موت قریب آن پہنچی، تجھے عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ عزوجل کا حق سب سے افضل ہے وہ اسوقت تک تجھ سے راضی نہ ہوگا جب تک تو ان احکام کو پورا نہ کرے جو اس نے تجھ پر لازم کئے ہیں۔ اے ابن آدم! جب تو لوگوں کو نیکی کا کام کرتا دیکھے تو ایسے کام میں تو ان پر سبقت لے جانے کی کوشش کر اور جب تو انہیں ہلاکت و بربادی کے کاموں میں دیکھے، تو ان

سے اوران کے اختیار کردہ افعال سے کوسوں دور بھاگ۔ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے اپنی دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی پس وہ ذلیل وخوار ہو گئے۔

تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی

ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے،سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا طے شدہ اس کی طرف سے،حضرت یوسف کی قمیص نے دیدۂ یعقوبی کو شفا بخشی،حضرت عیسیٰ مردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگر چہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا۔مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جا چکا تھا۔خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی نافع ،حقیقی ضار اللہ تعالیٰ ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔

(63) اَلرَّابِعُ: عن اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ، کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ وَقَالَ: اَلْمُوْبِقَاتُ: اَلْمُھْلِکَاتُ۔

چوتھی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم کچھ ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے باریک تر ہوتے ہیں ہم ان کاموں کو رسول اللہ ﷺ (کی حیات ظاہری) کے دور میں ہلاک کر دینے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔(بخاری) اور کہا کہ مُوْبِقَاتُ: ہلاک کر دینے والے کام کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ج ۲ ص ۶۰۳، رقم: ۶۴۹۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۲، رقم: ۱۱۰۰۸، الاداب للبیھقی، باب من اجترا علی ارتکاب الذنوب ص ۵۲۸، رقم: ۸۳۸، مسند ابویعلی، مسند انس بن مالک، ج ۲ ص ۳۸۸، رقم: ۴۲۱۴ مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی الکبائر، ج ۱ ص ۲۹۷، رقم: ۴۰۱)

شرح حدیث: گناہ کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

عرض: گناہِ کبیرہ وصغیرہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: گناہِ کبیرہ سات سو ہیں۔(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ النساء تحت الآیۃ ۳۱، ج ۳، ص ۱۱۲)

اِن کی تفصیل بہت طویل۔اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی معصیت جس قدر ہے سب کبیرہ ہے۔اگر صغیرہ وکبیرہ کو علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر (یعنی صغیرہ گناہوں) کو ہلکا سمجھیں گے،وہ کبیرہ سے بھی بدتر ہو جائے گا۔جس گناہ کو ہلکا جان کر کریگا وہی کبیرہ ہے۔اِن کے امتیاز کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ فرض کا ترک کبیرہ ہے اور واجب کا صغیرہ۔جو گناہ بے باکی اور

اِصرار سے کیا جائے کبیرہ ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۴۷)

میرے شیخ طریقت امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں:

گناہِ صغیرہ کب کُفر ہوتا ہے؟

یہاں ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت حصّہ چہارم صَفْحہ 369 تا 370 سے چند سُطور پیش کرتا ہوں جن میں معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ چُنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلِ سنّت، مُجدّدِ دین وملّت مولانا شاہ اَحمد رضا خان علیہ رَحمۃُ الرحمٰن فرماتے ہیں: حضرت سیّدُ نا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے لکھا ہے تَواجُد (یعنی وَجد کی نقّالی) سے وَجد پیدا ہوتا ہے۔ تَشَبُّہ (یعنی نقّالی) کی صورت یہ ہے کہ بہ تکلّف وَجد بنائے (کہ) ہوتے ہوتے (صحیح وَجد بھی) ہوجائے گا۔ ہاں یہ نیّت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں (کہ) یہ رِیا ہے اور حرام ہے۔ عرض: (کیا) صغیرہ کا اِستخفاف (یعنی ہلکا جاننا) کبیرہ ہے؟ ارشاد: (بلکہ) بعض اوقات صغیرہ کا اِستخفاف (یعنی ہلکا جاننا) کُفر ہوجائے گا جبکہ اس کا گناہ ہونا ضروریاتِ دین سے ہو۔ عُلَماء فرماتے ہیں: کسی نے کوئی گناہ کیا، اُس سے لوگوں نے کہا: توبہ کر۔ جواب دیا: چہ کردہ اَم کہ تَوبہ کُنم؟ (یعنی میں نے کیا کِیا ہے جو توبہ کروں؟ اُس کا یہ جواب) کفر (ہے)۔ بہُت سے صَغائر (یعنی چھوٹے گناہ) ایسے ہیں جن کا مَعصِیَت (نافرمانی) ہونا ضروریاتِ دین سے ہے مَثَلاً اَجنَبِیَّہ سے مَس وتَقبیل (یعنی غیر عورت کو چھونا اور بوسہ لینا گناہِ) صغیرہ ہے۔ اِلَّا اللَّمَم میں داخِل ہے مگر حلال جاننے کافر ہے (پھر فرمایا) جس کو سمجھا کہ یہ ہلکا گناہ ہے فوراً صغیرہ سے کبیرہ ہوگیا۔ اولیائے کرام (رَحِمَهُمُ اللہُ السّلام) فرماتے ہیں: اِس گناہ کو دوسرے گناہ سے نسبت دیتا ہے کہ اُس سے چھوٹا ہے، یہ نہیں دیکھتا کہ گناہ کس کا کر رہا ہے! اگر دیکھتا تو یہ فرق نہ کرتا۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۶۷۱)

(64) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُغَارُ، وَغَیْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی، اَنْ یَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَالْغَیْرَةُ: بِفَتْحِ الْغَیْنِ، وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ۔

پانچویں حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷛ نبی اکرم ﷺ سے راویت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے اس کے غیرت فرمانے کا سبب یہ ہے کہ بندہ اس کے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کرے۔ (متفق علیہ) اور اَلْغَیْرَۃُ: غین پر زبر کے ساتھ اس کی اصل اَلْاَنَفَۃُ ہے (اس کا معنی ہے: خودداری اور بڑائی)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغیرۃ، ج ۲ص ۲۰۹، رقم: ۴۹۲۵، صحیح مسلم، باب غیرۃ اللہ تعالی وتحریم الفواحش، ج ۲ص ۸۰۱، رقم: ۷۱۷۱، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ، ج ۱۰ص ۲۲۵، رقم: ۲۱۵۵۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الغیرۃ، ج ۱ص ۶۷۱، رقم: ۱۱۶۸، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی، الغیرۃ، ج ۳ص ۴۳۰، رقم: ۶۱۹۰)

شرح حدیث: ہر چھوٹے بڑے گناہ کو ہرگز ہلکا نہ جانو

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں لہٰذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے نہ گزرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہلکا نہ جانو اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے دانستہ کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا ہے لہٰذا ان کی جستجو نہ کرو۔ (سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع، الحدیث: ۴۳۵۰، ج ۴، ص ۲۱۷)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل غیور ہے اور مؤمن بھی غیرت مند ہے جبکہ اللہ عزوجل کی غیرت اس بات پر ہے کہ بندۂ مؤمن اس کے حرام کردہ عمل میں پڑے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۹۹۵، ص ۱۱۵۶)

دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی لئے اس نے پوشیدہ اور ظاہر بدکاریوں کو حرام کر دیا ہے اور اس سے بڑھ کر اپنی تعریف کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث ۶۹۹۳)

تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟

حضرت سیدنا بلال بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: گناہ کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔ اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اے انسان! گناہ کو چھوڑ دینا توبہ یعنی معافی چاہنے سے بہت آسان ہے۔

حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کو اپنی عبادت سے بڑھ کر یہ چیز زیادہ پسند ہے کہ اس کی نافرمانیاں چھوڑ دی جائیں۔ ان کے اس قول کی تائید یہ حدیث مبارکہ بھی کرتی ہے۔ چنانچہ،

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو بقدرِ طاقت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اس سے رُک جاؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃً فی العمر، الحدیث: ۳۲۵۷، ص ۹۰۱، فاجتنبوہ بدلہ فدعوہ)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مامورات (یعنی جن کے کرنے کا حکم ہے) میں استطاعت یعنی بقدرِ طاقت کی قید لگانا اور منہیات (یعنی جن سے رکنے کا حکم ہے) میں اسے ذکر نہ کرنا اس کے نقصان کے بڑے ہونے اور اس میں پڑنے کی برائی کی طرف اشارہ ہے اور مسلمان پر اس سے دوری اختیار کرنے میں کوشش سے کام لینا واجب ہے، خواہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو یا نہیں، جبکہ مامورات پر قدرت نہ ہونے کے سبب (ان پر قدرت پانے تک) ان کو چھوڑا جا سکتا ہے یہ نکتہ قابلِ غور ہے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تیرے نزدیک گناہ جتنا چھوٹا ہوگا اتنا ہی اللہ عزوجل کے نزدیک بڑا ہوگا اور تیرے نزدیک گناہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اللہ عزوجل کے نزدیک چھوٹا ہوگا۔

منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! میری مخلوق میں جو شخص سب سے پہلے مرا یعنی تباہ وبرباد ہوا وہ ابلیس تھا، کیونکہ اس نے سب سے پہلے میری نافرمانی کی تھی اور میں اپنے نافرمانوں کو مُردوں میں شمار کرتا ہوں۔

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے اور پھر جب دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک اور سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں یعنی اس اعتبار سے کہ یہ دل میں سیاہی پیدا کر کے اسے اس طرح ڈھانپ لیتے ہیں کہ پھر وہ کبھی کسی بھلائی کو قبول نہیں کرتا، اس وقت وہ سخت ہو جاتا ہے اور اس سے ہر رحمت ومہربانی اور خوف نکل جاتا ہے، پھر وہ شخص جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جسے پسند کرتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، نیز اللہ عزوجل کے مقابلہ میں شیطان کو اپنا ولی بنا لیتا ہے تو وہ شیطان اسے گمراہ کرتا، ورغلاتا، جھوٹی اُمیدیں دلاتا اور جس قدر ممکن ہو کفر سے کم کسی بات پر اس سے راضی نہیں ہوتا۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

(65) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ: اَبْرَصَ، وَاَقْرَعَ، وَاَعْمٰی، اَرَادَ اللهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَكًا، فَاَتَی الْاَبْرَصَ، فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَّجِلْدٌ حَسَنٌ، وَّیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ؛ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا۔ فَقَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: الْاِبِلُ - اَوْ قَالَ: الْبَقَرُ شَكَّ الرَّاوِی - فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، فَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِیْهَا۔ فَاَتَی الْاَقْرَعَ، فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ،

چھٹی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: بنی اسرائیل کے تین آدمی برص والا، گنجا اور اندھے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ برص والے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کون سی چیز تمہیں زیادہ پیاری ہے اس نے کہا اچھا رنگ، اچھا جسم اور مجھ سے یہ دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھے حقیر جانتے ہیں اس پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو فوراً اس کی تکلیف دور ہو گئی اس کا رنگ خوبصورت ہو گیا پھر پوچھا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا اونٹ یا کہا بیل راوی کو شک ہے (کہ برص والے یا گنجے ان

وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَذِرَنِي النَّاسُ ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا، وَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا. فَأَتَى الْأَعْمٰى، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ النَّاسَ، فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا، فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْإِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ. ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ، وَالْمَالَ، بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي. فَقَالَ: الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ !؟ فَقَالَ: إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي؟ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ

دونوں میں سے ایک نے اونٹ اور دوسرے نے گائے کا کہا) چنانچہ اس کو دس ماہ والی حاملہ ڈاچی دی پھر اس کو کہا اللہ تیرے لیے اس میں برکت ڈال دے۔ پھر گنجے کے پاس وہ فرشتہ آیا اس سے پوچھا تمہیں کون سی چیز محبوب تر ہے اس نے کہا: خوبصورت بال اور اس بیماری کا خاتمہ جس سے لوگ مجھے حقیر جانتے ہیں پس فرشتے نے ہاتھ پھیرا اس کے سر کے بال آ گئے اور مرض ختم ہو گیا پوچھا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا: بیل اس نے اس کو ایک حاملہ گائے دی اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کون سی چیز محبوب تر ہے' اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری نظر لوٹا دے میں لوگوں کو دیکھوں فرشتہ نے ہاتھ پھیرا فوراً اس کی آنکھیں روشن کر دیں پھر اس کا پسندیدہ مال پوچھا اس نے بتایا بکریاں فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔ چنانچہ ان جانوروں سے افزائش نسل ہوئی اس کی بکری نے بھی بچے دیئے حتیٰ کہ اس کے لئے اونٹوں کی وادی بھر گئی پھر دوسرے کے لیے گائے سے وادی بھر گئی اور تیسرے کے لئے بکریوں سے وادی بھر گئی اب فرشتہ اس برص والے کے پاس اس کی اپنی شکل وصورت میں بن کر گیا اور کہا کہ مسکین آدمی ہوں اسباب سفر منقطع ہو گئے ہیں میں اب اللہ کی اور تیری مدد کے بغیر نہ پہنچ سکوں گا میں تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں اس اللہ کے نام پر کرتا ہوں جس نے تمہیں حسین رنگ خوبصورت جسم اور مال دیا ہے اس نے ذمہ داریوں کی کثرت بیان کی فرشتہ

اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ مَا اَجْهَدُكَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ فَقَالَ: اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِیْتُمْ۔ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کہنے لگا میں تجھے جانتا بھلا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور فقیر نہ تھا پھر اللہ نے تجھے مال دیا کہنے لگا یہ مال تو میری خاندانی وراثت ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے' تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تھا اور گنجے کے پاس آیا وہی سوال جواب ہوئے آخر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو تجھے اللہ اسی طرح بنا دے جیسا تھا اور اندھے کے پاس اس کی سابقہ شکل وصورت میں بن کر آیا آواز دی فقیر مسافر آدمی ہوں سفر میں میرے اسباب کٹ گئے ہیں میں اب (گھر تک) اللہ کی پھر تیری مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا وہ کہنے لگا میں نابینا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا کی تو جو چاہے لے جو چاہے چھوڑ اللہ کی قسم آج تم جو چیز بھی اللہ کے نام پر لو گے میں روک کر تمہیں مشقت میں نہ ڈالوں گا فرشتہ نے کہا اپنا مال روک تمہارا امتحان ہوا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا اور تیرے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔ (متفق علیہ)

وَالنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ بِضَمِّ الْعَیْنِ وَفَتْحِ الشِّیْنِ وَبِالْمَدِّ: هِیَ الْحَامِلُ۔ قَوْلُهٗ: اَنْتَجَ وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَنَتَجَ مَعْنَاهُ: تَوَلّٰی نِتَاجَهَا، وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْاَةِ۔ وَقَوْلُهٗ: وَلَّدَ هٰذَا هُوَ بِتَشْدِیْدِ اللَّامِ: اَیْ تَوَلّٰی وِلَادَتَهَا، وَهُوَ بِمَعْنٰی اَنْتَجَ فِی النَّاقَةِ، فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ، وَالْقَابِلَةُ بِمَعْنًی؛ لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَیَوَانِ وَذَاكَ لِغَیْرِهٖ۔ وَقَوْلُهٗ: انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ: اَیِ الْاَسْبَابُ۔ وَقَوْلُهٗ: لَا اَجْهَدُكَ مَعْنَاهُ: لَا اَشُقُّ عَلَیْكَ فِیْ رَدِّ شَیْءٍ

اَلنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ۔ عین پر پیش اور شین پر زبر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے۔ دس ماہ کی حاملہ ڈاچی۔ انتج' اور ایک روایت میں فنتج اس کا مطلب ہے اس نے بچہ جنم دیا عورت کے لیے ناتج ایسے ہے جیسے عورت کے لیے دایہ دلانے والا حبال: اسباب لا اجهدك: میں کسی چیز کو روک کر تمہیں کسی مشقت میں نہ ڈالوں گا۔

تَأْخُذُهُ اَوْ تَطْلُبُهُ مِنْ مَّالِیْ.

وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ: لَا اَحْمَدُكَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِیْمِ وَمَعْنَاهُ: لَا اَحْمَدُكَ بِتَرْكِ شَیْءٍ تَحْتَاجُ اِلَیْهِ، كَمَا قَالُوْا: لَیْسَ عَلٰی طُوْلِ الْحَیَاةِ نَدَمٌ: اَیْ عَلٰی فَوَاتِ طُوْلِهَا.

بخاری کی ایک روایت میں ''لا احمدك'' حا مہملہ اور میم کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے کہ تم اگر اپنی ضرورت کے باوجود کوئی چیز نہ لو تو میں تیری تعریف نہ کروں گا اس سے خوش نہ ہوں گا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے لمبی زندگی پر شرمندہ نہیں یعنی لمبی زندگی کے ختم ہونے پر شرمندہ ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، حدیث ابرص واعمی واقرع فی بنی اسرائیل، ج ۲ص ۳۰۱، رقم: ۳۴۶۴ صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج ۲ص ۸۱۳، رقم: ۶۷۲۰، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب لا یورد ممرض علی مصح، ج ۷ص ۲۱۹، رقم: ۱۴۶۴۰ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱۰ص ۱۷۹، رقم: ۳۱۶ جامع الاصول لابن اثیر، قصة الاقرع والابرص والاعمی، ج ۴ص ۲۲۱، رقم: ۴۸۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں، مصیبتیں ٹل جاتی ہیں بلکہ ان کے دھوون سے شفائیں ملتی ہیں، آبِ زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنی چھوکر بیماری دور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرشتہ کے واسطہ سے اس کو شفا دی۔

مزید یہ کہ فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھاپن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں، یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہوگئی۔ (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا: وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ درود تاج میں جو آتا ہے دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں۔ جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جریان ہوسکتی ہیں، ایک شربت کا نام شربت فریاد رس ہوسکتا ہے تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۰۴)

ایک عابد کی سخاوت اور یقین کامل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اُون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے۔

حسبِ معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اُون کی رسیاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسیّاں بِک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔

چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کرلیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کردی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھالیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کردیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوراخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکرادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہوکر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے

کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کرسکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہو رہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے بہر حال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔

(میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد کرتا ہے۔ دوسروں کا خیر خواہ کبھی نامراد نہیں ہوتا، جو کسی پر رحم کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر رحم کرتا ہے، اور صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے اور جو لوگ مال کی محبت دل میں نہیں بٹھاتے وہی لوگ سخاوت جیسی نعمت سے حصہ پاتے ہیں۔ جو شخص اللہ عزوجل سے اُمید واثق رکھے اللہ عزوجل اس کو کبھی رُسوا نہیں فرماتا۔) اس حکایت میں ایک نیک شخص کی سخاوت اور یقین کامل کی عظیم مثال موجود ہے کہ اس نے ایک سائل کو آدھا مال دینا منظور کرلیا اور دوسرا یہ کہ خود اپنے لئے کھانے کی شدید حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اپنا حصہ اپنے دوسرے حاجت مند بھائی کو دے دیا، پھر اللہ عزوجل نے بھی اسے ایسا نوازا اور ایسی جگہ سے رزق عطا کیا جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر وقت اپنی رحمتِ کاملہ کا سایہ عطا فرمائے رکھے اور سخاوت وایثار اور یقینِ کامل کی عظیم نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔

(66) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی

ساتویں حدیث: حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے' جو اپنے نفس کو مطیع کرلے اور موت کے بعد کے لئے کام کرے اور بے وقوف وہ ہے' جو نفس کو اس کی

اللهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ .قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهَا مِنَ الْعُلَمَآءِ: مَعْنٰى دَانَ نَفْسَهٗ: حَاسَبَهَا.

خواہش کے پیچھے لگادے اور اللہ تعالیٰ سے قسم قسم کی آرزوئیں رکھے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن صحیح ہے۔ترمذی وغیرہ علماء نے فرمایا: ''دان نفسہ'' کا معنی ہے کہ نفس کا حساب لے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة أوانی الحوض، ج ا ص ۳۸، رقم: ۲۴۵۹، الاداب للبیهقی، باب من قصر الأمل وبادر بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص ۲۹۷، رقم: ۸۱۲، مستدرك للحاكم، كتاب الایمان، ج ا ص ۱۲۵، رقم: ۱۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند شداد بن اوس رضی الله عنه، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۱۷۱۶۴، مسند البزار، مسند شداد بن اوس رضی الله عنه، ج ۲ ص ۱۸، رقم: ۲۴۸۹)

شرح حدیث: اپنے نفس کا محاسبہ

حضرت سیدنا ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے: تیری باتیں تو زاہدوں جیسی ہیں لیکن عمل منافقوں جیسا ہے اور اس کے باوجود جنت میں داخلہ چاہتا ہے، دور ہوجا! دور ہوجا! جنت کے لئے تو دوسرے لوگ ہیں جن کے اعمال ہمارے عملوں جیسے نہیں۔

حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے شہزادے رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے وصیت فرمائیے؟ تو انہوں نے دو باتیں ارشاد فرمائیں: اے سفیان! (۱) مروّت جھوٹے کے لئے اور راحت حاسد کے لئے نہیں ہوتی اور (۲) اخوت تنگ دل لوگوں کے لئے اور سرداری بد اخلاق لوگوں کے لئے نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کی: اے شہزادۂ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ! مزید ارشاد فرمائیے؟ تو انہوں نے مزید ارشاد فرمایا: اے سفیان! (۱) اللہ عزوجل کے حرام کردہ کاموں سے رکے رہو، تدبر والے بن جاؤ گے (۲) اللہ عزوجل نے تمہارے لئے جو تقسیم مقرر کی ہے اس پر راضی رہو، سرِ تسلیم خم کرنے والے بن جاؤ گے (۳) لوگوں سے اسی طرح ملو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے ملیں، ایمان والے بن جاؤ گے اور (۴) فاجر کی صحبت میں نہ بیٹھو کہیں وہ تمہیں اپنی بدکاریاں نہ سکھادے، جیسا کہ مروی ہے کہ،

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب الرجل علی دین خلیلہ، الحدیث: ۲۳۸۷، ص ۱۸۹۰)

میرے پیارے اسلامی بھائی!

اس رب عزوجل کی قسم! جس نے تجھے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا بنایا ہے، اس نے پورا عدل کیا ہے، اے ابنِ آدم ! یاد رکھ کہ تو اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اپنی قبر میں داخل ہوگا اور اکیلا ہی قبر سے نکلے گا اور تجھے اکیلے ہی (اپنے کئے کا) حساب دینا ہوگا، اے ابن آدم! اگر تمام لوگ اللہ عزوجل کی اطاعت کرنے لگیں مگر تُو اس کی نافرمانی کرے تو ان کی اطاعت تجھے کوئی نفع نہ دے گی۔

فکرِ آخرت کرنے والا خوش نصیب

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر کتّانی قُدِّسَ سِرُّہ، الرَّبَّانِی فرماتے ہیں: ایک شخص برائیوں اور خطاؤں پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتا تھا۔ایک دن اس نے اپنی زندگی کے سالوں کا حساب لگایا تو ساٹھ سال بنے پھر دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار پانچ سو دن (21,500) بنے تو اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: ہائے افسوس! اگر روزانہ ایک گناہ بھی کیا ہو تو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور اکیس ہزار پانچ سو گناہ لے کر حاضر ہوں گا تو ان گناہوں کا کیا حال ہوگا جن کا شمار ہی نہ ہو سکا؟ ہائے افسوس! میں نے اپنی دنیا آباد کی اور آخرت برباد کی اور اپنے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی کرتا رہا، میں دنیا میں تو آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونا پسند نہیں کرتا تو بروزِ قیامت بغیر ثواب وعمل کے حساب وکتاب کیسے دوں گا؟ اور عذاب کا سامنا کیسے کروں گا؟ پھر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور زمین پر گر گیا، جب حرکت دی گئی تو اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو چکی تھی۔

فکرِ آخرت کے فوائد

فکرِ آخرت کے فوائد کو دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے،

(1) عقلی اعتبار سے۔۔۔۔۔ (2) نقلی (یعنی منقولی) اعتبار سے۔۔۔۔۔

(1) عقلی اعتبار سے:

جس طرح دنیاوی کاروبار سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اسی وقت کامیاب کاروباری بن سکتا ہے جب وہ اپنی لاگت سے کئی گنا زیادہ نفع کمانے میں کامیاب ہو جائے اور اس کا اصل سرمایہ بھی محفوظ رہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنی کارکردگی کو روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ یا سالانہ کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے۔ پھر اس پر مختلف پہلوؤں سے نہ صرف زبانی غور وتفکر کرتا ہے بلکہ اس کو ضبطِ تحریر میں بھی لاتا ہے۔ جہاں کسی قسم کی خامی نظر آئے اسے درست کرتا ہے اور جو شے نفع کے حصول میں رکاوٹ بنتی نظر آئے اس کو دور کرتا ہے۔

اگر وہ اپنے کاروباری معاملات کا محاسبہ نہ کرے تو اکثر اوقات اسے نفع حاصل ہونا تو درکنار، الٹا نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہو تو ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ بھی باقی نہیں رہتا اور وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو شخص کاروبارِ آخرت میں نفع کمانے کا آرزو مند ہو اسے بھی چاہیے کہ اپنے کئے گئے اعمال پر غور کرے، جو اعمال اس کو نفع دلوانے میں معاون ثابت ہوں، ان کو مزید بہتر کرے اور جو کام اِس نفع کے حصول میں رکاوٹ بن رہے ہوں، انہیں چھوڑ دے تو وہ بتوفیقِ خداوندی کامیابی سے ہمکنار ہوگا اور بطورِ نفع اسے داخلِ جنت ہونا نصیب ہوگا۔ اور اگر ایسا کرنے کی بجائے وہ، خوابِ غفلت کا شکار رہا تو وہ خسارے میں رہے گا جس کا نتیجہ دخولِ جہنم کی صورت میں سامنے آسکتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

(2) نقلی (منقولی) اعتبار سے:

فکرِ مدینہ (محاسبہ) کے بارے میں ہمارے پیارے آقا تاجدارِ مدینہ، سلطانِ مکہ مکرمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسلافِ کرام نے کثیر فضائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ۔۔۔۔۔

ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر:

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، امورِ آخرت میں) گھڑی بھر غور و فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۴۸، رقم الحدیث ۵۷۰۷)

سمجھدار کون؟....

سرورِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور آخرت کی بہتری کے لئے نیکیاں کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے انعامِ آخرت کی امید رکھے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۷۸۰، رقم ۱۷۱۲۳ امرویات شداد بن اوس)

ایمانِ کامل کی نشانی....

سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے،

(۱) وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا،

(۲) اپنے کسی عمل میں ریاکاری نہیں کرتا، اور۔۔۔۔۔

(۳) جب اس کے سامنے دو باتیں پیش ہوں، ایک کا تعلق دنیا سے ہو اور دوسری کا آخرت سے تو وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، ج ۱۵، ص ۳۴۵، رقم الحدیث ۴۳۲۴۰)

(67) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

آٹھویں حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کا

حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہٗ۔

فضول کاموں کو ترک کر دینا اس کے اسلام کی خوبی سے ہے ۔امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور اسے حسن کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بھا الناس، ج ۱ص ۱۵۸ ، رقم: ۲۳۱۸، موطأ امام مالك، باب ما جاء فی حسن الخلق، ص ۵۱۱، رقم: ۱۶۰۴، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب فی الحسد وسلامۃ، ج ۳ص ۲۲۱ ، رقم: ۵۲۷۶، المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمه محمد، ص ۵۱۸، رقم: ۸۸۳، مجمع الزوائد، باب من حسن الاسلام المرء ترکه مالایعنیه، ج ۸ص ۴۰، رقم: ۱۲۶۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات و سکنات سے بچے جو اس کے لیے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں، وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں۔ سبحان اللہ! ان دو کلموں میں دونوں جہان کی بھلائی وابستہ ہے۔ ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تو نے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے رکھے۔ اپنے نفس کا حساب کرو تا کہ قیامت کا حساب آسان ہو۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۷۴)

اِمام الائمہ، سراج الاُمّہ حضرت سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے شاگردوں کو انتہائی مفید نصیحتیں فرمائیں جو مختلف کتب میں لکھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ ہے۔

پانچ لاکھ میں سے پانچ احادیث کا انتخاب

اِن پانچ فرامینِ مصطفی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم پر عمل کرنا جنہیں میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے۔

(۱) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۱، ص ۱، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(۲) انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتیں چھوڑ دے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، الحدیث ۲۳۱۷، ص ۱۸۸۵، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(۳) تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، الحدیث ۱۳، ص ۳)

(۴) بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنی عزت اور اپنا دین بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام

میں مبتلا ہوا۔ وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو چراگاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا ہے، اس کے چراگاہ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ سن لو! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ سنور جائے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ (لوتھڑا) دل ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ، الحدیث ۵۲، ص ۶)

(۵) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی نے ایک شفیق باپ کی طرح اپنے روحانی بیٹے کو چند نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک پیش خدمت ہے۔

اے پیارے بیٹے!

نبی کریم، رءوف رّحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی امت کو جو نصیحتیں ارشاد فرمائیں، اُن میں سے ایک مہکتا مدنی پھول یہ ہے۔

زندگی کا ایک لمحہ بھی اس کے علاوہ گزر گیا تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس پر عرصہ حسرت دراز کر دیا جائے۔ اور جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اور اِس کے باوجود اُس کی برائیوں پر اُس کی اچھائیاں غالب نہ ہوں، تو اُسے جہنم کی آگ میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

(الفردوس بمأثور الخطاب: باب المیم ج ۳ ص ۹۸ رقم الحدیث ۵۵۴۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سمجھدار اور عقلمند کے لیے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ (ایھا الولد صفحہ ۱۱-۱۲)

(68) اَلتَّاسِعُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيْمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

نویں حدیث: حضرت عمر ﷺ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی سے بیوی کو مارنے کے بارے سوال نہ کیا جائے گا۔ اسے ابوداوٗد وغیرہ نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداوٗد، باب فی ضرب النساء، ج ۱ ص ۶۵۲، رقم: ۲۱۴۷، سنن الکبری للبیھقی، باب لا یسال الرجل فیما ضرب امراتہ، ج ۷ ص ۳۰۵، رقم: ۱۵۱۷۵، سنن ابن ماجہ، باب ضرب النساء، ج ۱ ص ۶۳۹، رقم: ۱۹۸۶، سنن الکبری للنسائی، باب ضرب الرجل زوجتہ، ج ۵ ص ۳۷۲، رقم: ۹۱۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱ ص ۲۰، رقم: ۱۲۲)

شرح حدیث: ابوحامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنے منفرد رسالہ الْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں لکھتے ہیں:

بیوی کے آداب

(شوہر کو چاہیے کہ) بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے، نرمی کے ساتھ گفتگو کرے، محبت و چاہت کا اظہار کرے، تنہائی میں اس کے ساتھ خوش مزاجی اور بے تکلفی سے پیش آئے، لغزشوں سے درگزر کرے، لڑائی جھگڑا نہ کرے، اس کی عزت کی حفاظت کرے، کسی معاملہ میں اس سے بحث ومباحثہ نہ کرے، بغیر کنجوسی کئے اس کی معاونت کرے، اس کے گھر والوں کی عزت و تعظیم کرے، ہمیشہ اچھے وعدے کرے، اپنی بیوی پر شدید غیرت کھائے (کہ وہ اپنا حسن و جمال غیر کے سامنے ظاہر کرے)۔ (الأدب فی الدین صفحہ ۴۶۔۴۷)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!

(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!

(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔

(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بد اخلاقی پر صبر کرے۔

(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا ہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔

(۱۲) جو اپنی بیوی کے میکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔

(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کر سکے۔

شوہر اپنی عورت کو ان امور پر مار سکتا ہے:

(۱) عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اوس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے اور اگر شوہر مردانہ لباس پہننے کو یا گودنا گودانے کو کہتا ہے اور نہیں کرتی تو مارنے کا حق نہیں۔ یوہیں اگر عورت بیمار ہے یا احرام

باندھے ہوئے ہے یا جس قسم کی زینت کو کہتا ہے وہ اوس کے پاس نہیں ہے تو نہیں مار سکتا۔

(۲) غسل جنابت نہیں کرتی۔

(۳) بغیر اجازت گھر سے چلی گئی جس موقع پر اوسے اجازت لینے کی ضرورت تھی۔

(۴) اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جبکہ حیض ونفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔

(۵) چھوٹے ناسمجھ بچہ کے مارنے پر۔

(۶) شوہر کو گالی دی، گدھا وغیرہ کہا۔

(۷) یا اوس کے کپڑے پھاڑ دیے۔

(۸) غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔

(۹) اجنبی مرد سے کلام کیا۔

(۱۰) شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سنے یا شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز ہو کہ عادۃً بغیر اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔(البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۸۲)

عورت کو اتنا نہیں مار سکتا کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے یا نیلا داغ پڑ جائے اور اگر اتنا مارا اور عورت نے دعوٰی کر دیا اور گواہوں سے ثابت کر دیا تو شوہر پر اس مارنے کی تعزیر ہے۔(الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۲۶)

6-بَابٌ فِي التَّقْوٰى — تقویٰ کا بیان

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

تقوٰی کے کئی معنٰی آتے ہیں، نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا متّقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے۔ بعضوں نے کہا متّقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے تقوٰی حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقوٰی ہے۔ بعض نے کہا تقوٰی یہ ہے کہ تیرا مولٰی تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقوٰی حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی پیروی کا نام ہے۔ (خازن) یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔ تقوٰی کے مراتب بہت ہیں عوام کا تقوٰی ایمان لا کر کفر سے بچنا، متوسّطین کا اوامر و نواہی کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالٰی سے غافل کرے۔(جمل)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ) (آل عمران: 102)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) (التغابن: 16)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْاُوْلٰى.

یہ آیت پہلی آیت کی مُراد واضح کرتی ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا) (الاحزاب: 70)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور درست بات کرو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّقْوٰى كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس باب میں پرہیزگاری کے حکم میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) (الطلاق: 3-2)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ) (الانفال: 29)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ سے ڈرو تو تمہارے لیے فرق کرنے کی قوت بنا دے گا اور تمہاری غلطیاں مٹا دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور اس باب سے متعلق آیات مشہور ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

احادیث ملاحظہ ہوں!

(69) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَتْقَاهُمْ . فَقَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ، قَالَ: فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ، قَالَ: فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا مُتَّفَقٌ

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زیادہ تقویٰ والا۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم آپ سے اس بارے نہیں پوچھتے فرمایا پھر اللہ کے نبی یوسف جو اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں جو اللہ کے نبی خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) کے بیٹے تھے صحابہ نے عرض کیا: ہم اس بارے

عَلَيْهِ. وَ فَقِهُوْا بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ، وَحُكِيَ كَسْرُهَا: أَيْ عَلِمُوْا أَحْكَامَ الشَّرْعِ.

آپ سے نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا: تو پھر تم عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہو تو جو لوگ دورِ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔ (متفق علیہ) اور فَقِهُوْا: مشہور طور پر قاف پر پیش ہے لیکن قاف پر زیر بھی پڑھی گئی اس کا مطلب ہے، احکام شرح سیکھ لیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالیٰ "لقد کان فی یوسف واخوته آیات للسائلین" ج ۲ ص ۴۳۹، رقم: ۳۳۸۳، صحیح مسلم، باب من فضائل یوسف علیه السلام، ج ۲ ص ۱۰۷۰، رقم: ۶۳۱۱، مستدرک للحاکم، ذکر مناقب عکرمه بن أبی جهل، ج ۳ ص ۲۷۱، رقم: ۵۰۶۱، سنن الدارمی، باب الاقتداء بالعلماء، ج ۱ ص ۸۳، رقم: ۲۲۲، مجمع الزوائد، باب فی فضل العلم، ج ۱ ص ۳۲۷، رقم: ۴۹۰)

شرح حدیث: دین کی سمجھ

حضرتِ سیِّدُنا مُعاوِیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا... الخ، الحدیث: ۷۱، ج ۱، ص ۴۳)

فِقْہ کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اَحکامِ شَرْعِیَّہ فَرْعِیَّہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ (اس حدیث کے) معنی یہ ہوئے کہ اللہ جسے تمام دنیا کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔

(ماخوذ از نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۲۴)

یعنی اسے علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری، شریعت ہے اور فقہ باطنی، طریقت اور حقیقت، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس (حدیث) سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قران وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علمِ دین نہیں بلکہ انکا سمجھنا علمِ دین ہے۔ یہی مشکل ہے۔ اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تمام مُفَسِّرِین و مُحَدِّثین آئمہ مُجتَہِدِین کے مُقلِّد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ حدیث وقران کا علم کمال نہیں، بلکہ انکا سمجھنا کمال ہے۔ عالمِ دین وہ ہے جسکی زبان پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہو دل میں انکا فیضان۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۸۷)

علمِ دین وعلمائے حقہ کے فضائل بے شمار ہیں مگر افسوس کہ آج کل علمِ دین کی طرف ہمارا رُجحان نہ ہونے کے برابر

ہے۔اپنے ہونہار بچوں کو دنیوی علوم وفنون تو خوب سکھائے جاتے ہیں مگر سنتیں سکھانے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔اگر بچہ ذرا ذہین ہو تو اس کے والدین کے دل میں اسے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، کمپیوٹر پروگرامر بنانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگتی ہے اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس کی دینی تربیت سے منہ موڑ کر مغربی تہذیب کے نمائندہ اداروں کے مخلوط ماحول میں تعلیم دلوانے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی بلکہ اسے اعلیٰ تعلیم کی خاطر کفار کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔اور اگر بچہ کند ذہن ہے یا شرارتی ہے یا معذور ہے تو جان چھڑانے کے لئے اسے کسی دار العلوم یا جامعہ میں داخلہ دلا دیا جاتا ہے۔بظاہر اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ والدین کی اکثریت کا مَطْمَحِ نظر محض دنیوی مال وجاہ ہوتی ہے، اُخروی مَراتب کا حصول ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو عالم بنائیں تاکہ وہ عالم بننے کے بعد معاشرے میں لائق تقلید کردار کا مالک بنے اور دوسروں کو علمِ دین بھی سکھائے۔

علم کی فضیلت کے بارے میں اقوالِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم دین دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر قیام کرنے والے مجاہد سے افضل ہے اور جب عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے اس عالم کے جانشین کے علاوہ کوئی پُر نہیں کرسکتا۔

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، علم کو لازم پکڑو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے شہداء جب علمائے کرام کی عزت اور مرتبہ دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! اللہ عزوجل انہیں اس حال میں اٹھاتا کہ وہ عالم ہوتے اور بیشک کوئی شخص پیدائشی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو الاسود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ، کوئی شے علم سے افضل نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ انسان کون ہیں؟ فرمایا، علماء۔پھر پوچھا گیا کہ بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا، آخرت کے لئے دنیا سے روگردانی کرنے والے۔پھر پوچھا گیا کہ بے وقوف کون ہیں؟ فرمایا، اپنے دین کے بدلے دنیا کمانے والے لوگ۔(الحدث الفاصل، ج۱، ص۲۰۵)

(70) الثَّانِي: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا

دوسری حدیث: حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک دنیا میٹھی ہے' سبز ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنائے گا اور دیکھے گا تم اس میں کیا کرتے ہو تو دنیا اور عورتوں کے

النِّسَآءَ ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

سلسلے میں تقویٰ پر گامزن رہنا کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں کے ذریعے ہوئی تھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج ۲ص ۸۸۹، رقم: ۲۷۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ص ۲۲، رقم: ۱۱۱۸۵، صحیح ابن حبان، باب جمع المال من حله، ج ۱ص ۷۷، رقم: ۳۲۲۱، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یتقی من فتنة النساء، ج ۷ص ۲۶۵، رقم: ۱۳۹۰۶، مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی ما ترکت بعدی فتنة، ج ۲ص ۳۲۳، رقم: ۳۶۶۶)

شرح حدیث: عورتوں کا فتنہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا، جو عورتوں کے فتنے سے زیادہ مردوں کو نقصان پہنچانے والا ہو۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة، رقم ۵۰۹۶، ج ۳، ص ۴۳۱)

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی نہ ہونے دے

کسی نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے کیونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے، کیونکہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند العشرة المبشرة بالجنة)

امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے اور اس سے گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، نصف آخر، ص ۷)

عورت سے گفتگو کرنے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں کچھ اس طرح ارشاد فرمایا: تمام محارم سے عورت کو گفتگو کرنا اور انہیں اپنی آواز سنوانا جائز ہے اور اگر کوئی حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو اور تنہائی نہ ہو تو پردے میں رہتے ہوئے بعض نامحرم سے بھی گفتگو جائز ہے۔ (تسہیلاً من فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، نصف آخر، ص ۱۶۱)

نہایت عبادت گزار شخص

بنی اسرائیل کا ایک شخص نہایت عبادت گزار تھا۔ وہ رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا اور دن میں گھوم پھر کر کچھ اشیاء لوگوں کو بیچا کرتا۔ وہ اکثر اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے کہتا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ ایک دن وہ حسب معمول اپنے گھر سے روزی کمانے کے لئے نکلا اور چلتے چلتے ایک امیر کے دروازے کے قریب پہنچا اور اپنی اشیاء بیچنے کے لئے صدا لگائی۔ امیر کی بیوی نے جب اس حسین شخص کو اپنے دروازے کے قریب دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئی اور اسے بہانے سے محل کے اندر بلا لیا پھر اس سے کہنے لگی، اے تاجر! میرا دل تمہاری طرف مائل ہو چکا ہے، میرے پاس

بہت مال ہے اور زرق برق لباس ہیں، تم یہ کام چھوڑ دو میں تجھے ریشمی لباس اور بہت سا مال دوں گی۔

یہ پیش کش سن کر اس کا نفس اس عورت کی طرف مائل ہونے لگا لیکن اس نے اپنی عادت کے مطابق کہا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ اور اس عورت کو جواب دیا، مجھے اپنے رب عزوجل کا خوف ہے۔ وہ عورت کہنے لگی، تم میری خواہش پوری کئے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتے۔ اس شخص نے پھر کہا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ اور نجات کی ترکیب سوچنے لگا۔ بالآخر اس نے عورت سے کہا، مجھے مہلت دو کہ میں وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرلوں۔ اجازت ملنے پر اس نے وضو کیا اور چھت پر چلا گیا۔ جہاں اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر چھت سے نیچے جھانکا تو اس کی اونچائی بیس گز تھی۔ اس نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا اور یوں عرض کی، اے میرے رب عزوجل میں طویل عرصہ سے تیری عبادت میں مشغول ہوں، مجھے اس آفت سے نجات عطا فرما۔ یہ کہہ کر وہ چھت سے کود گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا، جاؤ میرے بندے کو زمین تک پہنچنے سے پہلے سنبھال لو، اس نے میرے عتاب کے خوف سے چھلانگ لگائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نہایت تیزی سے آکر اس شخص کو یوں تھام لیا جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو پکڑتی ہے اور زمین پر کسی پرندے کی طرح بٹھا دیا۔ (درۃ الناصحین، ص ۳۱۳)

آگ پر صبر

بنی اسرائیل کا ایک عابد اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا تھا۔ گمراہوں کا گروہ ایک طوائف کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ تم کسی نہ کسی طرح اس عابد کو بہکا دو۔ چنانچہ وہ فاحشہ ایک اندھیری رات میں جبکہ بارش برس رہی تھی، اس عابد کے پاس آئی اور اس کو پکارا۔ عابد نے جھانک کر دیکھا تو عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! مجھے اپنے پاس پناہ دے۔ لیکن عابد نے اس کی پرواہ نہ کی اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ وہ طوائف اسے بارش اور اندھیری رات یاد دلا کر پناہ طلب کرتی رہی حتی کہ عابد نے رحم کھا کر اسے اندر بلا لیا۔ وہ عابد سے کچھ فاصلے پر جا کر لیٹ گئی اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ یہاں تک کہ عابد کا دل بھی اس کی طرف مائل ہو گیا۔

لیکن اسی لمحہ اللہ عزوجل کے خوف نے اس کے دل میں جوش مارا، عابد نے خود کو مخاطب کر کے کہا، واللہ! ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو دیکھ لے کہ آگ پر کتنا صبر کرسکتا ہے۔ پھر وہ چراغ کے پاس گیا اور اپنی ایک انگلی اس کے شعلے میں رکھ دی حتی کہ وہ جل کر کوئلہ ہو گئی۔ پھر اس نے نماز کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کی لیکن اس کے نفس نے دوبارہ فاحشہ کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا۔ یہ چراغ کے پاس گیا اور اپنی دوسری انگلی بھی جلا ڈالی، پھر اس کا نفس اسی طرح خواہش کرتا رہا اور وہ اپنی انگلیاں جلاتا رہا حتی کہ اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالیں، عورت یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، چنانچہ خوف و دہشت کے باعث اس نے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ (ذم الھویٰ، ص ۱۹۹)

(71) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تیسری حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، ج ۴ص۹۰، رقم: ۲۷۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۴۳۷، رقم: ۴۱۶۲، سنن ابن ماجه، باب دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج ۲ص۳۶۰، رقم: ۳۸۳۲، مسند البزار، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۲۰۷۳، مسند ابوداؤد الطیالسی، ما اسند عبدالله بن مسعود، ص۳۹، رقم: ۳۰۳)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی

ایک مرتبہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والد محترم حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر جارہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی عورت ملی جو اپنے مذہب کی کتابوں کو خوب جانتی تھی اور وہ کاہنہ بھی تھی، اس کا نام فاطمہ بنت مُر تھا، بہت زیادہ حسین وجمیل اور پارسا تھی، لوگ اس سے شادی کی خواہش کرتے تھے، حسن وخوبصورتی میں اس کا بہت چرچا تھا، جب اس کی نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو اسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں نورِ نبوت چمکتا ہوا نظر آیا، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آکر کہنے لگی: اے نوجوان! اگر تو مجھ سے ابھی مباشرت کرلے تو میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ یہ سن کر عفت وحیا کے پیکر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے حرام کام میں پڑنے سے موت زیادہ عزیز ہے اور حلال کام تیرے پاس نہیں یعنی تو میرے لئے حلال نہیں پھر میں تیری خواہش کیسے پوری کرسکتا ہوں۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس گھر تشریف لائے اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت فرمائی۔ چند دنوں کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اس عورت سے ہوئی، اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور پر نورِ نبوت نہ پاکر پوچھا: تم نے مجھ سے جدا ہونے کے بعد کیا کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اس سے مباشرت کی۔ یہ سن کر وہ بولی: خدا عزوجل کی قسم! میں بدکارہ نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نورِ نبوت دیکھا تو میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ عزوجل کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے جہاں چاہا اس نور کو رکھا۔ جب یہ بات لوگوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس عورت سے پوچھا: کیا واقعی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے قبول نہ کیا، کیا تو نے اسے اپنی طرف دعوت دی تھی؟ یہ سن کر اس نے چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں نے ایک بجلی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا، اس بجلی میں ایسا نور تھا جو سارے ماحول کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن کررہا تھا، میں نے چاہا کہ اس نور کو حاصل کرلوں تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر کی رگڑ سے آگ

پیدا نہیں ہوتی مگر اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہ زُہری عورت (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بڑی نصیب والی ہے جس نے تیرے دونوں کپڑے لے لئے وہ کیا جانے کہ اس نے کتنی عظیم چیز حاصل کر لی ہے۔ (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تم سے وہ شہزادہ حاصل کر لیا جس کے وجود پر دو چادریں ہیں: ایک حکومت کی اور دوسری نبوت کی) وہ عورت اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی۔

(اس واقعہ سے رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک دامنی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک نوجوان کو حسین وجمیل مال دار عورت گناہ کی دعوت دے اور صرف گناہ کی دعوت ہی نہیں بلکہ سو اونٹ بھی ساتھ دے لیکن پھر وہ غیرت منداور عفت وحیا کا پیکر اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دے اور اس کی دعوت کو ٹھکرا دے، تو کیا یہ عمل پاکدامنی، تقوی، پرہیز گاری اور خوفِ خدا عزوجل کی ایک اعلیٰ ترین مثال نہیں؟ یقیناً یہ خوف خدا عزوجل کی بہترین مثال ہے، ایسے مردِ مؤمن کی پاکدامنی پر کروڑوں سلام۔

سیدی اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوی رضویہ شریف جلد ۳۰ صفحہ ۲۷۰ پر حضور نبی رحمت، شافعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اقدس نقل فرمایا، چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبیٔ پاک، صاحب لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل مجھے ہمیشہ پاک ستھری پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ (بحوالہ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۹۲، الحدیث: ۳۵۴۸۴)

خواہشات کے تقاضے

خوف کا کم از کم درجہ جس کا اثر اعمال پر ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ ممنوعات سے روک دے اور ممنوعات سے حاصل ہونے والی یہ رکاوٹ ورع (پرہیز گاری) کہلاتی ہے اگر اس کی قوت زیادہ ہو تو وہ ان کاموں سے بھی رک جاتا ہے جن میں حرمت کا گمان ہو تو جن کی حرمت یقینی ہے ان کاموں سے کیسے باز نہیں رہے گا اور اسی کا نام تقویٰ ہے کیونکہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ شک والے کام کو چھوڑ کر اس کام کی طرف جائے جس میں شک نہ ہو اور تقویٰ بعض اوقات اسے ان کاموں کو چھوڑنے پر بھی مجبور کرتا ہے جن میں خود تو کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن ان کی وجہ اُن کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے جن میں کوئی حرج ہو۔ اور یہ کیفیت صدق کہلاتی ہے۔

پھر جب اس کے ساتھ عبادت کے لئے گوشہ نشینی کا اضافہ ہوتا ہے تو اُس وقت بندے پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ بہت احتیاط کرنے لگتا ہے ایسی عمارت نہیں بناتا جس میں رہائش اختیار نہ کرے اور نہ ہی کھانے کے علاوہ کچھ جمع کرتا ہے وہ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے گی اور اس کا کوئی سانس غیر خدا کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو صدق میں تقویٰ، تقویٰ میں ورع اور ورع میں عفت داخل ہوتی ہے کیونکہ عفت کا مطلب خاص طور پر

خواہشات کے تقاضوں سے بچنا ہے۔ یعنی سب سے ادنیٰ درجہ عفت کا ہے اس سے اعلیٰ ورع (پرہیزگاری) اور اسکے بعد تقویٰ اور پھر صدق کا درجہ ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا فرمان پر غور کرنے سے یہ پتہ چلا کہ خوف کی وجہ سے بندے پر مختلف کیفیات طاری ہوتی ہیں (۱) عفت (۲) ورع (۳) تقویٰ (۴) صدق۔

عفت، شہوت کے تقاضوں سے شریعت کی روشنی میں بچنے کا نام ہے۔

ورع، ہر ممنوع کام سے رُکنے کا نام ہے۔

تقویٰ، یہ ہے کہ انسان ممنوع اور مشتبہ دونوں قسم کے کاموں سے بچے۔

(72) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ طَرِیْفٍ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی اَتْقٰی لِلّٰہِ مِنْھَا فَلْیَاْتِ التَّقْوٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

چوتھی حدیث: حضرت ابوطریف عدی بن حاتم طائی ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی کام پر قسم اٹھالے پھر دیکھے کہ اس سے زیادہ تقویٰ کا کام کوئی اور ہے' تو اس کو تقویٰ والا کام کرنا چاہیے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا، ج۳ص۲۸۵، رقم: ۴۳۶۴، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من حلف علی یمین فرای خیرا منھا، ج۱۰ص۳۲، رقم: ۲۰۳۳۲، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، ج۲ص۲۸۶، رقم: ۴۳۳۶، جامع الاصول، الفصل السادس، فی نقض الیمین والرجوع عنھا، ج۵ص۶۷۱، رقم: ۹۳۰۱، الکنی والاسماء للدولابی، من کنیتہ ابوخالد، ص۳۵۶، رقم: ۶۶۴)

شرح حدیث: مسائل فقہیہ

قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہیے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصد و بے قصد زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی یہ سخت معیوب ہے اور غیر خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔

(تبیین الحقائق، کتاب الأیمان، ج۳، ص۴۱۸، ۴۱۹، وغیرہ)

مسئلہ ۱: قسم کی تین قسم ہے (۱) غموس۔ (۲) لغو۔ (۳) منعقدہ۔ اگر کسی ایسی چیز کے متعلق قسم کھائی جو ہو چکی ہے یا اب ہے یا نہیں ہوئی ہے یا اب نہیں ہے مگر وہ قسم جھوٹی ہے مثلاً قسم کھائی فلاں شخص آیا اور وہ اب تک نہیں آیا ہے یا قسم کھائی کہ نہیں آیا اور وہ آ گیا ہے یا قسم کھائی کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے اور حقیقۃً وہ اس وقت نہیں کر رہا ہے یا قسم کھائی کہ یہ پتھر ہے اور واقع میں وہ پتھر نہیں، غرض یہ کہ اس طرح جھوٹی قسم کی دو صورتیں ہیں:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی

قسم کوغموس کہتے ہیں۔اور اگر اپنے خیال سے تواوس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آ گیا ہے تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں۔اور اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔

(الدر المختار، کتاب الایمان، ج۵،ص ۴۹۲۔۴۹۶)(والفتاوی الھندیۃ، کتاب الأیمان، الباب الاول فی تفسیرہا شرعا۔۔۔الخ، ج۲،ص ۵۲)

جب ہر ایک کو خوب جان لیا تو ہر ایک کے اب احکام سنیے:

مسئلہ ۲: غموس میں سخت گنہگار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں اور لغو میں گناہ بھی نہیں اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرہا شرعا۔۔۔الخ، ج۲،ص ۵۲)(والدر المختار، کتاب الأیمان، ج۵،ص ۴۹۲۔۴۹۷وغیرہما)

مسئلہ ۳: بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اون کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی جس کا بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضرور ہے۔مثلاً خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔دوسری وہ کہ اوس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو قسم توڑ دے۔تیسری وہ کہ اِوس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے امر (کام) کی قسم کھائی کہ اوس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کا باقی رکھنا افضل ہے۔

(المبسوط للسرخسي، کتاب الأیمان، ج۴، الجزء الثامن، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

قسم کھانا

نور کے پیکر، تمام کے نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم اٹھانے والا یا تو قسم توڑ کر گنہگار ہوگا یا اپنی قسم پر شرمندہ ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الایمان، باب من کرہ الایمان باللہ۔۔۔الخ، الحدیث ۱۹۸۳۹، ج۱۰،ص ۵۴، واللفظ لہ)

امام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے ساری زندگی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نہ سچی قسم کھائی، نہ جھوٹی۔

(حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث ۱۳۳۹۱، ج۹،ص ۱۳۶، بدون فی عمری)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم

حضرت سیدنا بشر بن ولید علیہ رحمۃ اللہ الوحید سے منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قاصد بھیجا اور عہدۂ قضاء (چیف جسٹس کا عہدہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرما دیا (خلیفہ منصور کے ظالم ہونے کے سبب)۔ابو جعفر نے قسم کھائی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا

پڑے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت سیّدُ نا ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: آپ دیکھتے نہیں کہ خلیفہ قسم کھا رہا ہے۔ تو فرمایا: خلیفہ اپنی قسم کا کفارہ دینے پر مجھ سے زیادہ قادر ہے۔ چنانچہ، خلیفہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ قید خانہ میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیزران کے قبرستان میں سپُردِ خاک کیا گیا۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ذکر قدوم ابی حنیفۃ بغداد وموتہ بہا، ج ۱۳، ص ۳۲۹/ ۴۲۴)

(73) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ، وَاَطِيْعُوْا اُمَرَائَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، فِیْ اٰخِرِ كِتَابِ الصَّلَاةِ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

پانچویں حدیث: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا اللہ سے ڈرو پانچوں نمازیں ادا کرو ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اپنے حکمرانوں کی (جائز امور میں) اطاعت کرو اپنے ربّ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، ج ۱ ص ۳۱۶، رقم: ۶۱۶، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابو قتیلۃ، ص ۴۵۷، رقم: ۲۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی امامۃ الباھلی، ج ۵ ص ۲۵۱، رقم: ۲۲۲۱۵، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شرجیل عن ابی امامۃ الباھلی ص ۳۱۰، رقم: ۵۵۴، معرفۃ الصحابی لابی نعیم، من اسمہ ابو قتیلۃ، ج ۳ ص ۴۶۳)

شرح حدیث: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا خوف

بلاشبہ خوفِ خدا عزوجل ہماری اُخروی نجات کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ عبادات کی بجا آوری اور منہیات سے باز رہنے کا عظیم ذریعہ خوفِ خدا عزوجل ہے۔ خوفِ خدا عزوجل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔

(کنز العمال: رقم ۵۸۷۳)

پارہ ۲۷ سورۃ الرحمن آیت ۴۶ میں خدائے رحمن عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لئے دو جنّتیں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید مُفتی محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ

الھادی تفسیرِ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: یعنی جسے اپنے ربّ عزوجل کے حضور روزِ قیامت موقف میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ معاصی ترک کرے اور فرائض بجالائے، اُس کے لئے دو جنّتیں ہیں۔ (۱) جنّتِ عدن (۲) جنّتِ نعیم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جنّت ربّ عزوجل سے ڈرنے کا صِلہ اور ایک شہوات ترک کرنے کا صِلہ۔

خوفِ خدا کا مطلب

یاد رکھئے کہ مطلقاً خوف سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے جو کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آنے کی توقع کے سبب پیدا ہو مثلاً پھل کاٹتے ہوئے چھری سے ہاتھ کے زخمی ہوجانے کا ڈر.....

جبکہ خوفِ خدا عزوجل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی، اس کی ناراضگی، اس کی گرفت اور اس کی طرف سے دی جانے والی سزاؤں کا سوچ کر انسان کا دل گھبراہٹ میں مبتلاء ہوجائے۔ (ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴)

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی رضي اللہ تعالٰي عنہ کی تحقیق کی روشنی میں خوف کے تین درجات ہیں:

(پہلا) ضعیف (یعنی کمزور)، یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو مثلاً جہنم کی سزاؤں کے حالات سن کر محض جھرجھری لے کر رہ جانا اور پھر سے غفلت و معصیت میں گرفتار ہوجانا.....

(دوسرا) مُعْتَدِل (یعنی متوسط)، یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت رکھتا ہو مثلاً عذابِ آخرت کی وعیدوں کو سن کر ان سے بچنے کے لئے عملی کوشش کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ سے امیدِ رحمت بھی رکھنا.....

(تیسرا) قوی (یعنی مضبوط)، یہ وہ خوف ہے، جو انسان کو ناامیدی، بے ہوشی اور بیماری وغیرہ میں مبتلاء کردے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے عذاب وغیرہ کا سن کر اپنی مغفرت سے ناامید ہوجانا.....

یہ بھی یاد رہے کہ ان سب میں بہتر درجہ معتدل ہے کیونکہ خوف ایک ایسے تازیانے کی مثل ہے جو کسی جانور کو تیز چلانے کے لئے مارا جاتا ہے، لہٰذا! اگر اس تازیانے کی ضرب اتنی ضعیف ہو کہ جانور کی رفتار میں ذرّہ بھر بھی اضافہ نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، اور اگر یہ ضرب اتنی قوی ہو کہ جانور اس کی تاب نہ لاسکے اور اتنا زخمی ہوجائے کہ اس کے لئے چلنا ہی ممکن نہ رہے تو یہ بھی نفع بخش نہیں، اور اگر یہ معتدل ہو کہ جانور کی رفتار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوجائے اور وہ زخمی بھی نہ ہو تو یہ ضرب بے حد مفید ہے۔ (ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴)

ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ خوفِ خدا عزوجل تو ایک قلبی کیفیت کا نام ہے، ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ ہمارے دل میں رب تعالیٰ کا خوف موجود ہے اور اگر ہے تو بیان کردہ درجات میں سے کس نوعیت کا ہے؟ تو یاد رکھئے کہ عموماً ہر کیفیتِ قلبی کی کچھ علامات ہوتی ہے جن کی بناء پر پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ وہ کیفیت دل میں پائی جارہی ہے یا نہیں؟

اسی طرح خوف الٰہی عزوجل کی بھی چند علامات ہیں، جن کے سبب ہمیں اپنی قلبی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دقت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ حضرت سیّدنا فقیہہ ابواللیث سمرقندی رضي الله تعالي عنه ارشاد فرماتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے،

(1) انسان کی زبان میں، وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کا خوف اس کی زبان کو جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اُسے ذکرُ اللہ عزوجل، تلاوتِ قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔

(2) اس کے شکم میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کریگا اور حلال چیز بھی بقدرِ ضرورت کھائے گا۔

(3) اس کی آنکھ میں، وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصولِ عبرت کے لئے دیکھے گا۔

(4) اس کے ہاتھ میں، وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اطاعتِ الٰہی عزوجل میں استعمال کریگا۔

(5) اس کے قدموں میں، وہ اس طرح کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔

(6) اس کے دل میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ اور مسلمان بھائیوں سے حسد کرنے کو دور کردے اور اس میں خیرخواہی اور مسلمانوں سے نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ بیدار کرے۔

(7) اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں، اس طرح کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریاء ونفاق سے خائف رہے۔

(8) اس کی سماعت میں، اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔ (درۃ الناصحین، المجلس الثلاثون، ص ۱۲۷)

مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں

حضرت علقمہ بن اسود رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ میں سیّدنا عامر بن قیس رضي الله تعالي عنه سے زیادہ خشوع وخضوع اور انہماک کے ساتھ نماز ادا کرنے والا کوئی نہ پایا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شیطان ملعون ایک بہت بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر کے مسجد میں گھس جاتا اور لوگ اس کے خوف سے ادھر ادھر دوڑنے لگتے بلکہ بعض تو مسجد ہی سے نکل بھاگتے۔ لیکن وہی سانپ جب حضرت عامر بن قیس رضي الله تعالي عنه کی قمیض میں داخل ہوتا اور اپنا منہ گریبان سے باہر نکالتا تو آپ اس کی مطلقاً پرواہ نہ کرتے اور اسی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے میں مصروف رہتے۔ ایک دن لوگوں نے آپ سے پوچھا، حضور! کیا آپ کو اتنے بڑے سانپ سے خوف نہیں آتا؟ آپ نے جواب دیا، مجھے اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں آتا۔ سچ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ اور کسی سے نہیں ڈرتے اور جو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ

ہر ایک سے ڈرتا ہے۔ (حکایات الصالحین، ص ۱۰۴)

7- بَابُ فِي الْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ

یقین اور توکل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا) (الأحزاب: 22)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب اہل ایمان نے کفار کی جماعتوں کو دیکھا تو کہا یہ وہی ہے، جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے اللہ اور اس کا رسول سچے ہیں اس واقعہ نے ایمان اور اسلام میں ان کو بڑھا دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ) (آل عمران: 173-174)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا تمہارے لیے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، تو ان سے ڈرو پس ان کے ایمان بڑھ گئے اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ بغیر نقصان کے واپس پلٹے انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ) (الفرقان: 58)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس زندہ پر اعتماد کر جس کو کبھی موت نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراهيم: 11)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) (آل عمران: 159)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر اعتماد کرو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اور توکل کے امر میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ) (الطلاق: 3): اَيْ كَافِيْهِ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اللہ پر توکل کر لے اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ایماندار وہ ہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل اللہ کے خوف سے

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) (الْاَنفال:2)

کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جائیں تو یہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔

وَالْاٰيَاتِ فِيْ فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ.

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

توکل سے متعلق آیات مشہور ہیں اور احادیث یہ ہیں:

(74) فَالْاَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ، فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ، وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْاٰخَرِ، فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا - وَذَكَرُوْا اَشْيَاءَ - فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ؟ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ ؛ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ، فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ

پہلی حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئی میں نے ایک نبی کو دیکھا اس کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے کسی اور نبی کو دیکھا اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں کوئی وہ نبی ہے جس کے ساتھ کوئی نہیں اچانک میرے لیے ایک بڑی جماعت ظاہر ہوئی میں نے گمان کیا وہ میری امت ہیں کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے لیکن تم کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو ایک بڑی جماعت نظر آئی پھر مجھے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو تو ایک بڑی جماعت ہے مجھے کہا گیا کہ یہ سب آپ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے بعض نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں کچھ نے کہا ہو سکتا ہے یہ وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور شرک سے آلودہ نہ ہوئے اور کئی چیزیں ذکر کیں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا تم کس بات میں بحث کر رہے ہو؟ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دم کرتے ہیں نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں اور اپنے ربّ پر پورا توکل کرتے ہیں حضرت عکاشہ

يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ. فَقَالَ: اَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ. فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلرُّهَيْطُ بِضَمِّ الرَّاءِ تَصْغِيْرُ رَهْطٍ: وَّهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ، وَ الْاُفُقُ النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ. وَ عُكَّاشَةُ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا، وَالتَّشْدِيْدُ اَفْصَحُ.

بن محصن نے کھڑے ہوکر عرض کیا: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنائے' فرمایا: تو ان میں سے ہے پھر ایک اور آدمی نے کھڑے ہوکر دعا کے بارے میں عرض کیا: تو فرمایا: عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔ (متفق علیہ) اَلرُّهَيْطُ: اس میں راء پر پیش ہے اور یہ تصغیر ہے رَهْطٌ کی اس کا مطلب ہے۔ دس سے کم افراد۔ اُفُقٌ: کا مطلب ہے۔ کنارہ' جانب۔ اور عُكَّاشَةُ: میں عین پر پیش' کاف پر شد بھی ہے اور بغیر شد کے بھی ہے لیکن شد پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یدخل الجنة سبعون الفاً بغیر حساب، ج ۴ ص ۲۰۱، رقم: ۶۵۴۱، صحیح مسلم، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة، ج ۱ ص ۱۳۷، رقم: ۵۴۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ ص ۲۷۱، رقم: ۲۴۴۸، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج ۲ ص ۱۹۵، رقم: ۵۱۱۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الکراھیة الکی والرقی، ج ۷ ص ۴۲۵، رقم: ۲۴۰۸۸)

شرح حدیث: بدفالی لینا

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بدفالی لینا شرک ہے، بدفالی لینا شرک (اصغر) ہے اور ہر شخص کے دل میں اس کا خیال بھی آتا ہے مگر اللہ عزوجل توکّل کے ذریعے اسے دور فرمادیتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الکھانة والطیر، باب فی الطیرة، الحدیث ۳۹۱۰، ص ۱۵۱۰)

حافظ ابوالقاسم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ میری اُمت کے ہر شخص کے دل میں ان میں سے کچھ نہ کچھ خیال آتا ہے مگر اللہ عزوجل ہر اس شخص کے دل سے یہ خیال نکال دیتا ہے جو اللہ عزوجل پر توکل کرتا ہے اور اس بدفالی پر ثابت قائم نہیں رہتا۔

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: پرندے اڑا کریا کسی اور چیز سے بدشگونی مراد لینا بے برکت کاموں میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الکھانة والتطیر، باب فی الخط وزجر الطیر، الحدیث: ۳۹۰۷، ص ۱۵۱۰)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اٹکل پچو سے غیب کی بات بتائی یا جوئے کے تیروں کے ذریعے کسی سے قسم اٹھوائی یا بدشگونی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آیا وہ بلند

درجوں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، فصل فی ذمہ بناء مالا یحتاج۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۰۷۳۹، ج۷، ص۳۹۸)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

رقی جمع ہے رقیۃ کی بمعنی جھاڑ پھونک۔ ناجائز یا شرکیہ الفاظ سے دم کرنا حرام یا کفر ہے، جائز دعائیں پڑھ کر دم کرنا سنت ہے، جس دم جھاڑ پھونک کے معانی معلوم نہ ہوں انہیں نہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور علوم بخشے ہیں وہاں علم طب بھی عطا فرمایا بذریعہ وحی کے بھی اور بذریعہ تجربہ وغیرہ کے بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر درخت وگھاس سے پوچھا کرتے تھے کہ تجھ میں کیا تاثیر ہے اگر وہ اچھی تاثیر بتاتی تو اس کی کاشت بھی کراتے تھے اور اس کا نام وفوائد لکھ بھی لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ طب کی تدوین آپ نے بھی کی۔ واللہ اعلم! (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۲۵۵)

چنانچہ اس ضمن میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں صحابہ میں کچھ لوگ سفر میں تھے ان کا گزر قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر ہوا، انھوں نے ضیافت کا مطالبہ کیا اُنھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا، اُس قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا اُس کے علاج میں اُنھوں نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کوئی کارگر نہ ہوئی پھر اُنھیں میں سے کسی نے کہا یہ جماعت جو یہاں آئی ہے (صحابہ) ان کے پاس چلو شاید ان میں سے کسی کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، وہ لوگ صحابہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا اور ہم نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کچھ نفع نہ ہوا کیا تمھارے پاس اس کا کچھ علاج ہے؟ ایک صاحب بولے، ہاں میں جھاڑتا ہوں مگر ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری مہمانی نہیں کی تو اب اُس وقت میں جھاڑوں گا کہ تم اس کی اُجرت دو، اُجرت میں بکریوں کا ریوڑ دینا طے پایا (ایک روایت میں ہے تیس بکریاں دینا طے ہوا) اُنھوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا، وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا اور وہاں سے ایسا ہو کر گیا کہ اُس پر زہر کا کچھ اثر نہ تھا، اُجرت جو مقرر ہوئی تھی اُنھوں نے پوری دے دی۔ ان میں بعض نے کہا کہ اس کو آپس میں تقسیم کر لیا جائے مگر جنھوں نے جھاڑا تھا یہ کہا کہ ایسا نہ کرو بلکہ جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہولیں گے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے تمام واقعات عرض کر لیں گے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کے متعلق جو کچھ حکم دیں گے وہ کیا جائے گا یعنی اُنھوں نے خیال کیا کہ قرآن پڑھ کر دم کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اُجرت حرام ہو۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، ارشاد فرمایا کہ تمھیں اس کا رقیہ (جھاڑ) ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا آپس میں اسے تقسیم کر لو اور (اس لیے کہ اس کے جواز کے متعلق اُن کے دل میں کوئی خدشہ نہ رہے یہ فرمایا کہ) میرا بھی ایک حصہ مقرر کرو۔ (صحیح البخاري، کتاب الاجارۃ، باب ما یُعطی في الرُّقیۃ ...الخ، الحدیث:

۲۲۷۶، ج ۲، ص ۶۹) (وکتاب فضائل القرآن، باب فاتحۃ الکتاب، الحدیث: ۵۰۰۷، ج ۳، ص ۴۰۴، ۴۰۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کی اُجرت لینا جائز ہے جبکہ کہ قرآن سے ہو یا ایسی دُعاؤں سے ہو جن میں ناجائز و باطل الفاظ نہ ہوں۔

(75) اَلثَّانِيْ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَيْضًا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ. اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ، اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا تَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ.

دوسری حدیث: یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے: اے اللہ! میں تجھ پر اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر توکل کیا اور میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیری مدد کے ساتھ جھگڑا کرتا ہوں اے اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو ایسا زندہ ہے، جس نے مرنا نہیں اور انسان اور جن سب مر جائیں گے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں اور بخاری نے اسے مختصراً روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا اذا انتبہ باللیل، ج ۲ ص ۶۷۰، رقم: ۶۳۱۷، صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج ۲ ص ۷۸۹، رقم: ۷۰۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ ص ۲۹۸، رقم: ۲۷۱۰، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ ص ۸۹۲، رقم: ۲۴۰۳، مسند البزار، مسند ابن عباس، ج ۲ ص ۱۶۷، رقم: ۴۸۵۹)

شرح حدیث: حمدِ باری تعالیٰ

سب خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں جو حمد کی مستحق ہے، اپنی کبریائی میں واحد ہے، اس کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے، بلند ہے، قوی ہے، مددگار ہے، حمید ہے، غنی ہے، غنی کرنے والا ہے، پیدا کرنے اور لوٹانے والا ہے، ایسا عطا کرنے والا ہے جس کی عطا کبھی فنا اور ختم ہونے والی نہیں، ایسا روکنے والا ہے کہ جس سے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور اپنے ارادے میں کسی کا محتاج نہیں، مخلوق کو پیدا کر کے اَحسن طریقے سے راہِ راست پر چلانے والا ہے اور اس نے مخلوق کی صورتوں کو اچھا بنایا اور ان کو جنت میں نعمتوں اور ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دی اور عبرت والی آنکھوں سے نوازا اور عذابِ نار اور وعید سے ڈرایا اور شکر کو لازم کیا اور اس نے ان کے لئے اپنے مزید فضل کے خزانے کا ذمہ لیا اور ان پر موت کو مسلط کیا پس کوئی بھی اس سے بریٔ الذمہ نہیں، کتنے ہی لوگوں کو موت نے اپنے دوستوں کی جدائی میں رُلایا؟ کتنوں کو نومولود چھوڑا اور ان سب کو گریہ وزاری میں مشغول کر دیا، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی کو غمزدہ پیدا کیا، نہ غمزدہ لوٹائے گا۔

موت کے سبب مضبوط عمارتیں برباد ہوگئیں اور موت نے فنا کے سبب اس گھر کے رہنے والوں پر حکومت کی اور روحوں کے پرندے اپنے گھونسلوں سے اُڑ گئے اور ان کی عیشِ زندگی کو تنگی میں بدل دیا تو اب بے آب وگیاہ زمین میں بادشاہوں، غلاموں، غنیوں اور محتاجوں کی قبریں ایک جیسی ہیں۔

پاک ہے وہ ذات! جس نے موت کے ذریعے مغروروں میں سے ہر ایک کو مسلسل ذلیل کیا اور موت کے ذریعے بڑے بڑے بہادر بادشاہوں کو شکست دی اور ان کو وسیع محلات سے اٹھا کر اندھیری قبروں میں پہنچا دیا اور ان کی لمبی لمبی امیدوں کو کاٹ کر رکھ دیا، موت نے ان کے آباؤ اجداد کو پکڑ لیا۔ اور بچوں کو جھولوں سے اُٹھا کر قبروں کو ان کا گھر بنا دیا اور چہروں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا، موت چھوٹے بڑے، امیر فقیر، حاکم محکوم اور باپ اولاد سب کے لئے برابر ہے اور اس نے مردوں عورتوں سب کو فنا کر دیا اور اب قیامت تک ان کی یاد باقی ہے۔

کیا غافل انسان ان کی ہلاکت و بربادی سے عبرت حاصل نہیں کریگا؟ حالانکہ موت نے ان سب کو فنا اور ان کی جمعیت کو تتّر بتّر کر دیا۔ انسان کیسے دھوکے میں رہتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ظالم کو مہلت دیتا ہے مگر جب وہ گرفت فرماتا ہے تو کوئی اس سے نہیں بچا سکتا۔ کیا لوگ یہ بات نہیں جانتے؟ اور ان کی جانیں موت سے محفوظ نہیں۔

اَلرَّوْضُ الْفَائِقِ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق

توکُّل کے متعلق اسلاف کے اقوال

حضرت سَیِّدُنا ابوموسیٰ دَیبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سَیِّدُنا ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: توکل کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے استفسار فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: ہمارے اصحاب تو فرماتے ہیں کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں ہوں تو بھی تمہارے باطن میں کوئی حرکت نہ ہو۔ تو حضرت سَیِّدُنا ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے: ہاں! یہ توکل کے قریب ہے لیکن اگر اہلِ جنت، جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہو، پھر تم ان دونوں کے درمیان تمیز کرنے لگو، تو توکل سے نکل جاؤ گے۔

حضرت سَیِّدُنا ابوعبداللہ قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہر حال میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے تعلق قائم رکھنا۔ سائل نے عرض کی: مزید کچھ فرمائیے۔ فرمایا: ہر اس سبب کو چھوڑ دینا جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو۔

توکل کے درجات

توکل کے تین درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کا اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اعتماد اس طرح ہو جس طرح اس کا اعتماد اس وکیل پر ہوتا ہے جس کی سچائی، امانت، عنایت، ہدایت اور شفقت اسے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ اس کا حال ایسا ہو جیسے بچے کا حال اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور تمام امور میں اسی کی پناہ لیتا ہے اور یہی اس کا پہلا خیال ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رحم و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے سوا کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

(۳) تیسرا درجہ بیمار کی زردی کی طرح ہے کبھی ہمیشہ رہتی ہے اور کبھی زائل ہو جاتی ہے۔

اگر تم سوال کرو، کہ کیا ان احوال میں بندے کے ساتھ تدبیر اور اسباب کا تعلق باقی رہتا ہے؟ تو جان لیجئے! تیسرا درجہ تو تدبیر کی بالکل نفی کرتا ہے جب تک یہ حالت باقی رہے اور دوسرا مقام بھی ہر تدبیر کی نفی کرتا ہے، ہاں! اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے فریاد کرنا اور سوال کرنا باقی رہتا ہے جیسے بچہ صرف اپنی ماں کو پکارتا ہے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۳۵۸)

وہ زندہ ہے

حیات اس کی صفت ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ و پے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا مُشَبِّہ مُلَاعَنہ کہتے ہیں تو یہ کفر ہے اور اگر اس سے انکار کر دیا جائے جیسے مُلاحدہ باطنیہ بکا کرتے کہ وہ حَیٌّ لَا حَیٌّ نُورٌ وَلَا نُورٌ ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ حَیٌّ ہے خود زندہ ہے اور تمام عالَم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح سے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے، نہ وہ گوشت و پوست (یعنی جِلد) وخونِ اُستُخوان (یعنی ہڈی) سے مرکب ہے، نہ وہ جسم ہے جسم و جسمانیت و زمان و جہت سے پاک ہے۔ یہ وہی تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۱۶)

(76) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَیْضًا، قَالَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، قَالَهَا اِبْرَاهِیمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ: حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ.

تیسری حدیث: یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) اور جناب محمد (رسول اللہ) ﷺ کو جس وقت کہا گیا کہ تمہارے لیے لوگ جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو تو ان کے ایمان بڑھ گئے اور انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ (بخاری) اور راویت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتش (نمرود) میں ڈالا گیا تو آپ کا

آخری کلمہ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم، ج۳ص۲۳۹، رقم: ۴۵۶۳ سنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول اذا خاف قوما، ج۶ص۱۵۴، رقم: ۱۰۴۳۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ج، باب ما ذکر مما اعطی اللہ ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۱ص۵۱۷، رقم: ۳۲۲۹۰ تفسیر ابن ابی حاتم، تحت سورۃ آل عمران: ۱۷۳، ج۱ص۴۷۷، رقم: ۴۵۶۸)

شرح حدیث: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جارہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کرکے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھادوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑادوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی، ج۴، ص ۱۳۰۷، پ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

کون سی دعا پڑھکر آپ آگ میں گئے: ۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے اُس وقت یہ دعا پڑھی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور جب آپ آگ کے شعلوں میں داخل ہوگئے تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے خلیل اللہ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی حاجت نہیں ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ پھر خدا ہی سے اپنی حاجت عرض کیجئے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا مجھے اُس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سولہ یا بیس برس کی تھی۔

آپ کتنی دیر تک آگ میں رہے؟: ۔ اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے، تین اقوال ہیں:

(۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات دنوں تک آپ آگ کے شعلوں میں رہے۔

(۲) اور بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ چالیس دن رہے۔

(۳) اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی، ج۴، ص ۱۳۰۷، پ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ توحید

مفسرین کا بیان ہے کہ نمرود بن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا۔ سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا کاہن اور نجومی اس کے دربار میں بکثرت اس کے مقرب تھے۔ نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند، سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ ایک فرزند ایسا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ اور مرد عورتوں سے جدا رہیں۔ چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے۔ مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بادشاہ کے خوف سے ان کی والدہ نے شہر سے دور پہاڑ کے ایک غار میں ان کو چھپا دیا اسی غار میں چھپ کر ان کی والدہ روزانہ دودھ پلا دیا کرتی تھیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات برس کی عمر تک اور بعضوں نے تحریر فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(روح البیان، ج ۳، ص ۵۹، پ ۷، الانعام: ۷۵)

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا ستارہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔ پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔

بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے۔ کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟

(77) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَدْخُلُ

چوتھی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ

الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قِيْلَ: مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ، وَقِيْلَ: قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ۔ ہوں گے جن کے دل پرندوں جیسے ہوں گے۔ (مسلم) کہا گیا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ اہل توکل ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا کہ ہے وہ نرم دل ہوں گے۔

خواجہ شقیق بلخی کے ایک مرید خواجہ بایزید کے پاس آئے، آپ نے ان کے پیر کا حال دریافت فرمایا: عرض کی: خلق سے فارغ اور خدا پر متوکل ہو کر بیٹھ گئے ہیں، فرمایا: میری طرف سے شقیق سے کہنا دو ۲ روٹیوں کے واسطے خدا کو نہ آزماؤ، نامہ توکُّل کاٹے کر کے بھوک کے وقت بھیک مانگ لیا کرو، کہیں اس فعل کی شامت سے وہ ملک زمین میں نہ دھنس جائے۔

(کشف المحجوب، باب آدابہم في السؤال وترکہ، ص ۴۰۵)

اللہ عزوجل پر توکُّل فرضِ عین ہے

قال اللہ تعالیٰ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝

اللہ ہی پر توکل کرو اگر مسلمان ہو۔ (پ ۶، المائدۃ: ۲۳)

اور فرماتا ہے:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ

اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو۔ (پ ۱۱، یونس: ۸۴)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے ہر جاندار نفس کا جنت یا جہنم میں ٹھکانا لکھا ہوا ہے، اور سن لو! یہ بھی لکھا ہے کہ وہ خوش بخت ہے یا بدبخت۔ عرض کی گئی تو کیا پھر ہم توکل نہ کریں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ عمل کرو تقدیر ہی پر تکیہ نہ کرو کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے، سعادت مندوں کے لئے سعادت والے کام آسان ہیں جبکہ بدبختوں کے لئے بدبختی والے کام آسان ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موعظة المحدث۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۳۶۲، ص ۱۰۶) (سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب فی القدر، الحدیث: ۷۸، ص ۲۴۸۲)

فصیح و بلیغ کلام کرنے والا متوکل اژدھا

حضرتِ سیِّدُنا حامد اَسْوَد علیہ رحمۃ اللہ الاحد نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خوّاص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا: توکُّل کے بارے میں میرے یقین کی پختگی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میں جنگلوں اور صحراؤں میں سفر کرتا اور اپنے توکل کو پختہ کرتا۔ مجھے ویران اور غیر آباد علاقوں سے محبت ہوگئی۔ ایک دن میں ایک ویران جنگل کی طرف گیا اور اس جنگل میں تین دن تین رات قیام کیا۔ جب چوتھی صبح ہوئی تو بھوک و پیاس کی وجہ سے کمزوری محسوس ہونے لگی۔ بتقاضائے بشریت مجھے رزق کے معاملے میں کچھ تردّد ہونے لگا۔ میں بڑا دِل گیر (غمگین) ہوا۔

اچانک میرے سامنے چار بڑے بڑے اژدھے نمودار ہوئے۔ وہ اپنے منہ سے سیٹی کی سی آواز نکالنے لگے پھر بھنبھناہٹ سی سنائی دینے لگی۔ ان کی اس آواز میں ایسا غم وسوز تھا کہ ایسی غمگین آواز میں نے آج تک نہ سنی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ چاروں میری طرف آئے، ان میں سے ایک نے اپنا سر بلند کیا اور بڑا فصیح وبلیغ کلام کرتا ہوا مجھ سے یوں گویا ہوا: اے ابراہیم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! کیا تو اپنے خالق کے بارے میں شک میں مبتلا ہے؟

میں نے کہا: نہیں! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں بالکل مطمئن ہوں۔ اس نے کہا: پھر تو رزق کے بارے میں شک میں کیوں مبتلا ہوا؟ وہ اژدھا میری حالت سے واقف ہو گیا تھا۔ میں نے متعجب ہو کر پوچھا: تم میرے حال سے کیسے واقف ہوئے؟ اس نے کہا: مجھے اس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے آگاہ کیا جو ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ سنو! ہم چار اژدھے مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں اور ہم توکل جمع کرنے آئے ہیں۔

میں نے کہا: یہ تو بہت ضروری ہے۔ بے شک میں نے بھی کھانے پینے کے متعلق توکل کیا۔ اس دوران اکثر اوقات بھوک و پیاس کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اس نے کہا: اے ابراہیم! پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں نہ پڑو۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کا ذکر سیراب کرتا ہے اور اس سے ان کی بھوک جاتی رہتی ہے۔ پھر وہ کسی ایسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے جس کے ذریعے دوسرے لوگ اپنی زندگی گزارتے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں ایسی چیزوں کے متعلق کبھی پریشانی نہیں ہوتی جس کے نہ ملنے پر دوسروں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ ہاں! وہ تو صرف فتنہ وفساد سے ڈرتے ہیں۔ اس اژدھے کا ایسا فصیح وبلیغ کلام سن کر میں نے اپنے دل میں کہا: سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ اژدھا کتنا پیارا کلام کر رہا ہے اور میں اس کی بات کو کتنی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔

پھر میں رونے لگا۔ میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اژدھا پھر بولا: اے ابراہیم! پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں نہ رہو، کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں کسی کو حقیر سمجھتے ہو؟ بے شک مجھے قوتِ گویائی اسی پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے عطا فرمائی ہے جس نے تمہارے باپ آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ تم میرے بولنے سے متعجب ہو رہے ہو! حالانکہ زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک ایسی وادی سے تیرے پاس آئے ہیں جو یہاں سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔ ہمیں ہمارے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے یہاں بھیجا ہے۔

یہ سن کر میں بہت حیران ہوا اور اس اژدھے سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ان چاروں اژدھوں میں سے صرف تم ہی کلام کر رہے ہو اور باقی سب خاموش ہیں؟ اس نے کہا: اے ابو اسحاق علیہ رحمۃ اللہ الرزاق! بے شک! اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان حجاب ہے۔ مخلوق میں کچھ لوگ ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔ کچھ وزراء اور کچھ لوگ بعض کے شاگرد و مرید ہیں۔ ان چاروں اژدھوں نے مجھے اپنا امیر مان لیا اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ اب میں ہی ان کی نمائندگی و رہبری کر رہا ہوں۔ میری ایک بات توجہ سے سن لیجئے! اگر آپ کسی کے امیر بنو اور تمہارے رفقاء آدابِ سفر

ملحوظ رکھیں تو عنقریب تم اور تمہارے تمام رفقاء صدق واِخلاص کی اعلیٰ منازل تک رسائی حاصل کرلو گے۔ لیکن جب امیر قافلہ ہی راہ سے بھٹک جائے اور اس کے رفقاء اس پر برتری چاہیں تو سمجھو کہ وہ قافلہ ناکام ہوگیا۔ ناکامی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ماتحت اپنے امیر پر غالب آجائیں اور اس کی طرف توجہ نہ دیں۔ جب تم دیکھو کہ ماتحت اپنے امیر ونگران کے سامنے بڑی بے باکی سے بول رہا ہے اور امیر ونگران خوش ہے تو سمجھ لو کہ اب برکت اُٹھالی گئی۔

حضرتِ سیِّدنا ابراہیم خوَّاص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں: اتنا کہنے کے بعد اچانک وہ چاروں اژدھے میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ پھر میں چالیس روز اسی ویران وغیر آباد وادی میں رہا اور جو منظر میں نے دیکھا اس کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوتا رہا۔ یہ چالیس دن ایسے گزرے کہ نہ تو مجھے کھانے پینے کی فکر رہی اور نہ ہی کسی اور قسم کی حاجت درپیش آئی۔ میں چالیس دن تک بالکل نہ سویا اور کئی دن تک ایک ہی وضو سے نماز پڑھتا رہا۔ یہ وادی بہت زیادہ غیر آباد اور ویران تھی۔ کوئی چیز اس میں ایسی نہ تھی جس سے اُنسیّت حاصل کی جاتی۔ بہر حال چالیس دن بعد ایک صبح وہ چاروں اژدھے پھر میرے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ ان میں سے وہی اژدھا جو پہلے مجھ سے مخاطب ہوا تھا، کہنے لگا:

اے ابواسحاق علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق! میرا گمان تھا کہ ان چالیس دنوں میں کسی نہ کسی دن تو منتخب کرلیا جائے گا میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ وہ تجھے صادقین کی بعض غذا کا ذائقہ چکھادے اور اب میں تیرا حال اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حوالے کرتا ہوں۔

پھر اس اژدھے نے اپنے منہ سے نرگس کے کچھ پھول میری طرف پھینکے۔ میں نے انہیں اٹھالیا۔ جب سامنے دیکھا تو وہ تمام اژدھے غائب ہوچکے تھے۔ میں ان کی جدائی سے بڑا غمگین ہوا۔ پھر چالیس دن تک میں کیف وسرور کے عالم میں رہا نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس۔ اور میرے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جیسے میں نے پورے جسم پر عطر لگایا ہوا ہو۔ اسی طرح وہ پوری وادی خوشبو سے معطر اور معنبر رہی۔ یہ وہ پہلا واقعہ تھا جو اللہ ربُّ العزَّت نے میرے لئے ظاہر فرمایا اور مجھے عجیب وغریب چیزیں دکھائیں۔ (عیون الحکایات، مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی)

(78) اَلْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ، فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

پانچویں حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مل کر اہل نجد سے جہاد کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت واپس پلٹے تو دوپہر کے آرام کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا جہاں بکثرت کانٹے دار درخت تھے رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ درختوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اور

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا، قَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ - ثَلَاثًا- وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی ہم بھی سو گئے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی بلانے کی آواز آئی کیا دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے میری نیند کے دوران میری تلوار لے لی میں بے دار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں ننگی موجود تھی کہنے لگا تم کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے تین بار کہا: اللہ اور اس کو سزا نہ دی اور بیٹھ گئے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ، فَقَالَ: تَخَافُنِيْ؟ قَالَ: لَا فَقَالَ: فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: اَللّٰهُ۔

اور ایک راویت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب پلٹے تو ہم سایہ دار درخت کے پاس آئے، تو اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا مشرکوں میں سے ایک آدمی آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی اس کو بے نیام کیا اور رسول اللہ ﷺ کو کہا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: نہیں کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو فرمایا: اللہ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ، قَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: اَللّٰهُ ۔ قَالَ: فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ، فَقَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ ۔ فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ. فَقَالَ: تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّيْ أُعَاهِدُكَ أَنْ لَّا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ، فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ، فَأَتٰى أَصْحَابَهُ، فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ۔

ایک روایت جو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ اس میں ہے کہ اس نے پوچھا تم کو مجھ سے کون بچائے گا آپ نے فرمایا: اللہ چنانچہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار پکڑ کر فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کیا: آپ بہتر تلوار پکڑنے والے بنیں فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا نہیں لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے جنگ میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ آپ کے ساتھ

لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

قَوْلُهٗ: قَفَلَ اَیْ رَجَعَ، وَ الْعِضَاهُ الشَّجَرُ الَّذِیْ لَهٗ شَوْكٌ، وَ السَّمُرَةُ بِفَتْحِ السِّیْنِ وَضَمِّ الْمِیْمِ: اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِیَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ، وَ اخْتَرَطَ السَّیْفَ اَیْ سَلَّهٗ وَهُوَ فِیْ یَدِهٖ. صَلْتًا اَیْ مَسْلُوْلًا، وَّهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا۔

قَفَلَ: کا معنی ہے لوٹے اور اَلْعِضَاهُ: کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں۔ سَمُرَۃ: سین پر زبر میم پر پیش کیکر کو کہتے ہیں۔ اِخْتَرَطَ السَّیْفَ: کا معنی ہے اس نے بے نیام تلوار اپنے ہاتھ میں لی۔ صَلْتًا صاد کی پیش اور زبر کے ساتھ بے نیام تلوار کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر، ج ۲ ص ۸۴۹، رقم: ۷۴۳۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج ۳ ص ۲۳۱، رقم: ۸۳۶۴، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ھریرۃ، ج ۳ ص ۸۰۲، رقم: ۵۸۹۶، مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث عمر بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ص ۳۱۵، رقم: ۲۳۹۱، اطراف المسند المعتلی، احادیث ابوسلمۃ بن عبدالرحمن، ج ۸ ص ۱۵۸، رقم: ۱۰۷۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل خاص اور مخلوق سے بے خوفی کہ ایسے نازک موقعہ پر بھی دل میں گھبراہٹ نہ آئی نہایت سکون سے یہ جواب دیا، اس توکل کا نتیجہ وہ ہوا جو یہاں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴۶)

غزوہ غطفان

ربیع الاول ۳ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ نجد کے ایک مشہور بہادر دعثور بن الحارث محاربی نے ایک لشکر تیار کر لیا ہے تاکہ مدینہ پر حملہ کرے۔ اس خبر کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب دعثور کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے دیار میں آ گئے تو وہ بھاگ نکلا اور اپنے لشکر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا مگر اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام حبان تھا گرفتار ہو گیا اور فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

اتفاق سے اس روز زوردار بارش ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے لیٹ کر اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ پہاڑ کی بلندی سے کافروں نے دیکھ لیا کہ آپ بالکل اکیلے اور اپنے اصحاب سے دور بھی ہیں، ایک دم دعثور

بجلی کی طرح پہاڑ سے اتر کر ننگی شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تلوار بلند کر کے بولا کہ بتایئے اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچالے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا اللہ مجھ کو بچالے گا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام دم زدن میں زمین پر اتر پڑے اور دعثور کے سینے میں ایک ایسا گھونسہ مارا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور دعثور عین غین ہو کر رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ بول اب تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ دعثور نے کانپتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ کوئی نہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی بے کسی پر رحم آ گیا اور آپ نے اس کا قصور معاف فرما دیا۔ دعثور اس اخلاقِ نبوت سے بے حد متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں آ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔

اس غزوہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ یا پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر پھر مدینہ آ گئے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ غطفان، ج ۲، ص ۳۷۸۔ ۳۸۲ ملخصا)

بعض مورخین نے اس تلوار کھینچنے والے واقعہ کو غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ تاریخ نبوی میں اس قسم کے دو واقعات ہوئے ہیں۔ غزوۂ غطفان کے موقع پر سر انور کے اوپر تلوار اٹھانے والا دعثور بن حارث محاربی تھا جو مسلمان ہو کر اپنی قوم کے اسلام کا باعث بنا اور غزوہ ذات الرقاع میں جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار اٹھائی تھی اس کا نام غورث تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ مرتے وقت تک اپنے کفر پر اڑا رہا۔ ہاں البتہ اس نے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی جنگ نہیں کریگا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ غطفان، ج ۲، ص ۳۸۲ مختصراً)

غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ ذات الرقاع تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گرفتار کر لیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲، ص ۵۲۶، ۵۲۸) (وصحیح البخاری، کتاب

المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، الحدیث ۴۱۲۸، ج ۳، ص ۵۸)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید و سیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید اور کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲، ص ۵۲۵)

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲، ص ۵۲۸، ۵۲۹)

(79) اَلسَّادِسُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْا خِمَاصاً وَتَرُوْحُ بِطَانًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

چھٹی حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے، تو وہ پرندوں کی طرح تمہیں رزق عطا فرمائے گا کہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

مَعْنَاهُ: تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا: اَيْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ، وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا۔ اَيْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ۔

تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا: اس کا معنی ہے کہ بھوک کی وجہ سے دبلے پیٹ کے ساتھ نکلتے ہیں اور وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا: شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ سیر ہو کر پلٹتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ، ج ۲، ص ۱۱۱، رقم: ۲۳۴۴، الاداب للبیہقی، باب التوکل علی اللہ عزوجل، ص ۳۷۵، رقم: ۷۷۴، سنن ابن ماجہ، باب التوکل والیقین، ج ۲، ص ۱۰۰۱، رقم: ۴۱۶۴، صحیح ابن حبان، باب الورع والتوکل، ج ۱، ص ۵۰۹، رقم: ۷۳۰، مسند ابی یعلیٰ، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۲۱۲، رقم: ۲۴۲)

(مطلب یہ ہے کہ پرندے صبح کو اس حالت میں نکلتے ہیں کہ ان کے پیٹ بھوک کی وجہ سے چپکے ہوتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ واپس آتے ہیں۔)

شرح حدیث: اللہ پر توکل کیوں؟

اللہ پر توکل ایمان کی روح اور توحید کی بنیاد ہے، اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑنے کا نام توکل ہے، بعض

حضرات ہاتھ پر ہاتھ دھرے اسباب اختیار کئے بغیر اللہ پر توکل کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، اس قسم کے توکل کا شریعت نے حکم نہیں دیا ہے، قرآن میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں ہے، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایسی کوئی تعلیم دی ہے۔ اس بات پر قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام اور سلف صالحین امت کے واقعات شاہد عدل ہیں۔

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کر لینا درست نہیں کیونکہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! پھر عمل کس لئے کریں، کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں (یعنی توکل نہ کرلیں)؟ تو محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کر دیا جاتا ہے۔

کامل توکل ہو تو جنگل میں بھی رزق مل جاتا ہے

حضرت سیدنا ابو ابراہیم یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم چند رفقاء حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کی ہمراہی میں سمندر کے قریب ایک وادی کی طرف گئے۔ ہم سمندر کے کنارے کنارے چل رہے تھے کہ راستے میں ایک پہاڑ آیا جسے جبل کفر فیر کہتے ہیں۔ وہاں ہم نے کچھ دیر قیام کیا اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک گھنا جنگل آیا جس میں بکثرت خشک درخت اور خشک جھاڑیاں تھیں، شام قریب تھی، سردیوں کا موسم تھا۔ ہم نے حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اگر آپ مناسب سمجھیں تو آج رات ہم ساحل سمندر پر گزار لیتے ہیں۔ یہاں اس قریبی جنگل میں خشک لکڑیاں بہت ہیں۔ ہم لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کرلیں گے اس طرح ہم سردی اور درندوں وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔ چنانچہ ہمارے کچھ دوستوں نے جنگل سے خشک لکڑیاں اکٹھی کیں اور ایک شخص کو آگ لینے کے لئے ایک قریبی قلعے کی طرف بھیج دیا، جب وہ آگ لے کر آیا تو ہم نے جمع شدہ لکڑیوں میں آگ لگا دی اور سب آگ کے اِرد گرد بیٹھ گئے اور ہم نے کھانے کے لئے روٹیاں نکال لیں۔ اچانک ہم میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو ان لکڑیوں سے کیسے اَنگارے بن گئے ہیں، اے کاش! ہمارے پاس گوشت ہوتا تو ہم اسے ان اَنگاروں پر بھون لیتے۔ حضرت سیدنا ابراہیم ابن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمانے لگے: ہمارا پاک پروردگار عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں اس جنگل میں تازہ گوشت کھلائے۔

ابھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بات فرما ہی رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے شیر نمودار ہوا جو ایک فربہ ہرن کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ ہرن کا رُخ ہماری ہی طرف تھا۔ جب ہرن ہم سے کچھ فاصلے پر رہ گیا تو شیر نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کی گردن پر شدید حملہ کیا جس سے وہ تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم اُٹھے اور اس

ہرن کی طرف لپکے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آتا دیکھ کر شیر ہرن کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ رزق اللہ عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم نے ہرن کو ذبح کیا اور اس کا گوشت انگاروں پر بھون بھون کر کھاتے رہے اور شیر دور بیٹھا ہمیں دیکھتا رہا۔ اسی طرح ہماری ساری رات گزر گئی۔ سچ ہے کہ جو اس پاک ذات پر کامل یقین رکھتا ہے وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ (عُیُونُ الْحِکَایَات مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(80) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا فُلَانُ، اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ، فَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ فَاِنَّكَ اِنْ مِتَّ مِنْ لَّیْلَتِكَ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ، وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ ثُمَّ قَالَ: وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ۔

ساتویں حدیث: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں جب تم سونے کے لئے بستر پر لیٹو تو یہ کہو اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا میں اپنا چہرہ تیرے لیے جھکاتا ہوں اور میں نے اپنا معاملہ تیری طرف سپرد کیا اور تجھ کو اپنا پشت پناہ بنایا ڈر اور شوق اور جو تیری طرف سے ہے تجھ سے بڑھ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں صرف تیری طرف ہی نجات و پناہ کا مقام ہے میں تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے نبی پر جن کو تو نے مبعوث فرمایا اگر تیری موت اس رات میں آ گئی تو تیری موت فطرت اسلام پر آئی اور اگر صبح کی تو تُو نے بھلائی اور ثواب کو پالیا۔ (متفق علیہ) صحیحین میں حضرت براء کی ایک روایت میں الفاظ یوں بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: (اے براء) جب اپنے بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو نماز جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹ کر یوں کہو اوپر والی عبارت کی طرح ذکر کیا پھر فرمایا اس کو سونے سے پہلے سب سے آخر میں کہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۴۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ ص ۴۷۷، رقم: ۷۰۵۷، الاداب للبیہقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶، رقم: ۷۶۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا أوی الی فراشہ، ج ۲ ص ۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۶ ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

شرح حدیث: باوُضوسونے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتمِ المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو باوضو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بستر کی طرف آئے یہاں تک اس پرغنودگی چھاجائے تو وہ رات کی جس گھڑی میں بھی اللہ عزوجل سے دنیا اور آخرت کی جو بھلائی طلب کریگا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۹۲، رقم ۳۵۳۷، ج۵، ص۳۱۱)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو شخص باوضو رات گزارتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پہلو میں رات گزارتا ہے، جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے، اے اللہ عزوجل! اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرمادے کہ اس نے باوضو رات گزاری ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، رقم ۱۰۴۸، ج۲، ص۱۹۴)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، کہ جو مسلمان باوضو سوئے پھر جب وہ رات میں بیدار ہو اور اللہ عزوجل سے دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النوم علی طھارۃ، رقم ۵۰۴۲، ج۴، ص۴۰۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اپنے اجسام کو خوب پاک رکھا کرو اللہ عزوجل تمہیں پاک فرمادے گا کیونکہ جو شخص پاک رہتے ہوئے رات گزارتا ہے تو اس کے پہلو میں ایک فرشتہ بھی رات گزارتا ہے اور رات کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی جس میں وہ یہ دعا نہ کرتا ہو، اے اللہ! اپنے بندے کی مغفرت فرمادے کیونکہ یہ باوضو سورہا ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۵۰۸۷، ج۴، ص۲۶)

جب تم بستر پر لیٹنے لگو

حضرت سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ الولی سے منقول ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میری عمر تین سال تھی اور میں رات کو اٹھ کر اپنے ماموں حضرت سیِّدُنا محمد بن محمد بن سوّار علیہ رحمۃ اللہ الوھاب کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میرے ماموں نے مجھ سے پوچھا: کیا تو اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں یہ

کلمات کہو: اَللّٰہُ مَعِیَ، اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰہُ شَاھِدِیْ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ میرے ساتھ ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ میرا گواہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ پڑھو۔ میں نے انہیں پڑھا پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا، تو میرے دل میں اس کی لذت پائی گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھتے رہنا، تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو اپنے اندر اس کا مزہ پایا پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے سہل! اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، وہ اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے؟ گناہ سے بچو۔ میں تنہائی میں یہ ذکر کرتا رہا پھر انہوں نے مجھے مکتب میں بھیجا، تو میں نے عرض کی: مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ذکر میں خلل نہ آجائے۔ چنانچہ انہوں نے استاد صاحب سے یہ شرط مقرر کی، کہ میں ان کے پاس جا کر صرف ایک گھنٹہ پڑھوں گا، پھر لوٹ آؤں گا، میں مکتب جاتا رہا اور قرآن مجید حفظ کر لیا، اس وقت میری عمر چھ، سات سال تھی، میں روزانہ روزہ رکھتا، بارہ سال تک میں جَو کی روٹی کھاتا رہا، تیرہ سال کی عمر میں مجھے ایک مسئلہ پیش آیا، میں نے گھر والوں سے کہا: مجھے بصرہ بھیج دو تاکہ میں وہاں کے علماء سے اس کے بارے میں دریافت کروں لیکن ان میں کسی نے مجھے شافی جواب نہ دیا، پھر میں عبادان کی طرف نکلا۔

میں نے وہاں پر حضرت سیِّدُنا ابو حبیب حمزہ بن عبد اللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نامی بزرگ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے قابلِ اطمینان جواب دیا، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، ان کے کلام سے نفع حاصل کرتا اور آداب سیکھتا رہا، پھر میں تستر کی طرف آگیا، میں نے اپنی روزی کا انتظام یوں کیا کہ میرے لئے ایک درہم کے ایک فَرق (چار کلو) جَو خریدے جاتے، انہیں پیس کر روٹی پکائی جاتی، میں ہر رات سحری کے وقت ایک اوقیہ روٹی کھاتا جو نمک اور سالن کے بغیر ہوتی، چنانچہ ایک درہم مجھے سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا پھر میں نے ارادہ کیا، کہ تین دن مسلسل روزہ رکھوں گا، پھر افطار کروں گا پھر پانچ دن، پھر سات دن اور پھر پچیس دن کا مسلسل روزہ رکھا اور بیس سال تک میرا یہی معمول رہا۔ پھر میں زمین میں سیر و سیاحت کے لئے نکلا، پھر تستر واپس لوٹ آیا اور میں ساری رات قیام کرتا تھا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جو قوی اور کریم ہے وہی اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (لبابُ الاحیاء صفحہ ۲۱۸)

بستر پر آکر پڑھے جانے والے وظائف کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

ترجمہ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (پ4، آل عمران: 191)

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو باوضو اپنے بستر پر آئے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو رات کی جس گھڑی میں وہ اللہ عزوجل سے دنیا وآخرت کی جو بھلائی مانگے گا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۱) رقم ۳۵۴۷، ج۵، ص۳۱۱)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب آدمی بستر پر آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اسکے پاس آجاتے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ اپنے دن کا اختتام کسی اچھے عمل پر کرو۔ اور شیطان کہتا ہے کہ اپنے دن کا اختتام کسی برے عمل پر کرو۔ تو اگر وہ اللہ عزوجل کا ذکر کر کے سوتا ہے تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اپنے دن کا آغاز اچھے عمل سے کرو۔ جبکہ شیطان کہتا ہے کہ اپنے دن کا آغاز کسی برے عمل سے کرو۔ تو اگر وہ بندہ یہ پڑھ لے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَلَمْ یُمِتْھَا فِیْ مَنَامِھَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ: تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے میری جان مجھے لوٹا دی اور اِسے نیند کی حالت میں موت نہ دی، تمام خوبیاں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو روکے ہوئے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے، تمام خوبیاں اس اللہ کے شایاں ہیں جو روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے اور پھر بستر سے گر کر اسکا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی کلمات... الخ، رقم ۹، ج۱، ص۲۳۵)

حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے بستر پر آتے وقت تین مرتبہ یہ پڑھ لے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ترجمہ: میں اس اللہ عزوجل سے بخشش چاہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قیوم ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اسکے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، اگرچہ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں، اگرچہ ٹیلوں کی ریت کے ذرات کے برابر ہوں، اگرچہ دنیا کے ایام کے برابر ہوں۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۷) رقم ۳۴۰۸، ج۵، ص۲۵۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے

فرمایا، دو خصلتیں ایسی ہیں جو مسلمان ان پر ہمیشگی اختیار کریگا جنت میں داخل ہوگا اور دونوں بہت ہی آسان ہیں جبکہ ان پر عمل کرنے والے نہایت قلیل ہیں ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ دس دس مرتبہ کہے یہ زبان پر ڈیڑھ سو ہیں اور میزان میں پندرہ سو ہیں اور جب وہ اپنے بستر پر جائے تو سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، تینتیس تینتیس مرتبہ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ چونتیس مرتبہ پڑھ لے یہ زبان پر سو اور میزان میں ایک ہزار ہیں میں نے کئی مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و یہ کلمات اپنی انگلیوں پر شمار کرتے دیکھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آسان عمل کرنے والے قلیل (کم) کیوں ہیں؟ فرمایا، تم میں سے کسی کے پاس شیطان اسکے بستر پر آتا ہے اور یہ کلمات پڑھنے سے پہلے اس کو سلا دیتا ہے اور اس کی نماز میں آتا ہے اور یہ کلمات پڑھنے سے پہلے اسے کوئی حاجت یاد دلا دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، رقم ۵، ج ۱، ص ۲۳۳)

(81) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عَمْرِ ابْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ - وَهُوَ وَاَبُوْهُ وَاُمُّهٗ صَحَابَةٌ - رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ - قَالَ: نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَهُمْ عَلٰی رُؤُوْسِنَا. فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ، لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا. فَقَالَ: مَا ظَنُّكَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

آٹھویں حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی سے روایت ہے آپ اور آپ کے والدین صحابی ہیں رضی اللہ عنہم میں نے مشرکین کے قدموں کی طرف دیکھا جب ہم غار میں تھے اور وہ ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں تلے دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر ان دو کے بارے تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله "ثانی اثنین اذهما فی الغار"، ج ۲ ص ۶۶۶، رقم: ۴۶۶۳، صحیح مسلم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی الله عنه، ج ۱ ص ۶۱۹، رقم: ۶۳۱۹، مسند ابی بکر للمروزی، ص ۷۱، رقم: ۷۱ (مطبوعه المکتب الاسلامی، بیروت)، سنن ترمذی، سورة التوبة، ج ۲ ص ۳۷۸، رقم: ۳۰۹۶، اخبار مکة للفاکهی، ذکر جبل ثور وفضله، ج ۱ ص ۱۹۹، رقم: ۲۳۳۸)

شرح حدیث: اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

حضرت صدیق اکبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو رب تعالٰی کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں بایں الفاظ

نقل فرمایا: اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبر کے چند فضائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انہیں حضور کا ثانی اثنین، پھر انہیں تیسرا کون کرے حضور کے بعد درجہ اس ثانی کا ہے۔ دوسرے یہ کہ انہیں حضور کا صحابی فرمایا گیا: لِصَاحِبِهٖ ان کی صحابیت قطعی یقینی ہے۔ تیسرے یہ کہ انہیں یار غار یعنی حضور کا گہرا دوست غار کا ساتھی کہا گیا آج بھی کہتے ہیں فلاں میرا یار غار ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور انور نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جیسے اپنے حبیب کے ساتھ ہے ویسے ہی جناب صدیق کے ساتھ بھی ہے یعنی جوان دونوں کے دامن سے الگ ہو اللہ اس کے ساتھ نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ ثالثھما کہنا عین ایمان ہے اور ان اللہ ثالث ثلثۃ کہنا عین کفر ہے یعنی خدا کو نسبت کرو ناقص عدد کی طرف نہ کہ برابر عدد کی طرف جیسے وھو رابعھم اور وھو ثالثھم رب کو قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ (مرقات) یہ واقعہ اس لیے معجزہ بنا کہ حضور کی خبر کے مطابق کفار ان دونوں حضرات کو نقصان نہ پہنچا سکے، مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے کے ذریعہ رب نے ان دونوں جانوں کو کفار سے بچالیا۔ (مرقات) پھر حضرت صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب کچھ کہتے رہے مگر ان کی آواز کفار نے نہیں سنی اور کفار کی آوازیں غار میں جناب صدیق سنتے رہے یہ بھی معجزہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۲۶)

غارِ ثور

ہجرت کی رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام حزورہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ کعبہ مکرمہ کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا اور کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی، وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غارِ ثور پہنچے۔ (مدارج النبوۃ، بحث غار ثور ج ۲، ص ۵۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا۔ مگر جاں نثار نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے۔ مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمتِ عالم بیدار

ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ پوچھا ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا، جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا اور زخم بھی اچھا ہو گیا۔ تین رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غار میں رونق افروز رہے۔ کفار مکہ نے آپ کی تلاش میں مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ منظر دیکھ کر کفار آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی، نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

مت گھبراؤ، خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (پ10، التوبہ:40)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ اتر پڑا کہ وہ بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

(82) اَلتَّاسِعُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ.

نویں حدیث: اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ ان کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ ﷺ ہے سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب گھر سے باہر نکلتے کہتے اللہ کے نام ساتھ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا' اے اللہ! میں تیرے ساتھ اس بات سے پناہ پکڑتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں' یا گمراہ کیا جاؤں پھسلوں یا پھسلایا جاؤں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں جاہل بنوں' یا مجھ پر کوئی جاہل بنے (یعنی مجھ سے کوئی جاہلانہ سلوک کرے)۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے امام ترمذی اور ابوداؤد نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج من بیته، ج ۲ص ۴۹۰ رقم: ۳۴۲۷، سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا خرج من بیته، ج ۴ص ۴۸۶ رقم: ۵۰۹۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عامر بن شراحیل عن أم سلمة، ج ۱۲ص ۳۲۰)

، رقم: ۱۹۶۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۰۶، رقم: ۲۶۶۵۶، سنن الکبریٰ للنسائی، باب یقول اذا خرج من بیتہ، ج۶ص۲۶، رقم: ۹۹۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی حقوق العباد مارنا ظلم ہے اور حقوق اللہ ضائع کرنا جہالت یعنی خدایا نہ تو میں کسی کا حق ماروں نہ کوئی میرا حق مارے اور نہ میں تیرے حقوق میں کوتاہی کروں نہ کوئی مجھ سے کوتاہی کرائے۔ اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں، سلامتی دین اسی میں ہے کہ انسان نہ ظالم ہو نہ مظلوم نہ جاہل ہو نہ مجہول۔ (اشعہ مع زیادت) (مرٰاۃ المناجیح، ج۴، ص۱۵۹)

جب تم اپنے گھر جانے کے لئے نکلو تو یاد رکھو کہ تم پر اللہ عزوجل کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی تم پر لازم ہے۔ انہی میں سے سکون و وقار (سے زندگی بسر کرنا) اور اللہ تعالیٰ کی نیک و بد مخلوق کو نگاہِ عبرت سے دیکھنا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

(پ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

گھر سے نکلو تو یہ خیال کرو جیسے دنیا سے جا رہے ہو

اپنی آنکھوں کو غفلت اور شہوت کی نگاہ سے بچاؤ، سلام میں پہل کرو اور (کسی کے سلام کرنے پر) اس کا جواب دے کر اسے عام کرو،۔۔۔۔۔ جو تجھ سے سیدھی راہ چلنے پر مدد طلب کرے اس کی مدد کرو،۔۔۔۔۔ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر تم (شرعی طور پر) اس کے اہل ہو اور گمراہوں کو سیدھی راہ دکھاؤ۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرمادی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹا دوں گا تا کہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل ازالة ... الخ، رقم ۱۹۱۴، ص۱۴۱۰)

راستے سے تکلیف دہ چیز دور کرنا

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا راستے سے کانٹے دار شاخ کو ہٹا دیا یا وہ کسی درخت کی شاخ تھی تو اس نے اسے کاٹ دیا یا پھر وہ راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا تو اللہ عزوجل کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرما دی۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، رقم ۵۲۴۵، ج ۴، ص ۴۶۲)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راستے میں پڑا ہوا ایک درخت لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ایک شخص نے اسے لوگوں کے راستے سے ہٹا دیا تو رحمت عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں اس درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۵۷۲، ج ۴، ص ۳۰۹)

(83) اَلْعَاشِرُ: عن اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ - یَعْنِیْ: اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ -: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، یُقَالُ لَهٗ: هُدِیْتَ وَ کُفِیْتَ وَوُقِیْتَ، وَتَنَحّٰی عَنْهُ الشَّیْطٰنُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهُمْ۔ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ، زَادَ اَبُوْ دَاوٗدَ: فَیَقُوْلُ - یَعْنِیْ: الشَّیْطَانَ - لِلشَّیْطَانِ اٰخَرَ: کَیْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِیَ وَ کُفِیَ وَوُقِیَ؟۔

دسویں حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گھر سے باہر نکلتے ہوئے کہا اللہ کا نام لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہے تو اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی تیری کفایت کی گئی تجھے بچایا گیا تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔اسے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوداؤد کا یہ اضافہ ہے کہ ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تو ایسے شخص کو کیسے گمراہ کرے گا جو ہدایت دیا گیا۔اسے کفایت کی گئی اور بچایا گیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا خرج من بیته، ج ۴ ص ۴۸۷، رقم: ۵۰۹۴، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج من بیته، ج ۲ ص ۴۸۹، رقم: ۳۴۲۶، الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاهین، ص ۳۸۷، رقم: ۴۴۸، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، ص ۱۰۷، رقم: ۱۷۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس، فی ادعیة الخروج من البیته، ج ۲ ص ۲۳۷، رقم: ۲۲۶۷)

شرح حدیث: گھر سے نکلتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب آدمی گھر سے نکلتے وقت **بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** کہتا ہے تو اس سے

کہا جاتا ہے کہ یہ تیرے لئے کافی ہے تجھے ہدایت دی گئی اور تیری کفایت کی گئی تو بچ گیا۔اور شیطان اس سے دور ہوجاتا ہے۔(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فیما یقول اذا خرج...الخ، رقم ا،ج ۲،ص ۳۰۴)

ایک روایت میں ہے کہ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت پا گیا اور تجھے ہدایت دے دی گئی اور کفایت پا گیا۔تو شیطان اس سے دور ہوجاتا ہے۔اس شیطان سے دوسرا شیطان کہتا ہے کہ تو اُس شخص کا اب کچھ نہیں کرسکتا جسے کفایت کی گئی اور جو ہدایت پا گیا اور بچا لیا گیا۔(سنن ابوداود، کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، رقم ۵۰۹۵، ج ۴،ص ۴۲۰)

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو مسلمان گھر سے سفر یا کسی اور ارادے سے نکلے پھر یہ دعا پڑھے اٰمَنْتُ بِاللهِ اعْتَصَمْتُ بِاللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ ترجمہ: میں اللہ پر ایمان لایا، میں نے اللہ کے سہارے کو مضبوطی سے تھاما، اللہ پر بھروسہ کیا کہ نیکی کی توفیق اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے۔تو وہ اپنے اس ارادے میں بھلائی پائے گا۔(مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان، رقم ۴۷۱، ج ا،ص ۱۴۴)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا فَاِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَّلَا سُمْعَةً وَّخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سائلین کے اس حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو تیرے ذمہ کرم پر ہے اور اپنے اس چلنے کے حق کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کیونکہ میں تکبر کرنے، اترانے اور دکھاوے کے لئے نہیں نکلا بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا چاہنے کے لئے نکلا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم سے پناہ دیدے اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ گناہ تو ہی مٹاتا ہے۔تو اللہ عزوجل اس پر نظر رحمت فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔(ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعت، باب المشی الی الصلاۃ، رقم ۷۷۸، ج ا،ص ۴۲۸)

(84) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ. فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ

گیارہویں حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس (ظاہری) میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہتا اور دوسرا کاروبار کرتا اس کاروبار کرنے والے نے نبی اکرم ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں

مُسْلِمٍ۔ یَحْتَرِفُ: یَکْتَسِبُ وَیَتَسَبَّبُ۔

رزق اس کی وجہ سے ملتا ہو۔امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یَحْتَرِفُ: کا معنی ہے کاروبار کرنا۔ اسباب بنانا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ، ج ۴ ص۱۸۹، رقم: ۲۳۴۵، المستدرك للحاکم کتاب العلم، ج ۱ص۱۳۰، رقم: ۳۲۰، مسند الرویانی، مسند انس بن مالك، ص۳۶۲، رقم: ۱۳۵۹، المدخل الی السنن الکبری، باب العلم الخاص الذی لم تکلفه العامة، ص۱۴۳، رقم: ۲۴۸، جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر، ص۱۳۹، رقم: ۲۲۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تو اسے علم دین سیکھنے دے اس کا خرچہ تو برداشت کیے جا اللہ تعالیٰ اس کا رزق تیرے دستر خوان پر بھیجے گا، تجھے برکتیں ہوں گی۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علم دین کے لیے وقف کر دینا سنت صحابہ ہے۔ عالم دین بننا فرض کفایہ ہے، بقدر ضرورت علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کا خرچ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے ان شاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو، قرابت دار بھی اور طالب علم بھی اس پر خرچہ کرنا نور علی نور ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور کا لعل فرمانا شک کے لیے نہیں، کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقینی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے وھل ترزقون الا بضعفاء کم وہ حدیث اس فرمان عالی کی شرح ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴۹)

فرضِ عین، فرضِ کفایہ، محمود اور مذموم علوم کا بیان

اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ ترجمہ: ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۴، ص ۲۴۹۱)

ہر بالغ مسلمان پر صرف کلمۂ توحید و رسالت کی شہادت اور اس کا معنی و مفہوم سمجھنا ضروری ہے، اس کے احکام کو دلائل کے ساتھ جاننا لازمی نہیں پس بغیر شک و شبہ کے اس کا اعتقاد رکھنا ہی کافی ہے اگرچہ یہ بات تقلید سے حاصل ہو۔

عرب کے اَن پڑھ جب اسلام قبول کرتے تو حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتے، پھر وہ مستقل طور پر پیش آنے والے احکامِ الٰہی کو سیکھنے میں مشغول ہو جاتے جیسے نماز، روزہ۔ پس نماز فرض ہونے کی عمر میں وہ نماز سیکھتے اور فرض ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جاتے اور اسی طرح روزہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد سال گزرنے تک اگر وہ اتنے مال کا مالک رہتا ہے جس پر زکوۃ فرض ہے تو اس پر زکوۃ کا علم

حاصل کرنا فرض ہے اور اسے بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح حج کے فرض ہونے سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن جس طرح فوراً حج ادا کرنا ضروری نہیں اسی طرح حج کا علم سیکھنا بھی فوراً ضروری نہیں اور پھر بقدرِ حاجت ان چیزوں کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے جو گناہوں کے ترک سے متعلق ہوں۔

پھر اگر اسے اپنے اعتقادات میں شک ہو تو اتنا علم حاصل کرنا اور غور وفکر کرنا ضروری ہے جس سے اس کا شک دور ہو جائے۔ اسی طرح اس علم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جس سے ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے نجات حاصل ہو اور درجات میں بلندی ہو۔ اس کے علاوہ دیگر علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔

معلوم ہوا کہ علوم کے درجات کا تعین علم آخرت سے قرب اور دوری کی بناء پر ہے جس طرح علوم شرعیہ دیگر علوم سے افضل ہیں اسی طرح حقائقِ شریعت سے تعلق رکھنے والا ظاہری علم احکام سے تعلق رکھنے والے علم سے افضل ہے پس فقیہ ظاہری طور پر احکام کے صحیح وغلط ہونے کے متعلق بتاتا ہے جبکہ ایک علم اس کے علاوہ ہے جو عبادت کے قبول ہونے یا رد کئے جانے کی وضاحت کرتا ہے اور وہ صوفیاء کرام کا علم ہے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۲۵)

راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور ومعروف محدث اور فقیہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز ونعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل وعیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبر دار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علم دین کے لئے اپنے اہل وعیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ

تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت ورغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث وفقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصول علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث اِملاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہوگئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان ونفقہ بھی ختم ہونے لگا۔

جب سب کھانا وغیرہ ختم ہو گیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ بھی ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آ گئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر وشکر سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تا کہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزت نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آ گیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تا کہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادِلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔

ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر

آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمالیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آرہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پراسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں ،اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہوگیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کردو تاکہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہوجائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم وکریم مالک کی عطا پر سربسجود ہوگئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کرجانا چاہے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں مشہور ہوجائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہوکر ہمارا ادب واحترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہوجائے گی، ہوسکتا ہے پھر ہم ریاکاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہوجائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیرباد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علمِ دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر وشکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جاچکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خریدا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کردیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تاکہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی ومالک ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

8-بَابٌ فِی الْاِسْتِقَامَةِ — استقامت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ) (ھود: 112).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اس طرح ثابت قدم ہو جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا۔

شرح: سُوْرَۂ ھُوْد استقامت کے احکامات پر مشتمل ہے، اور یہ خوفِ خدا عزوجل وہ مشکل ترین مقام ہے جس پر قائم رہنے کے اہل صرف نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہی ہیں۔ اور یہ مقامِ شکر کی طرح ہے کیونکہ

شکر اس چیز کا نام ہے کہ بندہ اپنے تمام اعضاء کو اللہ عزوجل کی عطا کردہ تمام نعمتوں کے ساتھ خواہ وہ ظاہری حواس ہوں یا باطنی، اپنے مقصدِ تخلیق یعنی اللہ عزوجل کی عبادت اور کامل طریقے سے اس کی اطاعت میں مصروف کر دے۔

اسی لئے جب نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف وتضرع کے بارے میں پوچھا جاتا: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص ۸۸)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝ (پ۱۶، طٰہٰ: ۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت بڑی امید دلائی گئی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس میں مغفرت تک رسائی کے لئے چار شرائط عائد کی ہیں جن کے بعد بڑی اُمید کہاں باقی رہتی ہے؟ وہ شرائط یہ ہیں: (۱) توبہ (۲) ایمان کامل (۳) نیک عمل اور (۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔ مثال کے طور پر ہر وقت مراقبہ ومشاہدہ اور ذکر وفکر میں مگن رہنا اور اپنے قال وحال اور دعوت واخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کی مخلوق کی جانب متوجہ ہونا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ) (حٰمٓ السجدة: 30-32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر ثابت قدم ہو گئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم ڈرو نہ غم کرو اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے ہم دنیا کی زندگی اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں جو تم مانگو گے تمہیں وہاں ملے گا یہ بخشنے والے رحم کرنے والے کی طرف سے ابتدائی مہمان نوازی ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا استقامت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ امرونہی پر قائم رہے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ عمل میں اخلاص کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے۔ اور استقامت کے معنیٰ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو بجالائے اور معاصی سے بچے۔

(خزائن العرفان، ص۸۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) (الْاَحقاف: 13-14)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر ثابت قدم ہو گئے ان پر خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے ایسے لوگ اہل جنت میں سے ہیں اپنے اعمال کے بدلے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(85) وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو، وَقِيْلَ: اَبِيْ عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْ لِيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَيْرَكَ. قَالَ: قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعمرو یا ابوعمرہ حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی بات بتا دیں کہ اس کے بارے میں کسی اور سے نہ دریافت کروں فرمایا کہ کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع اوصاف الاسلام، ج ا ص ۴۷، رقم: ۱۶۸ الاحاد والمثانی، من اسمه سفیان بن عبداللہ الثقفی، ص ۶۲۲، رقم: ۱۵۸۴، الاداب للبیهقی، باب فضیلة الصمت وحفظ اللسان، ص ۱۶۳، رقم: ۲۹۱، الابانة الکبرٰی لابن بطة، باب ما امر به من المتمس بالسنة والجماعة، ص ۱۰۱، رقم: ۱۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سفیان بن عبداللہ الثقفی، ج ۷، ص ۶۹، رقم: ۶۳۱۳)

شرح حدیث: مشکلات پر ثابت قدمی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوٰلِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ O

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

حضرتِ صدر الافاضل سیّد نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت

لکھتے ہیں:

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ خوف سے اللہ کا ڈر، بھوک سے رمضان کے روزے مالوں کی کمی سے زکوۃ وصدقات دینا، جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ موتیں ہونا، پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لئے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں یارب، پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا عرض کرتے ہیں ہاں یارب، فرماتا ہے اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا فرماتا ہے اس کے لئے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ حکمت: مصیبت کے پیش آنے سے قبل خبر دینے میں کئی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آدمی کو وقت مصیبت صبر آسان ہوجاتا ہے، ایک یہ کہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلا مصیبت کے وقت صابر وشاکر اور استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین کی خوبی معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت ہو، ایک یہ کہ آنے والی مصیبت کی قبل وقوع اطلاع غیبی خبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے ایک حکمت یہ کہ منافقین کے قدم ابتلاء کی خبر سے اُکھڑ جائیں اور مومن ومنافق میں امتیاز ہوجائے۔

آئینِ جوانمرداں حق گوئی وبیباکی

حضرت جَعْفَر بن ابومُغِیْرَہ کا بیان ہے: کوفہ میں حُطَیْط نامی عابد رہا کرتا تھا۔ اس کی عبادت کا یہ عالَم تھا کہ روزانہ دو قرآنِ پاک ختم کیا کرتا۔ ہر سال کوفہ سے برہنہ پا (یعنی ننگے پاؤں) ننگے سر مکۂ مکرمہ زَادَہَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا جاتا۔ ظالم حاکم حَجّاج کو اس کے بارے میں پتا چلا تو اس نے سپاہیوں کو اس کی تلاش میں بھیجا۔ جب اس نوجوان کو لایا گیا تو اس نے حَجّاج سے کہا: مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ حَجّاج نے کہا: میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، سچ سچ بتانا۔ کہا: میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے عہد کیا ہے کہ جب بھی مجھ سے کوئی بات پوچھی جائے گی میں سچ سچ جواب دوں گا، مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا تو صبر کروں گا، معاف کر دیا گیا تو حمد وشکر بجالاؤں گا۔ حَجّاج نے کہا: تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہا: اے حَجّاج! تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دشمن ہے تجھے تو قتل کر دینا چاہیے۔ حَجّاج نے پوچھا: اچھا خلیفہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا: تو اس کے شر کے انگاروں میں سے ایک انگارہ ہے وہ تیری نسبت زیادہ مجرم وقابلِ سزا ہے۔

یہ سن کر حَجّاج غیظ وغضب کی آگ میں جل اٹھا اور چلّا کر بولا: اسے پکڑ لو اور طرح طرح کی دردناک سزاؤں کا مزا چکھاؤ۔ خوشامدی سپاہیوں نے فوراً اس دلیر ومجاہد مُبلِّغ کو پکڑ کر اذیت ناک سزائیں دینی شروع کر دیں مگر اس صبر ورضا کے پیکر نے بالکل چیخ وپکار تک نہ کی۔ جب حَجّاج کو خبر دی گئی تو اس نے کہا: کچھ بانس چیر کر اس کے برہنہ جسم پر سختی سے باندھ دو پھر زخموں پر نمک وسرکہ چھڑک کر بانسوں کی تیز دھاروں سے اس کی کھال نوچ ڈالو۔ حکم ملتے ہی جلّاد وں نے اس ولی

کامل کے جسمِ نازنین پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ ڈالے، جب سارا جسم زخموں سے چُور چُور ہو گیا تو زخموں پر نمک اور سرکہ ڈالا گیا۔لیکن اس کوہِ استقامت کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہ آیا۔حجّاج کو جب یہ خبر پہنچی تو کہا: اسے بازار لے جاکر چوراہے پر اس کا سر قلم کردو۔چنانچہ، اس حق گو مبلغ کو بازار لایا گیا، راوی کا بیان ہے کہ میں اس وقت وہاں پر موجود تھا۔جب اس کی آخری خواہش پوچھی گئی تو اس نے کہا: مجھے پانی پلادو۔اسے پانی دیا گیا تو پانی پیتے ہی اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔انتقال کے وقت اس عابد وزاہد نوجوان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(86)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ يَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهٖ قَالُوْا: وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی اختیار کرو اور سیدھے چلو اور یقین کرو کہ تم میں سے کوئی اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور آپ بھی فرمایا میں بھی لیکن مجھے ربّ العالمین اپنے فضل و رحمت سے ڈھانپ لے گا۔(مسلم)

وَ الْمُقَارَبَةُ : اَلْقَصْدُ الَّذِيْ لَا غُلُوَّ فِيْهِ وَلَا تَقْصِيْرَ، وَ السَّدَادُ : اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ۔ وَ يَتَغَمَّدُنِيْ : يُلْبِسُنِيْ وَيَسْتُرُنِيْ۔

اَلْمُقَارَبَةُ: کا مطلب ہے وہ اعتدال جو افراط و تفریط سے پاک ہو اَلسَّدَادُ: کا مطلب ہے استقامت اور سیدھی راہ پانا یَتَغَمَّدُنِیْ: اس کا مطلب ہے مجھے اپنی رحمت پہنائے گا اور ڈھانپ لے گا۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، قَالُوْا: وَهِيَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَهِيَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

علماء فرماتے ہیں کہ استقامت کا معنی اللہ تعالیٰ اطاعت پر ہمیشگی نصیب ہونا ہے۔ اس حدیث کے بارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ جامع کلمات سے ہے اور معاملات کی درستگی کی بنیاد ہے اور توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالى، ج ۲ص ۸۴۰، رقم: ۷۲۹۵، سنن الدارمی، باب لا ينجي احد كم عمله، ج ۱ص ۶۹۵، رقم: ۲۷۳۳، سنن ابن ماجه، باب التوقی علی العمل، ج ۱ص ۲۰۵، رقم: ۴۲۰۱، مجمع الزوائد، باب ليس احد ينجيه عمله، ج ۱۰ص ۶۲۷، رقم: ۱۸۴۳۱، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ذكوان ابوصالح السمان، ج ۷ص ۱۹۰، رقم: ۹۱۸۲)

شرح حدیث: اپنے عمل سے اللہ عزوجل پر احسان جتانے والا

حضور نبئ کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ عزوجل پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، باب النون، باب نافع، الحدیث: ۱۱۵۹۳/ ۲۲۵۵، ج۷، ص ۳۸۷)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور اِترا کر چلے وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر ناراض ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، الحدیث: ۶۰۰۲، ج۲، ص ۴۶۲)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: خود پسندی (70) ستر سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزُولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو سب سے بدصورت انسان ہوتا۔ (جامع الاحادیث للسیوطی، قسم الاقوال، الحدیث: ۱۷۶۵۰، ج۵، ص ۱۳۰)

سَیِّدُ الْمبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے تو تم پر گناہوں سے بڑی مصیبت ڈال دی جاتی جو کہ خود پسندی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث: ۷۲۵۵، ج۵، ص ۴۵۳)

حضرت سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کوہِ مروہ پر ملاقات ہوئی تو دونوں حضرات آپس میں گفتگو کرنے لگے، پھر جب حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رونے لگے، لوگوں نے پوچھا: اے ابو عبد الرحمن! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: انہوں نے یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے، جنہیں یقین ہے کہ انہوں نے مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا تکبر ہوگا اللہ عزوجل اسے منہ کے بل جہنم میں گرائے گا۔ (شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، الحدیث: ۸۱۵۴، ج۶، ص ۲۸۰)

اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ پر ہمیشگی

اولیاء کرام کی سب سے بڑی کرامت اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ پر ہمیشگی کی توفیق اور معصیت ومخالفتِ شرع سے محفوظ رہنا ہے اور قرآنِ مجید میں حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ کراماتِ اولیاء کے اظہار پر شاہد ہے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول یا نبی نہ تھیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O

ترجمۂ کنز الایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

(پ3، اٰل عمران:37)

اور اللہ عزَّ وَجَلَّ حضرت سیّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرماتا ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا O

ترجمۂ کنز الایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ (پ16، مریم:25)

انہی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت سیّدُنا خضر علیہ السلام سے ظاہر ہوئی یعنی آپ علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کر دیا اور اس کے علاوہ دیگر کئی عجائبات جن کی معرفت حضرت سیّدُنا خضر علیہ السلام کو حاصل تھی اور حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام پر وہ امور عادتاً مخفی تھے۔ یہ سب کرامات حضرت سیّدُنا خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص تھیں حالانکہ آپ علیہ السلام نبی نہیں بلکہ ولی تھے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)

9-بَابٌ فِي التَّفَكُّرِ فِيْ عَظِيْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَاَهْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِهِمَا وَتَقْصِيْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِيْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ

باب: اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور و فکر کرنا، اور دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کی گھبراہٹوں اور باقی امور میں غور و فکر کرنا نفس کی کوتاہیوں اور اس کو مہذب بنانا اور استقامت پر ڈالنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا) (سبا:46)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے ایک ایک دو دو کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آسمان و زمین کی پیدائش اور دن رات کے مختلف ہونے میں اہل دانش کیلئے نشانیاں ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر ذکر کرتے ہیں اور (کہتے ہیں) اے

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ) الْاٰيَاتِ (آل عمران: 190-191).

ہمارے رب تو نے یہ باطل پیدا نہ کیا' تو پاک ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ O وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ O وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ O وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ O فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ O) (الغاشية: 17-21).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف انہیں کس طرح گاڑ دیا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھا دی گئی آپ نصیحت کریں آپ تو نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا) الْاٰيَةَ (محمد: 10).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ زمین میں سفر نہیں کرتے کہ وہ دیکھیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ. وَمِنَ الْاَحَادِيْثِ الْحَدِيْثُ السَّابِقُ: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ.

آیات اس باب میں بکثرت ہیں احادیث میں سے پچھلی حدیث اس باب میں کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا عقلمند ہے۔

10- بَابٌ فِى الْمُبَادَرَةِ اِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْاِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

باب: نیکیوں کی طرف جلدی کرنا اور جو آدمی کارِ خیر پر متوجہ ہو اس کو چاہیے کہ بلا تردد سنجیدگی کے ساتھ اس کام پر متوجہ رہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ) (البقرة: 148).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ) (آل عمران: 133).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی مغفرت کی طرف تیزی سے چلو اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین ہے متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ جنّت کی وُسعت کا بیان ہے اس طرح کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ اُنہوں نے سب سے وسیع چیز جو دیکھی ہے وہ آسمان و زمین ہی ہے اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین کے طبقے طبقے اور پرت پرت بنا کر جوڑ دیئے جائیں اور

سب کا ایک پرت کر دیا جائے اس سے جنّت کے عرض کا اندازہ ہوتا ہے کہ جنّت کتنی وسیع ہے ہرقل بادشاہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ جب جنّت کی یہ وسعت ہے کہ آسمان وزمین اس میں آجائیں تو پھر دوزخ کہاں ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ سُبحانَ اللہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے اس کلام بلاغت نظام کے معنی نہایت دقیق ہیں ظاہر پہلو یہ ہے کہ دورۂ فلکی سے ایک جانب میں دن حاصل ہوتا ہے تو اس کے جانب مقابل میں شب ہوتی ہے اسی طرح جنت جانب بالا میں ہے اور دوزخ جہت پستی میں یہود نے یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ توریت میں بھی اسی طرح سمجھایا گیا ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی قدرت واختیار سے کچھ بعید نہیں جس شے کو جہاں چاہے رکھے یہ انسان کی تنگی نظر ہے کہ کسی چیز کی وسعت سے حیران ہوتا ہے تو پوچھنے لگتا ہے کہ ایسی بڑی چیز کہاں سمائے گی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنّت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کون سی زمین اور کون سا آسمان ہے جس میں جنت سما سکے عرض کیا گیا پھر کہاں ہے فرمایا آسمانوں کے اوپر زیرِ عرش۔ (خزائن العرفان)

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ:

احادیث یہ ہیں:

(87) فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِي كَافِرًا، وَّيُمْسِي مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال صالحہ جلدی کرلو پھر کچھ فتنے ہوں گے جو سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے ہوں گے آدمی صبح کو ایماندار شام کو کافر اور شام کو ایماندار اور صبح کو کافر ہوگا۔ اپنا دین سامان دنیا کے عوض بیچے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن، ج ١ص٧٦، رقم: ٣٢٨، سنن ترمذی، باب ما جاء ستکون فتن کقطع الیل المظلم، ج ٢ص١٨٧، رقم: ٢١٩٥، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم، باب الدین النصیحة، ج ١ص١٨٨، رقم: ١٨٨، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج ٢ص١٥٦، رقم: ٢٧٧٣، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج ٢ص٣٠٢، رقم: ٨٠١٧)

شرح حدیث: ایمان کی اہمیت اور مؤمن کی فضیلت

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اطاعت کی اور پھر ہجرت کی میں اسے جنت کے نچلے، وسطی اور بلند ترین حصے کے ایک ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں تو جو یہ کام کرے اور نہ تو خیر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دے اور نہ ہی برائی سے بھاگنے کا کوئی موقع گنوائے تو (یہی اس کے لئے کافی ہے،) وہ جہاں چاہے جا کر مرجائے۔

(سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب مالمن اسلم وھاجر۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۳۵، ص۲۲۸۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کافرمانِ عالیشان ہے:جس نے اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے دنیا چھوڑی، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی تو وہ اس حال میں مرے گا کہ اللہ عزوجل اس سے راضی ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی الایمان، الحدیث:۷۰، ص۲۴۸۱)

سرکارِ والا تَبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:اللہ عزوجل مؤمن کو دنیا میں نیکی کی توفیق دینے اور آخرت میں اس کا ثواب دینے میں ظلم نہیں کریگا جبکہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اُسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی وجہ سے اسے کوئی بھلائی دی جائے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث:۱۲۲۳۹، ج۴، ص۲۴۷)

رسولِ اکرم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ سلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جسے اسلام کی ہدایت ملی اور بقدرِ ضرورت رزق ملا، پھر اس نے اس پر قناعت کی تو وہ فلاح پا گیا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۷۸۷، ج۱۸، ص۳۰۶)

نیک اعمال میں جلدی کرلو

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرلو، مشغولیت سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرلو، اللہ عزوجل کو کثرت سے یاد کرکے اور ظاہر و پوشیدہ کثرت سے صدقہ کرکے اپنے رب عزوجل سے ناطہ جوڑلو کہ تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری پریشانیاں دور کردی جائیں گی اور جان لو! میری اس جگہ، اس دن، اس مہینے اور اس سال میں اللہ عزوجل نے قیامت تک کے لئے تم پر جمعہ فرض فرمادیا ہے لہٰذا جو میری حیاتِ ظاہری میں یا میرے بعد حاکمِ اسلام کی موجودگی میں خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، اسے ہلکا جان کر یا بطورِ انکار چھوڑے گا اللہ عزوجل اس کے بکھرے ہوئے کام جمع نہ فرمائے گا اور نہ ہی اس کے کام میں برکت دے گا، سن لو! جب تک وہ توبہ نہ کریگا اس کی کوئی نماز ہے نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ ہی کوئی نیک عمل جب تک توبہ کرے اور جو توبہ کرلے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعۃ، الحدیث:۱۰۸۱، ص۲۵۴۰)

دل پر سیاہ نکتہ

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحب جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، دلوں پر کنکریوں کی طرح رفتہ رفتہ فتنے پیش ہوں گے جو دل انہیں قبول کرے گا اس پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جائے گا اور جو ان سے انکار کرے گا

اس پر ایک سفید نکتہ لگا دیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے ایک دل سفید چٹان کی طرح سفید ہو جائے گا پھر جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے سکے گا اور دوسرے دل اوندھے پڑے ہوئے کوزے کی طرح گدلے پن کی طرف مائل ہو کر سیاہ ہو جائیں گے پھر وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہ سمجھیں گے مگر اسے جسے ان کا نفس اچھا یا برا سمجھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی... الخ، رقم ۱۴۴، ص ۸۷)

(88) اَلثَّانِيْ: عَنْ أَبِيْ سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ، قَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ. اَلتِّبْرُ: قِطَعُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ.

دوسری حدیث: حضرت ابو سروعہ میں مہملہ کی زیر اور زبر کے ساتھ بھی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں مدینہ منورہ میں نماز عصر ادا کی آپ نے سلام پھیرا اور تیزی سے کھڑے ہو کر ازواج مطہرات کے حجرات میں سے کسی حجرہ کی طرف تشریف لے گئے آپ کی تیزی کی وجہ سے لوگ گھبرا گئے۔ پھر آپ نکلے' تو دیکھا کہ لوگ آپ کی جلدی کی وجہ سے تعجب میں ہیں فرمایا مجھے یاد آیا کہ میرے پاس سونے کا ٹکڑا ہے' جس کو میں نے ناپسند جانا کہ وہ مجھے روکے سو میں نے اسے بانٹنے کا حکم دے دیا ہے۔ (بخاری) ان ہی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں گھر میں صدقہ سے چاندی یا سونے کا ٹکڑا چھوڑ آیا تھا میں نے اس کا گھر میں رات کو رہنا پسند نہ کیا۔ اَلتِّبْرُ: سونے یا چاندی کا ٹکڑا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام، ج ۱ ص ۱۷۰، رقم: ۸۵۱، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب من فکر فی صلاتہ او حدث نفسہ بشیء، ج ۲ ص ۳۴۹، رقم: ۴۰۳۶، المسند الجامع اللمعاطی، ج ۳ ص ۲۷۵، رقم: ۹۸۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، حرف السین، الکتاب الاوّل فی السخا والکرم، ج ۲ ص ۱۹۹، رقم: ۲۹۸۶، مشکوۃ المصابیح، باب الانفاق و کراھیۃ، ج ۱ ص ۴۲۴، رقم: ۱۸۸۳)

شرح حدیث: صدقہ کے فضائل

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو

کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرتِ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزوائد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرت سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ، رقم ۶۶۴، ج ۲، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب اجر الصدقۃ، رقم ۴۶۲۲، ج ۳، ص ۲۸۸)

محبوب ترین مال

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے پسندیدہ مال بَیْرُحَاء کے نام کا ایک کھجور کا باغ تھا جو کہ مسجد نبوی شریف کے سامنے ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور صاف پانی نوش فرماتے تھے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

(پ4، ال عمران:92)

حضرتِ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

(پ4، ال عمران:92)

اور بیشک میرا سب سے زیادہ محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور میں اسے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں

اس کے اجر وثواب کا امیدوار ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے وہاں خرچ کردیجئے جہاں اللہ عزوجل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، رقم ۱۴۶۱، ج۱، ص ۴۹۳)

بھلائی کے کاموں میں سبقت

دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں میں ایک نام حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے، ان کو سلمان الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گھبراہٹ کے آثار دکھائی دیئے، لوگوں نے پوچھا: اے عبداللہ کے باپ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے پریشان کردیا ہے؟ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے اور آپ تو رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کئی غزواتِ حسنہ اور بڑی بڑی فتوحات میں شریک رہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم سے جدا ہوتے وقت ایک عہد لیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک مسافر جتنا زادِ راہ کافی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہے۔

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت صرف ۱۵ درہم کے برابر تھی۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الحدیث: ۵۰۵۳، ج۴، ص۹۶)

(89) اَلثَّالِثُ: عن جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ: اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تیسری حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: اگر میں قتل ہوجاؤں تو کہاں ہوں گا۔ فرمایا: جنت میں اس نے ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ اُحد، ج ۲ ص ۴۹۵، رقم: ۴۰۴۶، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ج ۲ ص ۵۴۳، رقم: ۵۰۲۲، الاحاد والمثانی، من اسمہ ثابت بن قیس بن شماس، ص ۳۶۳، رقم: ۱۹۲۲، مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبداللہ، ص ۵۳۶، رقم: ۱۲۴۹، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادۃ، ص ۱۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: جہاد میں شہید ہونے کا ثواب

حضرتِ سیدنا فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ

عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، ہر شخص کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے مگر پہرہ دینے والے کے عمل میں قیامت تک اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہتا ہے۔

(سنن ابی داوٗد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الرباط، رقم ۲۵۰۰، ج ۳، ص ۱۴)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں ایک مہینہ جہاد کرنا پوری زندگی روزے رکھنے سے بہتر ہے اور جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مرجائے وہ بڑی گھبراہٹ (قیامت کی دہشت) سے محفوظ رہے گا اور اس تک اس کا رزق اور جنت کی خوشبو پہنچتی رہے گی اور قیامت تک اسے مجاہد کا ثواب ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الرباط، رقم ۹۵۰۴، ج ۵، ص ۵۲۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص راہِ خدا عزوجل میں مورچہ بندی کرتے ہوئے مرجائے اسے اپنے اس نیک عمل کا ثواب ملتا رہے گا جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، اسے اس کا رزق دیا جاتا رہے گا، وہ منکر نکیر کے سوالات سے امن میں رہے گا اور اللہ عزوجل اسے بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت کی دہشت) سے امن میں رکھ کر اٹھائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۷، ج ۳، ص ۳۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ مجاہد جب جہاد کرتے ہوئے مرجائے تو اس کا وہ عمل جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا قیامت تک لکھا جاتا رہے گا اور اس تک اس کا رزق پہنچتا رہے گا اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا اور حساب ختم ہونے تک لوگوں کی شفاعت کر۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، رقم ۷، ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، لوگوں کے لئے سب سے اچھی زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اس کی پشت پر سوار ہو کر اُڑتا ہے، جب بھی دشمن کی للکار یا کسی خطرناک دشمن کے بارے میں سنتا ہے تو اسے مارنے یا خود مرجانے کے لئے گھوڑے کو دوڑا کر دشمن کے قریب پہنچ جاتا ہے یا اس شخص کی اچھی زندگی ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی ان چوٹیوں میں سے کسی ایک چوٹی کے سرے پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں نکل جائے۔ وہاں نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور موت آنے تک اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتا ہے اور بھلائی کے سوا لوگوں کے کسی معاملے میں نہ پڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۹، ص ۱۰۴۸)

شوق شہادت

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن اسلام میں آ گئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرمادیا کہ میرے قبیلہ بنو عبدالاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبدالاشہل کا ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہوگیا۔اس طرح آپ کا مسلمان ہوجانا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

(اسد الغابۃ، سعد بن معاذ، ج ۲، ص ۴۴۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جارہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحلیے کٹ گئی۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرمادے۔

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہوگئی۔(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ...الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج ۳، ص ۵۷)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۸۱)

(90) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ، تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا، وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. اَلْحُلْقُوْمُ: مَجْرَی النَّفَسِ. وَ الْمَرِیْءُ: مَجْرَی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ.

چوتھی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! کس صدقہ کا اجر زیادہ بڑا ہے۔ فرمایا: جو صدقہ تم ایسے وقت میں دو جب تم تندرست ہو مال کے حریص ہو تمہیں محتاجی کا ڈر اور تونگری کی امید ہو اور اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب حالت نزع طاری ہو تو کہو کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دو کیونکہ وہ تو اب فلاں کا ہو ہی چکا۔ (متفق علیہ) اَلْحُلْقُوْمُ: گردن میں سانس لینے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اَلْمَرِیْءُ کا معنی کھانے اور پانی کا راستہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الصدقة افضل، ج ١ص ٦١٠، رقم: ١٤١٩، صحیح مسلم، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح، ج ٢ص ١٩٣، رقم: ٢٤٣٠، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل صدقة، ج ٤ص ١٨٩، رقم: ٨٠٨٣، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی کراهیة الاضرار فی الوصیة، ج ٢ص ٢٧٢، رقم: ٢٨٦٧، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ج ٢ص ٢٣١، رقم: ٧١٥٩)

شرح حدیث: اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت

رسول اکرم، شفیع معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ہم میں سے ہر ایک وارث کے مال کے مقابلے میں اپنے مال سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من قدم من مالہ فھو لہ، الحدیث: ۶۴۴۲، ص ۵۴۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بخل نہ کیا کرو تا کہ تم سے بھی بخل نہ کیا جائے۔ (یعنی اپنا مال ذخیرہ کر کے نہ رکھو اسے لوگوں پر خرچ کرنے سے نہ روکو کہیں تم اس

مال کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤ۔) (صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۳۳، ص ۱۱۳)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل سے فقیر ہو کر ملنا غنی ہو کر مت ملنا۔ انہوں نے عرض کی: میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے جو رزق ملے اسے مت چھپانا اور تجھ سے کچھ مانگا جائے تو منع نہ کرنا۔ انہوں نے عرض کی: میں یہ کیسے کرسکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کرو ورنہ جہنم (ٹھکانا ہوگا)۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب القی اللہ فقیراً ولا۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۹۵۷، ج۵، ص ۴۵۰)

دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے اپنے دو بندوں پر وسعت فرماتے ہوئے انہیں کثرتِ مال و اولاد سے نوازا، پھر ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کی: لَبَّیک رَبِّ وَسَعْدَیک! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال و اولاد سے نہیں نوازا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے میری عطا کردہ نعمتوں کے عوض کیا کیا؟ اس نے عرض کی: میں محتاجی کے خوف سے اسے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تُو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ تو ان کے بارے میں جن باتوں سے ڈرتا تھا میں نے وہی آفت ان پر ڈال دی ہے۔

پھر دوسرے شخص سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا: لَبَّیک اَیْ رَبِّ وَسَعْدَیک! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال و اولاد سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کریگا: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: پھر تو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا: میں نے اسے تیری فرمانبرداری میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے تیری وسیع عطا، فضل، قدرت اور بے نیازی پر بھروسہ کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا زیادہ اور روتا کم تو نے ان کے لئے مجھ پر جو بھروسہ کیا تھا میں نے انہیں وہ عطا فرما دیا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۳۸۳، ج ۳، ص ۲۱۷/ ۲۱۸)

ہم بھی مسکین ہیں

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے 400 دینار دے کر بھیجا اور اسے ان کے ہاں ٹھہرنے کا حکم دیا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ ان دیناروں کا کیا ہوتا ہے، وہ غلام دینار لے کر گیا اور حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیئے، آپ نے کچھ غور کیا پھر ان سب کو تقسیم کر دیا، تو وہ غلام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوٹ آیا اور سارا واقعہ عرض کر دیا اور دیکھا کہ انہوں نے ایسی ہی عطا حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی تیار کر رکھی ہے، پھر آپ نے وہ عطا اس

غلام کو دے کر حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی بھیجی اور اسے ان کے ہاں بھی ٹھہرنے کا حکم دیا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ ان دیناروں کا کیا ہوتا ہے، اس نے ایسا ہی کیا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دینار تقسیم کر دیے، جب آپ کی زوجہ محترمہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بولیں: خدا کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں، ہمیں بھی عطا فرمایئے۔ آپ کے خرقہ میں دو دینار بچے تھے آپ نے وہ انہیں دے دیے، پھر وہ غلام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوٹ آیا اور قصہ عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۶، ج ۲۰، ص ۳۳، بتغیر)

(91) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخذ سيفًا يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَّاْخُذُ مِنِّيْ هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ: اَنَا اَنَا. قَالَ: فَمَنْ يَّاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ، فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اِسْمُ اَبِيْ دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ. قَوْلُهٗ: اَحْجَمَ الْقَوْمُ: اَيْ تَوَقَّفُوْا. وَ فَلَقَ بِهٖ: اَيْ شَقَّ. هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ: اَيْ رُؤُوْسَهُمْ.

پانچویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن ایک تلوار پکڑ کر فرمایا مجھ سے یہ کون لیتا ہے ہر ایک نے میں میں کہتے ہوئے ہاتھ پھیلا دیا۔ فرمایا: اس کے حق کے ساتھ کون اس کو لے گا۔ لوگ جھجکنے لگے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر ابودجانہ نے وہ تلوار پکڑی اور اس سے مشرکین کی چوٹیاں پھاڑ ڈالیں۔ (مسلم) حضرت ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔ اَحْجَمَ الْقَوْمُ: کا معنی ہے لوگ رک گئے جھجک گئے۔ فَلَقَ: کا مطلب ہے۔ پھاڑ دیا۔ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ: کا مطلب ہے ان کے سر چوٹی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل ابی دجانة سماك بن خرشه، ج ۲ ص ۶۵۷، رقم: ۶۵۰۷، مستدرك للحاكم، ذكر مناقب ابی دجانة، ج ۳ ص ۲۵۵، رقم: ۵۰۱۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۳ ص ۱۲۳، رقم: ۱۲۲۵۷، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه سفیان، ج ۳ ص ۱۹۸، رقم: ۳۲۱۷، مسند البزار، مسند ابی حمزه عن انس بن مالك، ج ۲ ص ۳۲۷، رقم: ۶۹۵۷)

شرح حدیث: ابودجانہ کی خوش نصیبی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ تھا کہ

فِي الْجُبْنِ عَارٌ وَفِي الْاِقْبَالِ مَكْرُمَةٌ وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا يَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ

بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے

لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوشِ مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدانِ جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہند آ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹا لی کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۱۵)

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتلِ عام شروع کر دیا۔

لکڑی کی تلوار

جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ تم اس سے جنگ کرو وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ اُحد کے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ تم اس سے لڑو وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک برّاق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دورِ حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام معون تھا، یہ دونوں تلواریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۳ ملخصا)

(92) اَلسَّادِسُ: عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، قَالَ: اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ

چھٹی حدیث: حضرت زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ: ہم حضرت انس بن مالک ﷺ کے پاس آئے اور حجاج

مَا نَلْقٰی مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: اصْبِرُوْا؛ فَاِنَّهٗ لَا یَاْتِیْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

کی طرف سے آنے والے مصائب کا ذکر کیا' تو انہوں نے فرمایا: صبر کرو' ہر بعد میں آنے والا زمانہ پہلے کی نسبت بڑا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے ربّ کو ملو میں نے یہ تمہاری بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لایاتی زمان الا الذی بعدہ شرہ منہ، ج ۲ص۹۲۹، رقم: ۷۰۶۸، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج ۸ص۲۸۲، رقم: ۵۹۵۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اشراط الساعة، ج ۴ص۲۹۲، رقم: ۲۲۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ص۱۳۲، رقم: ۱۲۳۶۹، مسند ابی یعلی، مسند الزبیر بن عدی عن انس بن مالک، ج ۳ص۹۷، رقم: ۴۰۳۶)

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: زمانہ جس قدر حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے دُور ہوتا جائے گا ظلم وفساد بھی بڑھتا جائے گا، ہر زمانہ پہلے زمانہ سے دِین کے لحاظ سے بدتر ہے، کبھی کوئی گناہ زیادہ کبھی کوئی گناہ! (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۲۰۲ مُلَخَّصاً)

مزید فرماتے ہیں:

یعنی آئندہ عموماً سلاطین ظالم ہی ہوں گے زمانہ جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتا جاوے گا ظلم وفساد بھی بڑھتا رہے گا لہٰذا حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دور یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی وعیسیٰ علیہ السلام کا دور اس حکم سے علیحدہ ہے، ہر زمانہ پہلے زمانہ سے دین کے لحاظ سے بدتر ہے کبھی کوئی گناہ زیادہ کبھی کوئی گناہ غفلت وغیرہ زیادہ۔ مرقات نے فرمایا کہ شر سے مراد بدعات کی اشاعت سنتوں کا چھوڑ دینا ہے یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ حکام ظالم بھی ہوں گے بدمذہب بدعقیدہ بھی۔ حجاج ظالم ہے مگر دین برباد کرنا نہیں چاہتا اس نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے۔ (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۲۳۸ مُلَخَّصاً)

حجاج بن یوسف ثقفی ظالم

یہ خلفائے بنوامیہ میں سے انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کو تو کوئی گن ہی نہیں سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس نے قتل کیا یا قید وبند رکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں تو ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔ یہ حجاجِ بن یوسف جب کینسر کی بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی۔ یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا۔ اس کی دعا یہ تھی کہ

اللھم اغفرلی فان الناس یقولون انک لا تغفرلی۔

اے میرے اللہ! عزوجل تو مجھے بخش دے کیونکہ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حجاج بن یوسف ثقفی کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعا بہت اچھی لگی اور ان کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا اور جب حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعا کا ذکر کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی؟ تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں اس نے یہ دعا مانگی تھی۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شاید (خدا اس کو بخش دے)۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت، الباب الخامس فی کلام المحتضرین...الخ، ج۵، ص۲۳۱)

(93) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُّنْسِیًا، اَوْ غِنًی مُّطْغِیًا، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا، اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُّنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ساتویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ سات چیزوں سے پہلے کرلو۔ کیا تم کو ایسی محتاجی کا انتظار ہے، جو بھلا دینے والی ہے یا ایسی تونگری کا جو سرکش بنا دینے والی یا ایسے مرض کا جو خراب کردینے والا ہے یا بڑھاپے کا جو کباڑا کردینے والا ہے یا موت کا جو جلد روانہ کرنے والی ہے یا دجّال کا انتظار ہے، جو چھپا ہوا شر ہے یا قیامت کا انتظار ہے اور قیامت زیادہ دہشت ناک اور زیادہ کڑوی ہے۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل، ج ۴ ص۱۳۸۷، رقم: ۲۳۰۶، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه محرر بن هارون التیمی، ج ۱۰ص۲۱۳، رقم: ۱۳۹۵۱، کنزالعمال، الفصل السابع فی السباعیات، ج ۱۲ص۱۱۸۷، رقم: ۴۳۵۶۳، مسند الشهاب، باب ما ینتظر احدکم من الدنیا الاغنی مطغیا، ص۳۲۴، رقم: ۸۲۴)

شرح حدیث: موت کے ذکر کی فضیلت

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے: اَکْثِرُوْا مِنْ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ ترجمہ: لذّات کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، الحدیث ۲۳۰۷، ص۱۸۸۴)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ راحت نشان ہے:

ترجمہ: اچانک موت مؤمن کے لئے راحت اور فاجر کے لئے افسوس کا باعث ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۵۰۹۶، ج۹، ص ۴۶۲)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: موت کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے اگر جانوروں کو معلوم ہو جائے تو تم ان میں سے کسی فربہ جانور کو نہ کھاسکو۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزہد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۷، ج۷، ص ۳۵۳)

ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کو بھی اٹھایا جائے گا؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! جو آدمی دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔

(قوت القلوب للشیخ ابی طالب محمد بن علی المکی، الفصل الثانی والثلاثون، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ج۲، ص ۵۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ ترجمہ: موت، مؤمن کے لئے تحفہ ہے۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب لایکون اُحد متقیاً۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۹۷۰، ج۵، ص ۴۵۵)

نور کے پیکر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ترجمہ: موت وعظ و نصیحت کے لئے کافی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزہد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۶، ج۷، ص ۳۵۳)

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک مسجد کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ لوگ باتیں کر رہے اور ہنس رہے تھے، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: موت کو یاد کرو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الموت والاستعداد لہ، الحدیث ۹۶، ج۵، ص ۴۲۳)

حضرت سَیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: بروزِ قیامت جب عدن کے سمندر کی گہرائی سے آگ نکلے گی تو تمام لوگ میدانِ محشر کی طرف ہانکے جائیں گے۔ میدانِ قیامت کی ہولناکیوں سے لوگ متحیِّر، پیاسے، مدہوش اور کانپتے ہوں گے کہ اسی دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ تجلّی فرمائے گا تو اس کے نور سے زمین روشن ہو جائے گی اور مخلوق ایک دوسرے کو دیکھ لے گی اور ماں اپنے بیٹے کو دیکھے گی جس سے دنیا میں وہ بہت محبت کرتی تھی۔ وہ اسے پہچان کر کہے گی: اے میرے بیٹے! کیا میرا پیٹ تیری پناہ گاہ نہ تھا؟ کیا میری گود تیرے لئے نرم بستر نہ تھی؟ کیا میرا دودھ تیرے لئے سیرابی کا باعث نہ تھا؟ تو بیٹا پوچھے گا: اے میری ماں! تو کیا چاہتی ہے؟ وہ کہے گی: میرے گناہ مجھ پر بھاری ہو گئے ہیں تو ان میں سے صرف ایک گناہ اٹھالے۔ تو وہ کہے گا: یہ بات ناممکن ہے! آج ہر جان اپنے عملوں میں گروی (یعنی رِہن) ہے۔ اے میری ماں! اگر میں تیرا بوجھ اٹھالوں تو میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟ اسی دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایک منادی اعلان

کرے گا: اے فلاں بن فلاں! آؤ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ۔ یہ اعلان سنتے ہی اس شخص کا رنگ متغیر ہو جائے گا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کے سبب اس کے اعضاء بے چین ہو جائیں گے۔ جب ماں اپنے بیٹے کی گھبراہٹ ملاحظہ کرے گی تو پوچھے گی: اے میرے بیٹے! کیا ہوا؟ وہ جواب میں کہے گا: اے میری ماں! مجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے بلایا گیا ہے، اب میں اس سے بھاگ کر کہاں چھپوں یا میرا چھٹکارا کیسے ہو؟ اسی دوران دو فرشتے اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیں گے۔ جب اس کی ماں دیکھے گی تو اُسے سینے کی طرف کھینچے گی اور اپنے بالوں سے چھپائے گی اور اپنی پوری طاقت سے فرشتوں کو اس سے دور کرنے کی کوشش کرے گی لیکن دور نہ کر سکے گی۔ جب دیکھے گی کہ وہ ان سے اپنا بیٹا نہیں لے سکتی تو روتے ہوئے فرشتوں سے کہے گی: اس ذات کی قسم جس نے مجھے میری قبر سے اٹھایا ہے! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تم دونوں کو اپنا بیٹا نہ لے جانے دیتی۔ پھر وہ اسے روتے ہوئے الوداع کرے گی اور کہے گی: اے میرے بیٹے! میں تجھے اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے اپنی بارگاہ میں پیشی اور حساب کتاب کے لئے تجھے بلایا! اگر تجھے نجات ملے تو مجھے مت بھولنا۔ میں بہت دیر سے کھڑی ہوں، بہت حسرت زدہ ہوں اور میری تکلیف اور پیاس بہت شدّت اختیار کر گئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر دو فرشتے اس کے بیٹے کو سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی پر مقرر فرشتے کے سپرد کر دیں گے۔ وہ پوچھے گا: تمہارا تعلق کس اُمّت سے ہے؟ تو لڑکا جواب میں کہے گا: میں حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اُمّتی ہوں۔ فرشتہ کہے گا: خوشخبری ہے تیرے لئے اور امتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کے لئے۔ پھر وہ فرشتہ اسے نور میں داخل کر دے گا۔ کوئی اندازے سے نہیں جان سکتا کہ وہ کہاں جائے گا، دائیں یا بائیں، آگے یا پیچھے۔ (وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ) اچانک اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ایک آواز سنائی دے گی: ٹھہر جا! میں تیرا رب ہوں، اپنے اعضاء کو پُرسکون رہنے دے اور اپنے دل کو اطمینان دے۔ میرے عزت وجلال کی قسم! تجھے تیری ماں اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور اپنے سینے سے چمٹا رہی تھی تو میں تجھ پر اس سے بھی بڑھ کر شفیق ہوں۔ پھر ارشاد ہوگا: اے میرے بندے! اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ تو وہ اسے پڑھے گا لیکن جب کوئی گناہ پائے گا تو آواز آہستہ کر لے گا اور جب کوئی نیکی پائے گا تو آواز بلند کر لے گا۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اے میرے بندے! اپنی نیکی کو بلند آواز سے اور برائی کو پست آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟ تو وہ روتے ہوئے عرض کریگا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے معلوم ہے کہ تو اچھائی کو ظاہر کرتا ہے اور برائی کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تیرے گناہوں اور عیبوں کو مخلوق سے کیسے پوشیدہ رکھا جبکہ تو نے ان کے ذریعے میرا مقابلہ کیا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں تجھ سے باخبر تھا اور تجھے دیکھ رہا تھا؟ وہ عرض کریگا: اے میرے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! مجھ میں تیری ڈانٹ ڈپٹ سننے کی طاقت نہیں تو مجھے جہنم میں جانے کا حکم دے دے۔ اللہ

عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اگر میں تجھے جہنم میں جانے کا حکم دے دوں تو میرا جود و کرم اور عفو و درگزر کس کے لئے ہوگا؟ (پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائیگا) اے فرشتو! میرے بندے کو میرے فضل و رحمت سے جنت میں لے جاؤ۔ وہ پھر عرض کریگا: اے میرے معبود و مالک عَزَّ وَجَلَّ! میری والدہ دنیا میں مجھے بہت چاہتی تھی اور مجھ پر بہت شفقت کرتی تھی اور آج اس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے مدد مانگی اور چاہا کہ میں اس کی مدد کروں۔ اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اگر تو نے مجھے معاف کر دیا ہے تو میرا ٹھکانا میرے بجائے میری والدہ کو بخش دے، اب وہ جس عذاب میں ہے اس سے برداشت نہیں ہو رہا۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: میرے عزت و جلال کی قسم! میں تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتا بلکہ میں تم پر رحم کر چکا ہوں۔ (پھر فرمائے گا:) اے میرے فرشتو! ان دونوں کو میری جنت میں لے جاؤ اور میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہوں۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)

(94) اَلثَّامِنُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَآءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا، وَقَالَ: امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِذَا فَعَلُوْا فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. فَتَسَاوَرْتُ هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

آٹھویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس دن کے بغیر میں نے کبھی امیر بننے کی خواہش نہ کی تھی میں اس کیلئے کھڑا ہوا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: جا اور مڑ کے نہ دیکھ تا آنکہ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ تھوڑا چلنے کے بعد رک گئے اور پھرے بغیر عرض کیا: یارسول اللہ! میں لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں فرمایا کہ ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں جب وہ یہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنے جان و مال کو تجھ سے محفوظ کر لیا مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کا ذمہ ہے۔ (مسلم) تساورت: سین مہملہ کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے۔ میں نے سر اٹھا کر خود کو ظاہر کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ج ۲ص ۱۲۷۱، رقم: ۶۲۷۵، الایمان لابن مندۃ، ذکر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم السرایا الی توحید الی اللہ، ص ۷۹، رقم: ۱۱۹، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۱۷۹، رقم: ۲۷۴۳، الامالی ابن بشران، ص ۱۳۹، رقم: ۶۱۲، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب جماع فضائل الصحابۃ، ج ۲ص ۲۱۵، رقم: ۲۱۶۱)

شرح حدیث: فاتح خیبر کون ہوگا؟

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش بر آواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ یعنی کل کون کیا کریگا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

جنگِ خیبر کا سبب

جنگ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ

نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کرلیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کرکے مسلمانوں کو تہس نہس کردینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔ (المواهب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۴۵، ۲۵۵ ملتقطاً)

11- بَابٌ فِي الْمُجَاهَدَةِ
مجاہدہ کے بیان میں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ) (العنکبوت: 69).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے کی ہدایت دے دیں گے اور یقینا اللہ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنیٰ یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید نے فرمایا جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی راہ دیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلبِ علم میں کوشش کریں گے انہیں ہم عمل کی راہ دیں گے۔ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامتِ سنّت میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنّت کی راہ دکھادیں گے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ) (الحجر: 99)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی عبادت کرحتیٰ کہ تجھے موت آجائے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا) (المزمل: 8): اَیْ اَنْقَطِعْ اِلَيْهِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے کٹ کر اسی کا ہو جا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ) (الزلزلة: 7)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو آدمی ذرّہ بھر نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا) (المزمل: 20)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اپنے لیے جو نیکی آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس بہتر اور بڑے اجر کے ساتھ پالو گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة: 273)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جو مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

والْاٰيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت وارد ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(95) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اٰذَنْتُهٗ: اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهٗ. اِسْتَعَاذَنِيْ رُوِيَ بِالنُّوْنِ وَبِالْبَاءِ.

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس سے جنگ کا اعلان کا کرتا ہوں میرا بندہ فرائض سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ساتھ میرا قرب نہیں پاتا' نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا بندہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں پھر جس وقت میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے' اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے' اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ پناہ چاہے' تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

اٰذَنْتُهٗ: کا مطلب ہے' میں اس کو جنگ کا اعلان کرتا

ہوں۔نون اور با دونوں کے ساتھ بھی روایت کیا گیا
(یعنی استعاذنی اور استعاذبی) استعاذنی: کا
مطلب ہے مجھ سے پناہ طلب کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التواضع، ج ۲ص ۸۳۳، رقم: ۶۱۳۷، مصنف عبدالرزاق، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ج ۱۱ص ۱۹۲، رقم: ۲۰۳۰۱، جامع معمر بن راشد، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ص ۳۰۲، رقم: ۹۱۳، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب الخروج من الظالم والتقرب الی اللہ تعالیٰ، ج ۳ص ۳۴۶، رقم: ۶۶۲۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۵۸، رقم: ۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کرجاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرارہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا،صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنافی اللہ ہوجاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کرلیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لاکر شام میں حاضر کردیا۔حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچادی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمالیے۔یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھارہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا: مافی حبیتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے،مولانا فرماتے ہیں۔شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت ‌ ‌ ‌ کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۹۰)

نفلی عبادت نہ کرنے والے سے نفرت کرنا کیسا؟

حضرت سیدنا عامر بن وَاثِلَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ محبوبِ ربِّ کائنات، شَہَنْشاہ موجودات عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی (ظاہری) مبارک حیات میں ایک صاحِب کسی قوم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں

سلام کیا، ان لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ صاحِب وہاں سے تشریف لے گئے تو ان میں سے ایک شخص نے ان صاحِب کے بارے میں کہا: میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس شخص سے نفرت کرتا ہوں۔ جب ان صاحِب کو اس بات کی خبر پہنچی تو انہوں نے رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم کی خدمت میں حاضِر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا اور فریاد کی کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم ان کو بلا کر دریافت فرمایئے کہ مجھ سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ نبیِّ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ آدم و بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے اُسے بلوا کر پوچھا تو انہوں نے اِقرار کیا کہ میں نے یہ بات کہی ہے۔ ارشاد فرمایا: تم اِس سے کیوں نفرت کرتے ہو؟ عرض کی: میں ان صاحِب کا پڑوسی ہوں اور میں ان کی بھلائی کا خواہاں ہوں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نے کبھی بھی فرض نَماز کے علاوہ انہیں (نفل) نَماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، جب کہ فرض نماز تو ہر نیک و بد پڑھتا ہے فریادی صاحِب نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلّو صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا اُنہوں نے مجھے فرض نَماز میں تاخیر کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ یا میں نے وُضو میں کوئی کوتاہی کی ہے؟ یا رُکوع و سُجُود میں کوئی کمی کی ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے پوچھا تو اُنہوں نے انکار کرتے ہوئے عرض کی: میں نے اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ پھر اس نے مزید عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نے ان صاحِب کو رَمَضانُ الْمبارَک کے علاوہ کبھی (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس مہینے (یعنی ماہِ رَمَضانُ المبارَک) کا روزہ تو ہر نیک و بد رکھتا ہے۔ یہ سُن کر فریادی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا میں نے کبھی رَمَضانُ الْمبارَک میں روزہ چھوڑا ہے؟ یا روزے کے حق میں کوئی کمی کی ہے؟ پوچھنے پر اُنہوں نے عرض کی: نہیں۔ پھر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہیں دیکھا کہ ان صاحِب نے زکوٰۃ کے علاوہ کسی مسکین یا سائل کو کچھ دیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا ہو، زکوٰۃ تو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے۔ فریادی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا اُنہوں نے مجھے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ یا میں نے کبھی اس میں ٹالم ٹول سے کام لیا ہے؟ دریافت کرنے پر اُنہوں نے عرض کی: نہیں۔ حُضُورِ پُرنور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے اُس نفرت کرنے والے سے فرمایا: اُٹھ جاؤ، شاید یہ تم سے بہتر ہو۔ (مُسند امام احمد ج ۹ ص ۲۱۰ حدیث ۲۳۸۶۴)

بروزِ قیامت فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بندے کا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب ہو گا وہ نماز ہے، اگر وہ مکمل ہوئی تو اس کے لئے کامل ہونا لکھ دیا جائے گا اور اگر وہ مکمل نہ ہوئی تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا: ذرا دیکھو تو کیا تم میرے بندے کے پاس نوافل پاتے ہو؟ لہٰذا وہ اس بندے کے فرائض کو اس کے نوافل سے مکمل فرما دیں گے، پھر زکوٰۃ کا اسی طرح حساب ہو گا اور اس کے بعد بقیہ اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہو گا۔ (سنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبۃ علی الصلاۃ، الحدیث ۴۶۷، ص ۲۱۱ بتغیر قلیل)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ کامل ہوئی تو کامل لکھ دی جائے گی اور اگر مکمل نہ ہوئی تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا: کیا تم میرے بندے کے پاس کوئی نفل پاتے ہو۔ تو وہ اس کے فرائض کو اس کے نوافل کے ذریعے پورا کر دیں گے پھر اسی طرح زکوٰۃ اور دیگر اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی علیہ السلام کل صلاۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۸۶۴، ص ۱۲۸۷، مختصرا)

دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ یہ کہ اس کی نماز دیکھی جائے گی اگر وہ صحیح ہوگی تو وہ نجات پا جائے گا اور اگر وہ صحیح نہ ہوئی تو وہ خائب وخاسر ہوگا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث، ۳۷۸۲، ج۳، ص ۳۲)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ صحیح ہوئی تو بقیہ سارے اعمال بھی صحیح ہو جائیں گے اور اگر صحیح نہ ہوئی تو بقیہ سارے بھی برباد ہو جائیں گے پھر اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفلی عبادت بھی ہے؟ تو اگر اس کے پاس نفل ہوئے تو ان سے فرضوں کو پورا کر دے گا اور پھر اس کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت سے دوسرے فرائض کا حساب ہوتا رہے گا۔ (کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، باب فی فضل الصلوۃ وجوبھا، الفصل الاول، الحدیث: ۱۸۸۸۴، ج ۷، ص ۱۱۵)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوّت، مَخزنِ جودوسخاوت، محبوبِ ربُّ العزّت، محسنِ انسانیت عزَّ وجل صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کو ارشاد فرمایا۔ رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ شب بھر سونے والا (نفلی عبادات نہ کرنے کے باعث) بروزِ قیامت (نیکیوں کے سلسلے میں) فقیر ہوگا۔

(تذکرۃ الحفاظ: المجلد الاوّل الجزء ۲ ص ۱۳۳، الطبقۃ التاسعۃ (الطرطوسی الحافظ البارع ابوبکر محمد بن عیسیٰ بن یزید التیمی)

(96) اَلثَّانِيْ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ - عَزَّوَجَلَّ- قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَّاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

دوسری حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اپنے ربّ العالمین کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ آرام سے چلتے ہوئے آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایتہ عن ربہ، ج ۲ ص ۹۸۸، رقم: ۷۵۳۶، سنن

الدارمی، باب اذا تقرب العبد الی اللہ، ج ۲ص ۴۲۲، رقم: ۲۷۸۸، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۳ص ۲۲۹، رقم: ۳۲۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ص ۱۲۷، رقم: ۱۲۴۰۹، مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک، ج ۲ص ۳۲۷، رقم: ۶۱۲۹)

شرح حدیث: سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے جو ایسا رَحِیم ہے کہ اپنے رحمدل بندوں پر بے انتہاء رحم فرماتا ہے۔وہ ایسا کَرِیم ہے جو نافرمانوں پر بھی جودوکرم کی بارش برساتا ہے۔وہ ایسا حَلِیم ہے کہ جب کسی گناہ گار کو اپنی لغزش ونافرمانی پر حسرت وندامت کرتے ہوئے ملاحظہ فرماتا ہے تو اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔وہ ایسا عَلِیم ہے کہ دلوں کے بھید جانتا ہے، نیتوں پر مطلع ہے اور زمین وآسمان کی کوئی شئے بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔وہ ایسا عَظِیم ہے کہ کسی بھی گناہ کو معاف کرنا اس کے لئے دشوار ومشکل نہیں۔وہ کسی عیب کو دیکھتا ہے تو محض اپنے فضل ونعمت سے چھپا دیتا ہے کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔اس نے مؤمنین کو گناہ اور گمراہی سے نکالنے کے لئے ارشاد فرمایا:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔(پ۹، الاعراف: ۱۵۶)

پس وہ لغزشوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔اور جس شخص نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حرام کردہ کام کو مجبور ہو کر اختیار کیا وہ گناہگار نہ ہوگا۔جس نے اس کی بارگاہ میں توبہ کرلی وہ اسے نجات عطا فرمائے گا اور جس نے اس پر توکل وبھروسہ کیا وہ ہر معاملہ میں اسے کافی ہوجائے گا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے مجھ سے کئے جانے والے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم! تم میں سے کسی شخص کو بیابان میں اپنا گمشدہ مال مل جانے پر جو خوشی ہوتی ہے اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو میری رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتی ہے اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آجائے میری رحمت اس کے دو ہاتھ قریب آجاتی ہے اور جو چل کر میری طرف آئے میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف آتی ہے۔(مسلم، کتاب التوبۃ، باب الحض علی التوبہ، رقم ۲۶۷۵، ص ۱۴۶۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی ہلاکت خیز پتھریلی زمین پر پڑاؤ کرے۔اسکے ساتھ اس کی

سواری بھی ہو جس پر اسکے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو۔ پھر وہ زمین پر سر رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو، تو وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ گرمی اور شدتِ پیاس یا جس وجہ سے اللہ عزوجل چاہے وہ پریشان ہو کر کہے کہ میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سو رہا تھا، اور پھر سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مر جاؤں۔ پھر وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لئے سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اسکے پاس اس کی سواری موجود ہو اور اس پر اس کا توشہ بھی موجود ہو تو اللہ عزوجل مومن بندے کی توبہ پر اس شخص کے اپنی سواری کے لوٹنے پر خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(مسلم، کتاب التوبۃ، باب الحث علی التوبۃ، رقم ۲۷۴۴، ص ۱۴۶۸ بتغیر)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْرِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، تم سے پہلے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ جب اس نے اہل زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا پھر وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ راہب نے جواب دیا، نہیں۔ پھر اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو ۱۰۰ کا عدد پورا کر لیا۔ پھر اس نے اہل زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا تو اسے ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس عالم سے کہا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! اللہ عزوجل اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ فلاں فلاں علاقہ کی طرف جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اپنے علاقہ کی طرف واپس نہ آنا کیونکہ یہ برائی کی سرزمین ہے۔

وہ قاتل اس علاقہ کی طرف چل دیا جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آ گئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں توبہ کی نیت سے اس طرف آیا تھا۔ جبکہ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تو ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور انہوں نے اسے ثالث مقرر کر لیا۔ اس فرشتے نے ان سے کہا کہ دونوں طرف کی زمینوں کو ناپ لو یہ جس زمین کے قریب ہوگا اسی کا حق دار ہے۔ جب زمین ناپی گئی تو وہ اس زمین کے قریب تھا جس کے ارادے سے وہ اپنے شہر سے نکلا تھا لہٰذا! رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ صالحین کے شہر سے ایک بالشت قریب تھا لہٰذا انہی میں سے کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا۔ اور اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا۔ پھر فرمایا، دونوں طرف کی زمین کو ناپو۔ تو اسے اس زمین کے ایک بالشت قریب پایا گیا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل، رقم ۲۷۶۶، ص ۱۴۷۹)

(97) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

تیسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی وجہ سے خسارے میں ہیں' ایک صحت اور دوسری فرصت۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا عیش الا عیش الاخرۃ، ج ۲ ص ۴۸۸، رقم: ۶۴۱۲، سنن ابن ماجه، باب الحكمة، ج ۲ ص ۹۱۷، رقم: ۴۱۷۰، الاداب للبیهقی، باب من قصر الامل وبادر بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص ۲۹۵، رقم: ۸۰۸، سنن ترمذی، باب الصحة والفراغ نعمتان، ج ۲ ص ۳۵۰، رقم: ۲۳۰۴، سنن الدارمی، باب فی الصحة والفراغ، ج ۲ ص ۳۸۵، رقم: ۲۷۰۷)

شرح حدیث: دنیا آخرت کی کھیتی ہے

امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کبھی تندرست ہوتا ہے مگر کسبِ معاش میں مشغولیت کی بناء پر فارغ نہیں ہوتا اور کبھی خوشحال ہوتا ہے لیکن تندرست نہیں رہتا پس جب تندرست اور فارغ ہو اور طاعت کی بجائے سستی غالب آجائے تو ایسا شخص خسارے میں ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں ایسی تجارت موجود ہے جس کا نفع آخرت میں ملے گا۔

وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو خداوند قدُّوس عزوجل کی بندگی و اطاعت میں گزارے تو جس نے اپنی صحت و فراغت کو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں ضائع کر دیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بڑھاپا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

يَسُرُّ الْفَتٰى طولُ السَّلَامَةِ وَالْبَقَا ... فَكَيْفَ تَرٰى طُوْلَ السَّلَامَةِ يَفْعَلُ

يَرُدُّ الْفَتٰى بَعْدَ اِعْتِدَالٍ وَصِحَّةٍ ... يَنُوْءُ اِذَا رَامَ الْقِيَامَ وَيُحْمَلُ

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔لمبی عمر اور طویل سلامتی (صحت) نوجوان کو خوش کرتی ہے، (اے انسان) تو کیسے سمجھتا ہے کہ طویل سلامتی ایسا کرتی رہے گی؟

(۲)۔۔۔۔۔۔وہ تو نوجوان کو صحت اور معتدل زندگی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا دے گی کہ جب کھڑا ہونا چاہے گا تو مشقت سے اٹھے گا اور (کبھی) بوجھ کی مثل اٹھایا جائے گا۔

صحت اور فرصت کا فریب

آہ! بہت سے لوگ اپنی خواہشات اور دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ سے نعمتِ صحت اور فرصت کے فریب میں آچکے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور اکثر لوگ برائی کا حکم دینے والے نفس کی پیروی کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔احکام شریعت پر عمل کرنے اور

عبادات سے جی چراتے ہیں، ۔۔۔۔۔۔اور اگر وہ عقلمندی اور ہوش سے کام لیتے تو ضرور اللہ عزوجل پر کامل ایمان رکھتے، ۔۔۔۔۔۔مجاہدہ نفس کرتے، ۔۔۔۔۔۔اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں پانے کے لئے ایمان والوں سے دوستی اور دین کے دشمنوں کی مخالفت کرتے۔

غور کیجئے! کہ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مبارک فرمان کے سامنے دنیا کی کیا قیمت ہے ۔۔۔۔۔۔؟ چنانچہ، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوڑا (ہنٹر، دُرّہ) رکھنے کی جگہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۸۹۲، ص ۲۳۳)

(98) اَلرَّابِعُ: عن عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهٗ: لِمَ تَصنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،

هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ. وَنَحْوُهٗ فِی الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِّوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

چوتھی حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔

(متفق علیہ)

یہ الفاظ "بخاری" کے ہیں اور اسی کے مثل صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے"۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ، ج ۱ص۳۱۲، رقم: ۱۱۳۰، صحیح مسلم، باب اکثار الاعمال واجتھاد فی العبادۃ، ج ۲ص۱۷۱، رقم: ۷۳۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاجتھاد فی الصلوٰۃ، ج ۱ص۲۶۸، رقم: ۴۱۲، اتحاف الخیر المھرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، ج ۱ص۶۷۸، رقم: ۱۷۰۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۶ص۱۱۵، رقم: ۲۴۸۸۸)

شرح حدیث: سرورِ کائنات کی عبادات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود بے شمار مشاغل کے اتنے بڑے عبادت گزار تھے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس زندگیوں میں اس کی مثال ملنی دشوار ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین کے بارے میں صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اور ان کے کون کون سے اوقات عبادتوں کے لئے مخصوص تھے؟ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں یہ فخر وشرف صرف حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادات کے تمام طریقوں، ان کے

اوقات و کیفیات غرض اس کے ایک ایک جزئیہ کو محفوظ رکھا ہے۔ گھروں کے اندر اور راتوں کی تاریکیوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اور جس قدر عبادتیں فرماتے تھے ان کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے دیکھ کر یاد رکھا اور ساری امت کو بتادیا اور گھر کے باہر کی عبادتوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کرلیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام وقعود، رکوع و سجود اور ان کی کمیات و کیفیات، اذکار اور دعاؤں کے بعینہ الفاظ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور خضوع وخشوع کی کیفیات کو بھی اپنی یادداشت کے خزانوں میں محفوظ کرلیا۔ پھر امت کے سامنے ان عبادتوں کا اس قدر چرچا کیا کہ نہ صرف کتابوں کے اوراق میں وہ محفوظ ہو کر رہ گئے بلکہ امت کے ایک ایک فرد یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین کو بھی ان کا علم حاصل ہو گیا اور آج مسلمانوں کا ایک ایک بچہ خواہ وہ کرۂ زمین کے کسی بھی گوشہ میں رہتا ہو اس کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادتوں کے مکمل حالات معلوم ہیں۔

رضا پر راضی

حضرت سیدنا محمد بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں ہمارے شیخ نے بتایا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی، حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے فرمایا: مجھے کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جو زمین میں سب سے بڑا عبادت گزار ہو۔ چنانچہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام آپ علیہ السلام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جو جذام کا مریض تھا اور اس بیماری کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں گل سڑ کر جسم سے جدا ہو گئے تھے، اور وہ صابر وشاکر شخص کہہ رہا تھا: اے میرے پاک پروردگار عزوجل! جب تک تو نے چاہا ان اعضاء سے مجھے فائدہ بخشا اور جب تو نے چاہا لے لیا، تیرا شکر ہے کہ تو نے میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پروردگار عزوجل! میرا مطلوب تو بس تُو ہی تو ہے (یعنی میں تیری رضا پر راضی ہوں)

اس شخص کو دیکھ کر حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! میں نے تو تجھے ایسے شخص کے بارے میں کہا تھا جو بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور خوب روزے رکھنے والا ہو۔ یہ سن کر جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ان مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے یہ خوب روزے رکھتا اور خوب نمازیں پڑھتا تھا اور اب مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ یہ کہہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس شخص کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو اس کی دونوں آنکھیں باہر امنڈ آئیں۔

عابد پھر وہی الفاظ دہرانے لگا: اے میرے مالک حقیقی عزوجل جب تک تو نے چاہا مجھے ان آنکھوں سے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور اپنی ذات میں میری محبت کو باقی رکھا (اے مولیٰ تیرا شکر ہے) میرا مطلوب تو بس تو ہی تو ہے۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس عظیم صابر وشاکر شخص سے کہا: آؤ، ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل تجھے تیری آنکھیں، اور ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تجھے اس بیماری سے شفاء عطا فرمائے تا کہ تم پہلے کی طرح عبادت کرو اور روزے رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: آخر کیوں تم اس بات کو پسند نہیں کرتے؟ وہ عابد بولا: اگر میرے رب عزوجل کی رضا اسی میں ہے کہ میں بیمار رہوں تو پھر مجھے تندرستی وصحت نہیں چاہیے، میں تو اپنے رب عزوجل کی رضا پر راضی ہوں، وہ مجھے جس حال میں رکھے میں اسی میں راضی ہوں۔

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی   میں سکھ نوں چُلّھے پاواں

اس عابد کی یہ گفتگو سن کر حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! واقعی میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ایسا عظیم راستہ ہے کہ رضائے الٰہی عزوجل کے حصول کے لئے اس سے افضل کوئی اور راستہ نہیں۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(99) اَلْخَامِسُ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

پانچویں حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ r سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب ماہِ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ e شب بیداری فرماتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے، کوشش کرتے اور چادر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

وَالْمُرَادُ: اَلْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ. وَالْمِئْزَرُ: اَلْاِزَارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ. وَقِيْلَ: اَلْمُرَادُ تَشْمِيْرُهُ لِلْعِبَادَةِ، يُقَالُ: شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ: اَيْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَهُ.

مراد ماہِ رمضان کا آخری عشرہ۔ المئزر: ازار (چادر) اس کا مطلب بیویوں سے وظیفہ زوجیت سے رک جانا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عبادت کے لیے تیار ہو جانا، جس طرح کیا جاتا ہے 'شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ: میں نے اس کی تیاری کر لی ہے اور اس کے لیے بالکل فارغ ہو گیا ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج ۲ ص ۴۷، رقم: ۲۰۲۴، صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۲ ص ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۴، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۲۲، رقم: ۱۳۷۸، سنن ابن ماجه، باب فی فضل العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۶۲، رقم: ۱۷۶۸، صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان،

ج ۲ص ۲۲،۲۲۲، رقم: ۲۳۳۶)

شرح حدیث: آخری عشرہ

رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ آپ ساری رات بیدار رہتے اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے بے تعلق ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو نمازوں کے لئے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر، کبھی سربسجود ہو کر نہایت آہ وزاری اور گریہ وبکا کے ساتھ گڑگڑا گڑگڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے، رمضان شریف میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن عظیم کا دور بھی فرماتے اور تلاوت قرآن مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اقدس میں ورم آجایا کرتا تھا۔ (صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث)

زوجہ کو جگانا

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسکے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر اس کا شوہر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ایقظ اھلہ من اللیل، رقم ۱۳۳۶، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرتِ سیدنا ابو مالک اَشْعَرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو شخص رات کو اٹھ کر اپنی زوجہ کو جگاتا ہے اگر اس کی زوجہ پر نیند غالب ہوتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۴۸، ج ۳، ص ۲۹۵)

جہنّم سے آزادی

حضرتِ سَیِّدُنا سَلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ رَحمٰن، سرورِ ذیشان، رَحمتِ عالمیان، مَکّی مَدَنی سُلطان صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ماہِ شعبان کے آخری دن بیان فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا بَرَکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اِس (ماہِ مُبارَک) کے روزے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرض کیے اور اِس کی رات میں قِیام تَطَوُّع (یعنی سنّت) ہے، جو اِس میں نیکی کا کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فَرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دِنوں میں ستّر فَرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صَبر کا ہے اور

صَبر کا ثواب جنّت ہے اور یہ مہینہ مُؤاسات (یعنی غمخواری اور بھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اس میں روزہ دار کو اِفطار کرائے اُس کے گناہوں کے لئے مَغفِرت ہے اور اُس کی گردن آگ سے آزاد کردی جائے گی۔ اور اِس اِفطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب مِلے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اِس کے کہ اُس کے اَجر میں کچھ کمی ہو۔ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ اِفطار کروائے۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب (تو) اُس (شخص) کو دے گا جو ایک گھونٹ دُودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ اِفطار کروائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حَوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جنّت میں داخِل ہوجائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اوّل (یعنی اِبتدائی دس دن) رَحمت ہے اور اس کا اَوسَط (یعنی درمیانی دس دن) مَغفِرت ہے اور آخر (یعنی آخری دس دن) جہنَّم سے آزادی ہے۔ جو اپنے غُلام پر اِس مہینے میں تَخفیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنَّم سے آزاد فرمادے گا اِس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کو راضی کرو گے اور بقیّہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔ پس وہ دو باتیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کو راضی کرو گے وہ یہ ہیں: (۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی گواہی دینا (۲) اِستِغفار کرنا۔ جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غِنا (بے نیازی) نہیں وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے جنّت طَلَب کرنا (۲) جہنَّم سے اللہ عزَّ وَجَلَّ کی پناہ طَلَب کرنا۔ (صحیح ابنِ خزیمہ ج ۳ ص ۱۸۸۷)

(100) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ ۔ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ ۔ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَ كَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ ؛ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

چھٹی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوت والا ایمان دار اللہ کے ہاں کمزور ایماندار سے زیادہ بہتر اور زیادہ پیارا ہے اور ہر بھلائی میں اپنے نفع کے کام پر حرص کر اللہ سے مدد طلب کر عاجز نہ بن اگر کچھ مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا لیکن اللہ کی تقدیر مان کیونکہ ''اگر'' (کہنا) شیطانی کام کو کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی الامر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله، ج ۲ ص ۵۰۹، رقم: ۶۹۴۵، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب فضل المومن القوی، ج ۱۰ ص ۸۹، رقم: ۲۰۶۶۸، سنن ابن ماجه، باب التوکل، ج ۲ ص ۶۹۵، رقم: ۴۱۶۸، مسند ابی یعلی، مسند الاعرج عن ابی هريرة، ج ۳ ص ۹۱۱، رقم: ۶۲۵۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۳۶۶، رقم: ۸۸۴۴)

شرح حدیث: سب سے افضل آدمی

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدرِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحب جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا، سب سے افضل آدمی کون ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا گیا، پھر کون افضل ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ عزوجل کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۸، ص ۱۰۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کامل ترین مومن کون ہے؟ فرمایا، وہ جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ای المومنین اکمل ایمانا، رقم ۲۴۴۳، ج ۲، ص ۳۸۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور وہ جہاد ہے جس میں بددیانتی اور خیانت نہ ہو اور حج مبرور ہے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۸، ج ۷، ص ۵۹)

ہر بھلائی کی اصل

حضرت سَیِّدُنا ابوسلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، خوفِ خدا عزوجل دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی اصل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۵۱۰، رقم الحدیث ۸۷۵)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، توریت میں لکھا ہے کہ جو بارگاہِ الٰہی میں سمجھ دار بننا چاہے تو اسے چاہیے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۱۳۴)

حضرت سَیِّدُنا اِمام ابوالفرج ابن جوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، خوفِ الٰہی ہی ایسی آگ ہے جو شہوات کو جلا دیتی ہے۔ اس کی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہوگی جتنا زیادہ یہ شہوات کو جلائے اور جس قدر یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اطاعت کی ترغیب دے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس کے ذریعہ پاکیزگی، ورع، تقویٰ اور مجاہدہ نیز اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے اعمال حاصل ہوتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۱۹۸)

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جس دل سے خوف دور ہو جاتا ہے وہ ویران ہو جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۱۹۹)

حضرت سَیِّدُنا ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، نیک بختی کی علامت بدبختی سے ڈرنا ہے کیونکہ خوف اللہ تعالیٰ

اور بندے کے درمیان ایک لگام ہے، جب یہ لگام ٹوٹ جائے تو بندہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص۱۹۹)

راضی برضائے الٰہی رہنے والا عابد

بنی اسرائیل میں ایک عابد کسی پہاڑ کے ایک غار میں رہا کرتا تھا۔ نہ لوگ اس کو دیکھتے نہ وہ لوگوں کو دیکھتا تھا۔ اس کے ہاں پانی کا ایک چشمہ بھی تھا، وہ اس سے وضو کرتا اور پانی پیتا۔ زمین میں اُگے ہوئے پھلوں سے غذا حاصل کیا کرتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ عبادت میں بالکل سستی نہ کرتا۔ اس پر سعادت کے آثار نمایاں تھے۔ جب حضرت سیّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے اس کا شہرہ سنا تو اس سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔ جب دن میں تشریف لے گئے تو وہ عابد نماز اور ذکر واذکار میں مشغول تھا اور جب رات کو جانا ہوا تو وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں مناجات میں مستغرق تھا۔ حضرت سیّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے اُسے سلام کرنے کے بعد فرمایا: اے شخص! اپنی جان پر نرمی کرو۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی علیہ السلام! مجھے ڈر ہے کہ کہیں غافل نہ ہو جاؤں، موت کا وقت آ جائے اور میں عبادتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں کوتاہی کرنے والوں میں نہ ہو جاؤں۔ پھر حضرت سیّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے استفسار فرمایا: کیا کوئی حاجت وضرورت ہے؟ اس نے عرض کی: بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کیجئے کہ وہ مجھے اپنی رضا وخوشنودی عطا فرما دے اور تادمِ آخر اپنے علاوہ کسی کی طرف مائل نہ کرے۔ چنانچہ، جب حضرت سیّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام جبلِ طُور پر مناجات کے لئے حاضر ہوئے اور کلامِ باری تعالیٰ کی لذت میں مستغرق ہو گئے تو آپ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو اس عابد کی بات یاد نہ رہی۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے خود ہی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تجھے میرے عابد بندے نے کیا کہا؟ آپ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی: یا الٰہی عَزَّ وَجَلَّ! تو خوب جانتا ہے، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں تجھ سے دعا کروں کہ اسے اپنی رضا وخوشنودی عطا فرما دے اور اپنے علاوہ کسی میں مشغول نہ کر یہاں تک کہ وہ تجھ سے آ ملے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اسے جا کر کہہ دو کہ وہ دن رات میری جتنی چاہے عبادت کر لے، پھر بھی اپنے گذشتہ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے جہنمی ہے اور مجھے اس کی ایسی ذلیل ورُسوا کُن باتوں کا بھی علم ہے جو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ، حضرت سیّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام اس کے پاس تشریف لائے، اُسے رب عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان سنایا اور اس کے گذشتہ بڑے بڑے گناہوں کے متعلق بتایا تو اس نے کہا: مرحبا! میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کا فیصلہ اور حکم دل وجان سے تسلیم کرتا ہوں، وہ ہر شئے کو دیکھنے والا ہے، اسے ہر شئے کا علم ہے، اس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں، اس کے فیصلہ کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ رونے لگا اور عرض کی: اے موسیٰ علیہ الصلٰوۃ والسلام! اس کی عزت وجلال کی قسم! وہ اگر مجھے اپنے دروازے سے دھتکار بھی دے تو بھی میں اسی کے دروازے پر پڑا رہوں گا، کبھی نہ ہٹوں گا، اور اگر مجھے جلا دے یا میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے، تو بھی میں اس کی بارگاہ سے کبھی نہ

پھروں گا۔

جب حضرت سیّدُ نا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰ ۃ والسلام مناجات کے لئے جبلِ طُور پر تشریف لے گئے تو عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو خوب جانتا ہے تیرے عابد بندے نے کیا جواب دیا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اس کو خوشخبری سنادو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے اور اسے میری رحمت و احسان نے گھیر لیا ہے اور اسے یہ بھی کہنا کہ تو نے میرے فیصلے کو صبر و رضا سے گلے لگالیا اور میرے سخت حکم و فیصلے کے باوجود راضی رہا۔ اب اگر تیرے گناہوں سے زمین وآسماں اور درمیانی فضا بھی بھر جائے اور تمام سمندر بھی بھر جائیں تو بھی میں تیری مغفرت فرمادوں گا کیونکہ میں بہت کریم اور بخشنے والا مہربان ہوں۔ جب حضرت سیّدُ نا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰ ۃ والسلام نے عابد کو یہ خوش خبری دی تو وہ سجدے میں گر پڑا اور اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی حمد کی اور سجدے میں پڑا رہا یہاں تک کہ اس کا طائرِ روح قفسِ عُنصُری سے پرواز کر گیا۔

اے شک میں پڑنے والو! کب تک تمہیں تمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ بلاتا رہے گا اور تم جواب دینے سے اعراض کرتے رہو گے، اس نے تمہیں کس قدر احسانات سے نوازا پھر بھی تم نافرمانیوں سے اس کا مقابلہ کرتے ہو، حالانکہ تم پر اس کی طرف سے محافظ فرشتہ مقرّر رہے۔ جلدی سے توبہ کرلو کہ وہ تمہارے بہت قریب ہے اور اسی سے ہدایت و توفیق کا سوال کرو اور غم و تنگدستی کو دور کرنے کے لئے اسی کا قصد کرو۔ بے شک اس کا قصد کرنے والا خسارے میں نہیں رہتا اور اسے راضی کرنے والے اعمال کرو اور اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچو، وہ (علم وقدرت کے ساتھ) ہر جگہ موجود ہے، غائب نہیں۔

مناجات کے وقت اس کی بارگاہ میں دعا کرو اس لئے کہ وہ دُعا کرنے والے کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ اسی وقت اس کے سامنے گریہ وزاری اور گڑگڑاتے ہوئے صدقِ دل سے توبہ کرلو۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی عنایت کے لئے تمہیں چُن لے اور تمہیں ہدایت سے بہرہ ور کردے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جسے چاہے اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اسے اپنی راہ دِکھاتا ہے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصنّف اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

(101) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ وَهُوَ بِمَعْنَاهُ: اَیْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهٗ دَخَلَهَا۔

ساتویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو پرمشقت کاموں کے ساتھ۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں حَفَّتْ کی جگہ حُجِبَتْ ہے، معنی میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی آدمی اور اس کے درمیان، جب ایسا کرے گا اس میں داخل ہوجائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حجبت النار بالشھوات، ج ۲ص۷۰۲، رقم: ۶۴۸۷، صحیح مسلم، باب الجنة وصفة نعیمها واھلها، ج ۲ص۸۴۲، رقم: ۷۰۸ء۲، سنن ترمذی، باب ما جاء حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشھوات، ج ۲ص۱۹۲، رقم: ۲۵۵۹، سنن الدارمی، باب حفة الجنة بالمکارہ، ج ۲ص۴۲۷، رقم: ۲۸۴۳، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج ۱ص۴۹۲، رقم: ۷۱۶)

شرح حدیث: ماں کا حکم نفس پر گراں

حضرت سیدنا ابو محمد مرتعش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے بہت سے حج کئے اوران میں سے اکثر سفر کسی قسم کا زادِ راہ لئے بغیر کئے۔ پھر مجھ پر آشکار ہوا کہ یہ سب تو میرے نفس کا دھوکہ تھا کیونکہ ایک مرتبہ میری ماں نے مجھے گھڑے میں پانی بھر کر لانے کا حکم دیا تو میرے نفس پر ان کا حکم گراں گزرا، چنانچہ میں نے سمجھ لیا کہ سفرِ حج میں میرے نفس نے میری موافقت فقط اپنی لذت کے لئے کی اور مجھے دھوکے میں رکھا کیونکہ اگر میرا نفس فناء ہو چکا ہوتا تو آج ایک حقِ شرعی پورا کرنا اسے بے حد دشوار کیوں محسوس ہوتا؟ (الرسالۃ القشیریۃ، ص ۱۳۵)

حضرت سَیِّدُ نا سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: کون سی چیز نفس پر زیادہ سخت ہے؟ انہوں نے فرمایا: اخلاص، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت وسکون سب کچھ محض اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو۔

محاسبہ کرنے والا خوش نصیب ہے

حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ اوران لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں جبکہ ان کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس کام کو حساب کے بغیر کیا پھر آپ ؓنے محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے اور وہ اسے اچھی لگتی ہے تو کہتا ہے قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان ایک رکاوٹ ہے اور وہ عمل سے پہلے حساب ہے۔

پھر فرمایا: بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس سے کہتا ہے اس سُستی سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس سلسلے میں تیرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہماری سانسیں امانت ہیں

حضرت سیدنا ابراھیم تیمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں مَیں نے اپنے مراقبے کے دوران اپنے نفس کو جنت میں اسطرح دیکھا کہ گویا میں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی نہروں سے پانی پیتا اور وہاں کی حوروں سے ملاقاتیں کرتا ہوں پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم میں یوں دیکھا کہ گویا اس کی کڑوی غذا (تھوہڑ) کھاتا اور پیپ پیتا ہوں نیز اس کے طوق اور

زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں تو میں نے اپنے نفس سے کہا اے نفس تم کیا چاہتے ہو اس نے کہا میں دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا تمہیں اجازت ہے اور یہ چند سانسیں تمہارے پاس امانت ہیں، تم امین ہو پس عمل کرو۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن یوسف کو دیکھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ اسکا محاسبہ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے عمل کی لگام پکڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ناپ تول میں نظر کرتا ہے وہ مسلسل کہتا رہا حتی کہ میں رو پڑا۔

حضرت سیدنا احنف بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے مرید نے بیان کیا کہ میں ان کی مجلس میں رہتا تھا وہ رات کو اکثر نماز کی جگہ دعا مانگتے تھے اور چراغ کے پاس آکر اس کی لو پر انگلی رکھتے حتی کہ آگ کی تپش محسوس ہوتی پھر اپنے نفس سے فرماتے اے احنف! آج تم نے جو عمل کی اس کی وجہ کیا تھی؟ آج تم نے جو عمل کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا؟۔

(102) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: یَرْكَعُ عِنْدَ الْمِئَةِ، ثُمَّ مَضٰی. فَقُلْتُ: یُصَلِّیْ بِهَا فِیْ رَكْعَةٍ فَمَضٰی، فَقُلْتُ: یَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا، یَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا: اِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ یَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِهٖ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. ثُمَّ قَامَ طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِیْبًا مِّنْ قِیَامِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آٹھویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شرع کی میں نے کہا سو آیتوں پر رکوع کریں گے آپ آگے گزر گئے میں نے کہا پوری سورۃ پڑھ کے رکوع کریں گے آپ آگے پڑھتے گئے۔ میں نے کہا اب رکوع کریں گے۔ پھر آپ نے سورۃ النساء شروع کی اس کو مکمل کیا' سورہ العمران شروع کی اور اسے اطمینان سے مکمل کیا۔ جب آپ کسی تسبیح والی آیت کے پاس سے گزرتے تو تسبیح کہتے اور جب سوال والی آیت کے پاس سے گزرتے تو سوال کرتے جب تعوذ سے گزرتے تو پناہ مانگتے پھر آپ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا۔ آپ کا رکوع قیام کے برابر تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے سمع اللہ لمن

حمدہٗ ربنا لک الحمد کہا پھر تقریباً رکوع جتنی دیر
کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا
آپ کا سجود قیام کے قریب، دورانیہ پر مشتمل تھا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القرأۃ فی صلاۃ الیل، ج ۱ص۵۶، رقم: ۱۸۵۰، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب الوقوف عند آیۃ الرحمۃ، ج ۲ص۳۰۹، رقم: ۳۸۴۷، مستخرج ابی عوانۃ، بیان صفۃ الصلوٰۃ، ج ۲ص۲۲۳، رقم: ۱۳۵۱، مسند الحارث، باب قیام اللیل، ج ۱ص۳۶۵، رقم: ۲۴۰)

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا

حضرتِ سیدنا رِفاعہ بن رافع زُرَقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی اقتداء میں نَماز ادا کررہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا۔ پیچھے سے ایک شخص نے کہا، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ ۔ ترجمہ: اے رب عزوجل تیرے لئے ہی تمام خوبیاں ہیں بے شمار پاکیزہ اور برکتوں والی۔

جب سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو دریافت فرمایا، یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے عرض کیا، میں ہوں۔ تو ارشاد فرمایا، میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو ان کلمات کو لکھنے میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، رقم ۷۹۹، ج ۱، ص ۲۸۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، رقم ۷۹۶، ج ۱، ص ۲۷۹)

دنیا کی مٹھاس

کچھ لوگ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے تھے ان میں ایک دبلا پتلا نوجوان تھا حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے پوچھا اے نوجوان! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ اس نے عرض کی امیر المومنین! کچھ بیماریوں نے یہ حالت بنادی ہے آپ نے فرمایا

میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ سچ سچ بتا۔

اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے دنیا کی مٹھاس چکھا تو اس کو کڑوا پایا چنانچہ اس کی تروتازگی اور حلاوت میری نظروں میں حقیر ہوگئی اس طرح میرے نزدیک اس کا سونا اور پتھر ایک جیسے ہو گئے اور گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور لوگوں کو جنت و جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے اس دن سے میں دن کو پیاسا اور رات کو بیدار رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عذاب کے مقابلے میں اس حالت کی کوئی حیثیت نہیں جس میں میں ہوں۔

حضرت سیدنا ابونعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں حضرت سیدنا داؤد طائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) روٹی کے ٹکڑے بھگو کر پیتے اور روٹی نہ کھاتے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا روٹی چبانے اور ان ٹکڑوں کو پینے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کا وقت ہوتا ہے (اور یہ وقت روٹی کھانے میں صرف ہوجاتا ہے)۔

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کی چھت میں ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے فرمایا اے بھتیجے میں نے بیس سال سے مکان کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو جب بھی دیکھا جاتا تو لمبی نماز کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں سوجی ہوئی ہوتی تھیں وہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے پیچھے بیٹھتی تو ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑتی۔

اور بعض عبادت گزار ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے یہاں تک کہ وہ بیٹھتے اور اسی حالت میں ایک ہزار رکعتیں پڑھ لیتے۔ جب عصر کی نماز پڑھتے تو ٹانگیں کھڑی کر کے بیٹھتے پھر فرماتے مخلوق پر تعجب ہے انہوں نے کیسے تیرے بدلے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا؟ مخلوق پر تعجب ہے کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور سے کیسے مانوس ہوگئی۔

مشہور بزرگ حضرت سیدنا ثابت بنانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو نماز سے بہت محبت تھی وہ کہا کرتے تھے یا اللہ اگر تو نے کسی کو اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو مجھے بھی اجازت دے کہ میں قبر میں تیرے لئے نماز پڑھوں گا۔

سلسلہ قادریہ کے عظیم پیشوا حضرت سیدنا جنید بغدادی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں میں نے حضرت سیدنا سری سقطی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا۔ انہیں اٹھانوے سال کے عرصہ میں مرض الموت کے علاوہ بستر پر نہیں دیکھا گیا۔

حضرت سیدنا حارث بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں ایک جماعت کسی زاہد کے پاس سے گزری تو دیکھا کہ وہ عبادت میں خوب کوشش کر رہا ہے تو اس سلسلے میں پوچھا اس نے کہا جو کچھ مصائب و احوال مخلوق پر آنے والے ہیں اور وہ ان سے غافل ہیں ان کے مقابلے میں عبادت کی یہ تکلیف کچھ بھی نہیں لیکن لوگ اپنی نفسانی لذتوں کی

طرف مائل ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت بڑا حصہ ملے گا اسے بھول گئے ہیں۔ یہ بات سن کر سب لوگ رو پڑے۔

رات کے وقت حضرت سیدنا اویس قرنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے تھے یہ رکوع کی رات ہے پھر وہ تمام رات رکوع میں گزارتے اور دوسری رات آتی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے پھر وہ پوری رات سجدے میں گزار دیتے۔ کہا گیا کہ جب حضرت سیدنا عتبہ غلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) تائب ہوئے تو وہ کھانے پینے کے لئے آمادہ نہ ہوتے ان کی ماں نے ان سے کہا اگر تم اپنے نفس پر کچھ نرمی کرو تو کیا حرج ہے؟ انہوں نے فرمایا میں آرام ہی تو چاہتا ہوں مجھے تھوڑی سے مشقت کر لینے دیں پھر میں طویل مدت عیش کروں گا۔

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سیدنا سمنون (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) روزانہ پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔ اور حضرت سیدنا ابوبکر مطوعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں میں جوانی میں روزانہ دن رات میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ راوی کو تعداد میں شک ہے۔

حضرت سیدنا منصور بن معتمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی حالت یہ تھی کہ جب تم ان کو دیکھو تو کہو کہ شاید یہ کوئی مصیبت کا مارا ہے آنکھیں جھکی ہوئیں، آواز پست اور آنکھیں تر رہتی تھیں اگر ذرا حرکت دو تو چار چار آنسو نکلیں ان کی والدہ نے فرمایا اے بیٹے! اپنے نفس سے یہ کیا معاملہ کر رہے ہو کہ ساری رات روتے رہتے ہو اے بیٹے شاید تم نے کوئی قتل کیا ہے اور تم اپنے ضمیر پر اسکا بوجھ محسوس کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے اے ماں! میں خوب جانتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے۔

(103) اَلتَّاسِعُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً. فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ! قِيْلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نویں حدیث: حضرت ابن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے قیام اتنا طویل کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کر لیا۔ کسی نے پوچھا وہ ارادہ کیا تھا فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نماز چھوڑ دوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۳۵۱، رقم: ۱۱۳۵، صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۸۵۷، رقم: ۱۸۵۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوات، ج ۱ص ۴۵۶، رقم: ۱۴۱۸، صحیح ابن حبان، باب فرض متابعة الامام، ج ۱ص ۹۱۲، رقم: ۲۱۳۱، صحیح ابن خزیمه، باب فضل طول القیام فی صلاۃ ج ۱ص ۴۸۶، رقم: ۱۱۵۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، طویل قیام والی نماز۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

بعض علماء کا کہنا ہے کہ دن کے وقت سجدے کثرت سے کرنا افضل ہیں جبکہ رات کے وقت طویل قیام کرنا افضل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ سے متعلق روایات میں آیا ہے۔

قیام کے مسائل

مسئلہ: قیام اتنی دیر تک ہے جتنی دیر قراءت ہے، یعنی بقدرِ قراءت فرض، قیام فرض اور بقدرِ واجب، واجب اور بقدرِ سنت، سنت۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۲، ۱۶۳)

یہ حکم پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں کا ہے، رکعت اُولیٰ میں قیام فرض میں مقدار تکبیر تحریمہ بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں مقدار ثنا وتعوذ وتسمیہ بھی۔ (رضا)

مسئلہ: قیام وقراءت کا واجب وسنت ہونا بایں معنی ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب وسنت کا حکم دیا جائے گا ورنہ بجالانے میں جتنی دیر تک قیام کیا اور جو کچھ قراءت کی سب فرض ہی ہے، فرض کا ثواب ملے گا۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج ۲، ص ۱۶۳)

مسئلہ: فرض ووتر وعیدین وسنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج ۲، ص ۱۶۳)

مسئلہ: ایک پاؤں پر کھڑا ہونا یعنی دوسرے کو زمین سے اٹھالینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو حرج نہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج ۱، ص ۶۹)

مسئلہ: اگر قیام پر قادر ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا تو اسے بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھے اور کھڑے ہو کر بھی پڑھ سکتا ہے۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۶۴)

مسئلہ: جو شخص سجدہ کر تو سکتا ہے مگر سجدہ کرنے سے زخم بہتا ہے، جب بھی اسے بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے

اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۶۴)

مسئلہ: اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے، جماعت میسر ہو تو جماعت سے، ورنہ تنہا۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاۃ و مبحث في الركن الاصلي ... الخ، ج ۲، ص ۱۶۵)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔

(غنیۃ المتملي، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص ۲۶۱)

مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیۃ المتملي، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص ۲۶۱)

تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(104) اَلْعَاشِرُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

دسویں حدیث: حضرت انس ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں رہ جاتی ہیں اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل؛ دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور ایک چیز ساتھ رہ جاتی ہے اس کے اہل و مال واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب سکرات الموت، ج ۴ ص ۲۰۷، رقم: ۶۵۱۴، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج ۲ ص ۴۷۹، رقم: ۷۶۱۳، سنن ترمذی، باب ما جاء مثل ابن آدم واهله وولده وماله وعمله، ج ۱ ص ۴۸۹، رقم: ۲۳۷۹، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، ج ۳ ص ۱۱۰، رقم: ۱۲۱۰۱، مسند الحمیدی، احادیث انس بن مالك رضی الله عنه، ص ۵۰۰، رقم: ۱۱۸۶)

شرح حدیث: بندے کا مال

رسول اکرم، شفیع معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت فرمایا: تم میں سے

کون ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہم میں سے ہر ایک وارث کے مال کے مقابلے میں اپنے مال سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من قدم من مالہ فھولہ، الحدیث: ۶۴۴۲، ص۵۴۱)

نبیٔ کریم، رؤوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دوست 3 ہیں (۱) وہ جو کہتا ہے: میں تیری قبر تک تیرے ساتھ جاؤں گا۔ (۲) وہ دوست جو کہتا ہے: میں اس وقت تک تیرا رہوں گا جب تک تو خرچ کرتا رہے گا اور جب تو روک لے گا تو تیرا نہ رہوں گا۔ یہ تیرا مال ہے اور (۳) وہ دوست ہے کہ جو کہتا ہے: تو جہاں جائے گا یا جہاں سے آئے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ یہ تیرا عمل ہے، تو وہ بندہ کہے گا: خدا کی قسم! تو مجھ پر ان تینوں میں سب سے ہلکا تھا۔

(المستدرک، کتاب الایمان، الاخلاء ثلاثۃ، الحدیث: ۲۵۶، ج۱، ص ۲۵۴، بتقدیم وتاخیر)

دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے اپنے دو بندوں پر وسعت فرماتے ہوئے انہیں کثرتِ مال واولاد سے نوازا، پھر ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کی: لَبَّیکَ رَبِّ وَسَعْدَیک! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال واولاد سے نہیں نوازا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے میری عطا کردہ نعمتوں کے عوض کیا کیا؟ اس نے عرض کی: میں محتاجی کے خوف سے اسے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تُو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ تو ان کے بارے میں جن باتوں سے ڈرتا تھا میں نے وہی آفت ان پر ڈال دی ہے۔

پھر دوسرے شخص سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا: لَبَّیکَ اَیْ رَبِّ وَسَعْدَیک! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال واولاد سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کریگا: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: پھر تو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا: میں نے اسے تیری فرمانبرداری میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے تیری وسیع عطا، فضل، قدرت اور بے نیازی پر بھروسہ کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا زیادہ اور روتا کم تو نے ان کے لئے مجھ پر جو بھروسہ کیا تھا میں نے انہیں وہ عطا فرمادیا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۳۸۳، ج۳، ص ۲۱۷/۲۱۸)

فرشتوں کی صدائیں

نبیوں کے تاجور، حسنِ اخلاق کے پیکر، محبوب ربِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے کہ جب

آدمی پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف پانچ فرشتے بھیجتا ہے۔ پہلا فرشتہ اس کے پاس اس وقت آتا ہے جب اس کی روح حلقوم (یعنی حلق) تک پہنچتی ہے۔ وہ فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! تیرا طاقتور بدن کہاں گیا؟ آج یہ کتنا کمزور ہے؟ تیری فصیح زبان کہاں گئی؟ آج یہ کتنی خاموش ہے؟ تیرے گھر والے اور عزیز واقرباء کہاں گئے؟ تجھے کس نے تنہا کر دیا۔

پھر جب اس کی روح قبض کرلی جاتی ہے اور کفن پہنا دیا جاتا ہے تو دوسرا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! تُو نے تنگدستی کے خوف سے جو مال واسباب جمع کیا تھا وہ کہاں گیا؟ تُو نے تباہی سے بچنے کے لئے گھر بسائے تھے وہ کہاں گئے؟ تُو نے تنہائی سے بچنے کے لیے جو اُنس تیار کیا تھا وہ کہاں گیا؟

پھر جب اس کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو تیسرا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: آج تُو ایک ایسے لمبے سفر کی طرف رواں دواں ہے جس سے لمبا سفر تُو نے آج سے پہلے کبھی طے نہیں کیا، آج تُو ایسی قوم سے ملے گا کہ آج سے پہلے کبھی اس سے نہیں ملا، آج تجھے ایسے تنگ مکان میں داخل کیا جائے گا کہ آج سے پہلے کبھی ایسی تنگ جگہ میں داخل نہ ہوا تھا، اگر تُو اللہ عزوجل کی رضا پانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ تیری خوش بختی ہے اور اگر اللہ عزوجل تجھ سے ناراض ہوا تو یہ تیری بدبختی ہے۔

پھر جب اسے لحد میں اتار دیا جاتا ہے تو چوتھا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! کل تک تُو زمین کی پیٹھ پر چلتا تھا اور آج تُو اس کے اندر لیٹا ہوا ہے، کل تک تُو اس کی پیٹھ پر ہنستا تھا اور آج تُو اس کے اندر رو رہا ہے، کل تک تُو اس کی پیٹھ پر گناہ کرتا تھا اور آج تُو اس کے اندر نادم وشرمندہ ہے۔

پھر جب اس کی قبر پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس کے اہل وعیال دوست واحباب اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو پانچواں فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! وہ لوگ تجھے دفن کر کے چلے گئے، اگر وہ تیرے پاس ٹھہر بھی جاتے تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے، تُو نے مال جمع کیا اور اسے غیروں کے لئے چھوڑ دیا آج یا تو تجھے جنت کے عالی باغات کی طرف پھیرا جائے گا یا بھڑکنے والی آگ میں داخل کیا جائے گا۔

(بحر الدموع مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(105) اَلْحَادِیْ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

گیارہویں حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت تمہارے ہر ایک کے جوتے کے تسمے کے زیادہ قریب تر ہے اور دوزخ بھی اسی طرح (تمہارے قریب ہے)۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجنۃ اقرب الی احدکم من شراك نعلہ والنار مثل ذلك، ج ۲ ص ۶۰۹، رقم: ۶۴۸۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل، ج ۳ ص ۳۶۸، رقم: ۶۴۷۹، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج ۱ ص ۴۳۶، رقم: ۶۶۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۲۸۷، رقم: ۳۶۶۷، مسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۲۲۷، رقم: ۱۶۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہوجاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جنتی ہوجاتا ہے۔ غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۹۱)

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آیا:

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بندہ کوئی بات اللہ عزوجل کی خوشنودی کی کرتا ہے اور وہ اس درجہ و مقام تک پہنچتی ہے جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ عزوجل اس کے سبب قیامت تک کے لئے اپنی رضا و خوشنودی لکھ دیتا ہے، اور کوئی بندہ اللہ عزوجل کی ناراضگی کا کلمہ منہ سے نکالتا ہے اور وہ اس مقام تک پہنچتا ہے جس کا اسے گمان نہیں ہوتا تو اللہ عزوجل اس کی بات پر قیامت کے دن تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی قلۃ الکلام، الحدیث: ۲۳۱۹، ص ۱۸۸۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شہنشاہِ خوش خِصال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ کبھی کوئی بات ایسی کہہ دیتا ہے جس کے سبب جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کا درمیانی فاصلہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب حفظ اللسان، الحدیث: ۷۴۸۱، ص ۱۱۹۵)

پیارے اسلامی بھائی! تھوڑی سی بھلائی (یعنی نیکی) بھی مت چھوڑ اور نہ ہی معمولی سی برائی (یعنی گناہ) کو اختیار کر کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ کون سی نیکی کے سبب اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمادے اور کس برائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہوجائے۔

پس یاد رکھ تکالیف و مشقتوں کے بیابان کو سر کرنے کے بعد ہی بندہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے اور شہوات کو ترک کرکے ہی دوزخ سے چھٹکارا پاسکتا ہے، کیونکہ اطاعت و فرماں برداری جنت میں پہنچاتی ہے اور گناہ و نافرمانی جہنم میں

لے جاتی ہے اور بعض اوقات اطاعت اور معصیت و نافرمانی معمولی سی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

(106) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ فِرَاسٍ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْاَسْلَمِيِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآتِيْهِ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ. فَقَالَ: سَلْنِيْ فَقُلْتُ: اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ: اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بارہویں حدیث: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی ﷛ رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحابِ صفہ میں سے ایک تھے' کہتے ہیں: میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات پیش کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے مانگ لو میں نے عرض کیا: آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا اس کے سوا کچھ اور' عرض کی وہ بھی یہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے نفس پر میری مدد کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیہ، ج ۱ص ۳۵۲، رقم: ۱۱۲۲۔ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الترغیب فی الاکثار من الصلوۃ، ج ۲ص ۴۸۶، رقم: ۴۷۵۰۔ الاحاد والمثانی، من اسمه ربیعة بن کعب الاسلمی، ص ۶۵۲، رقم: ۲۲۸۷۔ سنن ابوداؤد، باب وقت قیام النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱ص ۵۰۷، رقم: ۱۳۲۲۔ سنن الکبرٰی للنسائی، باب فضل السجود، ج ۱ص ۲۴۲، رقم: ۷۲۴)

شرح حدیث: طبرانی کی روایت اس سے طویل ہے اس کے الفاظ یوں ہیں کہ میں دن میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور جب رات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس دولت کدے کے دروازے کو رات کا ٹھکانا بنالیتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قربت میں رات بسر کرتا اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سُبحَانَ اللہِ، سُبحَانَ اللہِ سُبحَانَ رَبِّی کہتے ہوئے سنتا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توقف فرماتے یا مجھ پر نیند غالب آجایا کرتی اور میں سوجاتا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ربیعہ! مجھ سے مانگو تا کہ میں تمہیں کچھ عطا کروں۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ مہلت دیجئے تا کہ میں کچھ سوچ سکوں۔ پھر میں نے سوچا کہ دنیا فانی ہے اور ختم ہونے والی ہے، لہذا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میرے لئے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کی دعا فرمائیں۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس بات کے سوال کا کس نے کہا؟ میں نے عرض کیا، مجھ سے کسی نے نہیں کہا لیکن میں نے جان لیا کہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لائق ہے۔ لہذا میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

لئے اللہ عزوجل سے دعا کریں۔ تو آپ نے فرمایا، میں ایسا کروں گا جب کہ تم اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود سے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، رقم ۴۸۹، ص ۲۵۲)

چڑیا اور چیونٹی کی مثال

حضرت سیدنا محمد بن نعیم علیہ رحمۃ اللہ العظیم فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار تھے۔ میں نے عرض کی: حضور! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس فانی دنیا میں چیونٹیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ گرمیوں میں اپنے لئے دانے وغیرہ بلوں میں جمع کر لیتی ہیں تاکہ سردیوں میں انہیں خوراک کے لئے باہر نہ نکلنا پڑے اور آرام سے جمع کی ہوئی خوراک کھاتی رہیں۔ ایک مرتبہ اسی مقصد کے لئے ایک چیونٹی اپنے بل سے نکلی، اس نے دانہ لیا اور دوبارہ بل کی طرف جانے لگی۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور چیونٹی کو دانے سمیت کھا گئی۔ اب نہ تو وہ چیز باقی رہی جسے وہ چیونٹی جمع کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ چیونٹی باقی رہی کہ اپنی جمع کی ہوئی چیز کھالیتی۔

میں نے عرض کی: حضور! مزید کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کا مسکن (یعنی رہائش) قبر ہو اور گزرگاہ پل صراط ہو (جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے) اور میدان حشر اس کے ٹھہرنے کی جگہ ہو جہاں اس سے حساب لیا جائے گا۔ اور اللہ عزوجل اس سے حساب لینے والا ہو۔ پھر اس شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں حساب و کتاب کے بعد جنت میں جاؤں گا اور مبارک باد کا مستحق ہوں گا یا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میرا ٹھکانہ ہوگی اور میں وہاں عذاب دیا جاؤں گا۔ ہائے حسرت وافسوس! ایسے بندے کا غم کتنا طویل ہو گا، اور اس کو کیسی کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہائے! ہائے! اس وقت رونا تو ہوگا لیکن تسلّی دینے والا کوئی نہ ہوگا، اس وقت خوف ودہشت تو طاری ہوگی لیکن کوئی امن دینے والا نہ ہوگا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ سے بار بار یہی فرماتے رہے: ذرا اپنی حالت پر غور کر! (اس دن تیرا کیا حال ہوگا)، ذرا اپنی قبر کے بارے میں سوچ! اس میں تیرے ساتھ کیا معاملات پیش آئیں گے؟ دنیا داروں سے تعلقات کم کر دے، اور کبھی بھی اس بات کو پسند نہ کر کہ لوگ تیری تعریف کریں اور اپنے اعمال پر لوگوں سے اپنی تعریف سننے کی خواہش نہ کر۔ دُنیوی نام ونمود نہ چاہ، عزت والا وہی ہے جو رب عزوجل کے ہاں معزز ہے اور جو اللہ عزوجل کے ہاں ذلیل ہے بظاہر وہ دنیا میں کتنا معزز ہو حقیقتاً وہ ذلیل ہے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(107) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَیُقَالُ: اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ:

تیرہویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ اور کہا گیا کہ ابوعبدالرحمن ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ؛ فَإِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کثرت سجود کو لازم پکڑو تم اللہ کیلئے جو سجدہ بھی کرو گے اس کی وجہ سے اللہ تمہارے درجہ کو بلند کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱ص ۲۵۲، رقم: ۱۱۲۱، سنن الکبری للنسائی، باب فضل الهجرة، ج ۵ص ۲۱۳، رقم: ۸۶۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج ۶ص ۷۰۹، رقم: ۶۴۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامة الباهلی، ج ۵ص ۲۲۸، رقم: ۲۲۱۹۴، مسند الحارث، باب فضل الصوم، ج ۱ص ۴۲۸، رقم: ۳۴۵)

شرح حدیث: کثرت سے سجدے

حضرتِ سیدنا معدان بن ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ میں کون سا ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل مجھے جنت میں داخل فرمادے یا (یہ کہا کہ) مجھے اس عمل کے بارے میں بتائیے جو اللہ عزوجل کو زیادہ پسندیدہ ہو۔ تو حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ خاموش ہوگئے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ پھر بھی خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ تم جب بھی اللہ عزوجل کو سجدہ کرو گے اللہ عزوجل تمہارا ایک درجہ بلند فرمادے گا اور اس کے بدلے تمہاری ایک خطا معاف فرمادے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، رقم ۴۸۸، ص ۲۵۲)

حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنزّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالی علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو بندہ اللہ عزوجل کو ایک مرتبہ سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے سبب سجدہ کرنے والے کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اسکا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے، لہٰذا کثرت سے سجدے کیا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، رقم ۱۴۲۴، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالی علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک بندے کی کوئی حالت ایسی نہیں جو سجدہ میں بندے کے چہرے کو مٹی میں لتھڑے ہوئے دیکھنے سے زیادہ محبوب ہو۔

(طبرانی اوسط، رقم ۶۰۷۵، ج ۴، ص ۳۰۸)

حضرتِ سیدنا ابو فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، انیس

الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوفاطمہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو کثرت سے سجدے کیا کرو۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جسے میں کیا کروں اور اس پر ثابت قدمی اختیار کروں؟ فرمایا، سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کرو گے اللہ عزوجل اس کے سبب تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تمہارا ایک گناہ معاف فرمادے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، رقم ۱۴۲۲، ج ۲، ص ۱۸۱)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور اس کی ایک خطا مٹا دیگا اور اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔

(مسند احمد، مسند الانصار/حدیث ابی ذر غفاری، رقم ۲۱۳۷۵، ج ۸، ص ۷۲)

(108) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ، وَحَسُنَ عَمَلُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

چودہویں حدیث: حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے، جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی طول العمر للمؤمن، ج ۱ ص ۸۶۵، رقم: ۲۳۲۹، السنن الکبری للبیھقی، باب طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ، ج ۳ ص ۳۷۱، رقم: ۶۷۶۳، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۴۸۹، رقم: ۱۲۵۶، سنن الدارمی، باب ای المؤمنین خیر، ج ۲ ص ۳۹۸، رقم: ۲۷۴۲، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۸۸، رقم: ۱۷۷۱۶)

شرح حدیث: قابلِ رشک شخص

وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو خداوند قُدُّوس عزوجل کی بندگی و اطاعت میں گزارے تو جس نے اپنی صحت و فراغت کو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں ضائع کردیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بڑھاپا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

یَسُرُّ الْفَتٰی طُوْلُ السَّلَامَةِ وَالْبَقَا ۔۔۔ فَکَیْفَ تَرٰی طُوْلَ السَّلَامَةِ یَفْعَلُ

یَرُدُّ الْفَتٰی بَعْدَ اِعْتِدَالٍ وَصِحَّةٍ ۔۔۔ یَنُوْءُ اِذَا رَامَ الْقِیَامَ وَ یُحْمَلُ

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔لمبی عمر اور طویل سلامتی (صحت) نوجوان کو خوش کرتی ہے، (اے انسان) تو کیسے سمجھتا ہے کہ طویل سلامتی ایسا کرتی رہے گی؟

(۲)۔۔۔۔۔۔وہ تو نوجوان کو صحت اور معتدل زندگی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا دے گی کہ جب کھڑا ہونا چاہے گا تو مشقت سے اٹھے گا اور (کبھی) بوجھ کی مثل اٹھایا جائے گا۔

میرے پیارے اسلامی بھائی!

بغیر کسی نیک ارادے کے، محض مال کی کثرت اور لمبی عمر کی حرص نہ کر۔۔۔۔۔۔کیونکہ مسلسل گناہوں میں بسر کی گئی طویل عمر کوئی فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ اللہ عزوجل کی اطاعت والے کاموں میں خرچ کئے بغیر مال کی کثرت کوئی نفع نہیں دیتی، ۔۔۔۔۔۔ہاں! لمبی عمر کا طاعتِ الٰہی عزوجل میں گزارنا ضرور نفع دے گا اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کی جائے تو دولت کی کثرت بھی نفع دیتی ہے، ۔۔۔۔۔۔جبکہ عمر کا لمبا ہونا اور مال کی کثرت اس وقت مذموم ہے جب ان دونوں کو نیکی کے کاموں میں صرف نہ کیا جائے، ۔۔۔۔۔۔اسی وجہ سے اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّمنے اپنے خطبات میں ان دونوں کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت بنیاد ہے: بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے معاملے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے (۱) لمبی امیدیں اور (۲) دنیا کی محبت۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ ....الخ، الحدیث: ۶۴۲۰، ص ۵۳۹)

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جوں جوں ابن آدم کی عمر بڑھتی ہے تو اس کے ساتھ دو چیزیں بھی بڑھتی رہتی ہیں (۱) مال کی محبت اور (۲) لمبی عمر کی خواہش۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۴۲۱)

عقل مند شہزادہ

حضرتِ سیِّدُنا بَکْر بن عبد اللہ مُزَنی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کو کثرتِ مال واولاد اور بہت لمبی عمر عطا کی گئی۔ اس کی اولاد میں یہ عادتِ حسنہ تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی جوان ہوتا اُون کا لباس پہن کر پہاڑوں میں چلا جاتا، دنیوی رونقوں کو خیر باد کہہ کر دُرویشانہ زندگی اختیار کر لیتا، درختوں کے پتے اور جھاڑیاں کھا کر اپنا گزارہ کرتا اور اسی حالت میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر جاتا۔ سب شہزادوں نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب بادشاہ کی عمر بہت زیادہ ہوگئی اور اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو اس نے اپنی قوم کو بُلا کر کہا: اے میری قوم!

دیکھو میری عمر اب بہت ہوگئی ہے، اس عمر میں مجھے بیٹے جیسی نعمت نصیب ہوئی، میں تم لوگوں سے جتنی محبت کرتا ہوں تم خوب جانتے ہو، مجھے ڈر ہے کہ میرا یہ بیٹا بھی اپنے دوسرے بھائیوں کا راستہ اختیار نہ کرلے، اگر ایسا ہوا تو ہمارے خاندان میں سے میرے بعد تمہارا کوئی حاکم نہ رہے گا اور پھر تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر بہتری چاہتے ہو تو اس شہزادے کو چھوٹی عمر ہی میں سنبھال لو، اسے دنیوی نعمتوں اور آسائشوں کی طرف مائل کرو، اگر ایسا کرو گے تو شاید میرے بعد یہ تمہارا حاکم بن جائے، جتنا ہو سکے اس کا دل دنیا میں لگا دو۔

یہ سن کر لوگوں نے کئی میل لمبا چوڑا ایک خوبصورت قلعہ بنایا اس میں دنیوی آسائش کا تمام سامان شہزادے کو مہیا کیا۔ شہزادے نے کئی سال اس وسیع وعریض قلعے کی چار دیواری میں گزار دیئے یہاں اسے ہر طرح کی سہولت میسر تھی۔ اس کے سامنے کوئی غم و پریشانی کی بات نہ کی جاتی۔ لوگوں کو اس سے دور رکھا جاتا، ہر وقت خُدّام اس کی خدمت پر مامور رہتے۔ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک سمت چل دیا جب آگے دیوار دیکھی تو خادموں سے کہا: میرا گمان ہے کہ اس دیوار کے پیچھے ضرور ایک نیا جہاں ہوگا وہاں ضرور آبادی ہوگی مجھے یہاں سے باہر نکالو تاکہ میری معلومات میں اضافہ ہو سکے اور میں لوگوں سے ملاقات کروں۔ جب شہزادے کی یہ خواہش بادشاہ کو بتائی گئی تو بادشاہ ڈر گیا کہ باہر جا کر کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح دَرویشانہ زندگی اختیار نہ کرلے۔ اسی خوف کے سبب اس نے حکم دیا کہ شہزادے کو ہر دنیوی کھیل کود کا سامان مہیا کرو جس طرح بھی ہو اسے دنیوی مشاغل میں مصروف رکھو تاکہ اسے باہر جانے کا خیال ہی نہ آئے۔

حکم کی تعمیل ہوئی اور شہزادے کو دوبارہ دنیوی عیش وعشرت میں اُلجھا دیا گیا۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن وہ پھر دیوار کی طرف گیا اور کہا: اب تو میں ضرور باہر جا کر دیکھوں گا، مجھے جلدی سے اس دیوار کے پار لے چلو۔ جب بادشاہ کو شہزادے کی ضد کا بتایا گیا تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔ لوگ شہزادے کو ایک بہترین سواری پر بٹھا کر باہر لے گئے۔ سواری کو سونے چاندی سے خوب مُزَیَّن کیا گیا، لوگ اس کے اردگرد ننگے پاؤں چلنے لگے۔ شہزادہ گرد و پیش کے مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا یکایک اسے ایک بہت ہی بیمار شخص نظر آیا، بیماری کی وجہ سے وہ انتہائی لاغر و کمزور ہو چکا تھا، پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ بیماری میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ شہزادے نے پھر پوچھا: کیا اس کی طرح دوسرے لوگ بھی بیمار ہوتے ہیں؟ کیا تمہیں بھی بیماری لاحق ہونے کا خوف لگا رہتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ شہزادے نے پوچھا: کیا میں جس سلطنت میں ہوں وہاں بھی یہ بیماری آسکتی ہے؟ کہا: ہاں! بالکل آسکتی ہے۔ عقل مند شہزادے نے کہا: اے لوگو! تمہاری یہ دنیوی عیش وعشرت بدمزہ ہے۔ یہ کہہ کر شہزادہ غم والم میں واپس لوٹ آیا۔ جب اس کی یہ حالت بادشاہ کو بتائی گئی تو اس نے کہا: شہزادے کو ہر طرح کا سامانِ لہوولعب مہیا کرو، اسے دنیوی آسائشوں میں ایسا مگن کر دو کہ اس کے دل سے سب رنج

وملال جاتا رہے۔

لوگ شہزادے کو دنیوی مشاغل میں اُلجھانے کی انتھک کوشش کرتے رہے۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ شہزادے نے پھر باہر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے مُرَصَّع سواری پر سوار کر کے اسے قلعے سے باہر لے جایا گیا۔ شہزادہ مختلف مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ آگے پیچھے خادموں اور سپاہیوں کا ہجوم تھا، یکا یک ایک بوڑھے پر نظر پڑی، بڑھاپے نے اس کا برا حال کر رکھا تھا، منہ سے رال ٹپک رہی تھی، جسم کانپ رہا تھا۔ شہزادے نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا: اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: حضور! ایامِ جوانی گزار کر اب یہ بڑھاپے کی زَد میں آ چکا ہے۔ شہزادے نے کہا: کیا دیگر لوگ بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں؟ کیا ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے۔ شہزادے نے کہا: تمہاری یہ عیش وعشرت کتنی بدمزہ اور کیسی بھیانک ہے کہ کسی ایک کو بھی اس کے فساد سے چھٹکارا نہیں۔

یہ کہہ کر شہزادہ مغموم و پریشان واپس اپنے قلعے کی طرف آ گیا۔ بادشاہ کو جب شہزادے کی یہ کیفیت بتائی گئی تو اس نے نے پھر وہی حکم دیا کہ اسے دنیوی آسائشوں میں الجھا دو تا کہ غم وملال اس کے دل سے جاتا رہے۔ ایک سال پھر شہزادے نے قلعے میں گزار دیا، اس کے بے قرار دل میں پھر باہر جانے کی خواہش ابھری۔ چنانچہ، خادموں اور سپاہیوں کے ہجوم میں اسے باہر لے جایا گیا۔ راستے میں کچھ لوگ ایک جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جا رہے تھے، شہزادے نے لوگوں سے پوچھا: یہ شخص چارپائی پر اس طرح کیوں لیٹا ہوا ہے؟۔ لوگوں نے کہا: یہ شخص موت کا شکار ہو چکا ہے۔ شہزادے نے پوچھا: موت کیا چیز ہے؟ مجھے اس شخص کے پاس لے چلو۔ شہزادے کو مردے کے پاس لے جایا گیا تو کہا: لوگو! اس سے کہو کہ یہ بیٹھ جائے۔ لوگوں نے کہا: حضور! اس میں بیٹھنے کی طاقت نہیں۔ شہزادے نے کہا: اس سے کہو کہ بات کرے۔ لوگوں نے کہا: موت نے اس کی زبان بند کر دی ہے، اب یہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ شہزادے نے پھر پوچھا: اب تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: قبر میں دفنانے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ شہزادے نے پوچھا: اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ لوگوں نے کہا: موت کے بعد حشر ہوگا۔ شہزادے نے پوچھا: یہ حشر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حشر وہ دن ہے کہ اس دن سب لوگ، خالقِ کائنات عز وجل کے حضور کھڑے ہوں گے، وہ خالقِ لَمْ یَزَلْ ہر ایک کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا اور اس دن ہر شخص سے ذرّے ذرّے کا حساب لیا جائے گا۔ شہزادے نے کہا: کیا اس دنیا کے علاوہ بھی کوئی ایسا جہان ہے جہاں تم دنیا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! دنیا میں جو بھی آیا اسے آخرت کی طرف ضرور کوچ کرنا ہے۔

یہ سن کر شہزادہ گھوڑے سے نیچے گر کر تڑپنے لگا، وہ روتا جاتا اور اپنے چہرے کو مٹی سے رگڑتا جاتا، پھر اس نے

روتے ہوئے کہا: اے لوگو! مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ جس طرح یہ شخص موت کا شکار ہوا، اسی طرح مجھے بھی اچانک موت آجائے گی اور میں دیکھتا ہی رہ جاؤں گا۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جو بروزِ قیامت تمام لوگوں کو جمع فرما کر جزا وسزا دے گا! میرے اور تمہارے درمیان یہ آخری عہد ہے، آج کے بعد تم مجھ سے کبھی نہ مل سکو گے۔ لوگوں نے کہا: ہم آپ کو واپس آپ کے والد کے پاس لے جائیں گے، ان کی اجازت کے بغیر آپ کہیں بھی نہیں جاسکتے۔ پھر شہزادے کو بادشاہ کے پاس اس حالت میں لے جایا گیا کہ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا، بادشاہ نے شہزادے سے کہا: میرے لال! تم اتنے خوف زدہ کیوں ہو اور یہ رونا کس لئے؟ شہزادے نے کہا: ابا حضور! میں اس دن کے خوف سے رو رہا ہوں جس دن ہر ایک کو اس کے اچھے، برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر شہزادے نے اُون کا لباس منگوا کر پہنا اور کہا: آج رات میں اس محل کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ پھر واقعی آدھی رات کو وہ سمجھ دار شہزادہ تاج و تخت ٹھکرا کر درویشانہ لباس پہنے آخرت کی تیاری کے لئے جنگل کی طرف جا رہا تھا، جب قصرِ شاہی سے نکلنے لگا تو بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح التجا کی:

اے میرے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی زندگی مانگتا ہوں جس میں میری سابقہ زندگی کی آسائشوں میں سے کچھ نہ ہو اور میں پسند کرتا ہوں کہ چاہے دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر میں لحہ بھر کے لئے بھی دنیوی آسائشوں کی طرف نظر نہ کروں۔ پھر وہ شہزادہ تمام دنیوی آسائشوں اور نعمتوں کو خیر باد کہہ کر اُخروی نعمتوں کے حصول کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ شہزادہ گناہوں کے خوف سے دنیوی نعمتوں کو چھوڑ کر چلا گیا حالانکہ اسے معلوم بھی نہ تھا کہ کس گناہ کی کتنی سزا ہے؟ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو درد ناک سزائیں جانتے ہوئے بھی گناہوں سے کنارہ کشی نہیں کرتا، نہ گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے نفرت عطا فرما کر اپنا ڈر اور خوف عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم) (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(109) اَلْخَامِسَ عَشَرَ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِیْنَ، لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِكِیْنَ لَیُرِیَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ۔ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ

پندرہویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے غائب تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ مشرکوں کے خلاف آپ کی پہلی جنگ میں میں غیر حاضر تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے حاضر کیا' تو جو میں کروں گا اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا' کہ میں کیا کرتا

اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِيْ: اَصْحَابَهُ - وَاَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - - يَعْنِيْ: الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ معاذٍ، الْجَنَّةُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ ! قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ، اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلاَّ اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ. قَالَ اَنَسٌ: كُنَّا نَرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ: (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا) (الأحزاب: 23). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهٗ: لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ رُوِيَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: اَيْ لَيُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ہوں تو جب احد کا دن ہوا تو مسلمان بکھر گئے انہوں نے کہا: اے اللہ! ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں (یعنی صحابہ نے) اور ان مشرکین کے عمل سے بری ہوں پھر آگے بڑھے حضرت سعد بن معاذ ﷺ سے ان کا سامنا ہوا تو کہنے لگے اے سعد بن معاذ! رب کعبہ کی قسم احد کی دوسری طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے حضرت سعد کہتے ہیں' یارسول اللہ! میں وہ نہ کر سکا جو حضرت انس بن نضر نے کیا انس بن مالک کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی (80) سے چند اوپر زخموں کے ساتھ دیکھا جو تلوار نیزے یا تیر کے تھے وہ ہمیں ایسے حال میں ملے کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا صرف ان کی بہن نے ان کے پوروں سے پہچانا حضرت انس بن مالک کہتے ہیں ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ''ایمانداروں میں سے کچھ مردہ ہیں' جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دیا''۔ آخر تک (متفق علیہ)

لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ: یا پر پیش اور را پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا دے گا۔ بعض نے یا اور را دونوں پر زبر پڑھی ہے اور اس کا معنیٰ ظاہر ہے اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة احد، ج ۲ص ۲۹۵، رقم: ۴۰۴۸، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشهيد، ج ۲ص ۶۰۳، رقم: ۵۰۲۴، مستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج ۲ص ۳۹۸، رقم: ۲۵۵۷، السنن الكبرى للبيهقي، باب ترك القود بالقسامة، ج ۸ص ۱۲۸، رقم: ۱۶۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۳ص ۲۰۱، رقم: ۱۳۱۰۷)

شرح حدیث: خدا نے قسم پوری فرمادی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربیع بنت النضر کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔

جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکی والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قصاص میں ربیع کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔ اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہوگئی اور ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرمادیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والجروح قصاص، الحدیث: ۴۶۱۱، ج ۳، ص ۲۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں کہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرمادیتا ہے تاکہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کر دیا اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہوگئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود

فرما دیا اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

(110) اَلسَّادِسُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا، فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِیْرٍ، فَقَالُوْا: مُرَاءٍ، وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا: اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ: (اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ) (التوبة: 79). مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ. وَ نُحَامِلُ بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَیْ یَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰی ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَیَتَصَدَّقُ بِهَا۔

سولہویں حدیث: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری ﷛ سے راویت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم اپنی کمروں پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے بہت کچھ صدقہ میں دیا لوگ (منافق) کہنے لگے ریاکار ہے اور دوسرے نے ایک ٹوپہ صدقہ کیا' تو کہنے لگے اللہ اس کے ٹوپے سے ضرور غنی ہے' تو یہ آیت اتری: ''وہ لوگ جو خوش دلی سے صدقہ کرنے والے اہل ایمان پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں' جن کی گزر اوقات مشکل سے ہوتی ہے''۔(متفق علیہ) یہ حدیث کے الفاظ بخاری کے ہیں۔(التوبہ:79)' نُحَامِلُ: نون کی پیش اور حاء مہملہ کے ساتھ یعنی ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھا کر مزدوری کما کر صدقہ کرتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله "الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین" ج ۲ص۲۶۷، رقم: ۴۶۶۸ صحیح مسلم، باب الحمل باجرة یتصدق بها والنهی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل، ج ۲ ص۸۸، رقم: ۲۴۰۲ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب التحریض علی الصدقة، ج ۴ص۱۷۷، رقم: ۷۹۹۹، سنن الکبرٰی للنسائی، باب صدقة جهل المقل، ج ۲ص۳۲، رقم: ۲۳۰۹، صحیح ابن خزیمه، باب الزجر عن عیب المتصدق المقل بالقلیل، ج ۴ص۱۰۱، رقم: ۲۴۵۳)

شرح حدیث: ریاکاری کسے کہتے ہیں؟

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے علاوہ کسی اور نیّت یا اِرادے سے عبادت کرنا ریاکاری ہے۔ مثلاً لوگوں پر اپنی عبادت گزاری کی دھاک بٹھانا مقصود ہو کہ لوگ اس کی تعریف کریں، اسے عزت دیں اور اس کی خدمت میں مال پیش کریں۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص ۲۳۳، الزواجر، ج ۱، ص ۶۹)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔(صحیح البخاری، الحدیث ۱، ج ۱، ص ۱) اور نیت کا تعلق دل سے ہے، ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ یا ذریعہ موجود نہیں کہ کسی کے بتائے بغیر اس کے دل کی بات یقینی طور پر جان سکیں۔ لہٰذا ہماری آخرت کی بہتری اسی میں ہے کہ کسی کو بھی ریاکار گمان

نہ کریں کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

نِیَّت کے تین حُرُوف کی نسبت سے 3 شرعی احکام

(1) اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 16 صفحہ 500 پر لکھتے ہیں: بلاوجہ شرعی مسلمان پر قصدِ ریا کی بدگمانی بھی حرام (ہے)۔

(2) کسی نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربّ العزّت سے پوچھا کہ ایک صاحب نے چندہ (دیگر) مسجد بنوانے کی کوشش کی، اِسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: نام کندہ کرانے کا حکم اختلافِ نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریا و نمود ہے حرام و مرُدود ہے اور اگر نیت یہ ہے کہ تابقائے نام (یعنی جب تک نام لکھا رہے) مسلمان دُعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محملِ نیک ہی پر محمول کیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص ۳۸۹)

(3) کسی نے کچھ اس طرح کا سوال کیا کہ اگر کوئی امام آگے پیچھے تو مغرب کی اذان تاخیر سے دلواتا ہو مگر اپنے پیر کی موجودگی میں اُسے دکھانے کے لئے جلد اذان دلوائے اور جماعت کرواتے وقت سجدہ و رکوع میں عام معمول سے ہٹ کر زیادہ دیر لگائے تو کیا یہ اس کے ریاکار و مکّار ہونے کی علامت ہے؟ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربّ العزّت نے اس کا جواب یہ دیا: اذانِ مغرب میں بلاوجہ شرعی تاخیر خلاف سنّت ہے، پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنّت (فعل) کا ترک (کیوں نہ سمجھا جائے؟)، پیر کے سامنے رکوع وسجود میں دیر بھی خواہ مخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر (یعنی اثر ہونا) بھی ممکن اور مسلمانوں کا فعل حتی الامکان محملِ حسن (یعنی اچھائی) پر محمول (گمان) کرنا واجب اور بدگمانی رِیا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع وسجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنّت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۵، ص ۳۲۴)

ایک سال تک رونے سے محروم رہے

حضرتِ سیِّدُنا مکحول دِمشقی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، جب تم کسی کو روتے دیکھو تو اُس کے ساتھ رونے لگ جاؤ یہ بدگمانی نہ کرو کہ وہ لوگوں کو دکھانے کیلئے ایسا کر رہا ہے۔ میں نے ایک بار ایک شخص کو روتا دیکھ کر بدگمانی کی تھی کہ یہ رِیاکاری کر رہا ہے تو اِس کی سزا میں ایک سال تک (خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں) رونے سے محروم رہا۔ (تنبیہ المُغترین ص ۱۰۷)

(111) اَلسَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ، عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، اَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِيْ، اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضُرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا

سترہویں حدیث: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ ﷺ نبی اکرم ﷺ سے اور آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور میں نے اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے' تو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو لیکن جس کو میں ہدایت دوں پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو لیکن جس کو میں کھانا دوں سو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تم کو کھانا دوں گا اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو لیکن میں جس کو لباس دوں سو مجھ سے لباس طلب کرو میں تم کو پہناؤں گا اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ بخش دیتا ہوں' تو مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہ پہنچو گے کہ مجھے ضرر دے سکو اور نہ تم میرے نفع تک پہنچو گے کہ مجھے نفع دے لو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے' پچھلے' انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والے ایک آدمی کے دل والے ہو جائیں تو یہ میرے ملک میں کچھ اضافہ نہ کرے گا اور اگر تمہارے پہلے' پچھلے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ نافرمان کے آدمی کے دل پر ہو جائیں تو یہ میرے ملک سے کچھ کم نہ کرے گا اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے' پچھلے' انسان اور جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں سب مجھ سے سوال کریں میں سب کو ان کی مرادیں دے دوں تو یہ میری بادشاہی سے اسی قدر کم کرے گا جتنا

يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.

سمندر سے سوئی کہ جب وہ سمندر میں ڈبو کر نکال لی جائے اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں، جن کا احاطہ میں تمہارے لیے رکھتا ہوں میں تم کو ان کی جزاء سزا دوں گا' تو جو بھلائی پائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو کچھ اور پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

قَالَ سَعِيْدٌ: كَانَ أَبُوْ إِدْرِيْسَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ جب ابوادریس حدیث بیان کرتے تو دوزانو ہو جاتے۔ (مسلم)

وَرَوَيْنَا عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ: لَيْسَ لِأَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ أَشْرَفُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اس حدیث سے بڑھ کر شرف والی کوئی حدیث شامی علماء کے پاس نہیں ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۲ص ۹۱۷، رقم: ۶۷۳۷، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس بغیر الحق، ج ۶ص ۹۳، رقم: ۱۱۲۸۳، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ص ۱۰۵، رقم: ۳۰۵۳، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الفتن، ج ۸ص ۱۳۷، رقم: ۶۷۶۹، مستدرك للحاکم، کتاب التوبة والانابة، ج ۶ص ۲۲۵، رقم: ۶۰۰۶)

شرح حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد وقناعت اور تقوی وعبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنے وطن قبیلۂ بنی غفار میں چلے گئے پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام ربذ ہمیں سکونت اختیار کر لی۔ (اکمال، ص ۵۹۴)

بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الذال، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۴) (واسد الغابۃ، جندب بن جنادۃ، ج ۱، ص ۴۴۰، ۴۴۱ ملتقطاً)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کر لے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ و فضلھم... الخ، الحدیث: ۳۳۲۲۷، ج۶، الجزء ۱۱، ص ۳۰۷)

جنگل میں کفن

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی صاحبہ رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا: بیوی تم روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا: میں کیوں نہ روؤں جنگل میں آپ وصال فرما رہے ہیں اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی مجھے یہ فکر ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی؟ آپ نے فرمایا: تم مت روؤ اور نہ کوئی فکر کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں وصال فرمائے گا اور اس کے جنازہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں وصال کرنے والا صحابی میں ہی ہوں اس لئے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو ممکن ہے کوئی جماعت آ رہی ہو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرما گئے۔

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وصال کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آ گئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور آپ اسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، جندب بن جنادۃ، الحدیث: ۳۶۸۸۹، ج۷، الجزء ۱۳، ص ۱۳۶ ملخصا) (واسد الغابۃ، جندب بن جنادۃ، ج۱، ص ۴۴۱۔ ۴۴۲ ملخصا)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔

اس حدیث میں بتایا گیا کہ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے میسر ہو، انسان کو چاہئے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں سورج نے رب ہی سے نور لیا مگر زمین کو نور دیتا ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محبوب تم سیدھے راہ کی ہدایت دیتے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص ۵۷۳)

12-بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاِزْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ اَوَاخِرِ الْعُمُرِ

آخری عمر میں نیکیاں زیادہ کرنے پر ترغیب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ) (فاطر: 37)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی جو نصیحت حاصل کر لے اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا آیا۔

قَالَ ابْن عباس وَالْمُحَقِّقُوْنَ: مَعْنَاهُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً؟ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ سنذْكُرُهُ اِنْ شاء اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَّقِيْلَ: اَرْبَعِيْنَ سَنَةً، قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوْق وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا۔ وَنَقَلُوْا اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا اِذَا بَلَغَ اَحَدُهُمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ، وَقِيْلَ: هُوَ الْبُلُوْغُ۔ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: (وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّالْجُمْهُوْرُ: هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقِيْلَ: الشَّيْبُ، قَاله عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(1) حضرت ابن عباس ﷺ اور محققین نے فرمایا: اس کے معنی ہیں کیا ہم نے تم کو ساٹھ سال عمر نہ دی؟ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (2) اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اٹھارہ سال ہوں نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے چالیس سال مراد ہے یہ قول حسن بصری الکلبی اور مسروق کا ہے اور ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے۔ نیز اہل مدینہ کے بارے منقول ہے کہ جب ان میں کوئی چالیس سال تک کو پہنچتا تو عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلوغ مراد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جاء کم النذیر سے ابن عباس اور جمہور کے نزدیک مراد رسول اللہ ﷺ ہیں ایک قول میں اس سے مراد بڑھاپا ہے یہ عکرمہ اور ابن عینیہ وغیرہما کا قول ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث درج ذیل ہیں:

(112) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنَاهُ لَمْ يَتْرُكْ لَهُ عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ۔ يُقَالُ: اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِي الْعُذْرِ۔

پہلی حدیث: ابو ہریرہ ﷺ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے عذر نہ چھوڑا جس کی مدت ساٹھ سال تک مؤخر کر دی حتیٰ کہ وہ ساٹھ سال تک پہنچ گیا۔ (بخاری) علماء نے اس کا معنی یہی بتایا ہے کہ عذر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اَعْذَرَ الرَّجُلُ: جب کوئی عذر کی انتہاء کو پہنچ جائے تو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله الیه فی العمر، ج ۴ ص۲۸۹، رقم: ۶۴۱۹، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله الیه فی العمر، ج ۳ ص۱۰۱، رقم: ۶۷۵۲، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب العاشر فی الامل والاجل، ج ۱ ص۷۰، رقم: ۱۸۶، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه معن بن محمد الغفاری، ج ۹ ص۳۹۹، رقم: ۱۳۰۷۱، جامع الصغیر للسیوطی، باب حرف الالف، ص۸۸، رقم: ۱۱۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عبارت کے دو معنی ہیں: ایک یہ اعذر کے معنی ہیں عذر دور کردیتا ہے یعنی باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جاسکے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالٰی کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی جوانی میں بڑھاپے کی اب بڑھاپے میں سوا موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے، اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سننے کے نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس اعذر کے معنی ہیں معذور رکھتا ہے یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ تعالٰی اسے معذور قرار دے کر اس کے نامہ اعمال میں وہ ہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے، ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے۔ شعر

رسم است کہ مالکان تحریر	آزاد کنند بندۂ پیر
اے بارخدائے عالم آرا	برسعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہوجاتی ہے وہ رؤف ورحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کردیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۱۴)

فرشتے کی صدائیں

حضرتِ سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رَحمۃٌ للعالمین، انیسِ الغریبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے کہ اللہ عزوجل کے خوف سے مومن کی آنکھ سے نکلنے والا قطرہ اس کے لئے دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے اور ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اللہ عزوجل کی عظمت اور قدرت میں ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ دن کے روزوں اور ساٹھ راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، سن لو کہ بے شک اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہر دن اور رات میں ندا کرتا ہے کہ چالیس سال کی عمر والو! فصل کاٹنے کا وقت آگیا، اے پچاس سال والو! حساب کی تیاری کرلو، اے ساٹھ سال والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا ہے؟ اے ستر سال والو! تمہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ کاش کہ مخلوق پیدا نہ ہوتی اور اگر پیدا ہوگئی تو کاش اپنا مقصدِ حیات جان لیتی پھر اس کے مطابق عمل کرتی، خبردار! قیامت تمہارے قریب آگئی ہوشیار ہوجاؤ۔ (حلیۃ الاولیاء، وھیب بن الورد، رقم: ۱۱۷۴۸، ج۸، ص۱۶۷ بتغیر)

(113) اَلثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ، فَقَالَ: لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهٗ؟! فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ! فَدَعَانِيْ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِيْ مَعَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَنَّهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ، قَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ: (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ)؟ (الفتح: 1) فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اُمِرْنَا نَحْمَدُ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهٗ اِذَا نَصَرَنَا وَفَتَحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِيْ: اَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا. قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهٗ لَهٗ، قَالَ: (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) وَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا) (الفتح: 3) فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَقُوْلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

دوسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر ﷺ بدری بزرگوں کے ساتھ شامل فرما لیتے بعض نے یہ بات محسوس کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہمارے بھی اس جیسے بیٹے ہیں پھر یہ ہمارے ساتھ کیوں بیٹھتا ہے حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: یہ ان کے علم کی وجہ سے ہے (یعنی تم ابن عباس کے مرتبہ اور حیثیت سے واقف نہیں ہو) چنانچہ ایک دن مجھے بلایا اور ان بدری بزرگوں کے ساتھ بٹھایا میرے خیال میں اس دن بلانے کا مقصد صرف میرے مرتبہ واہلیت کا ان پر اظہار تھا حضرت عمر ﷺ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے بارے کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں اللہ کی حمد کرنے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم ہے، جب ہمیں نصرت وفتح حاصل ہو جائے بعض خاموش رہے اور کچھ نہ کہا پھر مجھے فرمایا: ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ جب فتح ونصرت حاصل ہو تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے، تو اپنے ربّ کی تسبیح حمد سے ملا کر کریں اس سے مغفرت طلب کریں بلاشبہ وہ خوب رجوع فرمانے والا ہے۔ اس پر حضرت عمر ﷺ نے کہا میں بھی اس آیت کے بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، ج ۲ص ۴۲۴، رقم: ۴۲۹۴، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج ۸ص ۲۶۴، رقم: ۱۰۶۱۷، تخریج احادیث الکشاف للزیلعی، سورۃ النصر، الحدیث العاشر، ص ۳۲۰، رقم: ۱۵۵۸)

شرح حدیث: علم کی فضیلت

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے علم کی جستجو میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے اور فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور آسمانوں کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں اس کے لیے استغفار کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی چودھویں رات کے چاند کو آسمان کے سب سے چھوٹے ستارے پر اور علماء انبیاءِ کرام علیھم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاءِ کرام علیھم السلام درھم ودینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوسِ قدسیہ علیھم السلام تو علم کا وارث بناتے ہیں، لھٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے اپنا حصہ لے لیا اور عالِم کی موت ایک ایسی آفت ہے جس کا ازالہ نہیں ہوسکتا اور ایک ایسا خلا ہے جسے پُر نہیں کیا جاسکتا (گویا کہ) وہ ایک ستارہ تھا جو ماند پڑ گیا، ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے۔ (بیہقی شعب الایمان، باب فی طلب العلم، رقم ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ عزوجل کے فرائض سے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب العلم، الترغیب فی العلم الخ، رقم ۲۰، ج ۱، ص ۵۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم سیکھے، پھر اپنے اسلامی بھائی کو سکھائے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب ثواب معلم الناس بالخیر، رقم ۲۴۳، ج ۱، ص ۱۵۸)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کے کچھ حصے میں علم کی تکرار کرنا مجھے ساری رات شب بیداری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک پوری رات قیام کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے، کہ علم کی جستجو میں رہنا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا نوافل پڑھنے سے حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کے کچھ حصے میں علم کی تکرار کرنا مجھے ساری رات شب بیداری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک پوری رات قیام کرنے

سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے، کہ علم کی جستجو میں رہنا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔
امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کی فضیلت کا کیا کہنا؟ اس علم سے آدمی کی دنیا وآخرت دونوں سنورتی ہیں اور یہی علم ذریعہ نجات ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں علم دین جاننے والوں کی بزرگی اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط (پ۲۸، المجادلۃ:۱۱)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا ہے بہت سے درجات بلند فرمائے گا۔

ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے بہت سی حدیثوں میں علم دین کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور علم دین پڑھنے اور پڑھانے والوں کی بزرگیوں اور ان کے مراتب ودرجات کی عظمتوں کا بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

حدیث: عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنی پر پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی سب اس کی بھلائی چاہنے والے ہیں جو عالم کہ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم ۲۶۹۴، ج ۴، ص ۳۱۳۔ ۳۱۴)

حدیث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک گھڑی رات میں پڑھنا پڑھانا ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، رقم ۲۵۶، ج ۱، ص ۱۱۷)

حدیث:۔ عالموں کی دواتوں کی روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی اور اس پر غالب ہو جائے گی۔ (کنز العمال، کتاب العلم، قسم الاقوال، رقم ۲۸۷۱۱، ج ۱۰، ص ۶۱)

حدیث:۔ علماء کی مثال یہ ہے کہ جیسے آسمان میں ستارے جن سے خشکی اور سمندر میں راستہ کا پتا چلتا ہے اگر ستارے مٹ جائیں تو راستہ چلنے والے بھٹک جائیں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۶۰۰، ج ۴، ص ۳۱۴)

حدیث:۔ ایک عالم ایک ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء۔۔۔ الخ، رقم ۲۲۲، ج ۱، ص ۱۴۵)

آج کل مسلمان مردوں اور عورتوں میں علم دین سیکھنے سکھانے اور دین کی باتوں کے جاننے کا جذبہ اور ذوق وشوق تقریباً مٹ چکا ہے اس لئے ہر طرف بے دینی اور لامذہبیت کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دین ومذہب سے آزاد اور خدا عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے بیزار ہو کر جانوروں کی طرح بے لگام ہو رہے ہے

ہیں بلکہ بہت سے تو خدا ہی کا انکار کر بیٹھے ہیں اور مانتے ہی نہیں کہ خدا موجود ہے اس بے دینی کے طوفان کا ایک ہی سبب ہے کہ مسلمانوں نے خود بھی دین کا علم پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے بچوں کو بھی علم دین نہیں پڑھایا اس لئے بے حد ضروری ہے کہ مسلمان مرد وعورت خود بھی فرصت نکال کر دین کی ضروری باتوں کا علم حاصل کریں اور اپنے بچے اور بچیوں کو ضروری باتیں بچپن ہی سے بتاتے اور سکھاتے رہیں اگر اپنے بچوں کو علم دین پڑھا کر عالم نہیں بنا سکتے تو کم سے کم ان کو دین کا اتنا علم تو سکھا دیں کہ وہ مسلمان باقی رہ جائیں۔

(114) اَلثَّالِثُ: عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا صلّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صلَاةً بَعْدَ اَنْ نَّزَلَتْ عَلَيْهِ: (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) اِلاَّ يَقُوْلُ فِيْهَا: سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ، يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ. مَعْنٰى: يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ اَيْ يَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ)۔

تیسری حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' اترنے کے بعد ہر نماز میں لازمی طور پر کہا: اے ہمارے ربّ تیرے لیے حمد وتسبیح ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع سجود میں یہ زیادہ کہتے ہیں: اے اللہ! تیرے لیے پاکی اور حمد ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما اس طرح قرآن پاک پر عمل پیرا ہوتے مراد تاویل قرآن کا مطلب ہے ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ'' کے ضمن میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ . قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا؟ قَالَ: جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ)... اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے یہ زیادہ کہتے تیرے لیے پاکیزگی اور حمد ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کلمات جو آپ نے کہنا شروع کر دیئے ہیں یہ کیا ہیں فرمایا میرے لیے میری امت میں ایک علامت بنائی گئی کہ جب وہ دیکھوں میں یہ کہوں (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ آخر تک)۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرَى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا: (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ. (وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ کہنا زیادہ شروع کر دیا' آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے یہ کلمات سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ زیادہ کہنے شروع کر دیئے ہیں فرمایا میرے رب نے مجھے میری امت میں ایک علامت کی خبر دی کہ جب میں وہ دیکھوں میں یہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ کہنا زیادہ کردوں اور میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔ اس سورہ میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو گروہ در گروہ دین میں داخل ہو رہے ہیں پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور مغفرت چاہو بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۱۱۱۴، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم، کتاب الصلاة، ص۲۷۵، رقم: ۱۰۷۶، الدعوات الکبیر للبیهقی، باب الحث علی ذکر والتسبیح والتکبیر والتهلیل، ص۸۱، رقم: ۱۳۶، کتاب الزهد لابن مبارک، باب فضل ذکر الله عزوجل، ص۳۹۸، رقم: ۱۱۳۰، المسند الجامع لابی الفضل النوری، کتاب الذکر والدعاء، ج۵ص۱۲۷، رقم: ۱۷۰۵۴)

شرح حدیث: فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری

قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان وشوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہوکر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔(السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ،غزوۃ خیبر، ج ۳،ص ۷۴، ماخوذاً)

مکہ پر حملہ

غرض ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پرانوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر مین شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی ہو۔بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم روزہ دار تھے جب آپ مقام کدید میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کردیا۔(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳،ص ۳۹۵، ۳۹۷)

تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر مغفر تھا۔آپ کے ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔اس شان وشوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہوگیا۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہو اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ نبوت ہے۔اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز ونیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳،ص ۴۴۲، ۴۴۴)

مکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع وسجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج ۳، ص ۱۰۴)

انصار کو فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ڈر

انصار نے قریش کے ساتھ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کریمانہ حسن سلوک کو دیکھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دنوں تک مکہ میں ٹھہر گئے تو انصار کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مکہ میں اقامت فرمالیں اور ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور ہو جائیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انصار کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! اے انصار! اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب تعظیم الاصنام، ص ۴۷۵)

اب تو ہماری زندگی اور وفات تمہارے ہی ساتھ ہے۔

یہ سن کر فرط مسرت سے انصار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم لوگوں نے جو کچھ دل میں خیال کیا یا زبان سے کہا اس کا سبب آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبہ عشق ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کا تصور ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۵۹)

(115) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - تَابَعَ الْوَحْیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰی تُوُفِّیَ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْیَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

چوتھی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ پر آپ کی وفات سے پہلے مسلسل وحی فرمائی چنانچہ وحی کی بہت کثرت کے دور میں آپ نے وفات پائی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، ج ۲ ص ۲۸۲، رقم: ۴۹۸۲، صحیح مسلم، باب فی حدیث الهجرة ویقال له حدیث الرجل، ج ۲ ص ۹۳۸، رقم: ۷۷۰۹، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف نزول القرآن، ج ۵ ص ۳، رقم: ۷۹۸۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۴ ص ۲۳۶، رقم: ۱۳۵۰۴، مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالك، ج ۲ ص ۲۸۰، رقم: ۶۳۳۸)

شرح حدیث: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الهادی خزائن العرفان

میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع میں بمقامِ منیٰ نازل ہوئی اس کے بعد آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسّی ۸۰ روز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں تشریف رکھی پھر آیۃ الکلالۃ نازل ہوئی اس کے بعد حضور پچاس روز تشریف فرما رہے پھر آیت وَاتَّقُوْا يَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ نازل ہوئی اس کے بعد حضور اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سورت سن کر اسی خیال سے روئے، اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے اس بندہ نے لقائے الٰہی اختیار کی، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ پر ہماری جانیں، ہمارے مال، ہمارے آباء، ہماری اولادیں سب قربان۔ (خزائن العرفان)

(116) اَلْخَامِسُ: عن جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پانچویں حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی اُسی کام پر اُٹھایا جائے گا، جس پر وہ مرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالٰی عند الموت، ج ۲ص۸۶۵، رقم: ۴۲۱۳، مستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، ج ۱ص۴۵۵، رقم: ۱۲۵۹، صحيح ابن حبان، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۶ص۳۰۴، رقم: ۴۲۱۳، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۱ص۶۸۶، رقم: ۱۹۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۳ص۳۶۶، رقم: ۱۴۹۸۴)

شرح حدیث: ملائکہ کے بڑے بڑے لشکر

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! سوال کرو۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ (عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! کیا موت کا وقت قریب آگیا؟ ارشاد فرمایا: موت کا وقت قریب آگیا اور بہت قریب آگیا۔ عرض کی: یارسول اللہ (عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مبارک ہو جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ کاش! میں جانتا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماوٰی، عرشِ اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف، پھر خوشگوار زندگی سے ملنے والے حصے کی طرف۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلَّم کو غسل کون دے گا؟ ارشاد فرمایا: میرے گھر کے مَردوں میں سے سب سے قریب تر۔ عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟ فرمایا: میرے انہی کپڑوں میں اور یمنی چادر اور مصری سفید کپڑوں میں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر نماز کا طریقہ کیا ہوگا؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور ہم بھی رو دیئے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بس کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ جب تم مجھے غسل وکفن دے چکو تو مجھے میرے اسی حجرہ میں چارپائی پر رکھ دینا اور چارپائی قبر کے کنارے رکھ کر کچھ دیر کے لئے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب عَزَّ وَجَلَّ دُرود (یعنی رحمت) بھیجے گا۔ خود ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔

پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرشتوں کو مجھ پر دعائے رحمت کی اجازت دے گا۔ تمام مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ پر نماز پڑھیں گے (یعنی دعائے رحمت کریں گے)، پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پڑھیں گے۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام ملائکہ کے بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے۔ پھر تم مجھ پر گروہ در گروہ آنا اور خوب سلام پیش کرنا اور چیخ وپکار اور رونے دھونے سے مجھے اذیت نہ پہنچانا۔ اور تم میں سے جو امام ہو وہ ابتداء کرے پھر میرے اہلِ بیت کے قرابت دار پھر خواتین کا گروہ اور پھر بچوں کا گروہ۔ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قبرِ اقدس میں کون اُتارے گا؟ ارشاد فرمایا: میرے اہلِ بیت کے قریبی لوگ اور ان کے ساتھ بے شمار ملائکہ ہوں گے، تم ان کو نہ دیکھ سکو گے مگر وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اُٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو سلام پہنچادو۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، ج۵، ص۲۱۹)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا حزن وملال

جب حضور پُرنور، شافعِ یومُ النشور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پردہ فرمایا تو لوگ مسجد میں جمع ہوگئے اور غم والم سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے اور دُنیا تاریک ہوگئی۔ حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارنے لگے: وَا نَبِیَّاہْ! اے میرے جلیل القدر نبی! حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فریاد نکلی: وَا اَبَتَاہْ! اے میرے عظیم باپ! حضرت سیِّدُنا حسن وحضرت سیِّدُنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدا لگائی: وَا جَدَّاہْ! اے ہمارے جدِ کریم! اور ہر مسلمان نے غم والم میں ڈوب کر کہا: وَا حُزْنَاہْ! ہائے! ہمارا رنج والم!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پُرملال پر شدّتِ غم سے خلفائے راشدین امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیلِ اَشک رواں ہوگیا۔

13- بَابٌ فِيْ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ

بھلائی کے راستوں کی کثرت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة:215).

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم جو بھلائی کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللهُ)(البقرة:197)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم جو بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ) (الزلزال: 7).

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے ذرّہ کے وزن برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

شرح: حضرتِ صدر الاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مومن و کافر کو روزِ قیامت اس کے نیک و بداعمال دکھائے جائیں گے مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کردی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہوچکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔ اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کار آمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ) (الجاثية:15)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے صالح عمل کیا وہ اس کے اپنے لیے ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ۔

اس باب میں آیات بکثرت ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَنَذْكُرُ طَرَفًا مِّنْهَا:

اور احادیث بہت زیادہ ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہم اس میں سے کچھ بیان کردیتے ہیں۔

(117) اَلْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ. قُلْتُ: اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا. قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پہلی حدیث: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! سب سے زیادہ فضیلت والا عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد' میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے ؟ فرمایا: جو اپنے مالکوں کی نظر میں زیادہ نفیس اور زیادہ قیمتی ہو میں نے عرض کیا: اگر میں یہ نہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا: کسی کام والے کی مدد کر یا انجان کا کام کر دے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اگر میں کسی عمل سے کمزور ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا: اپنا شر لوگوں سے روک یہ تیرا اپنے آپ پر صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

اَلصَّانِعُ بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ، وَرُوِيَ ضَائِعًا بِالْمُعْجَمَةِ: اَيْ ذَا ضِيَاعٍ مِنْ فَقْرٍ اَوْ عِيَالٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَالْاَخْرَقُ: اَلَّذِيْ لَا يُتْقِنُ مَا يُحَاوِلُ فِعْلَهُ.

الصانع: صاد مہملہ کے ساتھ یہی مشہور بھی ہے اور ضائعًا: بھی روایت کیا گیا ہے۔ ضاد معجمہ کے ساتھ' یعنی فقر یا اہل وعیال کی وجہ سے حاجت مند ہونا۔ الاخرق: جو اپنا کام اچھی طرح نہ کر سکتا ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۴۴، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ ص ۱۴۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل النیابہ عمن لا یہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۶۷۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: ایک عابد کی سخاوت اور یقین کامل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اُون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے۔

حسب معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اُون کی رسیاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسیاں بک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم

دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔

چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کر لیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کر دی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھا لیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوراخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو کر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کر سکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے

دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہو رہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے بہر حال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد کرتا ہے۔ دوسروں کا خیر خواہ کبھی نامراد نہیں ہوتا، جو کسی پر رحم کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر رحم کرتا ہے، اور صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے اور جو لوگ مال کی محبت دل میں نہیں بٹھاتے وہی لوگ سخاوت جیسی نعمت سے حصہ پاتے ہیں۔ جو شخص اللہ عزوجل سے اُمید واثق رکھے اللہ عزوجل اس کو کبھی رُسوا نہیں فرماتا۔) اس حکایت میں ایک نیک شخص کی سخاوت اور یقین کامل کی عظیم مثال موجود ہے کہ اس نے ایک سائل کو آدھا مال دینا منظور کر لیا اور دوسرا یہ کہ خود اپنے لئے کھانے کی شدید حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اپنا حصہ اپنے دوسرے حاجت مند بھائی کو دے دیا، پھر اللہ عزوجل نے بھی اسے ایسا نوازا اور ایسی جگہ سے رزق عطا کیا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر وقت اپنی رحمتِ کاملہ کا سایہ عطا فرمائے رکھے اور سخاوت وایثار اور یقینِ کامل کی عظیم نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔

محبوب سے ملاقات کا وقت قریب آ گیا

حضرت سیدنا عبد الملک بن عمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے بتایا: ہم تین بھائی تھے اور ہم میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ روزے رکھنے والا ہمارا منجھلا (یعنی درمیانہ) بھائی تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے دونوں بھائیوں کو چھوڑ کر ایک جنگل کی طرف نکل گیا، پھر جب میں واپس گھر پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ میرا وہی عبادت گزار بھائی مرض الموت میں مبتلا ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ لوگوں نے اُسے ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ میں اس کے لئے کفن لینے چلا گیا، جب کفن لے کر آیا تو یکا یک میرے اس مردہ بھائی کے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا۔ اس نے مجھے مسکراتے ہوئے سلام

کیا۔ میں نے بڑی حیرانگی کے عالم میں جواب دیا اور اس سے پوچھا: اے میرے بھائی! کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا؟ اس نے کہا: جی ہاں! الحمدللہ عزوجل میں دوبارہ زندہ ہو چکا ہوں، اور تم سے جدا ہونے کے بعد میں اپنے ربّ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا، میرا ربّ عزوجل مجھ سے بہت خوش ہے، اور وہ پاک پروردگار عزوجل مجھ سے ناراض نہیں۔ اس نے مجھے سبز رنگ کے ریشمی حُلّے عطا فرمائے، اور میں نے اپنا معاملہ تمہارے معاملے سے بہت آسان پایا لہٰذا تم نیک اعمال کی طرف خوب رغبت کرو اور سستی بالکل نہ کرو، اور (موت) سے بے خبر نہ رہو۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد الحمدللہ عزوجل میری ملاقات، میری حسرتوں کے محور حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ہوئی، انہوں نے کرم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تک تم نہیں آؤ گے میں تمہاری (قبر) سے نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا تم میری تجہیز و تکفین میں جلدی کرو اور بالکل دیر نہ کرو، قبر میں میری ملاقات حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ہو گی۔ بقول شاعر:

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں — گر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب تو پائے ناز سے میں اے فرشتو! کیوں اٹھوں — مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلرُبا کے واسطے

پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، اور اس کی روح اس طرح آسانی سے اس کے بدن سے نکلی جیسے کوئی کنکر جب پانی میں ڈالا جاتا ہے تو آسانی سے تہہ میں اتر جاتا ہے۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی — جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

جب یہ واقعہ اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی اور فرمایا: ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ اس اُمت میں ایک شخص ایسا ہو گا جو مرنے کے بعد بات کریگا۔

حضرت سیدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں: میرا وہ بھائی سخت سردی کی راتوں میں بہت زیادہ قیام کرتا، اور سخت گرمیوں کے دنوں میں ہم سے زیادہ روزے رکھتا تھا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(118) اَلثَّانِي: عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَيْضًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَّكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَّكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَّكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَّاَمْرٌ

دوسری حدیث: یہ بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ (کی سلامتی) پر صدقہ ہے ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے ہر لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا

بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَّيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلسُّلَامٰى بضم السين المهملة وَتخفيف اللام وفتح الميم: المفصل.

صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا ان سب سے کفایت کرتا ہے۔ سلامٰی سین مہملہ پر پیش کے ساتھ اور لام غیر مشدد کے ساتھ اور میم کے فتح کے ساتھ جوڑوں کو کہتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج ۱ ص ۴۵۸ رقم: ۱۷۰۴، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج ۵ ص ۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۳، مسند ابوعوانه، بیان ثواب صلاة الضحی، ج ۲ ص ۹، رقم: ۲۱۲۱، معجم لابن عساکر، ص ۳۱۱، رقم: ۱۰۷۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ابوالاسود الدئلی، ج ۲ ص ۷۹۸، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: ہر نیک عمل صدقہ ہے

حضرتِ سیدنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں پوشیدہ صدقہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے اور ہر نیک عمل صدقہ ہے اور جو لوگ دنیا میں نیکوکار ہیں وہی آخرت میں بھی نیکوکار ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں گنہگار ہیں آخرت میں بھی گنہگار ہوں گے اور نیکوکار لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۵، ج ۸، ص ۲۶۱)

چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سامال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ غزوہ تبوک کیلئے گیا۔ ایک دن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ: جو شخص سورج کے بلند ہونے تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہے پھر اٹھ کر کامل وضو کرے اور دو رکعتیں ادا کرے تو اس کے گناہ ایسے معاف کر دیئے جائیں گے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

(مسند ابی یعلی، رقم ۱۷۵۷، ج ۲، ص ۱۸۰)

نمازِ چاشت کی فضیلت

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حُضُورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو چاشت کی دو رَکعتیں پابندی سے ادا کرتا ہے اس کے گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (سُنَن ابن ماجہ، ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴ حدیث ۱۳۸۲) نمازِ چاشت کا وَقت: اس کا وَقت آفتاب بُلند ہونے سے زَوال یعنی نصفُ النَّہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ (بہارشریعت، حصہ ۴ ص ۲۵) نمازِ اِشراق کے فوراً بعد بھی چاہیں تو نمازِ چاشت پڑھ سکتے ہیں۔

(119) اَلثَّالِثُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِي مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَوَجَدْتُّ فِي مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةُ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تیسری حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے میں نے ان کے اچھے اعمال میں "تکلیف دہ چیز کو راہ سے دور کرنا" پایا اور برے اعمال میں میں کھنگار "جو مسجد میں ہو اور اس کو دفن نہ کیا گیا" کو پایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، ج ۱ص۲۷۷، رقم: ۱۲۶۱، الادب المفرد للبخاری، باب اماطۃ الاذی، ص۹۰، رقم: ۲۳۰، الاداب للبیھقی، باب النھی عن البصاق فی المسجد، ص۲۲۶، رقم: ۳۷۲، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ص۸۲، رقم: ۳۹۱۶، مسند امام احمد، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۵ص۱۸۰، رقم: ۲۱۶۰۷)

شرح حدیث: تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ لوگوں کے ہر جوڑ پر ہر اس دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ایک صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کی مدد کے لئے اسے اپنی سواری پر سوار کرنا یا اس کا سامان اپنی سواری پر لادنا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کے لئے ہر قدم چلنے پر صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب من اخذ بالرکاب ونحوہ، رقم ۲۹۸۹، ج ۲، ص ۳۰۶ بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کو سواری پر سوار

ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کیلئے چلنے میں ہر قدم پر صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔

(مسلم، کتاب زکوۃ، بیان ان اسم صدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، رقم ۱۰۰۹، ص ۵۰۴)

ہر وہ تکلیف دہ چیز مثلاً کانٹا، شیشہ، ٹھوکر کی چیزیں جس سے چلنے والوں کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو راستوں سے ہٹا دینا بہت معمولی کام ہے لیکن یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اِس قدر پسند ہے کہ وہ اس کی جزا میں اپنے فضل و کرم سے جنت عطا فرما دیتا ہے۔

آج کل کے مسلمان اس عمل صالح کی عظمت اور اِس کے اجر و ثواب سے بالکل ہی غافل ہیں۔ بلکہ اُلٹے راستوں میں تکلیف کی چیزیں ڈال دیا کرتے ہیں۔ مثلاً عام طور پر لوگ کیلا کھا کر اُس کا چھلکا ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پھینک دیا کرتے ہیں۔ گاڑی آنے پر مسافر بدحواس ہو کر ٹرین میں چڑھنے کے لئے دوڑتے اور کیلے کے چھلکوں پر پاؤں پڑ جانے سے پھسل کر گر جاتے ہیں اور بعض شدید زخمی ہو جاتے ہیں اسی طرح ہڈیاں اور شیشے کے ٹکڑے عام طور پر لوگ راستوں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ اِن حرکتوں سے مسلمان کو بچنا چاہیے بلکہ راستوں میں کوئی تکلیف دہ چیز اگر نظر پڑ جائے تو اس کو راستوں سے ہٹا دینا چاہیے اِن شاء اللہ تعالیٰ اگر یہ عمل مقبول ہو گیا تو جنت ملے گی۔

مسجد کی صفائی

حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، جو مسجد سے تکلیف دہ چیز نکالے گا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب تطہیر المساجد، رقم ۷۵۷، ج ۱، ص ۴۱۹)

حضرت سیدنا عُبید بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ شریف میں ایک عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو اس کے بارے میں خبر نہ دی گئی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر کے قریب سے گزرے تو دریافت فرمایا، یہ کس کی قبر ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، ام مِحْجن کی۔ فرمایا، وہی جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی قبر پر صف بنانے کا حکم دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر اس عورت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو نے کون سا کام سب سے افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا یہ سن رہی ہے؟ ارشاد فرمایا، تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے میرے سوال کے جواب میں کہا، مسجد کی صفائی کو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصلوۃ، الترغیب فی تنظیف المساجد وتطہیر ھا الخ، رقم ۴، ج ۱، ص ۱۲۲)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک عورت مسجد سے گرد وغبار صاف کیا کرتی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو اس کی تدفین کی خبر نہ دی گئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو مجھے خبر دے دیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا کہ میں اسے مسجد سے گرد وغبار صاف کرنے کی وجہ سے جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۱۶۰۷، ج ۱۱، ص ۱۹۰)

(120) اَلرَّابِعُ: عَنْهُ: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ. قَالَ: اَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ بِهٖ: اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً، وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ: اَرَاَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلدُّثُوْرُ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْاَمْوَالُ وَاحِدُهَا: دَثْرٌ.

چوتھی حدیث: انہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مالوں والے ثواب لے گئے جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی نماز پڑھتے ہیں' وہ بھی روزے رکھتے ہیں' جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد مالوں کے ساتھ صدقہ کرتے ہیں۔ فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نہیں بنایا جس سے تم صدقے کا ثواب پاسکو بلاشبہ ہر تسبیح صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے تم میں ہر ایک کی شرم گاہ میں صدقہ ہے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس کو ثواب ملے گا تو آپ نے فرمایا: تم یہ بتاؤ کہ اگر وہ اس کو حرام میں رکھتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا اسی طرح جب اس کو حلال میں رکھے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔ (مسلم) الدّثور: ثاء مثلثہ کے ساتھ مال کو کہتے ہیں' اس کی واحد دثر ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان واکملھا ثمان، ج ۱ ص ۴۵۸، رقم: ۱۶۷۴، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج ۱ ص ۳۱۹، رقم: ۸۳۸، سنن الکبری للبیھقی، باب ذکر من رواھا رکعتین، ج ۳ ص ۴۷، رقم: ۵۰۹۵، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۳۹۱۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع السابع فی صلاۃ الضحی، ج ۲ ص ۲۲۵، رقم: ۴۱۱۴)

شرح حدیث: نفلی صدقہ کے فضائل پر احادیثِ طیّبہ:

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنایا اللہ عزَّ وَجَلَّ اسے جنتی لباس پہنائے گا اور جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ عزَّ وَجَلَّ اسے جنتی پھل کھلائے گا اور جس نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ عزَّ وَجَلَّ اُسے مہر لگی ہوئی پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، الحدیث ۱۶۸۲، ص ۱۳۴۸ حللبد لمختصر)

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسعود کِندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو شخص دن یا رات کو صدقہ کرتا ہے تو وہ سانپ یا بچھو کے کاٹنے، گِر کر مرنے یا اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے: صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے سبقت نہیں لے جا سکتی۔ (السنن الکبرٰی للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب فضل من اصبح صائما۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۸۳۱، ج ۴، ص ۳۱۸)

بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: بندہ صَدَقہ کرتا ہے اور بلاء نازل ہو رہی ہوتی ہے تو صَدَقہ اوپر بلند ہوتا ہے، ان دونوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے، نہ بلاء صَدَقہ پر غلبہ پا سکتی ہے نہ صَدَقہ بلاء پر۔ جب تک اللہ عزَّ وَجَلَّ چاہے دونوں زمین وآسمان کے درمیان ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، اللہ عزَّ وَجَلَّ (قیامت کے دن) فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے نہ پلایا۔ میں نے تجھ سے کپڑے طلب کئے تو نے مجھے نہ دیئے۔ تو بندہ عرض کریگا: اے میرے رب عزَّ وَجَلَّ! وہ کیسے؟ اللہ عزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: تیرے قریب سے فلاں بھوکا اور فلاں ننگا گزرا تھا مگر تُو نے اپنے مال میں سے کوئی چیز اُسے نہ دی، آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جیسا کہ تو نے روک لیا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل عیادۃ المریض، الحدیث ۲۵۶۹، ص ۱۱۲۸، مختصرا)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج ۶، ص ۱۲۶ مفہوما)

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش

خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج ۷، ص ۳۷۱)

ایک لُقمہ صدقہ کرنے کی برکت

حضرتِ سیِّدُ نا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: ایک عورت کھانا کھا رہی تھی اتنے میں سائل نے صدا لگائی: مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے کھانا کھلاؤ۔ عورت کے پاس صرف ایک لقمہ بچا تھا جیسے ہی اس نے منہ کھولا سائل نے دوبارہ صدا لگائی۔

ہمدرد و نیک عورت نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہی عورت اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہی تھی کہ راستے میں ایک شیر اس کا بچہ چھین کر لے گیا۔ ابھی شیر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور شیر کی طرف بڑھا، پھر شیر کے دونوں جبڑے پکڑ کے پھاڑ ڈالے اور بچہ اس کے منہ سے نکال کر عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا: لقمے کے بدلے لقمہ۔ یعنی تو نے جو ایک لقمہ سائل کو کھلایا تھا اس کی برکت سے تیرا بچہ شیر کا لقمہ بننے سے بچ گیا۔

حضرتِ سیِّدُ نا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کے منہ میں لقمہ تھا اتنے میں سائل نے صدا لگائی اس نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی، جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اسے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا عورت اس بھیڑیئے کے پیچھے بھاگتی ہوئی پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیئے سے بچہ چھین لو (اور اس کی ماں کے حوالے کردو) اور اس سے کہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لقمہ لقمے کے بدلے ہے۔

(المجالسۃ وجواہر العلم، الجزء السادس والعشرون، الحدیث ۳۶۲۲، ج ۳، ص ۲۷۷)

(121) اَلْخَامِسُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پانچویں حدیث: انہی سے روایت ہے مجھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان (کہ اسے ترک کردے) اگرچہ وہ تیرا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ج ۲ ص ۶۲۸، رقم: ۶۸۵۷، صحیح ابن حبان،

باب حسن الخلق، ج ۱ ص ۲۱۳، رقم: ۳۶۸ سنن الکبری للبیہقی، باب وجوب الصدقۃ، ج ۳ ص ۱۸۸، رقم: ۷۶۱۳، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابوجری الھجیمی، ص ۳۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی تمیمۃ الھجیمی، ج ۳ ص ۲۸۲، رقم: ۱۵۹۹۶)

شرح حدیث: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی عُیُوْنُ الْحِکَایَات میں فرماتے ہیں:

اے ابن آدم! تو ہرگز نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ جب تو اسے دارِ جزاء میں دیکھے گا تو اس نیکی کا وہاں موجود ہونا تجھے خوش کردے گا۔ اور برائی کے کسی کام کو ہرگز حقیر نہ جان! کیونکہ جب تو اسے دیکھے گا تو اس کا وہاں موجود ہونا تجھے غمناک کردے گا۔ اے ابن آدم! زمین کو اپنے قدموں تلے روندھ ڈال کیونکہ یہ تیری قبر کے قریب ہے۔

اے ابن آدم! جس وقت سے تیری ماں نے تجھے جنا اس وقت سے اب تک لگا تار تیری عمر کم ہوتی جارہی ہے۔

اے ابن آدم! تیرے لئے ایک نامہ اعمال کھول دیا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کردیئے گئے ہیں۔ ایک تیری دائیں جانب جبکہ دوسرا بائیں جانب ہے۔ اب کم اعمال کر! یا زیادہ، جب تو مرے گا تو اس نامہ اعمال کو لپیٹ کر اسے تیرے گلے میں پہنا دیا جائے گا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامہ اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

(پ 15، بنی اسرائیل: 14)

اے ابن آدم! تو ریاکاری کرتے ہوئے کوئی نیکی نہ کر اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی نیکی کو چھوڑ۔

اللہ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر

خدائے رَحمٰن عَزَّ وَجَلَّ کی رَحمت پر قُربان! وہ بے نیاز ہے۔ کس بندے کے ساتھ اُس کی کیا خُفیہ تدبیر ہے یہ کوئی نہیں جانتا کہ جب وہ نوازنے پر آتا ہے تو بظاہر بہُت ہی چھوٹے سے عَمل پر جنّت کی اعلیٰ نعمتوں سے مالا مال فرما دیتا ہے اور جب گرِفت کرنے پر آتا ہے تو کسی ایک صَغیرہ گناہ پر پکڑ لیتا ہے۔ لِھٰذا بندے کو چاہیے کہ کسی بھی نیکی کو ہرگز تَرک نہ کرے اور گناہ سے ہر صورت میں اپنے آپ کو بچائے اور ہر حال میں ربِّ ذُوالجلال عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ڈرتا رہے۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نَقْل کرتے ہیں،

رونگٹے کھڑے کردینے والی حِکایت

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اَحباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ لوگ ایک مقتول (یعنی قَتْل کئے ہوئے مُردے) کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب مقتول کی شَکل دیکھی تو ایک دم بے ہوش ہوکر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب ہوش آیا، کسی نے ماجرا دریافت کیا تو فرمایا، یہ مقتول کسی وَقت بہُت بڑا عابِد و زاھد تھا۔ لوگوں کا تجسُّس بڑھا۔ عرض کیا، یاسیِّدی! ہمیں تفصیلی واقِعہ ارشاد فرمایئے! فرمایا، یہ عابِد ایک روز

نماز کیلئے گھر سے چلا تو راستے میں ایک عیسائی لڑکی پر نظر پڑ گئی اور ایک دم اُس کے دل میں عِشق کی آگ شُعلہ زَن ہوئی اور اُس کے فِتنے میں پڑ گیا، اُس سے شادی کا مُطالبہ کیا، اُس نے شَرط رکھی کہ عیسائی ہو جاؤ۔ کچھ عرصہ عابِد نے ضَبط کیا، مگر آخِرِ کار شَہوت کے ہاتھوں لاچار ہو کر اسلام چھوڑ کر نصرانی بن گیا۔ جب اُس نے لڑکی کو آکر خبر دی تو وہ بپھر گئی اور نَفرِین (نَف۔ رِی۔ نْ) کرتے ہوئے کہا، او بدنصیب! تیرے اندر کوئی بھلائی نہیں، تو نے اپنے دین سے وَفا نہیں کی تو کسی اور کے ساتھ کیا وفا کریگا! بدبخت! تُو نے شَہوت سے بدمست ہو کر عمر بھر کی عبادت و ریاضت بلکہ اپنا دین تک داؤ پر لگا دیا! لے سُن! تُو اسلام سے پھر کر مُرتَد ہو چُکا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو چکی ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے سُورۃُ الْاِخْلاص کی تِلاوت کی، کسی سُننے والے نے حیرت سے پوچھا، یہ تجھے کیسے یاد ہو گئی؟ کہنے لگی، دراَصل بات یہ ہے کہ خواب کے اندر میں جہنَّم میں داخِل ہونے لگی، اچانک ایک صاحِب وہاں آگئے اور مجھے تسلّی دیتے ہوئے کہنے لگے، ڈرو مت، تمہاری جگہ اُسی شخص کو فِدیہ بنا دیا گیا ہے۔ اتنے میں یہ عاشِقِ ناشاد و نامُراد میری جگہ جہنَّم میں جانے کیلئے آگیا۔ پھر وہ صاحِب مجھے جنّت میں لے گئے وہاں میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا،

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (پ ۱۳ الرّعد ۳۹)

ترجَمہ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

پھر اُنہوں نے مجھے سُورَۃُ الْاِخْلاص یاد کروائی، جب میں بیدار ہوئی تو یہ مجھے یاد ہو چکی تھی۔

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا، وہ خوش نصیب لڑکی تو مسلمان ہو گئی لیکن بدنصیب عابِد شَہوت سے مَغلُوب ہو کر مُرتَد ہونے کے بعد آج قتل کر دیا گیا۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے عافیت کا سُوال کرتے ہیں۔ (بَحرُ الدُّموع الفصل السادس عشر ص ۷۶)

(122) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَّتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ، فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَّبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَّتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا،

چھٹی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ہر جوڑ پر ہر سورج نکلنے کے دن میں صدقہ کرنا لازم ہے، تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے آدمی کو جانور کے بارے مدد دے کہ اس کو اس پر سوار کرے یا کچھ سامان اٹھا کر دے صدقہ ہے پاکیزہ بات کرنا صدقہ ہے ہر قدم جس سے نماز کی طرف چلو صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) مسلم میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّهٗ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مِّفْصَلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ، وَسَبَّحَ اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ، اَوْ شَوْكَةً، اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ، اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ، اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ، عَدَدَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ فَاِنَّهٗ يُمْسِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ۔

نے فرمایا: اولاد آدم میں ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہے، جس نے اللہ کی بڑائی بیان کی، اللہ کی تعریف کی، توحید بیان کی، تسبیح بیان کی، اللہ سے مغفرت طلب کی، لوگوں کے راستے سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو دور کیا، نیکی کا حکم دیا، یا برائی سے روکا اور سب کاموں کی تعداد اس دن تین سو ساٹھ پوری کر لی تو اس دن وہ جہنم سے آزاد ہو کر چلتا پھرتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاح بين الناس والعدل بينهم، ج ۲ ص ۳۸۷، رقم: ۲۷۰۷، صحیح مسلم، باب بيان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۲۳۸۲_۲۳۷۷، صحیح ابن خزیمه، باب ذكر كتابة الصدقة، ج ۱ ص ۵۷۳، رقم: ۱۴۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضى الله عنه، ج ۲ ص ۳۱۶، رقم: ۸۱۶۸، تقريب السانيد وترتيب المسانيد للعراقى، باب صلاة الجماعة والمشى اليها صلاة الضحى، ص ۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان کی اس لیے قید لگائی تا کہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام۔ ہمارے یہ جوڑ انگلی کے پوروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے تو زندگی دشوار ہو جائے، قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اس کے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات اور ورد و وظیفہ سب ہی آ گئے۔ مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی۔ عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اس کا ثواب باقی اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا اور برے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے ان سب کا ثواب اسے ملے گا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا۔ اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادات کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کر لیے اس روز اپنے کو آگ سے دور کر لیا۔ جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے اس کے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہو گیا جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۲۳)

نیکی کی دعوت دینے والے خوش نصیب

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تورات شریف میں حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جس نے نیکی کا حکم دیا، برائی سے منع کیا اور لوگوں کو میری اطاعت کی طرف بلایا تو اسے دنیا اور قبر میں میرا قرب اور قیامت کے دن میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۷۷۱۶، ج۶، ص۳۶)

(123) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلنُّزُلُ: اَلْقُوْتُ وَالرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ.

ساتویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو صبح یا شام کو مسجد کی طرف گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں میزبانی تیار فرماتا ہے جب بھی یہ صبح کے وقت چلے یا شام کو۔ اَلنُّزُلُ: مہمان کے لئے جو کھانا وغیرہ تیار کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من غدا الی المسجد وراح، ج ا ص ۲۳۵، رقم: ۶۳۱، صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات، ج ا ص ۶۳۲، رقم: ۱۵۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج ۳ ص ۶۲، رقم: ۵۱۶۹، مستخرج ابو عوانۃ، باب بیان ثواب، ج ا ص ۳۱۱، رقم: ۸۷۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما جاء فی الزوم المساجد، ج ۷، ص ۱۱۵، رقم: ۳۴۶۱۱)

شرح حدیث: فجر اور عشاء کی نماز کی اہمیت

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے، اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے، اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، رقم ۶۵۷، ج ۱، ص ۲۳۵)

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں

سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگر چہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹ ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولھا، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

اندھیری رات میں مسجد کو جانے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمدورفت رکھنے والوں کو نور کے منبروں کی بشارت دے دو، جب لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے تو یہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۷۶۳۳، ج ۸، ص ۱۴۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمدورفت رکھنے والے اللہ عزوجل کی رحمت میں غوطے لگاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلوۃ، رقم ۷۷۹، ج ۱، ص ۴۲۹)

امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تاریک رات میں مسجد کی طرف چلنے کو جنت واجب کرنے والا عمل سمجھا کرتے تھے۔

مسجد سے محبت

حضرتِ سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل کے گھروں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۲۵۰۲، ج ۲، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو

عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، جو مسجد سے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المساجد، رقم ۲۰۳۱، ج ۲، ص ۱۳۵)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، رقم ۸۰۰، ج ۱، ص ۴۳۸)

(124) اَلثَّامِنُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ: اَلْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ قَالَ: وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ.

آٹھویں حدیث: انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی (اسے تحفے میں دینا) ہو۔ (متفق علیہ) جوہری کہتے ہیں: فرسن اصل میں اونٹ کے کھر سے خاص ہے، جس طرح حافر دوسرے جانوروں کے لئے لیکن فرسن کا لفظ بعض اوقات بکری کے کھر کے لئے بھی بطور استعارہ استعمال ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ج ۲ ص ۱۵۳، رقم: ۲۵۶۶، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل، ج ۲ ص ۲۹۳، رقم: ۲۴۲۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۶۴، رقم: ۵۸۱، الاداب للبیھقی، باب فی الھدیۃ، ص ۴۴، رقم: ۸۰، الاحاد والمثانی، من اسمہ أم الضحاک بنت مسعود، ص ۱۱۴۰، رقم: ۳۴۷۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے تو نہ اسے واپس کردو اور نہ اسے نگاہ حقارت سے دیکھو بلکہ خوشی سے قبول کرو کہ اس کا دل خوش ہوجائے اللہ تعالیٰ اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ ہچکچائے جو کچھ جُڑے بنے دیتی رہے کہ ہدیوں سے محبتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لیے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لیے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی ردّ نہیں فرماتے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۸)

دل خوش کرنے کی فضیلت

مسلمان کا دل خوش کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے چنانچہ شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال، محبوبِ ذوالجلال عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جوشخص کسی مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس خوشی سے ایک فرِشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت اور توحید بیان کرتا ہے۔ جب وہ بندہ اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرِشتہ اس کے پاس آکر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ فرِشتہ کہتا ہے کہ میں وہ خوشی کی شکل ہوں جسے تو نے فُلاں مسلمان کے دل میں داخِل کیا تھا، اب میں تیری وَحشت میں تیرا مونس ہوں گا اور سُوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا اور روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا اور تیرے لئے تیرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنّت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔ (اَلتَّرغیب وَالتَّرہیب ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۲۳)

تحفہ دینے والے کے آداب

جسے تحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مدِ نظر رکھے، اس کے تحفے کو قبول کرلیا جائے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، جب تحفہ لینے والے سے ملاقات کرے تو اس کا شکریہ ادا کرے، اور اسے کلی اختیارات دے دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔

تحفہ لینے والے کے آداب

(تحفہ لینے والے کو چاہیے کہ) تحفہ ملنے پر خوشی کا اظہار کرے اگرچہ وہ کم قیمت کا ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جب وہ آئے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ جب قدرت حاصل ہو تو یہ بھی اپنے محسن کو تحفہ وغیرہ دے۔ جب موقع ملے اس کی تعریف کرے، اس کے سامنے عاجزی نہ کرے، اس سے احتیاط برتے کہ کہیں اس کی محبت میں ایمان نہ چلا جائے، دوبارہ اس سے تحفہ وغیرہ حاصل کرنے کی حرص و طمع نہ کرے۔

(125) اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْبِضْعُ مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تُفْتَحُ۔ وَ

نویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم e نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا چند اور ساٹھ حصے ہیں ان میں سب سے زیادہ فضیلت والا لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا ہے اور کم سے کم درجہ ''راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا'' ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)
البضع: باء کے کسرہ کے ساتھ کبھی اسے فتحہ بھی دیتے

الشُّعْبَةُ: اَلْقِطْعَةُ۔ ہیں تین سے نو تک کو کہتے ہیں۔اور شعبہ کا مطلب ہے 'ٹکڑا' شاخ' حصہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب امور الایمان' ج ا ص ۱۱' رقم: ۹' صحیح مسلم' باب شعب الایمان' ج ا ص ۳۶' رقم: ۱۶۱' سنن ابوداؤد' باب فی ردالارجاء' ج ۲ ص ۶۵۴' رقم: ۴۶۷۸' سنن ابن ماجہ' باب فی رد الارجاء' ج ۲ ص ۶۳۰' رقم: ۴۶۷۶' صحیح ابن حبان' باب فرض الایمان' ج ا ص ۶۷' رقم: ۱۶۶)

شرح حدیث: حیاء ایمان کی شاخ

صاحبِ مرقاۃ نے حیاء کی یہ تعریف کی ہے:

وَهُوَ خُلُقٌ يَمْنَعُ الشَّخْصَ مِنَ الْفِعْلِ الْقَبِيْحِ بِسَبَبِ الْاِيْمَانِ (مرقاۃ المفاتیح تحت الحدیث ۵، ج ا، ص ۱۴۰)

یعنی حیاء وہ عادت ہے کہ آدمی کو برے کاموں سے ایمان کے سبب سے روک دے۔ایمانی حیاء ایک بہت ہی بلند مرتبہ خصلت ہے جو جنت میں لے جانے والے بہت سے اعمال کا دارومدار ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ حیاء ایمان کی شاخوں میں سے ایک بہت بڑی شاخ ہے کیونکہ جس مؤمن میں ایمانی حیاء ہوگی وہ تمام گناہوں کے کاموں سے بچتا رہے گا پھر اس کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بہر حال حیاء جنت میں لے جانے والی خصلت ہے اس لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو ایمانی حیاء کی دولتِ لازوال سے مالا مال فرمائے۔

اب رہا یہ سوال کہ آخر حیاء ایمان کی بہت بڑی شاخ اور بہت ہی اہم خصلت کیوں کر اور کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعمالِ اسلام کی دو ہی قسمیں ہیں اوامر ونواہی یعنی اچھے کاموں کو کرو اور برے کاموں کو مت کرو اور ظاہر ہے کہ جس مسلمان میں حیاء کی صفت ہوگی وہ تمام برے کاموں سے باز رہے گا تو گویا حیاء ایمان کی ایک ایسی خصلت ہوگی کہ اس کی وجہ سے بہت سی ایمانی خصلتیں پائی جائیں گی اس لیے یہ بلاشبہ درخت ایمان کی شاخوں میں سے نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑی شاخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

راستے سے تکلیف دہ چیز

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستے سے ایذا پہنچانے والی چیز ہٹادی اسکے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کے لئے اللہ عزوجل کے پاس ایک نیکی لکھی جائے تو اللہ عزوجل اس نیکی کے سبب اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔
(المعجم الاوسط، رقم ۳۲، ج ا، ص ۱۹)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، مجھ پر میری امت کے اچھے

بُرے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی پایا اور برے اعمال میں مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو بھی پایا جسے دفن نہ کیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن البصاق فی المسجد، رقم ۵۵۳، ص ۲۷۹)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرمادی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹادوں گا تا کہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل کردیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل ازالۃ ... الخ، رقم ۱۹۱۴، ص ۱۴۱۰)

(126) اَلْعَاشِرُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَّلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ: فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دسویں حدیث: انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دوران کہ آدمی راہ پر چل رہا تھا اسے سخت پیاس لگی پھر اس کو کنواں ملا اس نے اتر کر پانی پیا جب نکلا تو ایک کتا پیاس سے زبان لٹکائے کیچڑ چاٹ رہا تھا اس آدمی نے کہا جس طرح مجھ پر پیاس کی شدت تھی اسی طرح اس کتے کو بھی شدت کی پیاس لگی ہے پھر اس نے کنویں میں اتر کر اپنے موزے کو پانی سے بھرا اور منہ سے پکڑ کر باہر لا کر کتے کو پلا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس کو بخش دیا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہمیں چوپایوں کے بارے میں ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر و ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر عطا فرمایا اس کو بخش دیا اور اس کو جنت میں

داخل فرمایا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: بَیْنَمَا كَلْبٌ یُّطِیْفُ بِرَكِیَّةٍ قَدْ كَادَ یَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْهُ بَغِیٌّ مِّنْ بَغَایَایَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهٗ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے ایک کتا ایک کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا شدت پیاس سے قریب المرگ ہو رہا تھا اس کو بنی اسرائیل کی زنا کا عورتوں میں سے کسی نے دیکھ لیا اس نے موزہ اتار کر اس کے ساتھ پانی کھینچا اور اسے پانی پلا دیا اس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوگئی۔

اَلْمُوْقُ: اَلْخُفُّ۔ وَیُطِیْفُ: یَدُوْرُ حَوْلَ رَكِیَّةٍ: وَهِیَ الْبِئْرُ۔

موق: موزہ یطیف: اردگرد گھوم رہا تھا' چکر لگا رہا تھا رکیہ: کنواں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل سقی الماء، ج ۲ ص ۲۱۳، رقم: ۲۲۳۴، صحیح مسلم، باب فضل ساقی البھائم المحترمة واطعامها، ج ۲ ص ۵۴۴، رقم: ۵۹۹۶، مسند الشهاب، باب فی کل کبدمری رطبة أجر، ص ۹۹، رقم: ۱۱۳، سنن الکبریٰ للبیهقی، باب نفقة الدواب، ج ۸ ص ۱۴، رقم: ۱۶۲۳۶، سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج ۲ ص ۳۲۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: پانی صدقہ کرو

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں تو انہوں نے محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میری والدہ محترمہ وصیت کئے بغیر وفات پا گئی ہیں، اگر میں ان کی طرف سے ایصالِ ثواب کروں تو کیا وہ صدقہ انہیں نفع دے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ہاں اور تمہیں چاہیے کہ پانی صدقہ کرو۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۰۶۱، ج ۶، ص ۷۷)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۳۷، ج ۵، ص ۱۴۵)

کنواں کھدوانا

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کنواں کھدوایا اس میں

سے جو پیاسے جگر والا جن، انسان یا پرندہ پیئے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے اَجر عطا فرمائے گا۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب فی فضل المسجد۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۹۲، ج ۲، ص ۲۶۹)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھٹنے پر موجود 7 سالہ ناسور کے بارے میں پوچھا کہ میں بہت سے طبیبوں سے علاج کرا چکا ہوں تو آپ نے اسے ایسی جگہ کنواں کھدوانے کا حکم دیا جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں اور اس سے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ جیسے ہی اس سے چشمہ پھوٹے گا تمہارا خون بند ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب فی الزکاۃ، فصل فی اطعام الطعام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۸۱، ج ۳، ص ۲۲۱)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے استاذ حاکم ابو عبد اللہ صاحِبُ الْمُسْتَدْرِک کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، سال بھر علاج معالجہ جاری رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو عاجز آ کر استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں میرے لئے دعا فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی تو کافی لوگوں نے اس پر آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے مجلس میں ایک خط بڑھایا اس میں لکھا تھا کہ میں نے گھر لوٹنے کے بعد اس رات حاکم کے لئے خوب دعا کی تو خواب میں مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو گویا ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ابو عبد اللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ پھر وہ رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر حوض بنانے کا حکم دیا جب مزدور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس میں پانی بھر کر برف ڈال دی اور لوگ اس میں سے پینے لگے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ناسور ختم ہو گیا اور ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گیا اس کے بعد آپ کئی سال تک زندہ رہے۔

(المرجع السابق، ج ۳، ص ۲۲۲)

(127) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ، فَقَالَ: وَاللهِ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ، فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لهما: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطريقِ فَاَخَّرَه فَشَكَرَ اللهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ.

گیارہویں حدیث: انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا اس کا کام یہ تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے راستہ پر سے اَذیت دینے والے درخت کو کاٹا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی راہ پر درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس کو مسلمانوں کی راہ سے دور کروں گا تاکہ یہ ان کو اذیت نہ دے۔ پس اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔ صحیحین کی ایک روایت میں ہے ایک آدمی نے راہ چلتے ہوئے

راستہ کے اوپر ایک کانٹے دار ٹہنی دیکھی اس کو پیچھے کر دیا
تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر فرما کر اس کو بخش دیا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل ازالۃ عن الطریق، ج ۲ص ۶۱۲، رقم: ۶۸۳۷ الاداب للبیہقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام، ص۱۱۲، رقم: ۱۹۳ جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی اماطۃ الاذی عن الطریق، ج ۱ص ۱۱۸، رقم: ۲۲۲ مشکوۃ المصابیح، باب فضل الصدقۃ، ج ۱ص ۴۲۹، رقم: ۱۹۰۵ مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ما یستحب للمرء الصالح من ازالۃ الاذی عن الطریق، ص۲۶۱، رقم: ۴۳۲)

شرح حدیث: راستے کا کانٹا ہٹانے نے بخشش کرادی

حضرت سیّدنا منصور بن زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الموت میں مبتلاء ہوئے تو رونے لگے اور اتنا بے قرار ہوئے ، جیسے کوئی ماں اپنے بچے کی موت پر بے قرار ہوتی ہے۔لوگوں نے پوچھا، حضرت! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ آپ نے تو بڑی پاکیزہ اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کی ہے اور اَسّی برس اپنے رب تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی ہے۔

آپ نے فرمایا، میں اپنے گناہوں کی نحوست پر آنسو بہا رہا ہوں، جن کی وجہ سے میں اپنے رب تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔یہ فرما کر آپ دوبارہ رونے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا، میرے بیٹے! میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور جب میری پیشانی سے قطرے نمودار ہونے لگیں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں تو میری مدد کرنا اور کلمہ شریف پڑھنا، شاید مجھے کچھ افاقہ ہو جائے۔اور میرے مرنے کے بعد جب مجھے دفن کر دو اور میری قبر پر مٹی ڈال چکو تو وہاں سے روانہ ہونے میں جلدی نہ کرنا بلکہ میری تُربت کے سرہانے کھڑے ہو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا کہ اس سے مجھے منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے میں آسانی ہو سکتی ہے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنا، اے مالک و مولا! یہ تیرا بندہ ہے، اس نے جو گناہ کئے سو کئے، اگر تو اسے عذاب دے تو یہ اسی کا حق دار ہے اور اگر تو اسے معاف کر دے تو یہ تیرے شایان شان ہے۔پھر مجھے الوداع کہتے ہوئے واپس پلٹ آنا۔

آپ کے انتقال کے بعد بیٹے نے آپ کی وصیت پر حرف بحرف عمل کیا۔پھر اس نے دوسری رات خواب میں آپ کو دیکھا تو پوچھا، ابا جان! کیا حال ہے؟ آپ نے جواب دیا، میرے بیٹے! معاملہ تو اتنا مشکل اور سخت تھا کہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا، جب میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حساب کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے فرمایا، میرے بندے! بتاؤ، میرے لئے کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی، یا اللہ عزوجل! ساٹھ حج لایا ہوں۔جواب ملا، مجھے ان میں سے ایک بھی قبول نہیں۔یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، بتاؤ! اور کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کی، ایک ہزار درہم کا صدقہ و خیرات۔ارشاد فرمایا، ان میں سے ایک درہم بھی مجھے قبول نہیں۔میں نے کہا، یا الٰہی عزوجل! پھر تو میں ہلاک ہو گیا

اوراب میرے لئے تباہی و بربادی ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا، کیا تجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ تو اپنے گھر سے باہر کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں تو نے ایک کانٹا دیکھا اور لوگوں کو اذیت سے محفوظ رکھنے کی نیت سے وہ کانٹا راستے سے ہٹا دیا تھا، میں نے تیرا وہی عمل قبول کیا اور اس کی وجہ سے تیری بخشش کردی۔ (حکایات الصالحین، ص ۵۱)

مسلمانوں کے حقوق

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبرعَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج ۱، ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

(کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

(128) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بارہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا اور کان لگا کر سنا اور خاموش رہا اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور تین دن کے زائد بھی اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة، ج ۲ ص ۸، رقم: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد، باب فضل الجمعة، ج ۱ ص ۳۰۶، رقم: ۱۰۵۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم، کتاب الصلاة، ج ۲ ص ۴۴۸، رقم: ۱۹۳۳، تلخیص الحبیر للعسقلانی، کتاب الجمعه، ج ۲ ص ۶۷، تحت رقم: ۶۵۵، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه ابومعاویة الضریر، ج ۹ ص ۳۷۶، رقم: ۱۲۵۰۴)

شرح حدیث: نماز جمعہ کی فضیلت

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا: جمعہ کے دن تین گروہ آتے ہیں، پہلا وہ شخص جو لغو کام کرتا ہوا حاضر ہوا، اس کے لئے جمعہ میں سے یہی حصہ ہے اور دوسرا وہ شخص جو دعا مانگتا ہوا حاضر ہوا، اس نے اللہ عزوجل کو پکارا اب اللہ عزوجل چاہے تو اسے عطا فرمائے اور چاہے تو روک دے اور تیسرا وہ شخص جو خاموشی سے حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگی اور نہ ہی کسی کو ایذاء دی تو اسکی یہ نماز جمعہ اگلے جمعہ تک اور اس کے بعد تین دن کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ

ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ8، الانعام:160)

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الکلام والامام یخطب، رقم ۱۱۱۳، ج۱، ص۴۱۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارکہ سے اس ساعت کی مقدار کی کمی کی طرف اشارہ فرمایا۔

وضاحت

اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کی انتہا تک کا وقت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قرآن مجید میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟) تو میں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض

کیا، یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا، دن کی آخری ساعت۔ میں نے عرض کیا، یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

اوران کی دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جمعہ کے دن میں بارہ گھنٹے ہیں ان میں جو بندہ اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا، لہذا! جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں اسے تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ، رقم ۹۳۵، ج۱، ص۳۲۱)

نماز جمعہ چھوڑ دینا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اپنے منبر کے زینے پر بیٹھے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: لوگ جمعہ نہ پڑھنے کے عمل سے باز آجائیں ورنہ اللہ عزوجل ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، الحدیث ۲۰۰۲، ص ۸۱۳)

مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے تین جمعے سستی کی وجہ سے جانتے ہوئے چھوڑ دیے اس کے دل پر مہر لگا دی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۵۲، ص ۱۳۰۱)

مُحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑ دیے وہ منافق ہے۔ (ابن خزیمۃ، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الدلیل ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۸۵۷، ج۳، ص۱۷۶)

ایک اور روایت میں ہے: جس نے تین جمعے کسی عذر کے بغیر چھوڑ دیے وہ اللہ عزوجل سے بے علاقہ ہے۔

حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ضرورت کے بغیر تین مرتبہ جمعہ چھوڑ دیا اللہ عزوجل اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فیمن ترک الجمعۃ من غیر عذر، الحدیث ۱۱۲۶، ص ۲۵۴۲)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک روایت میں اتنا زائد ہے: اور اس کے دل کو منافق کا دل بنا دے گا۔

(شعب الایمان، باب الحادی والعشرین، فضل الجمعۃ، الحدیث: ۳۰۰۵، ج۳، ص ۱۰۳)

ایک اور روایت میں کہ جس کی شواہد بھی ہیں یہ ہے: اسے منافقین میں لکھ دیا جائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فیمن ترک الجمعۃ، الحدیث: ۳۱۷۸، ج۲، ص ۴۲۲)

خطبہ کی شرائط

مسئلہ: خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے، کہ:

(۱) وقت میں ہو اور

(۲) نماز سے پہلے اور

(۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور

(۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھا یا تنہا پڑھا یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوا اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافر یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو ہو جائے گا۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في نیۃ آخر ظہر بعد صلاۃ الجمعۃ، ج ۳، ص ۲۱)

مسئلہ: خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے اگرچہ صرف ایک بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا سُبْحٰنَ اللہ یا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ۳، ص ۲۲، وغیرہ)

مسئلہ: چھینک آئی اور اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا یا تعجب کے طور پر سُبْحٰنَ اللہ یا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا تو فرض ادا نہ ہوا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج ۱، ص ۱۴۶)

مسئلہ: خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ۳، ص ۲۷)

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً جاڑوں میں۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ۳، ص ۲۳)

خطبہ کی سنتیں

مسئلہ: خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں:

(۱) خطیب کا پاک ہونا۔

(۲) کھڑا ہونا۔

(۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔

(۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ اور

(۵) سامعین کی طرف مونھ۔ اور

(۶) قبلہ کو پیٹھ کرنا اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔

(۷) حاضرین کا متوجہ بامام ہونا۔

(۸) خطبہ سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہ آہستہ پڑھنا۔

(۹) اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔

(۱۰) الحمد سے شروع کرنا۔

(۱۱) اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔

(۱۲) اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۱۳) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجنا۔

(۱۴) کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔

(۱۵) پہلے خطبہ میں وعظ ونصیحت ہونا۔

(۱۶) دوسرے میں حمد وثنا وشہادت ودرود کا اعادہ کرنا۔

(۱۷) دوسرے میں مسلمانوں کے لیے دُعا کرنا۔

(۱۸) دونوں خطبے ہلکے ہونا۔

(۱۹) دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا

(129) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، اَوِ الْمُؤمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَّشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تیرہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مومن وضو کرتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے کے سب گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے یا پانی کے ساتھ اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے تمام پکڑنے والے گناہ نکل جاتے ہیں پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے پھر جب وہ پاؤں دھوتا ہے، تو اس کے پاؤں سے متعلق ہر گناہ زائل ہوجاتا ہے اور وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج ۱ص۱۴۸، رقم: ۶۰۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضیلة الوضوء، ج ۱ص۸۱، رقم: ۳۸۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الطهور، ج ۱ص۶، رقم: ۲، سنن الدارمی، باب فضل الوضوء، ج ۱ص۱۹۷، رقم: ۷۱۸، صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج ۱ص۳۱۵، رقم: ۱۰۴۰)

شرح حدیث: مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں

ارشاد فرماتے ہیں:

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے، کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوّث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس پانی کو مکلف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اوّل: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسطہ اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم: طاہر غیر مطہّر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو، (المیزان الکبرٰی کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ا/۱۰۹)

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہؒ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

(المیزان الکبرٰی کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ا/۱۰۸)

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتا بلی مر گئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلاف اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور

شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ اھ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا / ۱۰۹)

اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضوخانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور انہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضوخانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضوخانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آ کر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا / ۱۱۰)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۶، ۵۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کامل وضو

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرۡوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا جو احسن طریقے سے وضو کرتا ہے اس کے جسم سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جیسے میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس طرح وضو کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا نماز پڑھنا اور مسجد کی طرف چلنا نفل شمار ہوتا ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، جو آدمی احسن طریقے سے وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اُس کی اِس نماز اور سابقہ نماز کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

نسائی شریف کے الفاظ یوں ہیں، جو شخص کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو اس کی نمازیں بیچ کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں۔ (نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ثواب من توضاء، رقم ۲۴۴، ج ۱، ص ۹۰)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم نے فرمایا جو شخص نماز کا ارادہ کرتے ہوئے وضو کرنے کیلئے آتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پہلا قطرہ پڑتے ہی اس کی ہتھیلیوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اس کی زبان اور ہونٹوں کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے تو اس کی آنکھ اور کان کے تمام گناہ پہلا قطرہ پڑتے ہی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو ہر گناہ سے سلامتی (یعنی پاکی) حاصل کر لیتا ہے اور اس حال میں نکلتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسکا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اگر بیٹھ جائے تو سلامتی کے ساتھ بیٹھتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کامل طریقے سے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا مسح کیا پھر فرض نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے قدم اس دن میں جس برائی کی طرف چلے اور اس کے ہاتھوں نے جسے پکڑا اور اس کے کانوں نے جو سنا، اس کی آنکھوں نے جو دیکھا اور جو اس نے بُری گفتگو کی سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی باتیں سنی ہیں جنہیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ (مسند احمد، حدیث امام ابی اُمامۃ الباہلی، رقم ۲۲۳۳۰، ۲۲۳۳۵، ج ۵، ص ۲۹۸)

چمکدار نشان

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم قبرستان کی طرف تشریف لائے تو فرمایا، اے مومن قوم کے گھر! تجھ پر سلامتی ہو اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا، تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک سیاہ گھوڑا ہو اور اس کے سیاہ کندھوں کے درمیان ایک چمکدار نشان ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہ پہچان سکے گا؟ عرض کیا، کیوں

نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو فرمایا جب یہ میرے حوض پر آئیں گے تو ان لوگوں کے اعضاء وضو کے باعث چمکتے ہونگے اور میں حوض کوثر پر ان کی پیشوائی کیلئے موجود ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ، رقم ۲۴۹، ص ۱۵۰)

(130) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چودھویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والے ہیں جب کہ تم کبائر سے اجتناب کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة مکفرات ج ۱ص ۱۴۴، رقم: ۵۷۳ التاریخ الکبیر للبخاری من اسمه عمر بن اسحاق ج ۶ص ۵۲ رقم: ۱۹۵۶ اتحاف الخیر المهرة للبوصیری کتاب الایمان ج ۱ص ۲۱۱ رقم: ۷۵۴ سنن الکبری للبیهقی باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلة من الصلوات اکثر من خمس ج ۲ص ۴۶۶ رقم: ۴۶۲۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس ج ۱ص ۱۱۸ رقم: ۲۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشواسکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشواسکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر وشرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ وادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۵۲۹)

اس دور پرفتن میں بدامنی و بے چینی کا پورے عالم پر تسلط ہے اور انسان اپنی بدعملیوں کے باعث انتہائی کرب و پریشانی کی گرفت میں آچکا ہے۔ اس مصیبت کی بڑی اور حقیقی وجہ خوف خدا عزوجل کا فقدان اور اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی تو کوئی پیدا نہیں ہوسکتا، ہاں اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا سلسلہ جاری ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایسے ایسے نفوسِ قدسیہ پیدا ہوئے جن کا وجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع کی بدولت ہم جیسے بدعملوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کی سیرت کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا اور اسے اپنانا مسلمانوں کے دین و دنیا کو سنوارنے کے لئے ایک کامیاب علاج ہے۔ ان اللہ والوں نے اپنی زندگیاں کس رنگ میں گزاریں، ان کے دن رات کیسے بسر ہوتے رہے، ان

کا ایک ایک لمحہ کس طرح گزرتا رہا، ان باتوں کا جواب دل کے کانوں سے سنا جائے اور پھر اسے اپنا دستور العمل بنالیا جائے تو یقیناً ہماری یہ جملہ پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں اور رنج ومصائب میں گھری ہوئی دنیا حقیقی مسرتوں اور سچی خوشیوں سے پھر آشنا ہوسکتی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دو ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا انسان کیلئے بہر حال ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی غفلت برتنا دین ودنیا کے نقصان کا موجب ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل حقوق اللہ اور حقوق العباد ان دونوں ہی سے غفلت برتی جارہی ہے۔ جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن وچین عنقا ہے اور بدامنی وبے چینی عام ہے۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں ہر وقت سرگرم رہتے تھے اور ان کی مبارک زندگیوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں نظر آتا جو ان سے غفلت میں گزرا ہو۔

حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عاداتِ مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے تھے خواہ معمولی سی چیز مثلاً کسی کی خلال یا سوزن ہی ہو تو اس سے بھی ڈرتے تھے۔ خصوصاً جب اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تو ان کے خوف وکرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی کہ ہمارے پاس تو کوئی ایسی نیکی نہیں جسے خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لیکر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ میری امت میں سے قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس کے پاس درہم ودینار نہ ہو وہ مفلس ہے۔ تو آپ نے فرمایا: یعنی مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ حج لے کر آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون کیا ہو، کسی کو مارا ہو (تو مدعی آجائیں اور عرض کریں کہ پروردگار اس نے مجھے گالی دی، اس نے مجھے مارا، اس نے میرا مال کھایا، اس نے میرا خون کیا) تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی نیکیاں ان مدعیوں کو دے دے تو اگر نیکیاں ختم ہوجائیں کوئی نیکی باقی نہ رہے اور مدعی اگر باقی ہوں تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ کا حکم دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یعنی حقیقت میں مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے روز باوجود نماز روزہ حج زکوٰۃ ہونے کے پھر وہ خالی کا خالی رہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کوئی دوزخی دوزخ میں اور کوئی جنتی جنت میں داخل نہ ہو جب تک وہ حقوق العباد کا بدلہ نہ ادا کرے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، خوفہم مما للعباد علیہم، ص58)

(131) اَلْخَامِسُ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ — پندرہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰی، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ، وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ کام نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ناگواریوں کے باوجود وضو مکمل کرنا مساجد کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار یہ کام تمہاری لیے رباط ہیں (یعنی جہاد میں پہرہ دینے کی فضیلت کے برابر ہیں)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج ۱ص ۱۶۹، رقم: ۶۰۲، سنن الکبرٰی للبیھقی باب اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۸۲، رقم: ۳۹۰، مستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، ج ۱ص ۱۸۵، رقم: ۴۵۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۱۴۸، رقم: ۴۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۲۸، رقم: ۵۱)

شرح حدیث: جہادِ اکبر

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شہسوار کی طرح ہے جس نے اپنا گھوڑا اللہ عزوجل کی راہ میں باندھا اور یہ شخص اس گھوڑے کے پہلو سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور یہ جہادِ اکبر میں ہے۔ (مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، رقم ۸۶۳۳، ج ۳، ص ۲۶۷)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلوۃ الضحی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۱۴۱)

نماز کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے کامل وضو کیا اور نماز کے اِرادے سے چلا تو جب تک اس کی نماز کی نیت باقی ہے وہ نماز ہی میں ہے اور اس کے پہلے قدم کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی اور دوسرے قدم کے عوض ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔ جب تم میں سے کوئی اقامت سنے تو ہرگز تیز قدم نہ چلے اور بے شک تم سے

زیادہ ثواب والا وہ ہے جس کا گھر مسجد سے زیادہ دور ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (راوی سے) پوچھا، اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! ایسا کیوں ہے؟ فرمایا، زیادہ قدم چلنے کی وجہ سے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو اپنے گھر سے وضو کر کے اللہ عزوجل کے فرائض میں سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے کسی مسجد کی طرف چلا تو اس کا ایک قدم چلنا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور دوسرا قدم ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔

(الموطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، رقم ۶۷، ج ۱، ص ۵۴)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہو جانے کا ارادہ کیا۔ جب یہ بات نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنوسلمہ سے فرمایا، مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا، اے بنوسلمہ! اپنے ہی گھروں میں رہو کیونکہ تمہارے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ بنوسلمہ کہتے ہیں (یہ فرمان سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی) کہ اگر ہم اپنے مکانات تبدیل کر لیتے تو ہمیں ہرگز ایسی خوشی حاصل نہ ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے بنوسلمہ سے فرمایا بے شک تمہیں ہر قدم کے عوض ایک درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع العلوم، باب فضل کثرۃ الخطا الی المسجد، رقم ۶۶۵ ص ۳۳۵)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنِ العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قدم چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں درمیانے قدم کیوں چلتا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا، جب تک بندہ نماز کی طلب میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں درمیانے قدم اس لئے چلتا ہوں تاکہ نماز کی طلب میں زیادہ قدم چل سکوں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب کیف المشی الی الصلوۃ، رقم ۲۰۹۲، ج ۲، ص ۱۵۱)

(132) اَلسَّادِسُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ اَلْبَرْدَانِ: الصُّبْحُ وَ الْعَصْرُ۔

سولھویں حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں جنت میں داخل ہوگا۔ البردان: دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر وعصر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۵۷۴، سنن الکبری للبیھقی، باب من قال ھی الصبح، ج ۱ ص ۴۶۶، رقم: ۲۲۷۴، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الغداۃ، ج ۱ ص ۳۹۱، رقم: ۱۴۲۵، صحیح ابن حبان، باب فضل

الصلوات الخمس، ج ۱ص۴۳۲، رقم: ۱٤٣٩، صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۱ص۶۱۱، رقم: ١٤٧٠)

شرح حدیث: نمازِ فجر وعصر کی اہمیت

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نمازِ فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج ۲، ص ۳۸۵)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ۶، ص ۳۱۸)

حضرتِ سیدنا جُندَب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے فجر کی نماز ادا کی وہ اللہ عزوجل کی امان میں ہے، لھذا کوئی شخص اللہ عزوجل کی امان میں خلل نہ ڈالے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل ڈالے گا، اللہ عزوجل اسے منہ کے بل اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دیگا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، رقم ۶۵۷، ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، یہ نماز یعنی نمازِ عصر تم سے پچھلے لوگوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا لہذا جو اسے پابندی سے ادا کریگا اسے دگنا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب الاوقات، رقم ۸۳۰، ص ۴۱۴)

(133) اَلسَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا

سترہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مومن مرض یا سفر میں ہوتا ہے، تو اس کے لیے اقامت وصحت والا عمل لکھ دیا جاتا

صَحِيحًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ، ج ۱ص ۱۵۷، رقم: ۲۹۹۶، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستشعرہ من الصبر، ج ۳ص ۳۷۳، رقم: ۶۷۸۵، مسند امام احمد، مسند ابی موسیٰ الاشعری، ج ۷ص ۱۰۳، رقم: ۱۹۶۹۴، الزھد لابی داؤد، ص ۳۹۵، رقم: ۴۴۷، نصب الرایۃ للزیلعی، باب النوافل، ج ۲ص ۹۶)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کو ان کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ تندرستی میں ان چیزوں کا پابند ہو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں فرائض معاف ہو جاتے ہیں وہ تو ادا کرنے ہی پڑیں گے اور اگر وہ رہ گئے ہوں تو ان کی قضاء واجب ہو گی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۶۹)

بیماری نعمت ہے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ بیمار نہ پڑو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اللہ عزوجل کی قسم! ہم عافیت کو ضرور پسند کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس میں کیا بھلائی ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں یاد نہ کرے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلاء ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ جو برائی کرے اسے نہ لکھو اور جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور اِسکے اُس نیک عمل کو بھی لکھو جو یہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا اگرچہ بیماری کے دوران وہ اس عمل کو نہ کر سکے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب ما یجری علی المریض، رقم ۳۸۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، مومن پر تعجب ہے کہ وہ بیماری سے ڈرتا ہے، اگر وہ جان لیتا کہ بیماری میں اُس کے لئے کیا ہے؟ تو ساری زندگی بیمار رہنا پسند کرتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور مسکرانے لگے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر تبسم کیوں فرمایا؟ ارشاد فرمایا، میں دو فرشتوں پر حیران ہوں کہ وہ دونوں ایک بندے کو ایک مسجد میں تلاش کر رہے تھے جس میں وہ نماز پڑھا کرتا تھا، جب انہوں نے اسے نہ پایا تو لوٹ گئے اور عرض کیا، یارب عزوجل! ہم تیرے فلاں بندے کے دن اور رات میں کئے ہوئے اعمال لکھتے

تھے پھر ہم نے دیکھا کہ تو نے اُسے آزمائش میں مبتلاء فرما دیا۔تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ دن اور رات میں جو عمل کیا کرتا تھا اس کے لئے وہ عمل لکھو اور اسکے اجر میں کمی نہ کرو، جب تک وہ میری طرف سے آزمائش میں ہے اس کا ثواب میرے ذمہ کرم پر ہے اور جو اعمال وہ کیا کرتا تھا اس کے لئے ان کا بھی ثواب ہے۔(المعجم الاوسط، رقم ۲۳۱۷، ج ۲، ص ۱۱)

(134) اَلثَّامِنَ عَشَرَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِّوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اٹھارویں حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم میں یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کل معروف صدقة، ج ۴ ص ۵۸۷، رقم: ۶۰۲۱، صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۲۳۷۵، الاداب للبیهقی، باب ما یعطیه الانسان من ماله صیانة لعرضه، ص ۴۷، رقم: ۱۲۷، المستدرك للحاكم، كتاب البيوع، ج ۲ ص ۳۰۹، رقم: ۲۳۲۱، المعجم الصغير للطبراني، باب الالف من اسمه احمد، ص ۵۵، رقم: ۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سبحان اللہ! کیا ہمت افزاء حدیث ہے یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا بلکہ ہر معمولی نیکی اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتی کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں۔(مرأۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۹)

ہر بھلائی صدقہ ہے

نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بھلائی کے کام ناگہانی آفات سے بچاتے ہیں، پوشیدہ صدقہ رب عزوجل کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، ہر بھلائی صدقہ ہے، دنیا میں بھلائی پانے والے لوگ آخرت میں بھی بھلائی پانے والے ہوں گے اور دنیا میں بدکاری کے شکار لوگ آخرت میں برائی میں گرفتار ہوں گے اور بھلائی کرنے والے ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۰۸۶، ج ۴، ص ۳۱۱)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو اسے چاہے کہ وہ اپنی دعا میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ (یعنی اے اللہ عزوجل! اپنے بندے اور رسول حضرت سیدنا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر رحمت نازل فرما اور تمام مؤمن اور مسلمان مردوں، عورتوں پر بھی رحمت بھیج) پڑھ لیا کرے کیونکہ یہ بھی صدقہ ہے۔(المستدرک، کتاب الاطعمۃ، باب زکاۃ المسلم۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۲۵۷، ج ۵، ص ۱۷۹)

ایک اور روایت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس مال کے ذریعے عزت بچائی جائے وہ بھی صدقہ ہے۔ (سنن دار قطنی، کتاب البیوع، الحدیث: ۲۸۷۲، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک وہ امانت دار اور مسلمان خزانچی جسے کوئی مال کہیں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے پھر وہ پورا مال خوش دلی سے ادا کردے اور اسے جس کے بارے میں حکم دیا گیا ہو اس تک پہنچادے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک شمار ہوگا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق الخ، رقم ۱۴۳۸، ج ۱، ص ۴۸۴)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو پاکدامنی چاہتے ہوئے اپنے آپ پر کچھ خرچ کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی، بچوں اور گھر والوں پر خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرجل، رقم ۴۶۶۶، ج ۳، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر ایک صدقہ ہے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو؟ فرمایا، وہ اپنے ہاتھ سے کمائے، خود کو نفع پہنچائے اور دوسروں پر صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا، کسی مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا تو وہ نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔ عرض کیا گیا، اگر ایسا نہ کرسکے تو؟ فرمایا، شر سے بچتا رہے کیونکہ یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ ... الخ، رقم ۱۰۰۸، ص ۵۰۴)

حضرتِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ تمہارا لوگوں کو گرم جوشی سے سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔

(جامع العلوم والحکم، ج ۱، ص ۲۳۵)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، تمہارا اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا صدقہ ہے اور تمہارا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی صنائع المعروف، رقم ۱۹۲۳، ج ۳، ص ۳۸۴)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، ہر وہ دن

جس میں سورج طلوع ہوتا ہے بندے پر ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے، اگر تم دو بندوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو تو یہ صدقہ ہے، اگر تم کسی کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرو تو یہ بھی صدقہ ہے، اگر کسی کا سامان سواری پر لدوا دو تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے، ہر قدم جو نماز کی طرف اٹھے صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دینے والی چیز دور کرنا بھی صدقہ ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، ج ۳، رقم ۵، ص ۳۷۷)

(135) اَلتَّاسِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا اِلاَّ كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ، وَّمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ، وَّلاَ يَرْزَؤُهٗ اَحَدٌ اِلاَّ كَانَ لَهٗ صَدَقَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: فَلاَ يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلاَ دَابَّةٌ وَّلاَ طَيْرٌ اِلاَّ كَانَ لَهٗ صَدَقَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: لاَ يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَّلاَ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَاْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلاَ دَابَّةٌ وَّلاَ شَيْءٌ، اِلاَّ كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ۔ وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِّنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ قَوْلُهٗ: يَرْزَؤُهٗ اَيْ يَنْقُصُهٗ۔

انیسویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان ایک درخت لگاتا ہے اس میں جتنا کھایا جائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے جو چرایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس میں کوئی اور نقص واقع کرے اس کے لئے صدقہ ہے۔ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان جو بھی درخت لگائے پھر اس سے قیامت تک کوئی انسان جانور یا پرندہ کھائے تو یہ سب اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے جو مسلمان درخت لگائے یا زراعت کرے تو اس سے انسان جانور یا کوئی چیز جو کچھ بھی کھائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ یرزؤہ: اس کا مطلب ہے: کم کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الزرع والفرس اذا اکل منه، ج ۲ ص ۱۰۰، رقم: ۲۳۲۰ صحیح مسلم، باب فضل الزرع والفرس، ج ۲ ص ۲۲۸، رقم: ۴۰۵۵ سنن الکبری للبیهقی، باب فضل الزرع والفرس اذا اکل منه، ج ۶ ص ۱۳۷، رقم: ۱۲۰۸۶ سنن الدارمی، باب فی فضل الفرس، ج ۲ ص ۳۴۷، رقم: ۲۶۱۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفرس، ج ۱ ص ۶۶۶، رقم: ۱۳۸۲)

شرح حدیث: دمشق میں کھیتی

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں ایک جگہ کھیتی بو رہا تھا کہ ایک شخص میرے قریب سے گزرا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ صحابئ رسول ہونے کے باوجود یہ کام کر رہے ہیں؟ تو میں نے اس سے کہا میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلد بازی مت کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جس نے فصل بوئی تو اس فصل میں سے آدمی یا مخلوق میں سے جو بھی کھائے گا وہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوگا۔

(مسند احمد، رقم ۲۷۵۷۶، ج ۱۰، ص ۴۲۱)

حضرتِ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو شخص کھیتی بوئے گا اللہ عزوجل اس سے نکلنے والی فصل کی مقدار کے برابر اس کے لئے ثواب لکھے گا۔ (مسند احمد، رقم ۲۳۵۷۹، ج۹، ص۱۳۶)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا، اے انصار کے گروہ! انہوں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے فرمایا، دورِ جاہلیت میں جب تم اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے تھے تو کمزوروں کا بوجھ اٹھایا کرتے تھے اور اپنے اموال سے اچھے کام کیا کرتے تھے اور مسافروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے یہاں تک کہ جب اللہ عزوجل نے اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تم پہ احسان فرمایا تو تم اپنے اموال کو محفوظ کرنے لگے، سن لو! جس چیز میں سے کوئی آدمی کھاتا ہے اس میں ثواب ہے اور جس میں سے کوئی درندہ یا پرندہ کھاتا ہے اس میں بھی ثواب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب واپس لوٹے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے باغ میں سے تیس تیس دروازے نکال لئے۔ (المستدرک، کتاب الاطعمة، باب النھی الواضح عن تحصین الحیطان الخ، رقم ۷۲۶۵، ج۵، ص۱۸۳)

ثواب جاریہ

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: 7 عمل ایسے ہیں جو بندے کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے: (۱) جس نے علم سکھایا (۲) نہر جاری کی (۳) کنواں کھدوایا (۴) درخت لگایا (۵) مسجد بنائی (۶) ترکے میں قرآن یا (۷) نیک بچہ چھوڑا جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب العلم، باب فیمن سن خیرا او غیرہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۶۹، ج۱، ص۴۰۸)

(136) اَلْعِشْرُوْنَ: عَنْهُ، قَالَ: اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَن يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: اِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ۔ فَقَالَ: بَنِيْ سَلِمَةَ، دِيَارَكُمْ، تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

بیسویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا پس یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمارا یہ ارادہ ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے قدموں کے نشان لکھے

اَیْضًا بِمَعْنَاہُ مِنْ رِّوَایَةِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. وَبَنُوْ سَلِمَةَ بِکَسْرِ اللَّامِ: قَبِیْلَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، وَ اٰثَارُھُمْ : خُطَاھُمْ.

جاتے ہیں۔ (مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے۔ بخاری نے اسی حدیث کا مفہوم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ بنو سلمہ: لام کے کسرہ کے ساتھ انصار کا مشہور قبیلہ ہے۔ اٰثارھم: ان کے قدموں کے نشان۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۱ص۴۵۱، رقم: ۱۵۵۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۳ص ۳۳۲، رقم: ۱۴۶۰۶ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل المشی الی المساجد للصلاۃ، ج ۱ص۲۳۰، رقم: ۴۵۱ تخریج احادیث الکشاف، سورۃ یٰس، الحدیث الاول، ج ۱ص۴۱۶، رقم: ۱۰۷۱ جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی المشی الی المساجد، ج ۴ص۴۱۸، رقم: ۷۰۹۴)

شرح حدیث: جنت میں مہمان خانہ

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسجد کی طرف چلا.. یا.. مسجد سے واپس لوٹا تو اللہ عزوجل ہر آمدورفت پر اس کے لئے جنت میں ایک مہمان خانہ بنائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب المشی الی الصلوۃ الخ، رقم ۶۶۹، ص ۳۳۶)

چاندی کا لباس

حضرتِ سیِّدُ نا جنید بغدادی، ابو العبَّاس بن مَسْرُوق، ابو احمد مَغَازِلی اور حَرِیری علیہم رحمۃ اللہ الجلی فرماتے ہیں: ہم نے حضرتِ سیِّدُ نا حسن مَسُوحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں اکثر مسجد کے قریب ایک دیوار کے سائے تلے آرام کیا کرتا۔ دوپہر تک نوافل وغیرہ پڑھتا اور گرمی سے بچاؤ کے لئے اسی دیوار کو آڑ بنالیتا، یہی دیوار موسمِ سرما میں مجھے سرد ہواؤں سے بچاتی۔

ایک دن میں گرمی کی شدت سے بے تاب ہو رہا تھا، مسجد کی صفائی اور نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دیوار کے سائے کی جانب بڑھا گرمی نے میرا برا حال کر رکھا تھا لیکن میں نے نہ تو اپنے نوافل ترک کئے اور نہ ہی مسجد کی صفائی کرنے میں کوتاہی کی۔ جیسے ہی میں سائے میں پہنچا مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کی چھت شق ہوئی اور اس میں سے ایک حسین وجمیل دوشیزہ ظاہر ہوئی۔ اس کے خوبصورت جسم پر باریک و نرم چاندی کی قمیص تھی۔ اس کے خوبصورت لمبے سیاہ بال دو حصوں میں تقسیم ہو کر سینے پر لٹک رہے تھے وہ میرے پاؤں کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ میں نے جلدی سے اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔ میں نے اس سے کہا:

اے لڑکی! تو کس کے لئے ہے؟ اس نے اپنی مسحور کُن آواز میں جواب دیا: اس کے لئے جو آپ کی طرح نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(137) اَلْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لَاۤ اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَکَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ، فَقِیْلَ لَهُ اَوْ فَقُلْتُ لَهُ: لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُهُ فِی الظَّلْمَاءِ وَفِی الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَهْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ کُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ . اَلرَّمْضَاءُ: اَلْاَرْضُ الَّتِیْ اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ.

اکیسویں حدیث: حضرت ابوالمنذر ابی بن کعب ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا اس کا گھر مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز جماعت سے نہ رہتی اس کو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ اگر تو گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو کر مسجد آئے تو اس نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہو میرا ارادہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور لوٹنا لکھا جائے جب میں گھر جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں کہ جس ثواب کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ تیرے لیے ہے۔ اَلرَّمْضَاءُ: سخت گرمی والی زمین یا گرم موسم۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۱ص۴۴۷، رقم: ۱۵۳۶ سنن الکبریٰ، باب فضل بعد الممشی الی المسجد، ج ۳ص۶۴، رقم: ۵۱۷۸ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلاۃ، ج ۱ص۲۰۸، رقم: ۵۵۷ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی عثمان النھدی، ج ۵ص۱۳۳، رقم: ۲۱۲۵۲ مسند عبد بن حمید، حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ، ص۸۷، رقم: ۱۶۱)

شرح حدیث: مسجد کو آباد کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔ (پ۱۰، التوبہ: ۱۸)

ایک اور مقام میں ہے۔۔۔۔۔۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ

الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ○ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحب جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سات افراد ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، (۱) عادل حکمران، (۲) وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں اپنی زندگی گزاردی، (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے، (۴) وہ دو شخص جو اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہوگئے، (۵) وہ شخص جسے کوئی مال وجمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں، (۶) وہ شخص جو صدقہ اسطرح چھپا کر دے کہ اس کے دائیں ہاتھ کے صدقہ دینے سے بایاں ہاتھ بے خبر رہے، (۷) وہ شخص جس کی آنکھوں سے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے آنسو بہنا شروع ہوجائیں۔ (پ۱۸، النور: ۳۶، ۳۷، ۳۸)

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ، رقم ۶۶۰، ج۱، ص۲۳۶)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتمُ المُرسلین، رحمۃٌ للّعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر پرہیزگار کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہو اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت، رضا اور پل صراط سے باحفاظت گزار کر اپنی رضا والے گھر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المسجد، رقم ۲۰۲۶، ج۲، ص۱۳۴)

حضرتِ سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، جب تم کسی مسجد میں کثرت سے آمدورفت رکھنے والے کو دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔

(پ۱۰، التوبہ: ۱۸) (سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلوۃ، رقم ۲۶۲۶، ج۴، ص۲۸۰)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل کے گھروں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۲۵۰۲، ج۲، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو مسجد سے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المساجد، رقم ۲۰۳۱، ج۲، ص ۱۳۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، رقم ۸۰۰، ج۱، ص ۴۳۸)

(138) اَلثَّانِيْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً: اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَّعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا؛ رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اَلْمَنِيْحَةُ: اَنْ يُّعْطِيَهُ اِيَّاهَا لِيَاْكُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ يَرُدَّهَا اِلَيْهِ.

بائیسویں حدیث: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چالیس عمدہ عادات میں سے بہتر بکری دودھ کیلئے دینا ہے اور کوئی عمل کرنے والا ان میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید اور وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے جس پر بھی عمل پیرا ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ اس خصلت کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ (بخاری) اَلْمَنِيْحَةُ: دودھ والا جانور کسی کو دودھ کیلئے دینا کہ وہ اس کا دودھ پیئے پھر اسے واپس کردے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل المنیحۃ، ج ۲ ص ۹۲۷، رقم: ۲۴۸۸ (طبع دار ابن کثیر بیروت) سنن الکبریٰ للبیھقی، باب ماورد فی المنیحۃ، ج ۴ ص ۱۸۹، رقم: ۸۰۵۰، مستدرک للحاکم، کتاب الذبائح، ج ۴ ص ۲۶۱، رقم: ۷۵۷۴، سنن ابوداؤد، باب فی المنیحۃ، ج ۱ ص ۵۲۷، رقم: ۱۶۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲ ص ۱۶۰، رقم: ۶۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں

کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لیے عاریۃً دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی حاجت مند کو کچھ روپیہ قرض دینا، نابینا یا ناواقف کو راستہ بتادینے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دینے

کا کتنا ہوگا خود سوچ لو۔علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجت مند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچالینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے اس لیے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عمل ملے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۴۳)

قرض دینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گُنا۔ (ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب القرض، رقم ۲۴۳۱، ج ۳، ص ۱۵۴)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۷۹۷۶، ج ۸، ص ۲۴۹)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو چاندی (یعنی روپے وغیرہ) قرض دے یا دودھ کا جانور عاریۃً دے یا کسی کو راستہ بتائے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب العاریہ، باب ذکر تفضل اللہ جل وعلا۔ الخ، رقم ۵۰۷۴، ج ۷، ص ۲۷۸)

مجھے قرض دے دو

حضرت سیدنا ابوعبداللہ واقدی قاضی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عید کے موقع پر ہمارے پاس خرچ وغیرہ کے لئے کچھ بھی رقم نہ تھی، بڑی تنگدستی کے دن تھے، ان دنوں یحییٰ بن خالد برمکی حاکم تھا، عید روز بروز قریب آرہی تھی، ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، چنانچہ میری ایک خادمہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: عید بالکل قریب ہے اور گھر میں کچھ بھی خرچہ وغیرہ نہیں، آپ کوئی ترکیب کیجئے تاکہ گھر والے عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

خادمہ کی یہ بات سن کر مَیں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنی حالتِ زار بیان کی۔ انہوں نے فوراً مجھے ایک مہر بند تھیلی دی، جس میں بارہ سو درہم تھے، میں انہیں لے کر گھر آیا اور وہ تھیلی گھر والوں کے حوالے کردی، گھر والوں کو کچھ ڈھارس ہوئی کہ اب عید اچھی گزر جائے گی، ابھی ہم نے اس تھیلی کو کھولا بھی نہ تھا کہ میرا ایک دوست میرے پاس آیا جس کا تعلق سادات کے گھرانے سے تھا، اس نے آکر بتایا: ان دنوں ہمارے حالات بہت خراب ہیں اور عید بھی قریب آگئی ہے، گھر میں خرچہ وغیرہ بالکل نہیں، اگر ہوسکے تو مجھے کچھ رقم قرض دے دو۔ اپنے اس دوست کی بات سن

کر میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اسے صورتحال سے آگاہ کیا، وہ کہنے لگی: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہم اس طرح کرتے ہیں کہ آدھی رقم اس سیدزادے کو قرض دے دیتے ہیں اور آدھی ہم خرچ میں لے آئیں گے، اس طرح دونوں کا گزارہ ہو جائے گا۔

یہ سن کر میری زوجہ نے عشقِ رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں ڈوبا ہوا جملہ کہا جس نے میرے دل میں بہت اثر کیا، وہ کہنے لگی: جب تیرے جیسا ایک عام شخص اپنے دوست کے پاس اپنی حاجت مندی کا سوال لے کر گیا تو اس نے تجھے بارہ سو درہم کی تھیلی عطا کی، اور اب جبکہ تیرے پاس دو عالم کے مختار، سید الابرار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اولاد میں سے ایک شہزادہ اپنی حاجت لے کر آیا ہے تو تُو اسے آدھی رقم دینا چاہتا ہے کیا تیرا عشق اس بات کو گوارا کرتا ہے؟ یہ ساری رقم اس سیدزادے کے قدموں پر نچھاور کر دے، اپنی زوجہ سے یہ محبت بھرا کلام سن کر میں نے وہ ساری رقم اٹھائی اور بخوشی اپنے دوست کو دے دی، وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

میرا وہ سیدزادہ دوست جیسے ہی اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس میرا وہی تاجر دوست آیا اور اس سے کہا: میں ان دنوں بہت تنگ دستی کا شکار ہوں، مجھے کچھ رقم اُدھار دے دو۔ یہ سن کر اُس سیدزادے نے وہ رقم کی تھیلی میرے اِس تاجر دوست کو دے دی جو میں اسی (تاجر) سے لے کر آیا تھا، جب میرے اس تاجر دوست نے وہ رقم کی تھیلی دیکھی تو فوراً پہچان گیا اور میرے پاس آکر پوچھنے لگا: جو رقم تم مجھ سے لے کر آئے ہو، وہ کہاں ہے؟ میں نے اسے تمام واقعہ بتایا تو وہ کہنے لگا: اِتّفاق سے وہی سیدزادہ میرا بھی دوست ہے، میرے پاس صرف یہی بارہ سو درہم تھے جو میں نے آپ کو دے دیئے، آپ نے اس سیدزادے کو دیئے اور اس نے وہ مجھے دے دیئے اس طرح ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دی اور دوسرے کی خوشی کی خاطر اپنی خوشی قربان کر دی۔

ہمارے اس واقعے کی خبر کسی طرح حاکمِ وقت یحییٰ بن خالد برمکی کو پہنچ گئی، اس نے فوراً اپنا قاصد بھیجا جس نے میرے پاس آکر یحییٰ بن خالد برمکی کا پیغام دیا: مَیں اپنی کچھ مصروفیات کی بناء پر آپ کی طرف سے غافل رہا اور مجھے آپ کے حالات کے بارے میں پتہ نہ چل سکا، اب میں غلام کے ہاتھ دس ہزار دینار بھیج رہا ہوں، ان میں سے دو ہزار آپ کے لئے، دو ہزار آپ کے تاجر دوست کے لئے اور دو ہزار اس سیدزادے کے لئے باقی چار ہزار دینار تمہاری عظیم وسعادت مند بیوی کے لئے کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ غنی، افضل اور عشقِ رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیکر ہے۔

(139) اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

تیئسویں حدیث: حضرت عدی بن حاتم طائی ﷛ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آگ سے بچو اگرچہ نصف کھجور کے ساتھ۔ (متفق علیہ) اور صحیحین میں ایک اور روایت انہی سے روایت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے ربّ تعالیٰ اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ درمیان میں ترجمان نہ ہوگا۔ پس وہ دائیں جانب دیکھے گا' تو اس کے اپنے بھیجے ہوئے عمل اور بائیں جانب دیکھے گا' تو اس کے اپنے بھیجے ہوئے عمل۔ آگے سامنے دیکھے گا' تو آگ ہی آگ نظر آئے گی' تو آگ سے بچو اگرچہ نصف کھجور کے ساتھ ہو جو یہ نہ پائے' تو عمدہ بات کے ساتھ۔ (اپنے آپ کو بچائے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، ج ۲ص۹۱۷، رقم: ۶۵۶۳ صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، ج ۲ص۱۱۱، رقم: ۲۳۹۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج ۶ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۷۹ مسند ابن الجعد، من حدیث ابی اسحاق، ص۸۱، رقم: ۴۵۴ مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق، ج ۱ص۱۹، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو ربّ کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب، قہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم ان سے کلام نہ کریں گے ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۷، ص ۳۸۳)

آگ سے بچنے کا بہترین طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ اللہ الاعلیٰ کا بیان ہے، حضرتِ سیِّدُنا مُعاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو بھی دنیوی مال آتا سب صدقہ کر دیتے۔ جب ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو ان کی اہلیہ محترمہ نے اپنے خاندان والوں سے کہا: اِن حضرت سے کہیں کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ مال جمع کر لیں۔ چنانچہ، عزیز و اقارب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ اولاد ہو گئے ہیں، اگر اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع کر رکھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ فرمایا: میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آگ سے بچنے کے لئے اپنی ہر شئے خرچ کر دوں، لہٰذا میں صدقہ و خیرات کرنے سے رُک نہیں سکتا۔

راوی کہتے ہیں: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پڑوس میں زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا میراث میں چھوڑا، وہ ایسی زمین تھی کہ میں اپنی تین درہم کی چادر کے عوض بھی خریدنے پر راضی نہ تھا۔ پھر چند دن بعد پڑوسی نے وہی زمین تیس ہزار (30,000) درہم میں خرید لی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

عجیب خواب

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج۷، ص۳۷۱)

حضرت مصنف (علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کا سایہ پانے والوں کے متعلق مجھے حضرت ابو اسحاق نے حضرت ابوالہدی بن ابوشامہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے خبر دی، حضرت ابوالہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوشامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشعار کہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ الْمُصْطَفٰى اِنَّ سَبْعَةً ظِلُّهُمُ اللهُ الْعَظِيمُ بِظِلِّهِ

مُحِبٌّ عَفِيفٌ نَاشِيءٌ مُتَصَدِّقٌ وَبَاكٍ مُصَلٍّ وَالْاِمَامُ بِعَدْلِهِ

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔رسولِ مجتبیٰ، نبی مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک سات قسم کے افراد کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

1: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والا، 2: پاکدامن شخص (یعنی جو خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ کے باعث دعوتِ گناہ چھوڑ دے) 3: اللہ عزوجل کی عبادت میں جوانی گزارنے والا، 4 چھپا کر صدقہ کرنے والا، 5 اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرتے ہوئے رونے ولا، 6 نماز پڑھنے والا اور 7 عادل حکمران۔

ایک لُقمہ صدقہ کرنے کی برکت

حضرتِ سیدنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: ایک عورت کھانا کھا رہی تھی اتنے میں سائل نے صدا لگائی: مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے کھانا کھلاؤ۔ عورت کے پاس صرف ایک لقمہ بچا تھا جیسے ہی اس نے منہ کھولا سائل نے دوبارہ صدا لگائی۔

ہمدرد و نیک عورت نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہی عورت اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہی تھی کہ راستے میں ایک شیر اس کا بچہ چھین کر لے گیا۔ ابھی شیر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور شیر کی طرف بڑھا، پھر شیر کے دونوں جبڑے پکڑ کے پھاڑ ڈالے اور بچہ اس کے منہ سے نکال کر عورت کے حوالے کرتے ہوئے

کہا: لقمے کے بدلے لقمہ۔ یعنی تو نے جو ایک لقمہ سائل کو کھلایا تھا اس کی برکت سے تیرا بچہ شیر کا لقمہ بننے سے بچ گیا۔

حضرتِ سیِّدُنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کے منہ میں لقمہ تھا اتنے میں سائل نے صدا لگائی اس نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی، جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اسے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا عورت اس بھیڑیئے کے پیچھے بھاگتی ہوئی پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیئے سے بچہ چھین لو (اور اس کی ماں کے حوالے کردو) اور اس سے کہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لقمہ لقمے کے بدلے ہے۔

(المجالسۃ وجواہر العلم، الجزء السادس والعشرون، الحدیث ۳۶۲۲، ج ۳، ص ۲۷۷)

(140) اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَ الْاَكْلَةُ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِ الْعَشْوَةُ.

چوبیسویں حدیث: حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ کھانا کھائے تو اس پر اس کی حمد کرے اور پانی پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم) اَلْاَكْلَةُ: ہمزہ کی زبر کے ساتھ، صبح یا شام کا کھانا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب، ج ۲ ص ۹۸۶، رقم: ۷۱۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحمد علی الطعام، ج ۱ ص ۶۶۵، رقم: ۱۸۱۹، سنن الکبری للنسائی، باب ثواب الحمد للہ، ج ۴ ص ۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹، مسند ابویعلی، مسند سعید بن سنان عن انس بن مالک، ج ۳ ص ۱۹۸، رقم: ۴۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج ۸ ص ۱۱۹، رقم: ۲۴۹۸۷)

شرح حدیث: کھانا کھا کر کیا پڑھے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، الحدیث: ۳۴۶۷، ج ۵، ص ۲۸۳)

یا کھانا کھانے کے بعد اس دعا کو پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَهَدَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○

(ابوداود، کتاب الاطعمہ، باب مایقول الرجل اذا طعم، الحدیث ۳۸۴۹، ج ۳، ص ۵۱۳)

پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو یا تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔

(سنن ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم پینے میں تین بار سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید وخوش گوار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی الاناء... الخ، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۳، ص ۱۱۲۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، الحدیث ۳۷۲۸، ج ۳، ص ۴۷۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ الشرب قائما، الحدیث ۲۰۲۴، ص ۱۱۱۹)

ساری سَلْطَنَت کی قیمت ایک گلاس پانی

حضرت سیدنا ابن سماک رضی اللہ تعالی عنہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ایک دم ہارون رشید کو پیاس لگی اور اس نے پانی طلب کیا۔ جب خادم نے پانی کا گلاس ہارون رشید کے ہاتھ میں دیا تو آپ نے فرمایا، یاامیر المؤمنین! ذرا ٹھہر جایئے اور مجھے سوچ کر بتایئے کہ اگر شدت کی پیاس میں کہیں پانی نہ ملے اور آپ پیاس سے نڈھال ہوجائیں تو یہ ایک گلاس پانی کتنی قیمت میں خریدیں گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا، آدھی سلطنت دے کر۔ پھر سیدنا ابن سماک رضي اللہ تعالي عنہ نے دریافت کیا، اگر یہ پانی پی لینے کے بعد آپ کا پیشاب بند ہوجائے اور یہ پانی آپ کے بدن سے نہ نکل سکے تو آپ کتنی رقم اس کے علاج پر خرچ کریں گے؟ خلیفہ نے جواب دیا، بقیہ پوری سلطنت دے کر۔

یہ سن کر سیدنا ابن سماک رضي اللہ تعالي عنہ نے دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے امیر المؤمنین! وہ سلطنت جس کی قیمت ایک گلاس پانی اور اس کا پیشاب ہو، اس قابل کہاں کہ اس پر غرور کیا جائے۔ یہ کلمات سن کر ہارون رشید دھاڑیں

مار مار کر رونے لگا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۹۳)

دو دن میں ایک بار کھانے کی پسند کا اظہار

ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بھوک شریف اِختیاری تھی، چُنانچہ حُضور اکرم، نورِ مجسّم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے میرے لیے یہ پیش فرمایا کہ میرے واسطے مکہ مکرّمہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے، مگر میں نے عرض کیا، یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے تو یہ پسند ہے کہ اگر ایک دن کھاؤں، تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تا کہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف گریہ وزاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب کھاؤں تو تیرا شکر و حمد کروں۔ (جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۲۳۵۴)

سلام اُن پر شکم بھر کر کبھی کھانا نہ کھاتے تھے
سلام اُن پر غمِ اُمّت میں جو آنسو بہاتے تھے

دن میں ایک بار کھانا

روزانہ ایک مرتبہ کھانا سنّت ہے، چُنانچہ حضرتِ سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، رحمتِ عالَم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب صُبح کھانا کھا لیتے تو شام کو نہ کھاتے اور اگر شام کو تناول فرما لیتے تو صُبح نہ کھاتے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۸۱۷۳)

(141) اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟ قَالَ: یَعْمَلُ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَیَتَصَدَّقُ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ، قَالَ: یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَیْرِ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ: یُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

پچیسویں حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے کسی نے عرض کیا: خبر دیجئے کہ اگر کوئی یہ نہ پائے تو؟ آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کر دے۔ عرض کی گئی: اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا مجبور و محتاج کی مدد کرے عرض کی اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا: نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔ عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فرمایا پھر شر سے باز رہے یہی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علی کل مسلم صدقة، ج ۱ ص ۶۱۲، رقم: ۱۴۴۵ صحیح مسلم، بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۱۱، رقم: ۲۳۸۰ الاداب للبیھقی، باب فی التعاون علی البر والتقوی، ص ۵۲، رقم: ۹۳ سنن الدارمی، باب علی کل مسلم صدقة، ج ۲ ص ۳۹۹، رقم: ۲۷۴۷ سنن الکبرٰی للنسائی، باب صدقة العبد، ج ۲ ص ۳۵، رقم: ۲۳۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے اس لیے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں۔ سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزار ہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک، چوری وغیرہ، نیز نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسا دے۔

مزید اچھی بات کا حکم کرے کہ تحت فرماتے ہیں،

کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھانا چاہئیں کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتادے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

ہر مسلمان مبلّغ ہے

سارے مُسلمان مُبلّغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ (تفسیرِ نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیّر) اس سے کچھ آگے چل کر حضرتِ قبلہ مُفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیرِ نعیمی میں بخاری شریف کی یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوّت، مَخزنِ جُودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محسنِ اِنسانیّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً یعنی میری طرف سے پہنچا دو اگرچِہ ایک ہی آیت ہو۔ (صَحیح بُخاری ج ۲ ص ۴۶۲ حدیث ۳۴۶۱)

ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی کی دعوت دے

مُفَسّرِ شہیر، حکیمُ الاُمّت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیرِ نعیمی میں فرماتے ہیں: اے مُسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بنو یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام بگڑے (یعنی بگڑے ہوئے) لوگوں کو خَیر (یعنی نیکی) کی دعوت دے، کافروں کو ایمان کی، فاسقوں کو تقوے کی، غافلوں کو بیداری کی، جاہلوں کو علم ومعرِفت کی، خشک مزاجوں کو لذّتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی، قلمی، عملی، قُوّت سے، نَرمی سے (اور حاکم اپنے محکوم وماتحت کو) گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے مَنصب کے مطابق) زبان، دِل، عمل، قلم، تلوار سے رَد کے۔

14- بَابٌ فِی الْاِقْتِصَادِ فِی الْعِبَادَةِ
عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (طٰهٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی)(طٰه: 1)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبادت میں بہت جہد فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدم مبارک ورم کرآتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر بحکمِ الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفسِ پاک کو کچھ راحت دیجئے اس کا بھی حق ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کے کُفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ متأسّف و متحسّر رہتے تھے اور خاطرِ مبارک پر اس سبب سے رنج وملال رہا کرتا تھا اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ رنج وملال کی کوفت نہ اٹھائیں قرآنِ پاک آپ کی مشقت کے لئے نازِل نہیں کیا گیا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) (البقرة: 185)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔

(142) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ، قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ: هٰذِهٖ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا. قَالَ: مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَهْ: كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنٰى لَا يَمَلُّ اللهُ: لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهٗ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا، فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهٗ لَكُمْ وَفَضْلُهٗ عَلَيْكُمْ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آئے جبکہ آپ کے پاس عورت موجود تھی فرمایا یہ کون ہے عرض کیا: فلانی ہے، جس کی نماز کا چرچا ہے فرمایا رہنے دو اتنے کام کو لازم پکڑو جس پر تمہیں (ہمیشگی کی) طاقت ہو اللہ کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم خود ہی اکتا جاؤ گی اور آپ (ﷺ) کو دین کے کاموں میں سے زیادہ پیارا وہ کام تھا جس پر اسے کرنے والا ہمیشگی کرے۔ (متفق علیہ) مَہْ: کلمہ نہی ہے اور ڈانٹ کیلئے ہے لایمل اللہ: کا معنی ہے اللہ ثواب دینے سے نہ تھکے گا بلکہ عمل پر جزاء برابر عطا فرماتا ہے۔ نہ ہی تمہارے ساتھ تھکے ماندے جیسا سلوک کرتا ہے۔ حتیٰ کہ تم تھک کر عمل کرنا چھوڑ دو گے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اتنا کام پکڑ لو جس پر دوام کرسکو تاکہ تمہیں اس کا ثواب اور فضل ہمیشہ ملتا رہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ج۱ص۱۷، رقم: ۴۳ صحیح مسلم، باب امر فی نعس فی

صلاته او استعجم علیه القرآن، ج ا ص۵۱۹، رقم: ۱۸۷۰ سنن الکبری للبیهقی، باب القصد فی العبادة والجهد فی المداومة، ج ۳ ص۱۷، رقم: ۴۹۲۵ سنن ابن ماجه، باب المداومة علی العمل، ج ۲ ص۱۴۱۶، رقم: ۴۲۳۸ صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الدلیل علی أن النبی صلی اللہ علیه وسلم انما دوام علی الرکعتین، ج ۱ ص۶۱۱، رقم: ۱۲۸۲)

شرح حدیث: جب تھک جاؤ....

ایک مرتبہ ایک طالب علم علماء (رحمہم اللہ) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کون ہے جو مجھے ایسا عمل بتائے جسکی بدولت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا شمار کیا جاؤں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہوں۔

اس سے کہا گیا، (یہ سوال کرکے) تم نے اپنی مراد کو پالیا ہے جاؤ جس قدر نیکی کرسکو کرو اور جب تھک جاؤ اور عمل نہ کرسکو تو کم از کم عمل کرنے کی نیّت ہی کرلو کہ نیّت کرنے والا بھی عمل کرنے والا ہی شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بعض بزرگان دین (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم پر اللہ (عزوجل) کی نعمتیں بے شمار ہیں اور تمہارے گناہ تمہیں یاد نہیں لیکن اگر تم صبح وشام توبہ کرو تو ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا رب غفور (عزوجل) درمیان والے گناہ بخش دے گا۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا اس آنکھ کے لئے خوش خبری ہے جو سوجائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور پھر بے گناہی کی حالت میں بیدار ہو۔

حضرت سیّدنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ اپنی نیّتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

سیّدنا فُضَیل بن عِیَاض (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنیوالوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔ (پارہ ۲۶ سورہ محمد، آیت ۳۱)

تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا اور اس آیت کو بار بار پڑھتے اور فرماتے اے اللہ! اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رسوا ہوجائیں گے اور ہمارے عیب ظاہر ہوجائیں گے۔

جنت میں ہمیشگی

حضرت سیّدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں جنتی اپنی اچھی نیّت کی وجہ سے جنت میں اور جہنمی اپنی بری نیّت کہ وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت سیّدُنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں تورات شریف میں لکھا ہوا ہے، جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جو میرے غیر کے لئے کیا جائے وہ اگر چہ زیادہ ہو تب بھی تھوڑا ہوتا ہے۔

حضرت سیّدُنا بلال بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں مومن جب کوئی بات کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے قول کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کے اسکے عمل کو دیکھ لے اور جب بندہ مومن عمل کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے عمل کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اسکے تقوے کو ملاحظہ فرمالے اور اگر وہ تقویٰ اختیار کرے تو اسکے تقوے کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کہ اسکی نیّت کو دیکھے پس اگر اسکی نیّت درست ہو تو اس بات کا حق دار ہے کہ اسکے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوں۔ (احیاء العلوم صفحہ ۱۱)

(143) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا وَقَالُوْا: اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا۔ وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ۔ وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا۔ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَاَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف نبی اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے کیلئے آئے جب ان کو بتایا گیا تو انہوں نے اس کو قلیل جانا اور کہنے لگے' کہ ہم کہاں اور نبی اکرم ﷺ کہاں۔ ان کے پچھلے پہلے ہر ذنب کی مغفرت ہو چکی۔ ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی روزہ کا ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا' پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے اس اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ خبردار اللہ کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈر اور تقویٰ والا میں ہوں اور میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں ناغہ بھی کر لیتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بیویوں سے شادی بھی کرتا ہوں' سو جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرا نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب النکاح، ج ۲ص ۵۰۷، رقم: ۵۰۶۳ صحیح مسلم، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه، ج ۲ص ۲۳۹، رقم: ۳۴۶۹ صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۸۶، رقم: ۳۱۷ المعجم الکبیر للطبرانی، من

اسمہ عمر بن ابی سلمۃ، ج۶ص ۲۵، رقم: ۸۲۹۴، اتحاف الخیر المھرۃ للبوصیری، باب الترغیب فی النکاح، ج۴ص ۲، رقم: ۳۰۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیا ادب ہے کہ اس کمیٔ عبادت کو حضور کی عظمت شان کی دلیل بنایا اور یہ توجیہ کی کہ عبادت کی زیادتی گناہ معاف کرانے کے لیئے چاہیئے، حضور بے گناہ ہیں اگر بالکل عبادت نہ کریں تو بھی درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام قرآن کریم سے ماخوذ ہے: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اس آیت کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں، مگر قوی بات یہ ہے کہ ذَنْب سے مراد لغزش ہے نہ کہ گناہ۔ عشق کہتا ہے کہ ذَنْۢبِكَ سے مراد امت کے گناہ ہیں، جن کا بخشوانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ ہے، جیسے پیروی کرنے والا وکیل کہتا ہے کہ آج میرا مقدمہ ہے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۱، ص ۱۴۳)

ہر مہینے میں تین دن کے روزے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ مین نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

نفلی روزوں کا بیان

جان لو! فضیلت والے دِنوں میں روزوں کا مستحب ہونا مؤکّد ہے اور فضیلت والے دنوں میں سے بعض سال میں ایک بار، بعض ہر مہینے اور بعض ہر ہفتے میں پائے جاتے ہیں۔

سال میں رمضان المبارک کے بعد عَرَفہ (یعنی نوذوالحجہ) کا دن، اے دسویں محرم کا دن، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، محرم الحرام کے پہلے دس دن اور عزت والے مہینے (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) روزوں کے لئے عمدہ دن ہیں اور سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھتے، حتی کہ گمان ہونے لگتا کہ یہ رمضان ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، الحدیث ۱۹۶۹، ص ۱۵۴، بتغیر)

حدیثِ مبارکہ میں ہے: رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث ۲۷۵۶، ص ۸۶۶)

سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے ماہ محرم کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے تیس روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ محرم الحرام کے تیس روزوں سے افضل ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۹۶۰، ج ۲، ص ۷۱، بتغیر قلیل)

اور جو شخص عزت والے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ فضیلت والے مہینے ذوالحجۃ الحرام، محرم الحرام، رجب المرجب اور شعبان المعظم ہیں اور عزت والے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ان میں ایک (رجب کا) مہینہ الگ ہے اور تین مسلسل ہیں۔

روزوں کے وہ دن جو مہینے میں تکرار سے آتے ہیں (یعنی ہر مہینے آتے ہیں) وہ مہینے کا پہلا، درمیانی یعنی ایام بیض اور آخری دن ہیں اور ایام بیض تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ اور ہر ہفتے میں آنے والے روزوں کے دن پیر، جمعرات اور جمعہ کے ہیں۔

صومُ الدھر (یعنی عمر بھر روزے رکھنا) تمام دنوں کو شامل ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بہترین روزے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی سرد الصوم، الحدیث ۷۷۰، ص ۱۷۲۳)

اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مجھ پر دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لینے سے انکار کردیا اور میں نے کہا میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن کھاؤں گا، جب میں کھاؤں گا تو تیری حمد بیان کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری بارگاہ میں اِلتجا کروں گا۔

(جامع ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، الحدیث ۲۳۴۷، ص ۱۸۸۷ تا ۱۸۸۸، مفہوماً)

اسلام اور سادھو کی زندگی

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہو کر زار و قطار رونے لگے، اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہو گئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوذر غفاری و حضرت سالم و حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و حضرت معقل بن مقرن و حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے، ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے، بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغن غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے۔ سنو! تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ لہٰذا کچھ دن روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سورہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہو کر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ اور گوشت، چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی مؤثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ سن لو! میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو۔ میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی یا پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ سن لو! میری امت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور

اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو۔ کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی امتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲۶۷، پ ۷، المائدۃ: ۸۶)

(144) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے جا سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے آپ نے یہ تین بار فرمایا۔ (مسلم)

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُتَشَدِّدُوْنَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيْدِ.

المتنطعون اس کا مطلب ہے: بے جا سختی کرنے والا' تکلف کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب هلك المتنطعون، ج ۲ ص ۱۰۱، رقم: ۶۹۵۵ سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۲ ص ۲۳۰، رقم: ۳۶۱۰ المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه عبدالله بن مسعود، ج ۸ ص ۱۷۵، رقم: ۱۰۳۶۸ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن مسعود، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۳۶۵۵ مجمع الزوائد، باب ما جاء فی المتنعمین والمتنطعین، ج ۱۰ ص ۴۴۰، رقم: ۱۷۸۴۰ (وقال رجال الصحیح)

شرح حدیث: دل اندھے ہو جائیں گے

حضرت سیِّدُنا مولیٰ علی (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) فرماتے ہیں اپنے دلوں کو کچھ آرام دیا کرو کہ اگر ان پر بے جا سختی کی جائے تو وہ اندھے ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں میں اپنے نفس کو کچھ کھیل کر راحت پہنچاتا ہوں تو یہ کھیلنا میرے حق میں (عبادت کرنے کیلئے) مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اور یہ وہ حقائق ہیں کہ جن کا صحیح علم جیّد علماء ہی کو ہو سکتا ہے۔ محض ناکارہ قسم کو لوگوں کو نہیں جیسا کہ کوئی طبیبِ حاذق گرمی کے شکار مریض کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ گوشت بھی گرم ہوتا ہے تو ایسا شخص جو علم طب سے بے بہرہ ہو اسے بڑا عجیب و غریب خیال کرتا ہے حالانکہ طبیبِ حاذق جانتا ہے کہ گوشت کھانے سے مریض کی طبیعت بحال ہو جائے گی اور وہ علاج بضد کو برداشت کرنے کے لائق ہو جائے گا۔

اسی طرح جو شخص شطرنج کا ماہر ہو وہ کبھی رخ اور گھوڑا مفت میں چھوڑ دیتا ہے تا کہ مدّ مقابل کی چال سے بچ سکے جبکہ شطرنج سے ناواقف شخص اس پر اظہار تعجب کرتا ہے یوں ہی جو شخص لڑائی کے فن سے واقف ہو وہ بعض اوقات اپنے دشمن سے پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے (اور اسے ایسی جگہ لے آتا ہے جہاں پلٹ کر حملہ کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اسے میدان

جنگ سے فرار ہوتا دیکھ کر غیر متعلقہ شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے)۔

اللہ (عزوجل) کی طرف جانے کا طریقہ بھی کچھ اسی طرح ہے کیونکہ یہ شیطان سے لڑائی ہے اور دل کا علاج ہے چنانچہ جو شخص صاحب بصیرت ہو اور اسے توفیق الٰہی (عزوجل) حاصل ہو تو وہ نہایت نفیس حیلے تلاش کر لیتا ہے جنہیں کمزور اور کچے ذہن والے لوگ عقل سے بعید خیال کرتے ہیں چنانچہ مرید کیلئے مناسب نہیں کہ شیخ کی بعض باتوں پر دل میں پیدا ہونے والے امکان کو چھپائے رکھے اسی طرح طالب علم کو اپنے استاد پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ صبر سے کام لینا چاہئے اور جہاں تک بصیرت کام کرے فبہا اور ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ خود اس مقام کو حاصل کر لے جہاں ان باتوں کے اثرات اس پر خود بخود منکشف ہو جائیں۔ (ماخوذ فیضانِ احیاء العلوم)

(145) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنُ اِلاَّ غَلَبَهٗ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے، جو دین میں بے جا سختی برتتا ہے، مغلوب ہو جاتا ہے، تو تم درست اور میانہ روی سے چلو خوشخبری دو اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کے ساتھ مدد طلب کرو۔ (بخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ، الْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔

بخاری کی دوسری روایت ہے، درست چلو، میانہ روی اختیار کرو اور صبح و شام اور تاریکی کا کچھ حصہ عبادت کرلو، مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

قَوْلُهٗ: اَلدِّيْنُ: هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ۔ وَرُوِيَ مَنْصُوْبًا وَّرُوِيَ لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ۔ وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِلاَّ غَلَبَهٗ: اَيْ غَلَبَهُ الدِّيْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّيْنِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ۔ وَ الْغَدْوَةُ: سَيْرُهٗ اَوَّلِ النَّهَارِ۔ وَ الرَّوْحَةُ: اٰخِرِ النَّهَارِ۔ وَالدُّلْجَةُ: اٰخِرُ اللَّيْلِ۔

الدین نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے ایک روایت میں منصوب ہے لن یشاد الدین احد بھی روایت کیا گیا اور آپ ﷺ کے فرمان: الاغلبہ: دین کے غالب آنے سے مراد یہ ہے وہ سختی پر چلنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز ہو جائے گا کیونکہ دین کے امور کثیر ہیں۔ غدوہ: صبح کے وقت چلنا۔ روحہ: سے شام کے وقت سفر کرنا مراد ہے۔ الدلجۃ: رات کا آخری حصہ۔

وَهٰذَا اِسْتِعَارَةٌ وَّتَمْثِيْلٌ، وَّمَعْنَاهُ: اسْتَعِيْنُوْا

یہ استعارہ تمثیلیہ ہے اور اس کا مطلب ہے اللہ

عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِكُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِكُمْ بِحَيْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْاَمُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَكُمْ، كَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ يَسِيْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَيَسْتَرِيْحُ هُوَ وَدَابَّتُهٗ فِیْ غَيْرِهَا فَيَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَيْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عزوجل کی اطاعت پہ مدد چاہو۔ اس طرح تم کو عبادت کی لذت حاصل ہوگی اور تم نہ اکتاؤ گے اور اپنے مقصود تک پہنچ جاؤ گے جیسا کہ سمجھدار مسافر ان اوقات میں سفر کرتا ہے باقی اوقات وہ اور اس کی سواری آرام کرتے ہیں۔ اور مشقت کے بغیر مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدین یسر وقول النبی صلی الله علیه وسلم احب الدین الی الله الحنیفیة، ج ۱ص۱۷، رقم: ۳۹سنن الکبری للنسائی، الدین یسر، ج ۸ص۱۲۱، رقم: ۵۰۳۴سنن الکبری للبیهقی، باب القصد فی العبادة والجهد فی المداومة، ج ۳ص۱۸، رقم: ۴۹۲۹مسند شهاب، باب الدین یسر، ص۳۰۴، رقم: ۹۷۶صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص۱۶۳، رقم: ۳۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیاداری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، رب فرماتا ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۲۸۴)

نبوت کے اجزاء

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اعتدال پسندی، میانہ روی اور اچھی نیت نبوت کے 24 اجزاء میں سے ایک جُز ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی التأنی، الحدیث: ۲۰۱۰، ص۱۸۵۳)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عملِ آخرت کے علاوہ ہر چیز میں اعتدال پسندی اچھی چیز ہے۔ (المستدرک، کتاب الایمان، باب التؤدة فی کل شیء، الحدیث: ۲۲۱، ج۱، ص۲۳۹)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حلم و تدبر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الرفق، الحدیث: ۱۲۶۵۲، ج۸، ص۴۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ترجمہ کنز الایمان: جو برائی کریگا اس کا بدلہ پائے گا۔ (پ۵، النساء: ۱۲۳) تو مسلمان غم زدہ ہوگئے۔ اس پر رسول اللہ صلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اپنے اعمال میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ مسلمان کو جو بھی پہنچتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ مصیبت جو اسے پہنچتی ہے یا وہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے وہ بھی اسکے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب ثواب مومن فیمایصبہ من مرض....الخ، رقم ۲۵۷۴۔ ۱۳۹۲)

حضرت سیدنا امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مجھے عقل مند آدمی پر تعجب ہے جس کی داڑھی لمبی ہے وہ اس سے کیوں نہیں کاٹتا تاکہ وہ دو داڑھیوں کے درمیان ہوجائے (یعنی نہ بہت چھوٹی ہو اور نہ بہت لمبی) کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۵۷)

جسمانی اعضاء کی گفتگو

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ جب بندہ رات میں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسکے اعضاء خوش ہوکر ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ ہمارا رفیق اللہ عزوجل کی بندگی کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

رحمتوں کی برسات

حضرت سیدنا احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا تو انہیں روتے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رُلایا؟ کہنے لگے: جب رات کی تاریکی اپنی چادر بچھا دیتی ہے تو اہل محبت قیام (یعنی نماز) میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ان کے آنسو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ان کے رخساروں پر بہہ رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب اللہ جل جلالہ ان پر نگاہِ کرم کرتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے، اے جبرئیل (علیہ السلام)! میرے سامنے وہ کھڑا ہے جس نے میرے کلام سے لذت حاصل کی اور مجھ سے مناجات کی راحت پائی، بے شک میں اس سے باخبر ہوں اور اس کے کلام کو سن رہا ہوں اور اس کے رونے اور آہ وزاری کو دیکھ رہا ہوں، اے جبرئیل اس سے کہو: میں جو یہ تمہارا غم دیکھ رہا ہوں یہ کیا ہے؟ کیا تمہیں کسی نے خبر دی ہے کہ کوئی دوست اپنے دوستوں کو آگ کا عذاب دیتا ہے یا کیا میں گوارا کروں گا کہ میں کسی قوم کو رات گزارنے کے لئے ٹھکانا فراہم کروں پھر انہیں نیند کی حالت میں جہنم میں ڈالنے کا حکم دوں۔ یہ کام تو کسی بدکار بندے کو بھی سزاوار نہیں تو کریم بادشاہ عزوجل کے لائق کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! کہ میں انہیں ضرور ایک تحفہ عطا فرماؤں گا، وہ اس طرح کہ میں ان پر نظرِ رحمت فرماؤں گا اور وہ میرا دیدار کریں گے۔ (حلیۃ الاولیاء، ابوسلیمان الدارانی، رقم ۱۳۸۴۱، ج۹، ص ۲۶۸)

(146) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ نے دوستونوں کے درمیان

حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا: هٰذَا حَبْلٌ لِّزَيْنَبَ، فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُلُّوْهُ، لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لٹکی ہوئی رسی دیکھی۔ فرمایا: یہ رسی کیا ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا: یہ حضرت زینب کی رسی ہے، جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو کھول دو تم میں سے کوئی اسی وقت تک نماز پڑھے جب تک اس کی طبیعت میں تازگی ہو پس جب سستی آ جائے تو سو جاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، ج ۱ ص ۳۵۳، رقم: ۱۱۵۰ صحیح مسلم باب امر من نعس فی صلاتہ، ج ۱ ص ۶۸۹، رقم: ۱۸۶۷ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج ۲ ص ۳۳۹، رقم: ۲۴۹۲ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی المصلی اذا نعس، ج ۱ ص ۴۳۶، رقم: ۱۳۷۱ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۴ ص ۱۰۱، رقم: ۱۲۰۰۵)

شرح حدیث: ذوقِ عبادت

والدین کو چاہیے کہ اوائل ہی سے اپنی اولاد کے دل میں عبادت کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کریں کبھی انہیں تلاوتِ قرآن کے فضائل بتائیں تو کبھی تہجد کے، کبھی روزے کی فضیلت بتائیں تو کبھی باجماعت نماز کی۔

سیّدنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کا ذوقِ عبادت

حضرت سیّدنا ابنِ ظفر علیہ رحمۃ الرَّب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہ، النُّورانِی کو بچپن میں جب مدرسہ داخل کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُۙO قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًاۙO ترجمۂ کنزالایمان: اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔ (پ ۲۹، المزمل ۱۔۲) تو اپنے والدِ محترم حضرت سیّدنا طیفور بن عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی: یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کس سے مخاطب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سیّدنا احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم ہیں۔ پوچھا: اے میرے ابا جان! پھر آپ بھی حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی سُنَّت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: پیارے بیٹے! یہ حکم خاص حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرمایا گیا پھر سورۂ طٰہٰ میں اس میں تخفیف کر دی گئی۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سبق اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔ (پ ۲۹، المزمل) تو پھر پوچھنے لگے: اے میرے والدِ محترم! میں سن رہا ہوں کہ اس میں ایک ایسے گروہ کا ذکرِ خیر بھی ہے جو راتوں کو قیام کرتا ہے۔ تو والدِ

محترم نے بتایا: جی ہاں! وہ ہمارے پیارے آقا، دو عالم کے داتا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: اس چیز کو ترک کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جو رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم ساری ساری رات قیام کرنے لگے۔ ایک رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیدار ہوئے اور اپنے والدِ محترم سے عرض کی: مجھے بھی سکھلائیے، میں بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کروں گا۔ والد صاحب فرمانے لگے: بیٹے! ابھی تم چھوٹے ہو۔ عرض کی: اے میرے ابا جان! جس دن لوگ الگ الگ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں، اور اگر میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ سے پوچھ لیا، اے ابو یزید! تم نے کیا کیا؟ تو میں جواب دوں گا: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی تھی کہ مجھے سکھلائیے تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں تو انہوں نے مجھے کہا تھا، ابھی تم چھوٹے ہو۔ یہ سن کر فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم کہنے لگے: نہیں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم ایسی بات کہو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو والد صاحب نے نماز سکھائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی رات کا اکثر حصہ نماز ادا کرتے رہتے۔

سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا شان ہے ان لوگوں کی جن کے ذوق وشوق کی سواری مقصد کے حصول کے لئے راتوں کو چلتی رہتی یہاں تک کہ وہ اپنی منزلِ مراد پر پہنچ جاتے اور انہیں عنایتِ خداوندی حاصل ہوجاتی۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّفُ اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

(147) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب اس نے اونگھتے ہوئے نماز پڑھی تو ممکن ہے کہ وہ مغفرت طلب کرنے لگے تو اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسة، ج ۱ص ۸۷، رقم: ۲۰۹، صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاته، ج ۱ص ۶۹۲، رقم: ۱۸۷۱، سنن الکبری للبیهقی، باب من نعس فی صلاته فلیرقد، ج ۳ص ۱۶، رقم: ۴۹۱۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاة عند النعاس، ج ۱ص ۱۸۶، رقم: ۳۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۳ص ۱۴۲، رقم: ۱۲۴۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْ لِیْ کے اِعْفِرْ لِیْ کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشا، عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیئے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۸۳)

نیتِ عبادت کے باوجود غلبۂ نیند

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہ وسلّم نے فرمایا، جو شخص رات کو مخصوص رکعتیں پڑھنے کا عادی ہو پھر کسی رات اس پر نیند غالب آجائے تو اسے اس کی نماز کا ثواب عطا کر دیا جائے گا اور اس کی نینداس پر صدقہ ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب من نوی القیام فنام، رقم ۱۳۱۴، ج ۲، ص ۵۱)

اپنے وِرد سے محروم رہ جانے والے کا ثواب

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہ وسلّم نے فرمایا، جو اپنے ورد۔۔ یا۔۔ اس میں سے کسی چیز سے محروم رہ جائے اور پھر اسے فجر یا ظہر کے بعد پڑھ لے تو اسے وہی ثواب عطا کیا جائے گا جو رات میں پڑھنے پر عطا کیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام الخ، رقم ۷۴۷، ص ۳۷۶)

(148) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدَ اللهِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نمازیں ادا کرتا تھا آپ کی نماز درمیانی ہوتی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: قَصْدًا: اَیْ بَیْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ.

قصدًا: اس کا مطلب ہے لمبی اور چھوٹی کے درمیان (یعنی درمیانی)۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاة والخطبة، ج ۱ ص ۸۷۷، رقم: ۲۰۴۰، سنن الکبری للبیهقی، باب ما یستحب من القصد فی الکلام، ج ۳ ص ۲۰۷، رقم: ۵۹۷۱، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جابر بن سمرة السوائی، ج ۱ ص ۸۶، رقم: ۲۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصد الخطبة، ج ۱ ص ۳۸۱، رقم: ۵۰۷، مسند امام احمد بن حنبل، ومن حدیث ابی عبد الرحمن، ج ۵ ص ۹۳، رقم: ۲۰۹۱۵)

شرح حدیث: نماز کو مختصر رکھے

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں فجر کی نماز فلاں شخص کی وجہ سے (جماعت کے بعد) تاخیر سے ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی قراءت کرتا ہے۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو جتنے جلال وشدت میں اس دن نصیحت کرتے ہوئے دیکھا اس سے پہلے اتنی شدت کبھی بھی نہ دیکھی تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو متنفِر کرتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو نماز کو مختصر رکھے کیونکہ اس کے پیچھے بچے، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امرالائمۃ .... الخ، الحدیث: ۱۰۴۴، ص ۲۵۱، بتغیرٍ قلیلٍ)

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آکر اپنی قوم کی امامت کرتے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۃ بقر شروع کردی تو ایک شخص پھر گیا کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا بولا نہیں رب کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور آپ کو یہ خبر دوں گا پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگ اونٹ والے ہیں دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورۂ بقر شروع کردی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم فتنہ گر ہو وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھا کرو (مسلم، بخاری)

(149) وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً. فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا. فَقَالَ لَهُ: كُلْ فَاِنِّيْ صَائِمٌ. قَالَ: مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ فَاَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ فَقَالَ لَهُ: نَمْ. فنام. ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ لَهُ:

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء کے درمیان مواخات قائم فرما دی۔ اب حضرت سلمان حضرت ابودرداء کو ملنے آئے' تو اُم درداء کو بالکل پریشان حال دیکھا کہا تمہیں کیا ہے؟ بولی کہ تیرا بھائی ابودرداء اس کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں پھر حضرت ابودرداء آئے اور کھانا تیار کر کے پیش کیا۔ انہوں نے حضرت سلمان سے کہا کہ کھائیں میرا تو روزہ ہے حضرت سلمان نے کہا: میں تو اس وقت تک نہیں

نَمْ. فَلَمَّا كَانَ من اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ. فَصَلَّيَا جَمِيْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ: اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ. فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہ کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا' پھر جب رات ہونے لگی تو حضرت ابودرداء عبادت کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان نے فرمایا: سو جاؤ وہ سو گئے پھر اٹھنے لگے تو انہوں نے پھر کہا: سو جاؤ۔ پھر جب پچھلی رات ہوئی تو حضرت سلمان نے کہا: اب اٹھو پھر ان دونوں نے نماز ادا کی پھر حضرت سلمان نے ان کو کہا بے شک تیرے ربّ کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق ادا کر پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع ولم یر علیه قضاء، ج ۱ص۳۸۷، رقم: ۱۹۶۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ج ۱ص۷۰۸، رقم: ۲۴۱۳صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الدلیل علی ان الفطر فی صوم التطوع، ج ۳ص۱۰۹، رقم: ۲۱۴۴نصب الرایة لاحادیث الهدایة للزیلعی، باب ما یوجب القضاء، ج ۲ص۳۲۵تخریج احادیث الاحیاء للعراقی، ص۳۱۷، رقم: ۱۲۳۹)

شرح حدیث: حقوق العباد نہ ادا کرنا

بندوں کے حقوق کا ادا کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے اور بندوں کے حقوقِ واجبہ نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ یا تو حقوق ادا کر دے یا صاحبانِ حقوق سے حقوق معاف کرالے کیوں کہ جب تک بندے نہ معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ **فاتوا کل ذی حق حقه** یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرو۔

آج کل بہت سے مسلمان دوسروں کے مال و سامان اور زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرض لے کر اس کو ادا نہیں کرتے بعض لوگ مزدوروں کی مزدوری ملازموں کی تنخواہ دبا کر بیٹھ رہتے ہیں یہ سب حقوق العباد ہیں۔ جو ان حقوق کو ادا نہ کریگا یا نہ معاف کرائے گا۔ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

اسی طرح مسلمان پر اس کے ماں باپ، بھائیوں بہنوں، بیوی بچوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ہیں

کہ سب کے ساتھ نیک سلوک کرے اگر ان لوگوں کے حقوق کو نہ ادا کریگا تو قیامت کے دن حقوق العباد میں ماخوذ اور عذاب جہنم میں گرفتار ہوگا۔

راستوں میں بیٹھنے کے حقوق

بخاری شریف میں ہے، حضرتِ سیِّدُ نا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شَفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالِک و مختار، حبیبِ پَروَردَگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (صَحابہ کرام سے) ارشاد فرمایا: تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے بچو! صَحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عَرض کی: ہم اِن مجلسوں میں بیٹھ کر (ضَروری) گفتگو کرتے ہیں اور یہ ہمارے لیے ضَروری ہیں۔ فرمایا: جب تم مجالس میں آیا کرو تو راستے کو اِس کا حق دو۔ عرض کی گئی: راستے کا حق کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: (1) نگاہیں نیچی رکھنا (2) تکلیف دِہ شے دُور کرنا (3) سلام کا جواب دینا (4) نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔ (صَحیح بُخاری ج ۴ ص ۱۶۵ حدیث ۶۲۲۹)

استاد کا حق

عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

(فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۷۳)

اسی میں غرائب سے ہے: آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق وآداب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ (فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۷۸)

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی طرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصراً۔

(فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۷۹-۳۷۸)

قال اللہ تعالیٰ ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم۔ (القرآن الکریم ۴۹ / ۴ و ۵)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۶۶)

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنٰی کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

(150) وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ: قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا فَذٰلِكَ صِیَامُ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّیَامِ.

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے میرے متعلق عرض کیا گیا: کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم میں تاحیات روزہ رکھوں گا اور ہر رات قیام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تم نے یہ باتیں کی ہیں میں نے عرض کیا: ہاں' یارسول اللہ (ﷺ)! آپ پر میرے ماں باپ قربان میں نے یہ باتیں کی ہیں فرمایا تم ان کی طاقت نہ رکھ سکو گے اس لیے تم کبھی روزہ رکھو کبھی افطار کر لیا کرو رات کا کچھ حصہ سو جایا کرو اور کچھ حصہ قیام کر لیا کرو اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہوتی ہے' تو یہ روزے ہمیشہ کے روزہ کی طرح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی استطاعت رکھتا ہوں' تو آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں

زیادہ فضیلت والا ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: هُوَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ فَقُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَهْلِیْ وَمَالِیْ۔

ایک روایت میں ہے' میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ فضیلت کی طاقت رکھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی طریقہ نہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ کاش میں وہی تین دن کے روزے قبول کر لیتا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لیے میرے اہل وعیال اور مال سے عزیز تر ہوتا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ؟ قُلْتُ: بَلٰی، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِعَیْنَیْكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا، فَاِنَّ ذٰلِكَ صِیَامُ الدَّهْرِ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ، قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ اَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: صُمْ صِیَامَ نَبِیِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَلَا تَزِدْ عَلَیْهِ قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِیَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ: نِصْفُ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَقُوْلُ بَعْدَمَا كَبِرَ: یَا لَیْتَنِیْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم ہر دن روزہ رکھتے ہو اور ساری شب نفل پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یارسول اللہ (ﷺ)! فرمایا: ایسا نہ کر روزہ رکھ اور ناغہ کر سولیا کر اور قیام کر لیا کر کیونکہ تجھ پر تیرے جسم کا حق ہے۔ تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھو کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے' تو یہ ہمیشہ کے روزے کا ثواب بنے گا میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھ میں زیادہ کی قوت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے مثل روزے رکھ اور اس پر زیادہ نہ کر میں نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: آدھا زمانہ۔ پس حضرت عبداللہ بوڑھا ہونے کے بعد کہا کرتے کاش میں رسول اللہ ﷺ کی رخصت کو قبول کر لیتا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ،

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

وَتَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا الْخَيْرَ. قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ. فَاِنَّهُ كَانَ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ عَشْرٍ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ سَبْعٍ وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ قَالَ: فَصِرْتُ اِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُّ اَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجھے یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ تم ہر روز روزہ رکھتے ہو اور ہر رات قرآن ختم کرتے ہو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ (ﷺ)! میرا اس سے صرف بھلائی کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو وہ لوگوں میں (اپنے دور میں) سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور قرآن پاک مہینہ بھر میں ختم کرو میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بیس راتوں میں پڑھ لے میں نے عرض کیا: اے اللہ! کے نبی میں اس سے افضل کی استطاعت رکھتا ہوں، فرمایا: دس راتوں میں پڑھ، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اس سے افضل کی ہمت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ہر سات دن میں پڑھ اس سے زیادہ نہ کر پس میں نے اپنے آپ پر سختی کی، تو مجھ پر سختی کی گئی مجھے نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا تھا: ہوسکتا ہے کہ تمہاری عمر طویل ہو چنانچہ میں اس عمر کو پہنچ گیا جو نبی اکرم ﷺ نے فرمائی تھی جس میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے جانا کہ کاش نبی اکرم ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا.

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ ثَلَاثًا.

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ. وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلَاةُ دَاوٗدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے بندوں میں سب سے پیارا حضرت داؤد علیہ السلام والا روزہ ہے اور نمازوں میں سب سے پیاری نماز حضرت داؤد علیہ السلام والی نماز ہے۔ آپ نصف شب

وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى۔

سوتے ایک تہائی قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور دشمن سے سامنا ہونے کی صورت میں فرار نہ ہوتے تھے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: اَنْكَحَنِيْ اَبِيْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّكَانَ يَتَعَاهَدُ كِنَّتَهُ - - اَيْ: امْرَاَةَ وَلَدِهٖ - فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا۔ فَتَقُوْلُ لَهٗ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَّمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا، وَّلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُّنْذُ اَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اَلْقِنِيْ بِهٖ فَلَقِيْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَقَالَ: كَيْفَ تَصُوْمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ لَيْلَةٍ، وَّذَكَرَ نَحْوَ مَا سَبَقَ، وَكَانَ يَقْرَاُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ، يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَّاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے باپ نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کر دیا اور وہ اپنی بہو کا خیال رکھتے تھے یعنی اپنے بیٹے کی بیوی کا اس سے اس کے خاوند کے بارے پوچھتے تو وہ کہتی کہ وہ اچھے آدمی ہیں جب سے ہم آئے ہیں اس نے ہمارے بستر کو نہیں روندا اور ہمارے پردے کی چیز کو نہیں کریدا۔ جب یہ کافی وقت تک چلا تو میرے والد نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا آپ نے فرمایا: اس کو مجھ سے ملاؤ میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کس طرح روزہ رکھتا ہے میں نے عرض کیا: ہر روز۔ آپ نے فرمایا: کیسے (قرآن) ختم کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہر رات اور پچھلی حدیث کی طرح گفتگو ذکر کی حضرت عبداللہ اپنے گھر والوں میں سے بعض کو قرآن پاک ساتواں حصہ دن کو سنا لیتے تا کہ رات کے وقت اس کا پڑھنا ان پر آسان ہو اور جب قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہوتا تو کچھ دن افطار کر لیتے اور گنتی کا خیال رکھتے پھر اس تعداد کے روزے پورے کر لیتے وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد کسی عمل کو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے۔

كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيْحَةٌ، مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ، وَقَلِيْلٌ مِّنْهَا فِيْ اَحَدِهِمَا۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ روایات مذکورہ صحیحین میں ہیں اور بعض صحیحین میں سے صرف ایک میں ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "اتینا داود زبورا" ج ۲ ص ۳۶۰، رقم: ۳۴۱۸ صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر، ج ۲ ص ۲۶۲، رقم: ۲۷۸۶ سنن ابوداؤد، باب فی صوم الدھر تطوعا، ج ۲ ص ۲۸۹، رقم: ۲۴۲۹ صحیح ابن حبان، باب ما

جامع فی الطاعات، ج۱ص۱۶۴، رقم: ۳۵۲، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۶۶۶۰)

شرح حدیث: روزے کی اقسام

روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) واجب۔

(۳) نفل۔

(۴) مکروہِ تنزیہی۔

(۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض وواجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن وغیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز ومہرگان کے دن روزہ۔ صومِ دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص ۱۹۴) (والدر المختار ورد المحتار، کتاب الصوم، ج۳، ص ۳۸۸۔ ۳۹۲)

انبیاء علیہم السلام کا روزہ

حضرتِ سَیِّدُنا داود علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ اس طرح روزے رکھنا صومِ داودی کہلاتا ہے اور ہمارے لئے یہ افضل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: افضل روزہ میرے بھائی داود (علیہ السلام) کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دِن نہ رکھتے اور دشمن کے مقابلے سے فرار نہ ہوتے تھے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۷ حدیث ۷۷۰)

حضرتِ سَیِّدُنا سُلیمان علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تین ۳ دن مہینے کے شروع میں، تین ۳ دن وَسْط میں اور تین ۳ دن آخر میں روزہ رکھا کرتے تھے اور اس طرح مہینے کے اَوائِل، اَوَاسِط اور اَواخر میں روزہ دار رہتے تھے۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۳۰۴ حدیث ۲۴۶۲۴)

میدانِ جہاد سے فرار ہونا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو (۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زندوں اور مُردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہٰذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مرجائے تو وہ جنتی محل میں محمد کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج ۱۵۔۱۷، ص ۴۸)

(151) وَعَنْ اَبِيْ رِبْعِيٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيِّدِيِّ الْكَاتِبِ اَحَدِ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُوْلُ؟! قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كَاَنَّا رَاْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيَ الْعَيْنِ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اَنْ لَّوْ

حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع الاسیدی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ہیں، سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے۔ فرمایا: حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا حنظلہ منافق ہوگیا ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہوتے ہیں۔ تو آپ جنت دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں، تو ہماری آنکھوں میں دیکھنے کی کیفیت ہوتی ہے پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس آتے ہیں۔ بیوی بچوں اور کاروبار میں ہوتے ہیں، تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہم سے بھی ہوتا ہے پس میں اور ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! حنظلہ منافق ہوگیا ہے فرمایا کیا ہوا میں نے عرض کیا: ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے لیے جنت دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں، تو آنکھوں میں دیکھنے کی کیفیت ہوتی ہے، جب ہم آپ کے ہاں سے نکلتے ہیں اور بیوی بچوں اور کاروبار میں مصروف ہو

تَدُومُونَ عَلٰى مَا تَكُونُونَ عِنْدِيْ، وَفِي الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ، لٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جاتے ہیں، تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو، جس حالت پر تم میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں میں اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: رِبْعِيٌّ بِكَسْرِ الرَّاءِ. وَ الْأُسَيِّدِيُّ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُّشَدَّدَةٌ مَكْسُورَةٌ. وَقَوْلُهُ: عَافَسْنَا هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّيْنِ الْمُهْمَلَتَيْنِ أَيْ: عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. وَ الضَّيْعَاتُ: الْمَعَايِشُ.

ربعی: را کے کسرہ کے ساتھ اور الاسیدی: ہمزہ کی پیش، سین کی زبر اور اس کے بعد یا مشددہ مکسور کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ عافسنا: عین اور سین مہملہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے جب ہم مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور ضیعات: کا مطلب ہے: کاروبار۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل دوام الذکر والفکر فی الامور الاخرۃ، ج ۲ص ۷۹۳، رقم: ۶۱۴۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۵۵، رقم: ۱۳۴۴، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب ما جاء فی الخوف، ج ۵ص ۳۹۱، رقم: ۷۰۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حنظلۃ الکاتب، ج ۳ص ۱۶۸، رقم: ۱۷۶۳۶، مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک، ج ۲ص ۳۴۴، رقم: ۶۲۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضرت حنظلہ فرماتے ہیں میری حالت منافقوں کی سی ہوئی کہ اس میں یکسانیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں اپنے کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جا سکتا ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر عاصی یا منافق نہیں کہا جا سکتا لہذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۱)

خوف خدا عزوجل

سورۂ رحمٰن میں خوف خدا عزوجل رکھنے والوں کے لئے دو جنتوں کی بشارت سنائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

(پ ۲۷، الرحمٰن ۴۶)

آخرت میں کامیابی

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے، وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ترجمہ کنزالایمان: اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ (پ ۲۵، الزخرف: ۳۵)

جنت کے باغات

اپنے پروردگار کا خوف اپنے دل میں بسانے والوں کو جنت کے باغات اور چشمے عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔

(پ ۱۴، الحجر: ۴۵)

(آخرت میں امن.....)

دنیا میں اپنے خالق و مالک عزوجل کا خوف رکھنے والے آخرت میں امن کی جگہ پائیں گے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں۔ (پ ۲۵، الدخان: ۵۱)

اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو اس کی تائید و مدد حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ، ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۱۲۸)

دوسرے مقام پر ہے:

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۹۴)

مزید ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ڈر والوں کا دوست اللہ ہے۔ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۱۹)

اللہ عزوجل کے پسندیدہ بندے

خوفِ خدا عزوجل رکھنے والے خوش نصیب اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ بننے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ O

ترجمہ کنز الایمان: بے شک پرہیزگار، اللہ کو خوش آتے ہیں۔ (پ ۱۰، التوبہ: ۷)

(152) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْہُ. فَقَالُوْا: اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَّقُوْمَ فِی الشَّمْسِ وَلَا یَقْعُدَ، وَلَا یَسْتَظِلَّ، وَلَا یَتَکَلَّمَ، وَیَصُوْمَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مُرُوْہُ فَلْیَتَکَلَّمْ، وَلْیَسْتَظِلَّ، وَلْیَقْعُدْ، وَلْیُتِمَّ صَوْمَہُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس دوران کہ نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی پر نظر پڑی جو کھڑا تھا' آپ نے اس کے بارے پوچھا تو صحابہ نے عرض کیا: یہ ابو اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا اور نہ بات کرے گا۔ اور روزہ سے رہے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو حکم دو کہ بات کرلے سایہ میں آجائے بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرلے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ، ج ۲ ص ۶۷۳، رقم: ۶۷۰۴، سنن الکبری للبیہقی، باب ما یوفی بہ من النذور، ج ۱۰ ص ۷۵، رقم: ۲۰۵۸۶، سنن الدارقطنی، کتاب النذور، ج ۲ ص ۲۲۵، رقم: ۳۳۶۸، سنن ابوداؤد، باب من رای علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، ج ۲ ص ۲۱۲، رقم: ۳۳۰۲، الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب النذر، ص ۳۵۰، رقم: ۸۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خاموش رہنا (بالکل چپ رہنا) سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأۃ فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی، اس طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابو اسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سواء تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہ ہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، امام شافعی کے ہاں ان دونوں کی نذر

درست ہی نہیں۔

عبادت کے نو حصے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے خاموشی میں اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے۔

(مسند الفردوس، باب العین، ج ۴ ص ۸۶، الحدیث ۴۹۶۲، دون لفظہ وجزفی الفرار من الناس)

لہذا جو شخص دنیا میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی زبان کی حفاظت کریگا۔ اللہ عزوجل اس کی موت کے وقت کلمۂ شہادت اور اللہ عزوجل سے ملاقات کے وقت اس کی زبان کو کھول دے گا اور جس نے اپنی زبان کو مسلمانوں کی عزت پامال کرنے میں ملوث کیا اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جاننے میں لگا رہا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو موت کے وقت کلمہ شہادت سے روک دے گا۔ (یعنی اسے کلمۂ شہادت پڑھنے کی توفیق نہیں ملے گی۔)

زیادہ بولنے والے کی غلطیاں بھی زیادہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: جس کا کلام زیادہ ہوگا اس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اور جس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے جہنم اس کی زیادہ حقدار ہوگی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصمت وحفظ اللسان، الحدیث ۱۸۱۷۲، ج ۱۰ ص ۵۴۲)

منہ میں پتھر لئے رہتے

اسی لئے امیر المؤمنین حضرتِ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ مبارک میں پتھر رکھا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے آپ کو (فضول) گفتگو کرنے سے روک سکیں۔ (المعجم الاوسط من اسمہ محمد، رقم ۶۵۴۱، ج ۵، ص ۴۷)

سب سے افضل عمل

حضرتِ سیّدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک باہر نکال کر اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ (یعنی زبان کی حفاظت کرنا سب سے افضل کام ہے)

(ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب حفظ اللسان وفضل الصمت، رقم ۸، ج ۷، ص ۳۰۔۳۱)

15- بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْاَعْمَالِ

اعمال کی نگہبانی

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا اہل ایمان کیلئے وہ

تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) (الحدید: 16)

وقت نہیں آیا کہ ان کے دل یادِ خدا اور اس سے جو حق کی طرف سے نازل کیا گیا' ڈر جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے پس ان پر مہلت لمبی ہوگئی اور ان کے دل سخت ہو گئے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَّرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا) (الحدید: 27)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کے پیچھے ہم نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا ان کو انجیل عطا کی اور ان کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں شفقت و رحمت اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے تو اس کو انہوں نے اپنی طرف سے شروع کیا تھا۔ ہم نے یہ ان پر فرض نہ کیا تھا۔ انہوں نے یہ اللہ کی رضا کے حصول کیلئے شروع کیا تھا پھر انہوں نے اس کا صحیح خیال نہ رکھا۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دِین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے، اس پر ثواب ملتا ہے، اور اس کو جاری رکھنا چاہئے ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں البتہ دِین میں بُری بات نکالنا بدعتِ سیّئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سیّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنّت ہو اس کے نکالنے سے کوئی سنّت اٹھ جائے اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہوجاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دِین کی تقویّت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات وعبادات میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا) (النحل: 92)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کی طرح نہ بننا جس نے اپنے کاتتے ہوئے کو مضبوط ہونے کے بعد خوب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مکّۂ مکرّمہ میں ریطہ بنت عمرو ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے

سُوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑواتی، یہی اس کا معمول تھا۔ معنی یہ ہیں کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ بنو۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ)(الحجر: 99)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔

(153) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا: حَدِيْثُ عَائِشَةَ: وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

پس احادیث میں سے حضرت عائشہ ﷞ کی حدیث ہے کہ امورِ دین میں سے (رسول اللہ ﷺ کو) زیادہ پیارا وہ تھا جس پر عمل والا ہمیشگی کرے یہ حدیث گزشتہ باب میں گزر چکی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب احب الدین الی اللہ ادومه، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۴۳ صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاته، ج ۱ ص ۴۰۰، رقم: ۱۸۷۰ سنن نسائی، باب احب الدین الی اللہ عزوجل، ج ۳ ص ۱۲۲، رقم: ۵۰۳۵ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب القصد فی العبادة والجهد فی المداومة، ج ۳ ص ۱۷، رقم: ۴۵۱۴ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، فعل فی قیام رمضان، ص ۲۵۷، رقم: ۶۸۲)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتیں صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

بے وقوف اور جاہل لوگوں سے بے تکلفی سے مت پیش آنا، ان کی کوئی دعوت یا ہدیہ قبول نہ کرنا اور ہر کام استقامت وہیشگی سے کرنا۔

ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

گویا سب سے پہلا مرحلہ فضول نفسانی خواہشات کو ترک کرنا ہے اس کے نتیجے میں دل ذکر کے لئے فارغ ہو جائے گا اور پھر ذکر پر دوام اختیار کرنے سے اللہ (عزوجل) سے اُنس پیدا ہوگا اور اس کی قدرت پر غور کرنے سے معرفت حاصل ہوگی۔ پھر یہ معرفت رفتہ رفتہ محبت میں بدل جائے گی اور جو شخص اپنے رب (عزوجل) کی محبت میں سرشار ہو کر دنیا سے جائے گا وہ اس کی ملاقات کا شرف اور اخروی سعادت مندی ضرور پائے گا۔ چنانچہ جب بندے کو ان سب باتوں کی پہچان ہو جائے اور توفیق الٰہی (عزوجل) ساتھ ہو تو پھر بندہ نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیکی کا ارادہ کرتا ہے برائی سے نفرت کرتا ہے اور اسے برا جانتا ہے اسطرح عقلمند آدمی پچھنے لگوانے اور خون نکلوانے پر راضی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کاموں میں اسکی صحت کی سلامتی ہے۔

استقامت کے ساتھ عمل ضروری ہے

بہر حال جب کسی کام کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کا فائدہ مند ہونا معلوم جائے تو دل اس کام کو کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے چنانچہ اب دل کے اس ارادے کو برقرار رکھنے کیلئے عمل شروع کر دینا ضروری ہے کیونکہ دل کی صفات اور ارادے کے تقاضے کے مطابق ہمیشگی عمل کے ذریعے غذا کی جگہ اختیار کرتی ہے یہاں تک کہ قلبی صفت مضبوط ہو جاتی ہے کیونکہ تجربے سے ثابت ہے کہ جو شخص علم یا کسی منصب کا خواہش مند ہو تو ابتداء میں اسکی خواہش کمزور ہوتی ہے۔

لیکن اگر وہ عملی طور پر اسے حاصل کرنے کے اقدامات کرے اور اس کیلئے مطلوبہ اعمال میں مشغول ہو جائے تو اس کا میلان مضبوط اور راسخ ہو جاتا ہے اور اب اسے اس کیفیت سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔ (گویا جو شخص علم کی راہ میں عملی اقدامات کرے وہ اسمیں ترقی کرتا جاتا ہے اور دل میں مزید علم حاصل کرنے کی خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح اقتدار بھی)۔

اور اگر کوئی شخص اپنے مقصود کے تقاضے کے برعکس کام کرے تو اس کی خواہش کمزور پڑ جاتی بلکہ بعض اوقات بالکل مٹ جاتی ہے۔ (یعنی جس شخص کو گناہ کرنے کی شدید خواہش ہو لیکن اگر وہ اپنے آپ کو نیک کاموں مثلاً مدنی انعامات میں مصروف کرلے تو اسکی گناہ کی خواہش بلا آخر ختم ہو جائیگی)۔

اسی طرح نیکی اور عبادت کا معاملہ ہے کے ان سے آخرت طلب کی جاتی ہے اور برائیوں سے آخرت مقصود نہیں ہوتی بلکہ دنیا کی خواہش کی جاتی ہے اور نفس کا اخروی سعادت کی طرف میلان اور اسے دنیا مقاصد سے پھیرنا دل کو ذکر و فکر کے لئے فارغ کرتا ہے نیز یہ بات اُسی وقت پختہ ہوتی ہے جب نیک کاموں پر ہمیشگی اختیار کی جائے اور اعضاء کے گناہوں کی ترک کر دیا جائے کیونکہ دل اور دیگر اعضاء کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں مثلاً اگر اعضاء پر کوئی زخم لگے دل تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر کوئی بات دل کو تکلیف دے مثلاً کسی عزیز کی موت تو اعضاء بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں بدن کانپنے لگتا ہے اور رنگ بدل جاتا ہے ہاں ایک فرق ضرور موجود ہے کہ دل حاکم ہے اور دیگر اعضاء خدّام ہیں۔ نبی اکرم شاہ بنی آدم نور مجسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا فرمان حکمت نشان ہے۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ

ترجمہ: بلاشبہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے۔

نیز امت کے غم خوار آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیْ وَ الرَّعِیَّةَ

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) نگران اور رعایا دونوں کو درست کر دے (الاسرار المرفوعۃ ص ۶۷، حدیث ۲۳۵)۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نگران سے مراد دل لیا۔
نیز رب کائنات کا فرمان عبرت بار ہے:
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ
ترجمہ کنز الایمان: اللہ کو ہرگز نہ انکے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے (پارہ ۱۷ سورہ حج: ۳۷)

اعمال کا مقصد

تقویٰ دل کی صفت ہے اور دل کیونکہ سارے جسم سے افضل ہے اس لئے اسکا عمل دیگر اعضاء کے عمل سے افضل ہونا چاہئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ دل کے اعمال میں سب سے افضل نیت ہو کیونکہ یہ دل کا نیکی کی طرف جھکنا اور نیکی کا ارادہ کرنا ہے اور اعضاء کے ذریعے اعمال کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ دل نیکی کا ارادہ کرنے کا عادی ہو جائے اور اسکا جھکاؤ بھلائی کی طرف پختہ ہو جائے تا کہ وہ دنیوی خواہشات سے فارغ ہو کر ذکر و فکر کی طرف توجہ برقرار رکھے چنانچہ غرض کے اعتبار سے نیت ضرور بہتر ہے۔

مثلاً کسی شخص کے معدے میں درد ہو تو اسکا علاج یوں کرتے ہیں اسکے سینے پر دوائی کا لیپ کیا جاتا ہے اور ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ اسکو ایسی دوائی پلائی جائے جو براہ راست معدے تک پہنچے تو دوسرا طریقہ پہلے کی بنسبت زیادہ بہتر

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ

ترجمہ: جو شخص نیکی کا ارادہ لیکن اسے نہ کر سکے اسکے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔
(صحیح مسلم ج اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

کیونکہ دل کا ارادہ ہی دراصل نیکی کی طرف جھکاؤ ہے اور دنیوی محبت سے دوری کی بنیاد ہے اور یہ دوری تمام نیکیوں کی اصل ہے اور جب بندہ عمل کر لیتا ہے تو نیکی کی تکمیل اور اسے پختہ کر لیتا ہے۔

(154) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے رات کے مکمل ورد یا جزوی ورد سے نیند کی وجہ سے محروم رہا اور فجر وظہر کے درمیان پڑھ لیا تو اس کے لئے اسے ایسے لکھا جاتا ہے گویا کہ اس نے رات کے وقت اپنا وظیفہ پڑھ لیا تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع الصلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ ص ۱۷۷، رقم: ۱۷۷۹، سنن الکبریٰ

للبیھقی، باب من اجاز قضاء ھما بعد طلوع الشمس، ج ۲ص ۴۸۴، رقم: ۴۷۲۴سنن ابوداؤد، باب من نام عن حزبہ، ج ۱ص ۵۰۶، رقم: ۱۳۱۵سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فیمن نام عن حزبہ من اللیل، ج ۱ص ۴۲۶، رقم: ۱۳۴۳صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الوقت من النہار، ج ۱ص ۴۹۵، رقم: ۱۱۷۱)

شرح حدیث: رات اپنا ورد بھول گیا

حضرتِ سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنا ورد بھول گیا۔ جب سویا تو میں نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا اس نے مجھ سے کہا کیا تم اسے پڑھنا پسند کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے وہ رقعہ مجھے دے دیا میں نے اسے دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔۔۔۔۔۔

أألھتك اللذائذ و الامانی — عن البیض الاوانس فی الجنان

تعیش مخلداً لاموت فیھا — وتلھو فی الجنان مع الحسان

تنبہ من منامك ان خیرا — من النوم التھجد بالقران

ترجمہ: (۱) کیا تجھے لذتوں اور خواہشوں نے جنت کی کنواری لڑکیوں سے غافل کر دیا۔

(۲) جنت میں تو ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ اس میں موت نہیں۔ اور وہاں تو خوبصورت عورتوں کے ساتھ کھیلے گا۔

(۳) اپنی نیند سے بیدار ہو جا کیونکہ تہجد میں قرآن پڑھنا نیند سے بہتر ہے۔ (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ صفحہ ۱۴۶)

ایک عجیب ورد

مفسرین نے فرمایا کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کو جن کا نام سالم تھا، مشرکوں نے گرفتار کر لیا تو عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی مفلسی و فاقہ مستی کی شکایت کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مشرکوں نے میرے بچے کو گرفتار کر لیا ہے، جس کے صدمہ سے اس کی ماں بے حد پریشان ہے تو اس سلسلے میں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صبر کرو اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرو اور تم بھی بکثرت وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا کرو اور بچے کی ماں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ بھی کثرت سے اس وظیفہ کا ذکر کرتی رہیں۔ یہ سن کر عوف بن مالک اشجعی اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو یہ وظیفہ بتا دیا۔ پھر دونوں میاں بیوی اس وظیفہ کو بکثرت پڑھنے لگے۔

اسی درمیان میں وظیفہ کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن مشرکین سالم کی طرف سے غافل ہو گئے چنانچہ موقع پا کر حضرت سالم مشرکوں کی قید سے نکل بھاگے اور چلتے وقت مشرکوں کی چار ہزار بکریاں اور پچاس اونٹوں کو بھی ہانک کر ساتھ لائے اور اپنے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں باپ نے دروازہ کھولا تو حضرت سالم موجود تھے، ماں باپ بیٹے کی ناگہاں ملاقات سے بے حد خوش ہوئے اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی سلامتی کے ساتھ قید

سے رہائی کی خبر سنائی اور یہ فتویٰ دریافت کیا کہ مشرکین کی یہ بکریاں اور اونٹ ہمارے لئے حلال ہیں یا نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ اونٹوں اور بکریوں کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۱۰۰۴، پ ۲۸، الطلاق: ۲)

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ (پ28، الطلاق:2۔3)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس آیت کو لے لیں تو یہ آیت لوگوں کو کافی ہو جائے گی۔ اور وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ سے آخر آیت تک۔

(تفسیر صاوی، ج ۶، ص ۲۱۸۲، پ ۲۸، الطلاق: ۳)

مفلسی و تنگدستی دور کرنے کا ورد

حضرت سیِّدُنا ابنِ شَیرَوَیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول ہے کہا یک دن میں حضرت سیِّدُنا مَعْرُوف کَرْخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھا، اتنے میں ایک پریشان حال، تنگدست، غریب شخص آیا اور اپنی مفلسی کی شکایت کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے اپنی حفظ وامان میں رکھے، اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جا اور یہ الفاظ بار بار پڑھ: مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، (اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو چاہا وہی ہوا) مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ۔

حضرت سیِّدُنا ابن شَیرَوَیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا۔ جب ایک پُل کے قریب پہنچا تو ایک سوار بہت تیز رفتاری سے آتا دکھائی دیا۔ اس نے قریب آکر کہا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے بندے! ٹھہر جاؤ۔ تو وہ محتاج وعیال دار شخص ٹھہر گیا، سوار نے اسے ایک تھیلی دی اور چلا گیا۔ غریب شخص نے اپنے رفیق سے کہا: دیکھو! اس تھیلی میں کیا ہے؟ جب تھیلی کھولی تو دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اپنے رفیق سے کہا: آؤ، حضرت سیِّدُنا مَعْرُوف کَرْخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سناتے ہیں۔ چنانچہ، وہ دونوں حضرت سیِّدُنا مَعْرُوف کَرْخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی بارگاہ میں پہنچے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے بندے! جب تیری حاجت پوری ہوگئی تو واپس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اہل وعیال کی طرف یہ کہتے ہوئے لوٹ جاؤ: مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(155) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد اللہ عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ فلاں کی طرح نہ بنا وہ رات کا قیام کرتا تھا اب اس نے قیام لیل کو ترک کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومه، ج ۱ ص ۶۵۴، رقم: ۱۱۵۲ صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر به او فوت به حقا، ج ۲ ص ۱۶۴، رقم: ۲۷۹۰ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۳ ص ۱۴، رقم: ۴۹۰۶ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۱ ص ۴۲۲، رقم: ۱۳۳۱ سنن الکبرٰی للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱ ص ۶۱۱، رقم: ۱۳۰۳)

شرح حدیث: بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبد اللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔

محبت الٰہی عزوجل کے حصول کا طریقہ

شہنشاہِ نبوّت، مخزنِ جود و سخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو خوشخبری دے دو اور صدیقین کو ڈر سناؤ۔ تو حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، تو انہوں نے عرض کی: یا رب عزوجل میں گنہگاروں کو کیا خوشخبری دوں اور صدیقین کو کیا ڈر سناؤں؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ کوئی گناہ میری بخشش سے بڑا نہیں اور صدیقین کو اس بات کا ڈر سناؤ کہ وہ اپنے نیک اعمال پر خوش نہ ہوں کہ میں نے جس سے بھی اپنی نعمتوں کا حساب لیا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا، اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اے داؤد (علیہ السلام)! جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ رات کو میرے حضور تہجد ادا کرتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں، وہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے جب غافل لوگ میرے ذکر سے غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، وہ میری نعمت پر شکر ادا کرتا ہے جبکہ بھولنے والے مجھ سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، عبد العزیز بن ابی رواد، رقم ۱۱۹۰۶، ج ۸، ص ۲۱۱۔ الی قولہ الاھلک)

کہاں ہیں وہ لوگ؟

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس گھڑی میں مسلمان بندہ جب اللہ عزوجل سے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی طلب کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء، رقم ۷۵۷، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو غور سے دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چھان بین کی تو جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں اور پہلی بات جو میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! سلام کو عام کرو اور محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو اور صلۂ رحمی اختیار کرو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھا کرو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۴۲، رقم ۲۴۹۳، ج ۴، ص ۲۱۹)

حضرتِ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہونگے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔

(الترغیب، والترھیب، کتاب النوافل، رقم ۹، ج ۱، ص ۲۴۰)

(156) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجَعٍ أَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے رہ جاتی' تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا فرما لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ص ۶۷، رقم: ۱۷۷۷ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من اجاز قضاء النوافل علی الاطلاق، ج ۲ص ۴۸۵، رقم: ۴۷۴۳ تحفة الاشراف للمزی، من اسمه زراۃ بن اوفی، ج ۱۱ص ۴۰۵، رقم: ۱۶۱۰۵ الاوسط لابن المنذر جماع ابواب صلاۃ التطوع، ص ۴۷، رقم: ۲۵۳۸)

شرح حدیث: چاشت کے فضائل

حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شروع دن میں چاشت کی دو رکعتیں ادا کرے گا غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ اور جو چار رکعتیں ادا کرے گا اس کا شمار عابدین میں ہوگا اور جو چھ رکعتیں ادا کرے گا وہ اس کے اس دن کے لئے کافی ہوں گی جو آٹھ رکعتیں ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قانتین یعنی قیام کرنے والوں میں لکھے گا اور جو بارہ رکعتیں ادا کرے گا اللہ عزوجل اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور ہر دن اور ہر رات میں اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ایک احسان اور ایک صدقہ فرماتا ہے اور اللہ عزوجل اپنے بندوں میں کسی پر اپنے ذکر کے الہام سے افضل کوئی احسان نہیں فرماتا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، رقم ۳۴۱۹، ج ۲، ص ۴۹۴)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک محل بنائے گا۔

(ترمذی کتاب الوتر، باب ماجاء فی صلوۃ الضحی، رقم ۴۷۲، ج ۲، ص ۱۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کثرت سے توبہ کرنے والے ہی نمازِ چاشت پابندی سے ادا کرتے ہیں اور یہ اوابین یعنی توبہ کرنے والوں کی نماز ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۳۸۶۵، ج ۳، ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سامال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب صلوۃ الضحٰی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

16-بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَآدَابِهَا

سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کے حکم کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (الحشر: 7).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ رسول جو کچھ تم کو عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

شرح: اس قادر وحکیم پروردگار عزوجل نے اپنے حبیبِ مکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حکمتوں کا بیش بہا خزانہ عطا فرمایا تو نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں جن کاموں کا حکم فرمایا ان کی بجا آوری ہم پر لازم ہے کیونکہ وہ بھی باذن پروردگار عزوجل حکیم ہیں اور حکیم جن باتوں کا حکم دے اور جن سے منع کرے تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے، پس جو شخص طاعات پر عمل اور گناہوں سے اجتناب کریگا اسے جنت کی ابدی وسرمدی راحتیں عطا کی جائیں گی اور جہنم سے نجات کا سامان ہو جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) (النجم: 3-4)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وحیِ الٰہی ہوتی ہے اور اس میں حضور کے خُلقِ عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ترک کر دے۔ (کبیر) اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات وافعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا تجلّیِ ربّانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔ (روح البیان) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ) (آل عمران: 31).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبّت کا دعوٰی جب ہی سچا ہوسکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے

شانِ نزول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا اے گروہِ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہو گئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبّتِ الٰہی کا دعوٰی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع و فرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبّتِ الٰہی کے دعوٰی میں جھوٹا ہے

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ) (الأحزاب:21).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ پر اور روزِ حشر پر ایمان رکھتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا) (النساء: 65).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) تیرے ربّ کی قسم! وہ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے باہمی جھگڑوں اور معاملات میں حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلہ پر دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر تسلیم کرلیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

معنٰی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے سبحان اللہ اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان معلوم ہوتی ہے

شانِ نزول: پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آبِ رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت

زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ) (النساء: 59)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے' تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ حشر پر ایمان رکھتے ہو۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنَاهُ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

علماء نے فرمایا: اس کا معنیٰ کتاب اور سنت رسول کی طرف رجوع ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ) (النساء: 80)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی ہی اطاعت کی۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبّت کی اس پر آج کل کے گستاخ بد دینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا انصارٰی نے عیسٰی بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے اِن کے رَدّ میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسُول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ...صِرَاطِ اللّٰهِ...) (الشوری: 52-53)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) بلا شبہ آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں یعنی اللہ کے راستے کی طرف۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ) (النور: 63)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ان (رسول اللہ ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں آزمائش یا دردناک عذاب پہنچنے سے ڈرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ) (الاحزاب: 34)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے ازواجِ نبی) تم یاد کرو اپنے گھروں میں تلاوت ہونے والی آیات کو اور حکمت کو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ.

اس باب میں آیات بہت زیادہ ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(157) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ مُتَّفَقٌ

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو باتیں میں تم کو بیان کرنے سے چھوڑ دوں ان میں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور سوال نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو ان کے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء سے اختلاف نے ہلاک کیا جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے رک جاؤ اور جب کسی کام کرنے کا حکم دوں تو حتی الامکان اسے انجام دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۸۹۳، رقم: ۲۸۸، صحیح مسلم، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثر سؤالہ، ج ۲ ص ۷۹۱، رقم: ۶۲۵۹، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنۃ، ج ۱ ص ۵۶، رقم: ۱۹، السنن الکبری للبیہقی، باب المریض یفطر ثم لم یصح حتی مات، ج ۴ ص ۲۵۳، رقم: ۸۴۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۲ ص ۲۵۸، رقم: ۷۴۹۲)

شرح حدیث: اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام و فاتحہ و سوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۲۳)

فضول سوالات سے بچو

حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر (ہر سال) واجب ہو جاتا تو تم استطاعت نہ رکھتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث ۱۳۳۷، ص ۹۰۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفی میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرمادیں گے۔ (لمعات)

اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۲۱)

(158) اَلثَّانِي: عَنْ اَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوعظةً بليغةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، قَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، وَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى

دوسری حدیث: حضرت ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ تو الوداع کرنے والے کی نصیحت کی طرح ہے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کے تقویٰ اور سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تم پر

اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ اَلنَّوَاجِذُ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْاَنْيَابُ، وَقِيْلَ: اَلْاَضْرَاسُ۔

حبشی غلام امیر بن جائے سو تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا' تو تم میری اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑنا ہے ایسے خلفاء جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں ان کو داڑھوں کے ذریعہ مضبوطی سے پکڑو اپنے آپ کو دین میں نئے کاموں سے بچاؤ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نواجذ: ذال معجمہ کے ساتھ داڑھوں کو کہتے ہیں اور داڑھوں کو اضراس بھی کہا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ج ۲ص ۳۴۴، رقم: ۲۶۷۶ سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنۃ، ج ۳ص ۳۲۹، رقم: ۴۶۰۹ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی، ج ۱۰ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵ سنن ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ص ۱۸، رقم: ۴۲ سنن الدارمی، باب اتباع السنۃ، ج ۱ص ۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: وعظ ونصیحت کے بے شمار فوائد ہیں

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت ونصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر وتوبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مندبات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر وتوبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۹۵)

وعظ ونصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولت اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ سے لبریز اور عشق مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ ونصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (پ27، الذّٰریٰت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الآیۃ ۵۵، ج۱۰، ص۱۹۱)

بدعت کا لغوی معنیٰ ہے نئی چیز اور شرعی طور پر ہر وہ نئی چیز جو حضورِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے بعد ایجاد ہوئی بدعت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۳۶۸)

بدعت کی تعریف میں زمانہ نبوی کی قید لگائی گئی ہے، چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاکیزہ دور میں ایجاد شدہ نئے کام کو بھی بدعت ہی کہا جائے گا۔ مگر درحقیقت یہ نئے کام بھی سنت میں داخل ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج۱، ص۱۳۵) کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری سنت اور میرے خلفاء کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (سنن ابن ماجہ، مقدمہ، الحدیث ۴۲، ج۱، ص۳۱)

بدعت کی (اصولِ شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں

(۱) بدعتِ حسنہ: ہر وہ نیا کام جو اصولِ شرع (یعنی قرآن وحدیث اور اجماع) کے موافق ہو مخالف نہ ہو۔

(۲) بدعتِ ضلالۃ: جو نیا کام اصولِ شرع کے مخالف ہو۔

اس حدیث میں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے مراد دوسری قسم ہے یعنی ہر وہ نیا کام جو قرآن پاک، حدیث شریف، آثارِ صحابہ یا اجماعِ امت کے خلاف ہو وہ بدعتِ سیئہ اور گمراہی ہے اور جو نیا اچھا کام ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ کام مذموم نہیں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں

(1) واجبہ (2) مستحبہ (3) مباحہ (4) مکروہہ (5) محرّمہ

(1) واجبہ:

جیسے علمِ نحو وصرف کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات واحادیث کے معنی کی صحیح پہچان حاصل ہوتی ہے (اگرچہ یہ علوم مروّجہ انداز میں عہدِ رسالت میں موجود نہ تھے)، اسی طرح دوسری بہت سی وہ چیزیں اور علوم جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کہ ان کے عقائدِ باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرضِ کفایہ ہے۔

(2) مستحبہ:

جیسے سراؤں (مسافر خانوں) کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کرسکیں، دینی مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے، اجتماع میلادُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور بزرگانِ دین کے عُرس کی محافل قائم کرنا۔ اسی طرح مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہر وہ نیا انداز جو پہلے زمانے (یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے) میں موجود نہ تھا۔

(3) مباحہ:

جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزیں کثرت سے استعمال کرنا، وسیع مکان میں رہنا، اچھا لباس پہننا جبکہ یہ چیزیں حلال وجائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح آٹا چھان کر استعمال کرنا اگرچہ عہدِ رسالت میں اَن چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی۔

(4) مکروہہ:

وہ کام جس میں اسراف ہو جیسے شافعیوں کے نزدیک قرآن پاک کی جلد اور غلاف وغیرہ کی آرائش وزیبائش اور مساجد کو نقش ونگار سے مزیّن کرنا۔ حنفیوں کے نزدیک یہ سب کام بلا کراہت جائز ہیں۔

(5) محرّمہ:

جیسے اہلِ بدعت کے مذاہبِ باطلہ جو کہ کتاب وسنّت (اور اجماع) کے مخالف ہیں۔

(ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج۱، ص۱۳۵ و مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۳۶۸)

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی، یہ معنی بالکل فاسد ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۱۴۷) شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسائل کے مجموعے نماز کے احکام سے بدعتِ حسنہ کی بارہ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(1) قرآنِ پاک پر نقطے اور اعراب حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں لگوائے۔ (2) اسی نے ختمِ آیات پر علامات کے

طور پر نقطے لگوائے۔(3) قرآن پاک کی چھپائی (4) مسجد کے وسط میں امام کے کھڑے رہنے کیلئے طاق نما محراب پہلے نہ تھی ولید مروانی کے دور میں سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کی، آج کوئی مسجد اس سے خالی نہیں۔(5) چھ کلمے۔(6) علم صرف ونحو۔(7) علم حدیث اور احادیث کی اقسام۔(8) درس نظامی۔(9) زبان سے نماز کی نیت۔(10) ہوائی جہاز کے ذریعے سفر حج۔(11) شریعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) و طریقت (قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی) کے چار سلسلے۔(12) جدید سائنسی ہتھیاروں کے ذریعے جہاد۔ (نماز کے احکام، ص ۵۴)

(159) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى . قِيْلَ: وَمَنْ يَّاْبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰى رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

تیسری حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سب امتی جنت میں داخل ہو جائیں گے لیکن جس نے انکار کیا عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! انکار کون کرتا ہے فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم. ج ۲ ص ۸۹۰ رقم: ۲۸۰، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلا وامرا وزجرا. ج ۱ ص ۶۱ رقم: ۱۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه. ج ۲ ص ۳۶۱ رقم: ۸۷۱۳، مجمع الزوائد، باب منه فی فضل الامة. ج ۱۰ ص ۶۲ رقم: ۱۶۷۲۷، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه. ج ۲ ص ۳۶۰ رقم: ۸۷۵۷)

شرح حدیث: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، سعادت کی علامت

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّد المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچار وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۴۶، ج ۷، ص ۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالک جنت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۵۴۹، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضونبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے) (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص ۳۵۵)

سو شہیدوں کا ثواب

نبی مُکرَّم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی سنتوں پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ** یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع الترمذی، کتاب العلم، الحدیث ۲۶۸۷، ج ۴، ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایسے نازک حالات میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار، ذرائع ابلاغ میں فحاشی کی بھرمار اور فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی ہے، نیز علمِ دین سے بے رغبتی اور ہر خاص و عام کا رُجحان صرف دُنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ہر طرف جہالت کے بادل منڈلا رہے ہیں، لادینیت و بدمذہبیت کا سیلاب تباہیاں مچا رہا ہے، گلشن اسلام پر خزاں کے بادل منڈلا رہے ہیں، ہمیں اپنی زندگی سنّتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: **تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ** یعنی فسادِ امت کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔

(کتاب الزھد الکبیر للامام البیہقی، الحدیث ۲۰۷، ج ۱، ص ۱۱۸، موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

(160) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ مُسْلِم، وَقِیْلَ: اَبِیْ اِیَاسٍ سَلْمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِكَ قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ. قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چوتھی حدیث: ابومسلم اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ ﷺ نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا آپ نے فرمایا: تو نہ اٹھا سکے۔ اس کو تکبر نے بات ماننے سے روکا ہے پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف کبھی نہ اٹھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج ۲ص ۲۰۹، رقم: ۵۳۸۷، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاکل والشرب بالیمین، ج ۷، ص ۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۷، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۴ص ۴۱۱، رقم: ۶۵۱۳)

شرح حدیث: سیدھے ہاتھ سے کھائیں پئیں

سیدھے ہاتھ سے کھانا پینا سُنّت ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عُمَر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا، جب کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے تو سیدھے ہاتھ سے پئے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۱۷ حدیث ۲۱۷۴)

شیطان کا طریقہ

حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عُمَر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا، کوئی شخص نہ اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھائے نہ پئے کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (ایضاً)

سیدھے ہی ہاتھ سے لیں اور دیں

حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا، تم میں سے ہر ایک سیدھے ہاتھ سے کھائے اور سیدھے ہاتھ سے پئے اور سیدھے ہاتھ سے لے اور سیدھے ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور اُلٹے ہاتھ سے پیتا اُلٹے ہاتھ سے دیتا اور اُلٹے ہاتھ سے لیتا ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف ج ۴ ص ۱۲ حدیث ۳۲۶۶)

ہر کام میں الٹا ہاتھ کیوں؟

اَفسوس! آج کل ہم دُنیا کے چکّر میں اِس قدر گھر چکے ہیں کہ محبوبِ باری عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی پیاری پیاری سُنّتوں کی طرف ہماری توجُّہ ہی نہیں رَہتی۔ یاد رکھئے! حدیثِ مبارک میں ہے کہ آدمی کی رَگوں میں شیطان خُون کے ساتھ تیرتا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۹۷ حدیث ۲۱۷۴) ظاہر ہے کہ یہ ہمیں سُنّتوں کی طرف کہاں جانے دے گا؟ اگرچہ

سیدھے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ دانے پھانک ہی لئے جاتے ہیں، کھاتے ہوئے چونکہ سیدھا ہاتھ آلودہ ہوتا ہے لہٰذا پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پی ڈالتے ہیں، چائے پیتے وقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رِکابی اُلٹے ہاتھ میں لئے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وَقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلاس دوسروں کو دیتے ہیں۔ حیات مُحَدِّثِ اعظم ص 374 پر ہے، مُحَدِّث اعظم پاکستان حضرت مولینا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، لینے اور دینے میں دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ ہو جائے کہ کل قیامت میں نامہ اعمال پیش ہو تو اِسی عادت کے مُوافِق دایاں (یعنی سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔

تیرا چہرہ بگڑ جائے

سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کی زبانِ صداقت نشان کی یہ شان ہے کہ جو کچھ فرماتے وہ ہو جاتا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کا رُتبہ تو بہت عظیم ہے، غلاموں کا حال مُلاحظہ ہو، چُنانچہ ایک عورت مشہور صحابی حضرت سیِّدُنا سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھانکا کرتی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا اُس کو مَنع کیا مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک دن اُس نے جب حسبِ معمول جھانکا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زَبانِ کرامت نشان سے یہ الفاظ نکلے، شَاہَ وَجْھُکِ یعنی تیرا چہرہ بگڑ جائے۔ پس اُسی وقت اُس کا چہرہ گُدّی کی طرف پھر گیا۔ (جامع کراماتِ اولیاء ج ۱ ص ۱۱۲)

محفوظ شہا رکھنا سدا بے ادبوں سے اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو

حضرتِ سیِّدُنا سعد بن ابی وَقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ قَبولیت نشان کی یہ تاثیر دراصل مہرِ مُنیر، بشیر و نذیر، رسولِ شہیر محبوبِ ربِّ قدیر عَزَّ وَجَلَّ وَصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کی دعاء کا ثمرہ تھا۔ جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ میں ہے، میٹھے میٹھے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے بارگاہِ ربُّ العُلی میں دُعاء کی، اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ یعنی یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب بھی سعد تجھ سے دُعا کرے تو قبول فرمالیا کر۔ (ترمذی شریف ج ۵ ص ۴۱۸ حدیث ۳۷۷۲) مُحَدِّثینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ فرماتے ہیں، سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی دُعاء کرتے قبول ہو جاتی۔

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم)
اِجابت نے جُھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم)

(جامع کراماتِ اولیاء ج ۱ ص ۱۱۳)

(161) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ،

پانچویں حدیث: حضرت ابو عبداللہ نعمان بن بشیر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ

اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حتى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ. ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فقامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فراٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ. فَقَالَ: عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے جس طرح کہ تیروں کی سیدھا کرنا ہو حتیٰ کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہمیں آپ کی بات سمجھ آ گئی ہے پھر ایک دن آپ نکلے تو دیکھا ایک آدمی صف سے سینہ نکالے کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ج ۱ص۱۴۵، رقم: ۷۱۷، صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج ۱ص۲۱۲، رقم: ۱۰۰۶، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب قامۃ الصفوف وتسویتھا، ج ۳ص۱۰۰، رقم: ۵۲۸۵، سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج ۱ص۲۵۰، رقم: ۶۶۳، صحیح ابن حبان، باب فرض متابعۃ الامام، ج ۲ص۱۳۹، رقم: ۲۱۷۵، مسند إمام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۳ص۲۷۱، رقم: ۱۸۴۱۳)

شرح حدیث: صف کو سیدھا نہ کرنا

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کو ملائے گا اللہ عزوجل اسے ملادے گا اور جو صف کو قطع کریگا اللہ عزوجل اسے قطع کردے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، الحدیث ۶۶۶، ص ۱۲۷۲)

مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صف پوری کرنے والوں پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلاۃ۔۔۔۔۔۔الخ، باب اقامۃ الصفوف، الحدیث: ۹۹۵، ص ۲۵۳۵)

مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو صفوں میں اپنے مبارک ہاتھ سے برابر کرتے اور ارشاد فرماتے تھے: الگ الگ مت رہو کہیں تمہارے دل بھی الگ نہ ہو جائیں۔ اور ارشاد فرماتے: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے اگلی صف والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، الحدیث ۶۶۴، ص ۱۲۷۲، بدونان کان یسوبھم فی صفوفھم بیدہ یقول)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کی کشادگی پُر کرے گا اللہ

عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب صلۃ الصفوف وسد الفرج، الحدیث: ۲۵۰۲، ج۲، ص۲۵۰)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کے خلاء کو پُر کرے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (المرجع السابق، الحدیث ۲۵۰۳، ج۲، ص۲۵۱)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صفیں پوری کرنے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور جو بندہ صف پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کا درجہ بلند فرمادیتا ہے اور ملائکہ اس کے پاس خیر لے آتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب صلۃ الصفوف وسد الفرج، الحدیث: ۲۵۰۸، ج۲، ص۲۵۱)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم صفیں ضرور برابر کیا کرو ورنہ اللہ عزوجل تمہارے چہرے بدل دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، الحدیث: ۷۱۷، ص۵۷)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفوں پر توجہ

حضرت سیدنا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس دن حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا گیا اس دن میں وہیں موجود تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کے لئے صفیں درست کروا رہے تھے۔ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالکل قریب کھڑا تھا، ہمارے درمیان صرف حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حائل تھے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درمیان سے گزرتے اور فرماتے: اپنی صفیں درست کرلو۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ صفیں بالکل سیدھی ہوچکی ہیں، نمازیوں کے درمیان بالکل خلا نہیں رہا اور سب کے کندھے ملے ہوئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ صبح کی نماز میں اکثر سورہ یوسف اور سورہ نحل میں سے قراءت فرماتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی رکعت میں کچھ زیادہ تلاوت فرماتے تاکہ بعد میں آنے والے بھی جماعت میں شامل ہوسکیں، ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع ہی کی تھی کہ ایک مجوسی غلام جو پہلی صف میں چھپ کر کھڑا تھا اس نے موقع پاتے ہی ایک دودھاری تیز خنجر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کردیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنائی دی کہ مجھے کسی کُتّے نے قتل کردیا یا کاٹ لیا ہے وہ مجوسی غلام حملہ کرنے کے بعد پیچھے پلٹا اور بھاگتے ہوئے تیرہ نمازیوں پر حملہ کیا جن میں سے سات شہید ہوگئے، ایک نمازی نے آگے بڑھ کر اس پر کپڑا ڈالا اور اسے پکڑلیا، جب اس بدبخت غلام نے دیکھا کہ اب میں پکڑا جاچکا ہوں، تو اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرلی، جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہوا تو صفوں

میں دور دور کھڑے اکثر نمازی اس حملہ سے بے خبر تھے جب انہوں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت نہ سنی تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز فجر پڑھائی، اکثر لوگوں کو نماز کے بعد واقعہ کا علم ہوا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو چکے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما! معلوم کرو کہ مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے، کچھ دیر بعد واپس آکر بتایا: مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام (ابولؤلؤہ فیروز) نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہی غلام جو لوہار تھا؟ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل اسے غارت کرے! میری اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ میں نے تو اسے نیکی کی دعوت دی تھی، میں تو اس کے ساتھ بھلائی کا خواہاں تھا۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں زخمی نہ ہوا۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(162) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِھِمْ، قَالَ: اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ، فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

چھٹی حدیث: حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں رات کے وقت ایک مکان مکینوں سمیت جل گیا' جب ان کی بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تترك النار فی البیت عند النوم، ج ۲ص۹۶۵، رقم: ۶۲۹۴صحیح مسلم، باب الامر بتغطیة الاناء وایکاالسقاء واغلاق الابواب، ج ۲ص۶۰۷، رقم: ۵۲۷۷سنن ابن ماجه، باب اطفاء النار عند المبیت، ج ۲ص۹۱۰، رقم: ۳۷۷۰مسند البزار، مسند حذیفه بن یمان، ج۱ص۲۷۶، رقم: ۳۱۶۷صحیح ابن حبان، باب آداب النوم، ج ۲ص۴۲۸، رقم: ۵۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۸)

آگ دشمن بھی ہے

روایت میں ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکایک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔

سونے، جاگنے کے 15 مَدَنی پھول

(1) سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تا کہ کوئی موذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے (2) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ ترجمہ: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں) (بخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵)

(3) عصر کے بعد نہ سوئیں عقل زائل ہونے کا خوف ہے۔ فرمانِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم: جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔ (مسند ابی یعلی حدیث ۴۸۹۷ ج ۴ ص ۲۷۸)

(4) دوپہر کو قیلولہ (یعنی کچھ دیر لیٹنا) مستحب ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: غالِباً یہ ان لوگوں کے لیے ہو گا جو شب بیداری کرتے ہیں، رات میں نمازیں پڑھتے ذکرِ الٰہی کرتے ہیں یا کُتب بینی یا مطالعے میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہوئی قیلولے سے دَفع ہو جائے گی۔ (بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۷۹ مکتبۃ المدینہ)

(5) دن کے ابتدائی حصے میں سونا یا مغرب و عشاء کے درمیان میں سونا مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶) (6) سونے میں مستحب یہ ہے کہ باطہارت سوئے اور (7) کچھ دیر سیدھی کروٹ پر سیدھے ہاتھ کو رخسار (یعنی گال) کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر (اَیضاً) (8) سوتے وَقت قَبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہو گا سوا اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہو گا (9) سوتے وقت یادِ خدا میں مشغول ہو تہلیل و تسبیح و تحمید پڑھے (یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ کا ورد کرتا رہے) یہاں تک کہ سو جائے، کہ جس حالت پر انسان سوتا ہے اُسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اُسی پر اٹھے گا (اَیضاً) (10) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر

جاتا ہے۔

(11) اُسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیزگاری وتقویٰ کریگا کسی کو ستائے گا نہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶)

(12) جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہوجائے تو ان کو الگ الگ سُلانا چاہیے بلکہ اس عمر کا لڑکا اتنے بڑے (یعنی اپنی عمر کے) لڑکوں یا (اپنے سے بڑے) مَردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (دُرِّمختار، رَدُّالمُحتار ج ۹ ص ۶۲۹)

(13) میاں بیوی جب ایک چارپائی پر سوئیں تو دس برس کے بچّے کو اپنے ساتھ نہ سُلائیں، لڑکا جب حدِ شہوت کو پہنچ جائے تو وہ مَرد کے حکم میں ہے۔ (دُرِّمختار ج ۹ ص ۶۳۰)

(14) نیند سے بیدار ہو کر مسواک کیجئے۔

(15) رات میں نیند سے بیدار ہو کر تہجّد ادا کیجئے تو بڑی سعادت ہے۔ سیّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: فرضوں کے بعد افضل نَماز رات کی نماز ہے۔ (صَحیح مُسلم ص ۵۹۱ حدیث ۱۱۶۳)

(101 مَدَنی پھول صفحہ ۲۹)

(163) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً. فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. فَقُهَ بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا: اَيْ صَارَ فَقِيْهًا.

ساتویں حدیث: انہی (حضرت موسیٰ اشعری ﷜) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ہدایت اور علم کی مثال جو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے معبوث فرمایا ہے اس بارش کی طرح ہے، جو زمین پر برسے اس زمین کا کچھ حصہ تو زرخیز تھا جس نے پانی کو جذب کرلیا اور گھاس اور بکثرت چارہ اگایا اور کچھ حصہ بنجر تھا جس نے پانی روک لیا پھر اس پانی کے ذریعے لوگوں کو اللہ نے فائدہ پہنچایا لوگوں نے پانی پیا جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور زمین کے اس حصہ کو بھی بارش پہنچی جو چٹیل میدان تھا اس نے پانی روکا نہ گھاس اگائی یہ مثال اس کی ہے، جس نے دین میں فقاہت حاصل کرلی اور اس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع دیا پھر اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اور دوسری مثال اس کی ہے، جس نے سر نہ اٹھایا اور اس ہدایت کو

قبول نہ کیا جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (متفق علیہ)

فَقُہَ: قاف پر پیش کے ساتھ مشہور ہے لیکن زیر بھی پڑھی گئی ہے اس کا مطلب ہے وہ فقیہ بن گیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من علم وعلم، ج ۱ص۴۲، رقم: ۷۹، صحیح مسلم، باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الهدی والعلم، ج ۲ص۸۶۳، رقم: ۶۰۹۳، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما یتعلق بها نقلا وامرا وزجرا، ج ۱ص۳۶، رقم: ۴، سنن الکبری للنسائی، باب مثل من فقه فی دین الله تعالیٰ، ج ۳ص۴۲۷، رقم: ۵۸۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج ۳ص۴۹۹، رقم: ۱۹۵۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے، ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء، کبھی ہدایت نصیب ہوجاتی ہے بہت ساعلم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہوجاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے، اسی لیئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

یہاں سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی۔

مزید فرماتے ہیں:

اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، زمین کیسی اعلیٰ ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے، مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار | کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردۂ تست

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۴۸)

اسی مضمون کی آیت قرآن پاک میں موجود ہے چنانچہ

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ○

اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو احسان مانیں۔

حضرت صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت

لکھتے ہیں:

یہ مؤمن کی مثال ہے جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی ہے اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جب مؤمن کے دل پر قرآنی انوار کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا ہے، ایمان لاتا ہے، طاعات وعبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔ اور دوسری یہ کافر کی مثال ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآن پاک سے منتفع نہیں ہوتا۔ (خزائن العرفان)

(164) اَلثَّامِنُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آٹھویں حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے آگ روشن کی پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے ہٹاتا ہے میں تم کو آگ سے بچانے کے لئے تمہارے کمر بندوں سے پکڑتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہو۔ (مسلم)

اَلْجَنَادِبُ: نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ يَقَعُ فِي النَّارِ۔ وَالْحُجَزُ: جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقَدُ الْاِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ۔

جنادب: مکڑی کی طرح جیسے پتنگے اور پروانے جو آگ میں گرتے ہیں مشہور یہی ہے اور حجز: حجزة کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے: شلوار یا چادر باندھنے کی جگہ۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب شفقته صلى الله عليه وسلم على امته ومبالغته فى تحذيرهم، ج ٢ص ٩٦١، رقم: ٦٠٩٨ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله رضى الله عنه، ج ٣ص ٣٦١، رقم: ١٤٩٣٠ مسند ابوداؤد الطيالسى، ماروى سعيد بن ميناء عن جابر رضى الله عنه، ص ٢٣٦، رقم: ١٧٨٤ امثال الحديث لابى الشيخ الاصبهانى، ص ٢١٠، رقم: ٢٢٥ جامع الاحاديث للسيوطى، حرف الميم، ج ١٣ص ٢٠٩، رقم: ٢١٠٦٨)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور کا اپنی امت کو نرمی گرمی سے سمجھانا بجھانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے یہ روکنا تاقیامت رہے گا، علماء مشائخ کی تبلیغیں، غازیوں کے جہاد، حضور ہی کی تبلیغ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو، سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۴۸)

اُمّتِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر خصوصی کرم

حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: حضورِ نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے بوقتِ وصال حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے استفسار فرمایا: میرے بعد میری امت کے لئے کون ہوگا؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے محبوب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) کو خوشخبری سنادے کہ میں اسے اس کی امت کے سلسلے میں رسوا نہیں کروں گا اور اسے یہ بشارت بھی دے دے کہ جب لوگوں کو قبروں سے باہر نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میرا حبیب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) باہر تشریف لائے گا۔ جب لوگ جمع ہوں گے تو میرا محبوب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) ہی ان کا سردار ہوگا اور جب تک اس کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے تمام امتوں پر وہ حرام رہے گی۔ (یہ سن کر) آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میرا دل خوش ہوا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ ۔۔۔۔۔ الخ، ج۵، ص۲۱۷)

امّت کے غم خوار آقا

محبوبِ پروردگار، امت کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، ہم غریبوں کے غم گسار، شفیعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا اَعْمَالَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا

اس سے پہلے کہ تمہارا احساب ہو اپنا حساب خود کرلو۔ اور اپنے اعمال کا وزن کرلو قبل اس کے کہ انھیں تولا جائے۔

اللہ تعالٰی کی رحمت اور نیک اعمال

شیرِ خدا مولیٰ علی مشکل کشا کَرَّمَ اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نیک اعمال اپنائے بغیر داخلِ جنّت ہوگا، تو وہ جھوٹی اُمید وآس کا شکار ہے۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ نیک اعمال کی بھرپور کوشش سے ہی جنّت میں داخل ہوگا، تو گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کی رحمت سے مُستغنی و بے پرواہ سمجھ بیٹھا ہے۔ اور حضرت سیّدنا حسن بصری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ اعمالِ حَسَنہ کے بغیر جنّت کی تمنا رکھنا گناہ سے کم نہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ حقیقی بندگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ عمل پر اترانا چھوڑ دے، نہ کہ عمل کرنا ہی ترک کردے۔

سرکارِ دوعالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مُعظّم ہے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے، اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے۔ اور اَحمق و نادان وہ ہے جس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ تعالٰی (کی رحمت سے جنّت ملنے کی) اُمید

رکھی۔(فتح الباری: کتاب النکاح قولہ اذا دخلت لیلا .... الخ ج ۹ ص ۳۴۲ دار المعرفۃ بیروت)

(165) اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نوویں حدیث: ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔(مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَّلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ۔

اور مسلم کی ہی ایک اور روایت میں ہے' جب تم میں سے کسی کا لقمہ گرے تو وہ اس کو اٹھا لے اس کے ساتھ جو تکلیف دہ چیز لگی ہوا تار کر کھالے اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھ کو رومال سے صاف کرنے سے قبل انگلیاں چاٹ کر صاف کر لے کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهٖ، حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ، فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، فَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ۔

اور ایک روایت (مسلم ہی) میں ہے کہ شیطان تم میں سے ہر کسی کے کام کے میں حاضر ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے کھانے کے پاس حاضر ہوتا ہے' جب تم میں سے کسی کا لقمہ گرے تو اس کو چاہیے کہ تکلیف دہ چیز کو اس سے زائل کرے پھر اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ واکل اللقمۃ، ج ۲ ص ۶۷، رقم: ۲۰۳۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۳۹۳، رقم: ۱۵۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی لعق الاصابع، ج ۸ ص ۱۰۸، رقم: ۲۴۹۴۲، شعب الایمان للبیہقی، باب رفع اللقمۃ اذا سقطت والقاء القصعۃ، ج ۵ ص ۸۲، رقم: ۵۸۵۷، سنن ابن ماجہ، باب لعق الاصابع، ج ۲ ص ۶۲۷، رقم: ۳۲۷۰)

شرح حدیث: لقمہ گر گیا

معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھا رہے تھے، ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، انہوں نے اٹھا لیا اور صاف کر کے کھا لیا۔ یہ دیکھ کر گنواروں نے آنکھوں سے اشارہ کیا (کہ یہ کتنی حقیر و ذلیل بات ہے کہ گرے ہوئے لقمہ کو انھوں نے کھا لیا) کسی نے ان سے کہا، خدا امیر کا بھلا کرے (معقل بن یسار وہاں امیر و سردار کی حیثیت سے تھے) یہ گنوار کنکھیوں سے

اشارہ کرتے ہیں کہ آپ نے گرا ہوا لقمہ کھالیا اور آپ کے سامنے یہ کھانا موجود ہے۔ انھوں نے فرمایا ان عجمیوں کی وجہ سے میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، ہم کو حکم تھا کہ جب لقمہ گر جائے، اسے صاف کر کے کھا جائے، شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمة، باب اللقمة إذا سقطت، الحدیث: ۳۲۷۸، ج ۴، ص ۱۷)

آدابِ طعام (یعنی کھانے کے آداب) کا بیان

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہنا اچھا ہے تا کہ اسے کھانے کی حرص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کر دے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ، دوسرے کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تا کہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کبھی بھی کھانے میں عیب نہ نکالتے، اگر پسند آتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل اِدھر اُدھر سے کھا سکتا ہے۔ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل مما یلیه، الحدیث ۵۳۷۷، ص ۴۶۴)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ مبارک پھل پر اِدھر اُدھر گھومنے لگا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ هُوَ نَوْعًا وَّاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی التسمیة فی الطعام، الحدیث ۱۸۴۸، ص ۱۸۳۹، مفہوماً)

اور پیالے کے گرد سے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے، چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نَهْشُوْا نَهْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء [أنه قال]: انهشوا اللحم نهشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰی اَنْزَلَهٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عزَّ وجلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف الزای المنقوطۃ، الرقم ۲۹۵۶۔ زید ابو عبداللہ، ج ۲، ص ۵۱۶)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کردے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳۰۱، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزَّوجلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً عَلٰی مَعْصِیَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزَّوجلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عزَّوجلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: کَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ کَفَانَا وَاٰوَانَا سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزَّوجلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۱۳۰)

(166) اَلْعَاشِرُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

دسویں حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان وعظ و

وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ، فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا (كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ) (الْاَنبياء: 103) اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلَا وَاِنَّهٗ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ. فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ) اِلٰى قَوْلِهٖ: (الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) (المائدة: 117 - 118) فَيُقَالُ لِيْ: اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. غُرْلًا: اَيْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ.

نصیحت کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے جسم بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے (جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے، ہم اسی طرح تم کو لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے ہم ان کو ضرور پورا کریں گے''۔ خبردار! مخلوق میں سب سے پہلے جس کو (خصوصی) لباس عطا ہوگا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں خبردار! عنقریب کچھ لوگ میری امت سے لائے جائیں گے ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا پس میں کہوں گا! اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں پس فرمایا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے جوانہوں نے آپ کے بعد کیا پس میں اس طرح کہہ دوں گا، جس طرح نیک بندے عیسیٰ کہیں گے: ''جب تک میں ان میں تھا میں ان پر گواہ تھا''۔ حق تعالیٰ کے قول عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ تک تو مجھے کہا جائے یہ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے (مرتد ہو گئے تھے) (متفق علیہ) غرلا: اس کا مطلب ہے، غیر مختون۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف الحشر، ج ۲ ص ۷۰۹، رقم: ۶۵۲۶ صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، ج ۲ ص ۶۸۹، رقم: ۶۱۱۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ ص ۲۲۵، رقم: ۲۰۹۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحشر، ج ۲ ص ۲۱۵، رقم: ۲۴۲۳ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الزکاۃ، ج ۲ ص ۲۲۷، رقم: ۲۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی میں انکم فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ اس حالت میں اٹھو گے ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ مگر تمام انبیاء کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تا کہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اُٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا لہذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء، بعض اولیاء مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات، اشعہ) اس لیے یہاں انتم فرمایا

نحن نہیں فرمایا یہ خوب خیال رہے۔

مزید لباس پہنائے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

یعنی یہ لوگ میرے ساتھی ہیں انہیں میرے پاس آنے دو، حضور انور کا یہ فرمان عالی بطور عتاب ہوگا جیسے رب تعالیٰ دوزخی کافر سے فرمائے گا: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی، یہاں تو بتا رہے ہیں وہاں کیسے بھول جائیں گے، نیز قیامت میں کافر و مؤمن چہروں اور دوسری علامات سے پہچانے جائیں گے، رب فرماتا ہے: يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ نیز دوسری روایت میں ہے اعرفهم ويعرفونني میں انہیں پہچانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں لہذا اس فرمان عالی سے وہابی حضور کی بے علمی پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

یعنی یہ لوگ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یا منکر زکوۃ ہو کر یا مسیلمہ کذاب کے امتی بن کر مرتد ہو گئے تھے۔ فرشتوں کا یہ عرض کرنا ان مردودوں کو رسوا کرنے کے لیے ہوگا نہ کہ حضور انور کو مطلع کرنے کے لیے، حضور کو رب نے ہر غیب پر مطلع فرمادیا۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب　　　　علی کل شیئ خبیر آمدی

جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت صدیق و فاروق ہوں گے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر صدیق و فاروق مرتد ہیں تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر لینے والے اہلِ بیت اطہار پر کیا فتویٰ ہوگا، امام حسین نے یزید فاسق کی بیعت نہ کی تو ان حضرات نے حضرت صدیق اکبر و فاروق کی کیوں کر لی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۷۸)

مرتد لوگ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں چند آدمی اور وفات اقدس کے بعد بہت لوگ مرتد ہونے والے تھے جن سے اسلام کی بقا کو شدید خطرہ لاحق ہونے والا تھا۔ صاحب تفسیر جمل نے کشاف کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ عرب کے گیارہ قبیلے اسلام قبول کر لینے کے بعد آگے پیچھے اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے۔ تین قبائل تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں اور سات قبیلے حضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور ایک قبیلہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد۔ مگر یہ گیارہ قبائل اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود اسلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ مجاہدین اسلام کے سرفروشانہ جہادوں کی بدولت یہ سب مرتدین تہس نہس ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گئے اور پرچم اسلام برابر بلند سے بلند تر ہوتا ہی چلا گیا۔ اور قرآن مجید کا وعدہ اور غیب کی خبر بالکل سچ اور صحیح ثابت ہو کر رہی۔

زمانہ رسالت کے تین مرتدین:۔ (۱) قبیلہ بنی مدلج جس کا رئیس اسود عنسی تھا جو ذوالحمار کے لقب سے مشہور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل اور یمن کے سرداروں کو فرمان بھیجا کہ مرتدین سے جہاد کریں۔ چنانچہ فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اسود عنسی قتل ہوا اور اس کی جماعت بکھر گئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بستر علالت پر یہ خوشخبری سنائی

گئی کہ اسود عنسی قتل ہو گیا ہے۔ اس کے دوسرے دن ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔

(۲) قبیلہ بنو حنیفہ جس کا سردار مسیلمہ کذاب تھا۔ جس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور لڑائی کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مسیلمۃ الکذاب مقتول ہوا اور اس کا گروہ کچھ قتل ہو گیا اور کچھ دوبارہ دامنِ اسلام میں آ گئے۔

(۳) قبیلہ بنو اسد، جس کا امیر طلحہ بن خویلد تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور جنگ کے بعد طلحہ بن خویلد شکست کھا کر ملک شام بھاگ گیا مگر پھر دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس کی فوج کچھ کٹ گئی کچھ تائب ہو کر پھر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

خلافت صدیق اکبر کے سات مرتد قبائل

(۱) قبیلہ فزارہ جس کا سردار عیینہ بن حصن فزاری تھا (۲) قبیلہ غطفان جس کا سردار قرہ بن سلمہ قشیری تھا (۳) قبیلہ بنو سلیم جس کا سرغنہ فجاءۃ بن یالیل تھا (۴) قبیلہ بنی یربوع جس کا سربراہ مالک بن بریدہ تھا (۵) قبیلہ بنو تمیم جن کی امیر سجاح بنت منذر ایک عورت تھی جس نے مسیلمۃ الکذاب سے شادی کر لی تھی (٦) قبیلہ کندہ جو اشعث بن قیس کے پیروکار تھے (۷) قبیلہ بنو بکر جو حطمی بن یزید کے تابعدار تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتد ہونے والے ساتوں قبیلوں سے مہینوں تک بڑی خونریز جنگ فرمائی۔ چنانچہ کچھ ان میں سے مقتول ہو گئے اور کچھ توبہ کر کے پھر دامنِ اسلام میں آ گئے۔

دورِ فاروقی کا مرتد قبیلہ:۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں صرف ایک ہی قبیلہ مرتد ہوا اور یہ قبیلہ غسان تھا۔ جس کی سرداری جبلہ بن ایہم کر رہا تھا۔ مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرچم کے نیچے صحابہ کرام نے جہاد کر کے اس گروہ کا قلع قمع کر دیا اور پھر اس کے بعد کوئی قبیلہ بھی مرتد ہونے کے لئے سر نہیں اٹھا سکا۔

اس طرح مرتد ہونے والے ان گیارہ قبیلوں کا سارا فتنہ وفساد مجاہدین اسلام کے جہادوں کی بدولت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲۳۹، پ ٦، المائدۃ: ۵۴)

(167) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ، وقَالَ: إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

گیارہویں حدیث: حضرت ابو سعید عبداللہ بن مغفل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ شکار کو قابو کرتی ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچاتی ہے ہاں یہ آنکھ پھوڑ دیتی ہے اور دانت توڑ دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ قَرِيْبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ، وَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ: اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا ثُمَّ عَادَ. فَقَالَ: اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ، ثُمَّ عُدْتَّ تَخْذِفُ!؟ لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل کا ایک رشتہ دار کنکری پھینک رہا تھا تو آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں مارنے سے منع فرمایا ہے اور کہا کہ یہ شکار نہیں کرتی اس نے منع کرنے کے بعد پھر یہ کام کیا' تو آپ نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے کی حدیث سناتا ہوں اور تو پھر کنکر مار رہا ہے میں تجھ سے کبھی بھی بات نہ کروں گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النھی عن الخذف، ج ۲ص۶۹۷، رقم: ۵۸۶۶،صحیح مسلم، باب اباحۃ ما یستعان بہ علی الاصطیاد والعدو، ج ۲ص۵۱۳، رقم: ۵۱۶۴،سنن ابوداؤد، باب فی الخذف، ج ۲ص۶۹۰، رقم: ۵۲۷۰،سنن الدارمی، باب تعجیل عقوبۃ من بلغہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ص۱۲۸، رقم: ۴۴۰،مسند ابن الجعد، قتادۃ عن غیر واحد، ص ۳۵۱، رقم: ۸۲۵)

شرح حدیث: کم عمر بھتیجا

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک نو عمر بھتیجا خذف سے کھیل رہا تھا انھوں نے دیکھا اور فرمایا برادر زادہ ایسا نہ کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔ بھتیجا کم عمر تھا اس لئے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا ارشاد سناتا ہوں کہ اس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اور تو پھر اس کام کو کرتا ہے خدا عزوجل کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے کہ خدا عزوجل کی قسم! تیرے جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوں گا اور نہ تیری عیادت کروں گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم... الخ، الحدیث ۱۷، ج ۱، ص ۱۹)

نوٹ: خذف یہ ہے کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے پھینکی جائے یہ بچوں کا ایک بیکار اور اندیشہ ناک کھیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سن لینے کے بعد بھی پابندی نہ کی جسے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے اور ترک کلام کی قسم کھالی۔ آج مسلمان اپنے حالات پر غور کریں کہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم اور ارشادات سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات کی پابندی ہم میں کتنی ہے؟

بچوں کو کھیلنے کا موقع بھی دیجئے

جامع صغیر میں ہے: عرامۃ الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ فی کبرہ یعنی بچے کا بچپن میں شوخی اور کھیل کود کرنا، جوانی میں

اس کے عقل مند ہونے کی علامت ہے۔ (الجامع صغیر، الحدیث ۱۳۵۴۴، ص ۳۳۵)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ عید کے دن کچھ حبشی بچے ڈھال اور نیزوں سے کھیل کود کر رہے تھے۔ نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے حبشی بچو! کھیلتے رہو تاکہ یہود ونصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔

(کنز العمال، کتاب اللھو واللعب، الحدیث ۴۰۶۱۰، ج ۱۵، ص ۹۲)

لیکن خیال رہے کہ ہر کھیل جائز نہیں ہوتا، اس لئے بچوں کو صرف جائز کھیل کھیلنے کی اجازت دی جائے، ناجائز کھیل کی طرف تو رخ بھی نہ کرنے دیا جائے۔

(168) وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ - يَعْنِي: الْأَسْوَدَ - وَيَقُوْلُ: إِنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، وَلَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجرِ اسود کا بوسہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دے سکتا ہے نہ نقصان کر سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، ج ۱ ص ۳۹، رقم: ۱۵۹۷ صحیح مسلم، باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف، ج ۲ ص ۲۶۶، رقم: ۳۱۲۶ سنن الکبری للبیهقی، باب تقبیل الحجر، ج ۵ ص ۷۴، رقم: ۹۳۸۹ سنن ابوداؤد، باب فی تقبیل الحجر، ج ۱ ص ۵۷۷، رقم: ۱۸۷۳ سنن ابن ماجه، باب استلام الحجر، ج ۲ ص ۹۸۱، رقم: ۲۹۴۳)

شرح حدیث: جنّتی پتھر

حدیثِ پاک میں ہے کہ حجرِ اسود ایک جنّتی پتھر ہے۔ اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ اس کی دو آنکھیں اور زبان ہوگی جس سے وہ کلام کریگا اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اسے حق وصداقت کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کو اکثر بوسہ دیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اسے بوسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان دیتا ہے نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْهَہُ الْکَرِیم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔ تو حضرتِ سیِّدُنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ ناعلی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تعالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ نفع ونقصان اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اذن سے دیتا ہے۔ تو حضرتِ سیِّدُ ناعمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ ناعلی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تعالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے عرض کی: وہ یوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے عہد لیا تو اس عہد نامہ کی ایک تحریر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دی۔ اب یہ مومنوں کے لئے وفائے عہد کی گواہی دے گا اور کافروں کے خلاف انکار کی۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لوگ جو کلمات پڑھتے ہیں، ان کا یہی معنی ہے (اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی حضرتِ سیِّدُ نا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیروی کرتے ہوئے (اسے بوسہ دیتا ہوں)۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصنِّفہ الشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحمۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ الْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

17-بَابٌ فِیْ وُجُوْبِ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللهِ وَمَا یَقُوْلُ مَنْ دُعِیَ اِلٰی ذٰلِكَ وَاُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُهِیَ عَنِ الْمُنْکَرِ

اللہ کے حکم کی اطاعت کا بیان، اور جس کو اس کی طرف بلایا جائے اور نیکی کا حکم دیا جائے یا برائی سے منع کیا جائے تو وہ کیا کہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) (النسآء: 65)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) تیرے ربّ کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک اہل ایمان نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کریں پھر وہ آپ کے فیصلہ میں تنگی نہ محسوس کریں اور خوب تسلیم کرلیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: معنٰی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے سبحان اللہ اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان معلوم ہوتی ہے

شانِ نزول: پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آبِ رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سیِّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے

اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (النور: 51)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مومنوں کی بات یہ ہے کہ جب انہیں فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَفِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثُ: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ الْمَذْكُوْرُ فِىْ اَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهٗ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثُ فِيْهِ۔

اس باب میں احادیث بھی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث جو اس سے پہلے باب میں گزری اور دیگر احادیث یہ ہیں۔

(169) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) اَلْاٰيَة (البقرة: 283) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ، فَقَالُوْا: اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ: الصَّلٰوةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ، وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ اِثْرِهَا: (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر اتری: ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے' جو تمہارے نفسوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اس کا حساب تم سے اللہ تعالیٰ لے گا'' تو یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ پر گراں گزری وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دوزانو بیٹھ گئے پھر کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیا گیا تھا جس کی ہم طاقت رکھتے ہیں۔ نماز' جہاد' روزہ اور زکوۃ اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنے سے پہلے دو کتاب والوں کی طرح کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی بلکہ تم کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے ربّ! ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے' جب صحابہ نے یہ پڑھا اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ

بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ) (البقرة: 285) فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: (لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا) (البقرة: 286) قَالَ: نَعَمْ (رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا) قَالَ: نَعَمْ (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ) قَالَ: نَعَمْ (وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ) قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نے یہ آیتیں نازل کیں کہ ''رسول اور اہل ایمان اس پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف سے اترا اور ایمان والے سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہم اس کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے (کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض سے منکر ہوں) اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور مانا ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔ جب انہوں نے ایسا کیا، تو اس کو اللہ نے منسوخ کر دیا اور یہ آیت اتاری کہ ''اللہ عزوجل کسی جان کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اچھے کام کرے تو اس کا فائدہ ہے برے کام کرے تو اس کا نقصان ہے اور اے ہمارے ربّ! ہماری بھول یا خطا پر گرفت نہ فرما''۔ فرمایا: ''ہاں۔ اے ہمارے ربّ! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال جس طرح ہم سے پہلے لوگوں پر تو نے ڈالا تھا''۔ ارشاد فرمایا: ہاں۔ ''اے ہمارے ربّ! ہم سے وہ نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہیں ہمیں معاف فرما بخش دے ہم پر رحم فرما تو ہمارا مددگار ہے کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قوله تعالٰی "وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ" ج ۱ص۳۰ ، رقم: ۳۴۴ السنن الصغرٰی للبیہقی، باب تخصیص خواتیم سورۃ البقرہ، ص۳۰۹ رقم: ۹۷۵ صحیح ابن حبان، باب التکلیف، ج ۱ص۸۹ ، رقم: ۱۳۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص۴۱۲ ، رقم: ۹۳۴۴)

شرح حدیث: اطاعت وفرمانبرداری کا انعام

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن واصل علیہ رحمۃ اللہ القادر سے منقول ہے، ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: اے ابومحمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسے عظیم بزرگ بھی ہیں جن کی صبح بصرہ ہوتی ہے اور شام

مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ فرمایا: ہاں! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں، جو پہلو کے بل لیٹے ہوتے ہیں اور کروٹ بدلتے ہیں تو جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا: کیا ہم دیکھتے نہیں کہ بادشاہ اپنے وزیروں اور مُشیروں میں سے جسے زیادہ فرمانبردار، بہادر اور اچھی نیت والا دیکھتے ہیں اسے اپنے خزانوں کی چابیاں دے دیتے ہیں اور اجازت دے دیتے ہیں کہ اُمورِ مملکت میں جو چاہے کرو، تم بااختیار ہو۔ اسی طرح بندہ جب اپنے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا رہتا ہے، جن کاموں کا حکم دیا گیا انہیں بجالاتا ہے۔ جن سے منع کیا گیا ان سے باز رہتا ہے اور ہر اس کام کو بخوشی کرتا ہے جس میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اپنا مُقَرَّب بنالیتا ہے۔

اے لوگو! بے شک تم غفلت کا شکار ہو۔ ارے! یہ دنیا تم سے رخصت ہونے والی اور تم اس سے کُوچ کرنے والے ہو۔ جلدی کرو، غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ بے شک معاملہ (آخرت) بہت قریب ہے جو کچھ کرنا ہے جلدی جلدی کرلو۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

حق گوئی اور سمجھداری

حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سہیل بن عمرو، حضرت سیدنا حارث بن ہشام، حضرت سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قریش کے دیگر بڑے بڑے سردار حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سیدنا صہیب، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اسی طرح کے کچھ اور بدری صحابہ کرام بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، جو پہلے غلامی کی زندگی گزار چکے تھے، پھر آزاد ہو گئے اور وہ دنیاوی اعتبار سے بہت غریب تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے انہی غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بلایا کیونکہ یہ پہلے آئے ہوئے تھے یہ دیکھ کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جیسا آج ہم نے دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا، غریبوں کو تو بلالیا گیا لیکن ہماری طرف توجہ ہی نہ کی گئی اور ہمیں دروازے سے باہر ہی ٹھہرا دیا گیا۔

یہ سن کر حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بہت حق گو اور سمجھدار تھے، کہنے لگے: اے لوگو! خدا عزوجل کی قسم! آج میں تمہارے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھ رہا ہوں اگر غصہ کرنا ہی ہے تو اپنے آپ پر کرو کیونکہ تمہیں اور انہیں ایک ساتھ اسلام کی دعوت دی گئی، ان خوش نصیبوں نے حق بات قبول کرنے میں جلدی کی اور تم نے سستی سے کام لیا۔ ذرا غور تو کرو، اس وقت تم کیا کرو گے جب بروزِ قیامت انہیں (جنت کی طرف) جلدی بلالیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔
حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل حق فرمایا، اللہ عزوجل کبھی بھی اپنی اطاعت میں سبقت لینے والے بندے کو اس جیسا نہیں بناتا جو اس کی اطاعت میں سستی کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

18-بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ

بدعتوں اور (دین میں) نئے کاموں سے روکنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس: 32)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الأنعام: 38)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: 59) أَيِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی چیز میں باہم جھگڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ یعنی کتاب وسنت کی طرف۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ (الأنعام: 153).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یقینا یہ سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو اور کئی راستوں کی پیروی نہ کرو کہ تمہیں اپنے راستے سے بھٹکا دے گا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران: 31)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور اس باب میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلَى طَرَفٍ مِّنْهَا:

اور احادیث بہت ہی زیادہ اور مشہور ہیں ہم ان میں سے چند احادیث بیان کرتے ہیں۔

(170) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے

اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

(اس دین والے) کام میں ایسا کام کیا جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں ہے جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے عمل سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اصطلحو علی صلح جور فالصلح مردود، ج ۲ص ۲۸۳، رقم: ۲۶۹۷ صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، ج ۲ص ۳۳۲، رقم: ۴۵۸۹ سنن الکبری للبیهقی، باب لا یحیل حکم القاضی علی المقضی له والمقضی، ج ۱۰ص ۱۵۰، رقم: ۲۱۰۴۱ سنن ابن ماجه، باب تعظیم حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج ۱ص ۷، رقم: ۱۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ص ۲۷۰، رقم: ۲۶۳۷۲)

شرح حدیث: یعنی تم لوگ اپنے کو دین میں نئے نئے کاموں سے بچائے رکھو کیونکہ ہر نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس سے مُراد وہی بدعت ہے جو قرآن وحدیث یا اقوال واعمالِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ہر نئی نکالی ہوئی چیز گمراہی کیونکر ہو سکتی ہے؟ جب کہ اُوپر ذکر کی ہوئی حدیثوں میں صاف صاف تصریح موجود ہے کہ گمراہی وہی نئی نکالی ہوئی چیز ہوگی جو دین کے خلاف ہو اور اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے ناراض ہوں اور جو نئی باتیں دین کے خلاف نہیں ہیں وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی مذموم اور گمراہی نہیں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے جو مشکوۃ ج ۱ص ۳۳ پر مذکور ہے کہ جو اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالے تو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے ان کے ثوابوں کا اجر بھی اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالے تو اس پر اس کا گناہ ہے اور تمام ان لوگوں کے گناہوں کا وبال بھی اس پر ہوگا جو اس کے بعد اس برے طریقے پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ کمی ہو۔

بہرحال یہ بات سورج کی طرح روشن ہوگئی کہ دین میں ہر نئی بات جو نکالی جائے وہ گمراہی نہیں ہے بلکہ وہی نئی چیز گمراہی ہوگی جو دین کے مخالف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ہر نئی چیز گمراہی کس طرح ہو سکتی ہے؟ حالانکہ زمانہ نبوت کے بعد سینکڑوں چیزیں اولیائے امت وعلمائے ملت نے نئی نئی ایجاد کی ہیں جو ہرگز ہرگز مذموم نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہیں۔ مثلاً قرآن مجید پر اعراب لگانا، قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کرنا، قرآن میں اوقاف کی علامتوں کو لکھنا، رکوع کی نشانی تحریر کرنا، اسی طرح قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے نحو وصرف اور معانی وبیان نیز اصول فقہ واصول حدیث کے قواعد وضوابط کو مدون کرنا، ان فنون میں کتابیں تصنیف کرنا، ان کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کرنا، نصاب مقرر کرنا، اسی طرح

جمعہ وعیدین کے خطبوں میں خلفائے راشدین اور حضرت فاطمہ وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں چچاؤں حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام پڑھنا، مسجدوں کی عمارتوں کو پختہ اور عالی شان بنانا، مسجدوں پر مناروں اور مئذنہ کی تعمیرات وغیرہ اس قسم کی بہت سی نئی نئی چیزیں علمائے ملت نے دین میں نکالی ہیں مگر چونکہ ان میں کوئی چیز بھی دین کے مخالف نہیں اس لئے ان چیزوں کو ہرگز ہرگز مذموم اور گمراہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ سب بدعت حسنہ اور ثواب کے کام ہیں۔ اسی طرح صوفیائے کرام کے معمولات مثلاً مُراقبات اور ذکر کی ساعات اور جلسات، تسبیحات کا استعمال، ذکروں کی مقدار، حلقے اور ختم خواجگان، میلاد شریف، مجالس وعظ، فاتحہ واعراس اولیاء، مقابر پر گل پوشی و چادر پوشی، بلاشبہ یہ سب دین میں نئی نئی باتیں نکالی گئی ہیں، مگر چونکہ ان میں کوئی بھی قرآن مجید وحدیث یا اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالف نہیں۔ لہٰذا ہرگز ہرگز ان چیزوں کو مذموم اور گمراہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ سب بدعت حسنہ اور سب ثواب کے کام ہیں۔ لہٰذا ازروئے حدیث جن لوگوں نے ان اچھی اچھی باتوں کو ایجاد کیا، ان کو ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور قیامت تک جتنے لوگ ان باتوں پر عمل کرکے ثواب حاصل کرتے رہیں گے ان سب لوگوں کے ثوابوں کے برابر بھی ان کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

یہ ہے ان حدیثوں کی تشریحات جو اہل حق کا طریقہ ہے۔ خداوند کریم عزوجل سب کو اہل حق کے معمولات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں کو جو صرف ایک حدیث كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ پڑھ پڑھ کر میلاد شریف اور نیاز وفاتحہ کو حرام و گمراہی بتاتے ہیں انہیں اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے اور حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے تاکہ یہ اُمت موجودہ دور کے افتراق اور جدال وشقاق کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ (آمین)

(171) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ. وَيَقُوْلُ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرِنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَيَقُوْلُ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهٖ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی چشمانِ مقدس سرخ ہو جاتیں اور آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور شدید غصہ کی کیفیت ہوتی محسوس ہوتا کہ آپ کسی لشکر سے ڈراتے ہیں آپ فرماتے کہ صبح کو تم پر حملہ کرے یا شام کو حملہ آور ہوگا اور آپ فرماتے تھے میں اور قیامت ان دو کی طرح ہیں اور اپنی انگلیاں کو ملاتے شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی۔ اور فرماتے: اما بعد! سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور کاموں میں سب سے زیادہ برے (دین

اَوْ ضِيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

میں) نئے کام ہیں (جن کی اصل قرآن وسنت سے نہ ہو) اور ہر بدعت گمراہی ہے پھر فرمایا: میں ہر مومن کی جاں سے بھی زیادہ اس کا حق دار ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس نے قرض چھوڑا یا کمزور اہل وعیال چھوڑے وہ میری طرف اور میرے ذمہ ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ج ۲ص ۸۱، رقم: ۲۰۴۲، السنن الکبری للبیھقی، باب کیف یستحب ان تکون الخطبۃ، ج ۳ص ۲۱۴، رقم: ۶۰۱۰، المنتقی لابن الجارود، باب الجمعۃ، ص ۸۳، رقم: ۲۹۷، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۲ص ۳۹۰، رقم: ۲۱۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الخطبۃ وما یتعلق بھا، ج ۲ص ۶۷۹، رقم: ۳۹۶۴)

شرح حدیث: اللہ عزوجل اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے مقدس انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا اور سب سے آخر میں اس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو عرب وعجم میں بے مثل اور اصل ونسل، حسب ونسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں، عقل وفراست ودانائی اور بردباری میں فزوں تر، علم وبصیرت میں سب سے برتر، یقینِ محکم اور عزمِ راسخ میں سب سے قوی تر، رحم وکرم میں سب سے زیادہ رحیم وشفیق ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے روح وجسم کو مصفّٰی اور عیب ونقص سے ان کو منزہ رکھا، ایسی حکمت ودانائی سے ان کو نوازا کہ جس نے اندھی آنکھوں، غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے فضائل ومحاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

ان میں بعض اوصاف وہ ہیں کہ جن کی تصریح اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں فرمادی کہ آپ کو اپنی مخلوق میں علی وجہ الکمال جاہ وجلال کے ساتھ ظاہر فرمایا اور محاسن جمیلہ، اخلاقِ حمیدہ، مناصب کریمہ، فضائل حمیدہ سے ممتاز فرمایا، آپ کے مراتب عالیہ پر لوگوں کو خبردار کیا اور انہیں آپ کے اخلاق وآداب کی تعلیم دی اور بندوں کو ان پر اعتصام والتزام کے وجوب کی تلقین کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا، ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (پ21، الاحزاب:21)

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی مدد کرو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہوجائے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج۱ص ۵۴، الحدیث: ۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج۱ص ۵۵، الحدیث: ۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کریگا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کی سنتوں پر عمل کرنا دنیا وآخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب العلم، الحدیث ۲۶۸۷، ج۴، ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایسے نازک حالات میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار، ذرائع ابلاغ میں فحاشی کی بھرمار اور فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی ہے، نیز علمِ دین سے بے رغبتی اور ہر خاص وعام کا رُجحان صرف دُنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ہر طرف جہالت کے بادل منڈلا رہے ہیں، لادینیت وبدمذہبیت کا سیلاب تباہیاں مچا رہا ہے،، گلشن اسلام پر خزاں کے بادل مَنڈلا رہے ہیں، ہمیں اپنی زندگی سنتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِاءَۃِ شَہِیْدٍ یعنی فسادِ امت کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔

(کتاب الزھد الکبیر للامام البیہقی، الحدیث ۲۰۷، ج۱، ص ۱۱۸، موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

(172) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حَدِیْثُہُ السَّابِقُ فِیْ بَابِ الْمُحَافَظَۃِ عَلَی

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب المحافظہ علی السنہ میں گزر چکی۔

السُّنَّةِ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ ص ۳۴۲، رقم: ۲۶۷۶ سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۳ ص ۳۲۹، رقم: ۳۶۰۹ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵ سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ ص ۱۸، رقم: ۴۲ سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ ص ۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: سیدنا عرباض بن ساریہ کی حدیث

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسولَ اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا (خلافِ شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث ۴۶۰۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت ونصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر وتوبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر وتوبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک

عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۹۵)

19- بَابٌ فِيمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً

جس نے اچھا یا بُرا طریقہ جاری کیا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا) (الفرقان: 74)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما! وہ ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا) (الانبیاء: 73)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

(173) عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُّجْتَابِی النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِی السُّيُوْفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُّضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُّضَرَ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ: (اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا)، وَالْاٰيَةَ الْاُخْرٰى الَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ الْحَشْرِ: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ - حَتّٰى قَالَ - وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم دن کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ پس آپ ﷺ کی بارگاہ میں ایک قوم آئی جو ننگے بدن، دھاری دار چادریں، یا کمبل ڈالے ہوئے تلواریں لٹکائے ہوئے تھے ان کی اکثریت قبیلہ مُضر سے تھی بلکہ تقریباً سب اسی قبیلہ سے تھے پس رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی فقر و فاقہ کی حالت دیکھی تو آپ چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہوگیا آپ گھر گئے پھر باہر آئے حضرت بلال کو حکم فرمایا: انہوں نے اذان و تکبیر کہی تو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا آخر آیت تک۔ بے شک! اللہ تم پر رقیب ہے اور دوسری آیت جو سورۂ حشر کے آخر میں ہے تلاوت فرمائی: ''اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو اور ہر ایک کو دیکھ لینا چاہیے جو اس

بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ، حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا، وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا، وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نے کل کے لئے آگے بھیجا ہے"۔ چنانچہ ہر آدمی نے اپنے دینار' درہم' کپڑے' گندم کے ٹوپے سے صدقہ کیا حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ دے تو انصار میں سے آدمی ایک تھیلی لایا جس کو اٹھانے سے ہتھیلی عاجز ہو رہی تھی بلکہ عاجز ہو گئی۔ پھر لوگ مسلسل لانے لگے حتیٰ کہ میں نے اناج اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا کہ خوشی سے چمک رہا تھا یوں لگتا تھا کہ اس پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہو (یہ تشبیہ چمک اور قدر کے اعتبار سے تھی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لئے اپنا اور اپنے بعد اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب ہے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اپنا اور اپنے بعد اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا گناہ ہے اور یہ ان کے گناہ سے کچھ کم نہ کرے گا۔

قَوْلُهُ: مُجْتَابِي النِّمَارِ هُوَ بِالْجِيْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ، وَّالنِّمَارِ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَّهِيَ كِسَاءٌ مِّنْ صُوْفٍ مُّخَطَّطٍ

مجتابی النہار: جیم کے ساتھ اور الف کے بعد باء موحدہ کے ساتھ' نمار: جمع نمرہ کی ہے اس کا مطلب دھاری دار چادر پہننے والے۔

وَمَعْنَى مُجْتَابِيْهَا، اَيْ: لَابِسِيْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِيْ رُؤُوْسِهِمْ۔ وَ الْجَوْبُ الْقَطْعُ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تعالى: (وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ) اَيْ نَحَتُوْهُ وَقَطَعُوْهُ۔ وَقَوْلُهُ: تَمَعَّرَ هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ تَغَيَّرَ۔ وَقَوْلُهُ: رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا: اَيْ صُبْرَتَيْنِ۔ وَقَوْلُهُ: كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ هُوَ

مجتابیھا: کا معنیٰ ہے۔ انہوں نے چادر میں سوراخ کر کے سروں پر ڈالی۔ جوب: کا معنیٰ ہے۔ کاٹنا' اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد و ثمود الذین جابر الصخر بالواد ہے اس کا معنیٰ ہے' تراشا' کاٹا۔ تغیر: عین مہملہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' تبدیل ہو گیا' رایت کومین: کاف پر پیش اور زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے دو ڈھیرا۔

بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ وَّغَيْرُهُ وَصَحَّحَهُ بَعْضُهُمْ. فَقَالَ: مُدْهُنَةٌ بِدَالٍ مُّهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّونِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ. وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْاَوَّلُ. وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَاءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ.

كانّهٔ مذهبة: ذال معجمہ کے ساتھ ھا اور با مؤحدہ کے ساتھ یہ قاضی عیاض وغیرہ کی تحقیق ہے اور بعض نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ مدھنہ: ھاء پر پیش اور اسی طرح نون کے ساتھ یہ حمیدی کا قول ہے' لیکن صحیح پہلا قول ہے جو قاضی عیاض وغیرہ کا ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی چہرہ کی چمک اور صفائی کا بیان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او كلمة طيبة، ج۲ص۱۸۶، رقم: ۲۳۹۸، سنن الكبرٰى للبيهقى، باب التحريض على الصدقة وان قلت، ج۴ص۱۷۵، رقم: ۷۷۹۲، سنن نسائى، باب التحريض على الصدقة، ج۲ص۴۲، رقم: ۲۵۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، دمن حديث جرير بن عبدالله، ج۴ص۳۵۸، رقم: ۱۹۱۹۷، جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الخامس فى الصدقة، ج۳ص۲۵۷، رقم: ۴۶۶۳)

شرح حدیث: بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو تو درست یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔ (پ1، البقرۃ:117)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔ (پ26، الاحقاف:9)

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انوکھا نیا رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر

اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔(پ27،الحدید:27)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگر چہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

(174) وَعَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ مِنْ نَّفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلاَّ كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِاَنَّهُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی جان ظلم سے قتل ہوتی ہے اس پر خون ناحق کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل پر ہوتا ہے کیونکہ اس طریقہ کی ابتدا اس نے کی تھی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۸۴، صحیح مسلم، باب بیان اثم من سن القتل، ج۵ص۱۰۶، رقم: ۴۴۷۳ (طبع دار الجلیل بیروت) سنن الکبرٰی للبیہقی، باب اصل تحریم القتل فی القرآن، ج۸ص۱۵، رقم: ۱۶۲۴۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود ج۱ص۳۸۳، رقم: ۳۶۳۰ مسند الرویانی، من اسمہ شقیق بن عقبۃ، والولید وماھان عن البراء، ص۳۹۹، رقم: ۴۲۱)

شرح حدیث: سب سے پہلا قاتل ومقتول

روئے زمین پر سب سے پہلا قاتل قابیل اور سب سے پہلا مقتول ہابیل ہے قابیل وہابیل یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ان دونوں کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح کیا جاتا تھا۔اس دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوذا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا کیونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے وہ اس کا طلب گار ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ اقلیما تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔اس لئے وہ تیری بہن ہے۔اس کے

ساتھ تیرا نکاح نہیں ہوسکتا۔ مگر قابیل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں پیش کرو۔ جس کی قربانی مقبول ہوگی وہی اقلیما کا حق دار ہوگا۔ اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ چنانچہ قابیل نے گیہوں کی کچھ بالیں اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ دیا۔ اس بات پر قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہوگیا اور اس نے ہابیل کو قتل کر دینے کی ٹھان لی اور ہابیل سے کہہ دیا کہ میں تجھ کو قتل کردوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ متقی بندوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تو متقی ہوتا تو ضرور تیری قربانی قبول ہوتی۔ ساتھ ہی ہابیل نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑیں اور تو دوزخی ہوجائے کیونکہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ آخر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ بوقت قتل ہابیل کی عمر بیس برس کی تھی اور قتل کا یہ حادثہ مکہ مکرمہ میں جبل ثور کے پاس یا جبل حرا کی گھاٹی میں ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ بصرہ میں جس جگہ مسجد اعظم بنی ہوئی ہے منگل کے دن یہ سانحہ ہوا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

روایت ہے کہ جب ہابیل قتل ہو گئے تو سات دنوں تک زمین میں زلزلہ رہا۔ اور وحوش و طیور اور درندوں میں اضطراب اور بے چینی پھیل گئی اور قابیل جو بہت ہی گورا اور خوبصورت تھا بھائی کا خون بہاتے ہی اس کا چہرہ بالکل کالا اور بدصورت ہوگیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بے حد رنج و قلق ہوا۔ یہاں تک کہ ہابیل کے رنج و غم میں ایک سو برس تک کبھی آپ کو ہنسی نہیں آئی۔ اور سریانی زبان میں آپ نے ہابیل کا مرثیہ کہا جس کا عربی اشعار میں ترجمہ یہ ہے ؎

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا فَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيْحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِيْ لَوْنٍ وَّطَعْمٍ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الصَّبِيْحِ

ترجمہ: تمام شہروں اور اُن کے باشندوں میں تغیر پیدا ہوگیا اور زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح ہوگیا۔ ہر رنگ اور مزہ والی چیز بدل گئی اور گورے چہرے کی رونق کم ہوگئی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شدید غضب ناک ہو کر قابیل کو پھٹکار کر اپنے دربار سے نکال دیا اور وہ بدنصیب اقلیما کو ساتھ لے کر یمن کی سرزمین عدن میں چلا گیا۔ وہاں ابلیس اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے اس لئے کھالیا کہ وہ آگ کی پوجا کیا کرتا تھا لہٰذا تو بھی ایک آگ کا مندر بنا کر آگ کی پرستش کیا کر۔ چنانچہ قابیل پہلا وہ شخص ہے جس نے آگ کی عبادت کی۔ اور یہ روئے زمین پر پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سب سے پہلے زمین پر خون ناحق کیا اور یہ پہلا وہ مجرم ہے جو جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ روئے زمین پر قیامت تک جو بھی خون ناحق ہوگا قابیل اس میں حصہ دار ہوگا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا دستور نکالا اور قابیل کا

انجام یہ ہوا کہ اس کے ایک لڑکے نے جو کہ اندھا تھا اس کو ایک پتھر مار کر قتل کر دیا اور یہ بدبخت نبی زادہ ہونے کے باوجود آگ کی پرستش کرتے ہوئے کفر و شرک کی حالت میں اپنے لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(روح البیان، ج۲، ص۳۷۹، پ۶، المائدۃ: ۲۷ تا ۳۰)

درس ہدایت:۔ اس واقعہ سے چند ہدایتوں کے سبق ملتے ہیں:

(۱) دنیا میں سب سے پہلا جو قتل اور خون ناحق ہوا وہ ایک عورت کے معاملہ میں ہوا۔ لہٰذا کسی عورت کے فتنہ عشق میں مبتلا ہونے سے خدا کی پناہ مانگنی چاہے۔

(۲) قابیل نے جذبہ حسد میں گرفتار ہو کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد انسان کی کتنی بری اور خطرناک قلبی بیماری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں

وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ O (پ30، الفلق: 5)

فرما کر حکم دیا گیا کہ حاسد کے حسد سے خدا کی پناہ مانگتے رہو۔

(۳) خون ناحق کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے ایک نبی علیہ السلام کا فرزند اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے دربار سے راندہ درگاہ ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اور قیامت تک ہونے والے ہر خونِ ناحق میں حصہ دار بن کر عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو قیامت تک جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے سب کے گناہ میں وہ برابر کا شریک اور حصہ دار بنے گا۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوں کی اولاد کا نیک ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، نیکوں کی اولاد بری بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے مقدس نبی اور صفی اللہ ہیں مگر ان کا بیٹا قابیل کتنا خراب ہوا، وہ آپ پڑھ چکے۔ ہمیشہ ہر شخص کو چاہے کہ فرزند صالح اور نیک اولاد کی دعائیں خدا سے مانگتا رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

20-بَابٌ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى خَيْرٍ وَّالدُّعَاءِ اِلٰى هُدًى اَوْ ضَلَالَةٍ

نیکی کی رہنمائی اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اُدْعُ اِلٰى رَبِّكَ) (القصص: 87)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے ربّ کی طرف بلاؤ۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ) (النحل: 125)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدۃ:2)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلائی اور پرہیز گاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (آل عمران:104)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلاتے ہوں۔

(175) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بھلائی کے کام پر راہنمائی کی اس کو بھلائی کا کام کرنے والے کی مثل اجر ملے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، ج۲ص۳۱ رقم: ۵۰۰۷، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی تجہیز الغازی واجر الجاعل، ج۹ص۲۸، رقم: ۱۸۲۹۹، صحیح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج۱ص۵۲۵، رقم: ۲۸۹ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بی مسعود قبہ، ج۶ص۱۲۰، رقم: ۱۷۱۲۵، مصنف عبد الرزاق، باب النفقہ فی سبیل اللہ، ج۱۱ص۱۰۷، رقم: ۲۰۰۵۲ (المکتب الاسلامی، بیروت)

شرح حدیث: نیکی کی دعوت

نیکی کی دعوت دینے کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔

حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ کہ جنت الفردوس خاص اُس شخص کیلئے ہے۔ جو نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے۔ نیکی کی دعوت دینے والے کو ہر ہر بات کے بدلے میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (تنبیہ المغترین ص ۲۹۰ دار البشائر بیروت)

چنانچہ حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ عزوجل جو اپنے بھائی کو بلائے اسے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اُس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا میں اسکی ہر ہر بات پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اسے جہنم کی سزا دینے میں مجھے حیاء آتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہم نیکی کی دعوت کو عام کریں گے تو بے شمار برکتیں اور فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ ابھی ان شاء اللہ عزوجل دعا کے بعد مسجد سے باہر جا کر لوگوں کو نیکی کی دعوت پیش کی جائے گی۔ اور ان کو مسجد میں لانے کی کوشش کی جائے گی۔ ابھی اسی سلسلے میں یعنی نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے آپ بھی ہمارا ساتھ دیجئے کہ نیکی کی دعوت دینے والوں کا ساتھ دینا بھی عظیم نیکی ہے نیز حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ: جو قدم راہِ خدا عزوجل میں خاک آلود ہوں گے اُن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے

گی۔ (مسند امام احمد رقم الحدیث ۵۹۳۵ ج ۵ ص ۳۹۹ دار الکتب بیروت)

نیکی کی دعوت دینے والے خوش نصیب

حضرت سیّدُ نا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تورات شریف میں حضرت سیّدُ نا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جس نے نیکی کا حکم دیا، برائی سے منع کیا اور لوگوں کو میری اطاعت کی طرف بلایا تو اسے دنیا اور قبر میں میرا قرب اور قیامت کے دن میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۷۷۱۶، ج ۶، ص ۳۶)

(176) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی، کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا، وَّمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ، کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ہے۔ ان کے اجور میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من سنة حسنة او سيئة ومن دعا الی هدی او ضلالة، ج ۴ ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۰، سنن ابوداؤد، باب لزوم السنة، ج ۴ ص ۳۳۱، رقم: ۴۶۱۱ (دار الكتاب العربي بيروت) سنن الدارمي، باب من سنة حسنة او سيئة، ج ۱ ص ۱۴۱، رقم: ۵۱۳، مسند ابی يعلی، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ۶ ص ۵۹، رقم: ۶۴۸۹، اطراف المسند المعتلی، من اسمه عبدالرحمن بن يعقوب، ج ۷، ص ۲۸۴، رقم: ۹۹۳۲ (دار ابن كثير بيروت)

شرح حدیث: لاکھوں نیکیاں اور لاکھوں گناہ

مُفَسّرِ شہیر، حکیمُ الْاُمَّت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: یہ حکم (عام ہے یعنی) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صدقے سے تمام صحابہ، ائمۂ مُجتَہِدین، عُلَماء مُتقدِّمین و متأخرین سب کو شامل ہے مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اُس مبلّغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب، اس سے معلوم ہوا کہ حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے۔ ربّ (عزوجل) فرماتا ہے: وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ O (پ ۲۹ القلم ۳) (ترجَمۂ کنز الایمان: اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے) ایسے ہی وہ مُصَنِّفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا، یہ حدیث اِس آیت کے خلاف نہیں: لَیْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی O (پ ۲۷ النجم ۳۹) (ترجَمۂ

کنزالایمان: آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں: اس میں گمراہیوں کے مُوجِدین مُبلِّغین (یعنی گمراہی ایجاد کرنے اور گمراہی دوسروں کو پہنچانے والے) سب شامل ہیں تاقیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔ (مراۃ المناجیح ج۱ص۱۶۰)

گناہ کی ترغیب دینے والی پر انفرادی کوشش

کچھ لوگوں نے ایک عورت کو ایک ہزار درہم کے بدلے اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہکائے گی۔ وہ عورت بن سنور کر آپ کے راستے میں کھڑی ہوگئی۔ جب حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکلے تو وہ عورت چہرہ کھولے آپ کے سامنے آگئی۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا، اگر تیرے جسم پر بخار طاری ہوجائے تو تمہارا رنگ روپ غائب ہوجائے اور تمہارے چہرے کی رونق جاتی رہے، یاد کرو! وہ وقت کیسا ہوگا جب ملک الموت تشریف لاکر تمہاری روح قبض کریں گے؟ یہ سن کر اس عورت پر غشی طاری ہوگئی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ سب برائیوں سے کنارہ کش ہوکر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔ (کتاب التوابین، ص ۲۶۳)

(177) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَّفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ . فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا . فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُّعْطَاهَا . فَقَالَ: اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ؟ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هُوَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ . قَالَ: فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهٗ فَبَرِئَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ، فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ . فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ، وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا کل ایسے آدمی کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمادے گا وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ لوگوں نے اس بحث میں رات گزاری کہ وہ کس کو دیا جائے گا؟ پس صبح کو سب لوگ جھنڈے کے امیدوار بن کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ پس آپ نے فرمایا: علی بن ابوطالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا: ان کو بلاؤ۔ تو ان کو لایا گیا۔ پس ان کی آنکھوں میں رسول اللہ ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور دعا کی تو ان کو فوراً صحت ہوگئی گویا ان کو کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں ان سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ

مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ، فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ہم جیسے (ایمان دار) ہو جائیں فرمایا اطمینان سے چلو حتیٰ کہ ان کے صحن میں اترو۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ جو ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اللہ کی قسم! تیرے ذریعہ اگر ایک آدمی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: یَدُوْكُوْنَ: اَیْ یَخُوْضُوْنَ وَیَتَحَدَّثُوْنَ۔
وَقَوْلُهٗ: رِسْلِكَ بِكَسْرِ الرَّاءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ، وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ۔

یدوکون: اس کا معنیٰ ہے غور و فکر اور بحث مباحثہ کرنا۔ رسلك: راء پر زیر اور زبر دونوں طرح پڑھا گیا لیکن زبر زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من اسلم علی یدیه رجل، ج ۲ص ۶۰، رقم: ۳۰۰۹ صحیح مسلم، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه، ج ۲ص ۳۳۰، رقم: ۶۳۷۳ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب دعاء من لم تبلغه الدعوۃ من المشرکین، ج ۹ص ۱۰۶، رقم: ۱۸۰۰۹ مسند ابی یعلی، حدیث میمونة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج ۲ص ۵۵۰، رقم: ۵۲۷۶ مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنه، ج ۲ص ۱۹۷، رقم: ۵۱۳۰)

شرح حدیث: جنگِ خیبر

خیبر مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس کیلومیٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) کتیبہ (۲) ناعم (۳) شق (۴) قموص (۵) نطارہ (۶) صعب (۷) سطیخ (۸) سلالم۔

درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ خیبر کہلاتا تھا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۳۴)

غزوۂ خیبر کب ہوا؟

تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ھ تھا یا ۷ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں

ے ھ شروع ہو گیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم و صفر ٦ ھ کے تھے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ٣، ص ٢٤٤ ملتقطاً)

جنگِ خیبر کا سبب

جنگِ خندق میں جن جن کفارِ عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ بنونضیر کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفارِ قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفارِ عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگِ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ٦ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہو گئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنا لیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علمِ نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ٣، ص ٢٤٥، ٢٥٥ ملتقطاً)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت حدودِ خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔

جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! لشکر کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہوگیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر، الحدیث: ۴۱۹۷، ج ۳، ص ۸۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان! تو فرمایا کہ وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر، الحدیث: ۴۲۰۵، ج ۳، ص ۸۳)

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام رجیع میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامانوں اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوۂ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۲ مختصراً)

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر مرحب خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵) (ودلائل النبوۃ للبیہقی، ماجاء فی بعث سرایا الی حصون ...الخ، ج ۴، ص ۲۱۱ ملخصا)

راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں:

(۱) وہ اللہ و رسول کا محب ہے۔

(۲) وہ اللہ و رسول کا محبوب ہے۔

(۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی ...الخ، الحدیث: ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص ۱۳۱۱)

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُمّ المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی ...الخ، الحدیث ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص ۱۳۱۱) (والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۵)

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کر لیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۶۷ مختصراً)

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کر لیا اور

حضرت صادق الوعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محب بھی ہے اور اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب بھی۔

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۶، ۲۶۴۔۲۶۵ ملتقطا)

(178) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ فَتًی مِّنْ اَسلم، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ معی مَا اَتَجَھَّزُ بِہٖ، قَالَ: ائْتِ فُلَانًا فَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ تَجَھَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ، وَیَقُوْلُ: اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَھَّزْتَ بِہٖ، فَقَالَ: یَا فُلَانَۃُ، اَعْطِیْہِ الَّذِیْ تَجَھَّزْتُ بِہٖ، وَلَا تَحْبِسِیْ مِنْہُ شَیْئًا، فَوَاللّٰہِ لَا تَحْبِسِیْنَ مِنْہُ شَیْئًا فَیُبَارَکَ لَکِ فِیْہِ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ بنو اسلم قبیلہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میرا ارادہ جہاد کا ہے، لیکن میرے پاس اس کی تیاری کا سامان نہیں فرمایا فلاں کے پاس جا اس نے تیاری کی تھی۔ وہ اب بیمار ہو گیا ہے۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: مجھے اپنا جہاد کی تیاری کا سامان دے۔ انہوں نے کہا: اے فلانہ! میرا تیار شدہ جہاد کا سامان اسے دے دو اور اس میں سے کچھ نہ روک رکھنا۔ اللہ کی قسم! اس نے اس میں سے کسی چیز کو تم نے روک لیا تو وہ ہمارے لیے بابرکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، ج ۳ص ۲۱، رقم: ۵۰۱۰، سنن ابوداؤد، باب فیما یستحب من انفاذ الزاد فی الغزو اذا قفل، ج ۳ص ۳۶، رقم: ۲۷۸۲)

شرح حدیث: سامانِ جہاد کی تیاری

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من جھز غازیا۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۲۸۴۳، ج ۲، ص ۲۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہوجانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

جہاد چونکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے اس لیے جہاد بہت بڑا عمل صالح اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے اور چونکہ سامانِ جہاد کی تیاری مثلاً میدانِ جہاد تک پہنچنے کے لیے سواریوں کا انتظام، آلاتِ جنگ مثلاً تیر وتلوار کا بنانا، خریدنا، تیراندازی، شمشیرزنی، بندوق چلانے کی مشق کرنا، چونکہ یہ سب سامانِ جہاد کی تیاری ہے۔ لہٰذا جہاد کا وسیلہ ہونے کے سبب سے یہ سب

کام بھی عمل صالح اور عبادت بن گئے۔

21- بَابٌ فِي التَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) (المائدة: 2)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بھلائی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) (العصر: 1-2)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے زمانہ (محبوب) کی۔ بلاشبہ انسان خسارہ میں ہے، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - كَلَامًا مَعْنَاهُ: اِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ

اس بارے میں امام شافعی ﷺ نے فرمایا: حاصل یہ ہے اس سورت میں غور کرنے سے اکثر لوگ غافل ہیں۔

شرح: عقل مند کون؟

بصیرت کی آنکھ اور فراست کے نور سے دیکھو! اللہ عزوجل نے ہر انسان پر خسارے کا حکم لگایا کیونکہ اَلْعَصر پر الف لام عموم اور استغراق کے لئے ہے اور اس کی دلیل استثناء ہے کہ ہر انسان خسارے میں ہے مگر جو ان چار باتوں کا جامع ہوگا وہ ہلاکت میں ڈالنے والے خسارے سے نجات یافتہ ہوگا، وہ چار باتیں یہ ہیں: (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی اس طرح وصیت کرنا کہ وہ لوگ کتاب وسنت سے ثابت شدہ اخلاق وآداب، احکام واقوال اور ظاہری وباطنی تمام افعال کی شرائط پر عمل کریں تاکہ ان میں سے کوئی شئے اخلاص کے بغیر نہ پائی جائے اور وہ اس سے صرف اللہ عزوجل کی رضا چاہیں اور (۴) انہیں صبر کی تلقین کریں کہ وہ اطاعت کرنے، ناپسندیدہ امور، آزمائشوں، گناہ چھوڑنے اور اپنی خواہشات ولذات ترک کرنے پر صبر کریں، ہماری بیان کردہ یہ چار شرائط جس میں پائی جائیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ایک بڑی امید یعنی خسارے، عار اور تباہی وبربادی سے سلامتی کی راہ پر ہوگا اور اسے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وصول کے مرتبہ سے مشاہدہ کا بلند مرتبہ حاصل ہوگا اور حال ومآل یعنی دنیا وآخرت میں اس کی رضا حاصل ہوگی۔ اللہ عزوجل اپنے احسان اور کرم سے ہم میں ان شرائط پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے۔ آمین

ایک عقل مند کے لئے یہ بات کس طرح درست ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی پکڑ اور اس کے انتقام سے بے خوف رہے، حالانکہ اس کا دل رحمن عزوجل کی قدرت کی دوانگلیوں کے درمیان ہے یعنی ایک قوم کے لئے خوش بختی اور دوسری کے

لئے بدبختی کے ارادے کے درمیان ہے، دل کو قلب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ پھرنے، بدلنے میں کھولنے والی ہانڈی سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

(179) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوعبدالرحمن زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیاری کا سامان دیا تو یقینا اس نے خود جہاد کیا اور جو جہاد کرنے والے کے پیچھے اس کے گھر والوں میں بھلائی سے رہا تو اس نے یقینا جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ج ۲ ص ۲۱۷، رقم: ۲۸۴۳ صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره و خلافته فی اهله بخیر، ج ۳ ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۱ المنتقی لابن الجارود، باب ما یجزی من الغزو ومن جهز غازیا، ص ۲۵۹، رقم: ۱۰۳۷ سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی تجهیز الغازی واجر الجاعل، ج ۹ ص ۲۸، رقم: ۱۸۲۹۷ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج ۵ ص ۹۹، رقم: ۴۳۰۰)

شرح حدیث: عرش کے سائے میں

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتمُ المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجهاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے

لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہوجانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

حضرتِ سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بنی لحیان کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ ہر دو مَردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے، پھر جہاد سے رہ جانے والوں سے فرمایا، تم میں سے جو مجاہدین کے اہل خانہ کی خبر گیری کرے اس کے لئے مجاہد کی مثل ثواب ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ الخ، رقم ۱۸۹۶، ص ۱۰۵۱)

حضرتِ سیدنا مُعاذ بن اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ کے مجاہد کو رخصت کرنا اور اسے صبح یا شام میں سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب تشییع الغزاۃ وودا عھم، رقم ۲۸۲۴، ج ۳، ص ۳۷۲)

مسلمان بھائی کی حاجت روائی

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَآلہٖ وَسلَّم کا فرمان رغبت نشان ہے، جس نے کسی مومن سے تکلیف و مصیبت کو دور کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے لیے پُل صراط پر نور کے دو ایسے شعلے بنائے گا جس سے اتنا عالم چمکے گا کہ مخلوق اس کی چمک کی تاب نہ لا سکے گی۔

(الترغیب والترہیب، الترغیب فی التنیسر علی المعسر، ج ۲، رقم ۱۰، ص ۲۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب، بیمار دلوں کے طبیب صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَآلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جو کوئی مسلمان کی دنیوی مصیبت کو دور کریگا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکی مصیبت کو دور کریگا، جو مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ اسکے دنیا و آخرت کے عیوب چھپائے گا، اللہ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، رقم ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَآلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جس نے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی وہ ایسا ہے جیسے اُس نے ساری عمر اللہ عزوجل کی عبادت کی۔

(کنز العمال، کتاب الزکوۃ، باب قضاء الحوائج من الاکمال، ج ۶، رقم ۱۶۴۵۳، ص ۱۸۹)

(180) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بعث بعثًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَان مِنْ ھُذَیْلٍ، فَقَالَ: لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان قبیلہ کی شاخ بنوہذیل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ گھر کے دو آدمیوں میں سے ایک جائے تو ثواب دونوں پائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ وخلافتہ فی اھلہ بخیر، ج ۴ ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۳ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الامام یغزی من اھل دار من المسلمین، ج ۹ ص ۴۰، رقم: ۱۸۳۵۴ صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیۃ الجھاد، ج ۳ ص ۵۱۳، رقم: ۴۷۲۹ مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ ص ۴۶۳، رقم: ۱۲۸۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۳۳، رقم: ۱۱۳۱۹)

شرح حدیث: عمروں میں برکت کا سبب

مفسرینِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے دین میں باطل چیزوں کی آمیزش کردی تو ایک گروہ اُن سے جدا ہوگیا، انہوں نے اللہ عزَّ وَجلَّ سے دُعا کی کہ وہ ان کو دین میں باطل چیزوں کی ملاوٹ کرنے والوں سے دُور کردے۔ چنانچہ، زمین کے نیچے ایک سوراخ ظاہر ہوا، اس میں چلتے ہوئے انہوں نے ایک کشادہ اور وسیع میدان دیکھا، تو انہوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اُن کے بیٹے اور سب نسلیں مستقل طور پر وہیں قیام پذیر ہوگئیں، یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا ذوالقرنین ایک دن سیر کرتے ہوئے جب وہاں پہنچے، تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں لوگوں کی عمریں دراز ہیں، کوئی فقیر نہیں، قبریں گھر کے دروازوں کے قریب اور عبادت گاہیں گھروں سے دُور ہیں۔ گھروں پر دروازے بھی نہیں ہیں، نہ اُن پر کوئی حاکم ہے، نہ اُن کا کوئی امیر ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ان سب باتوں کا راز کیا ہے؟ تو عرض کی گئی: اے بادشاہ! ہماری عمروں میں برکت کا سبب ہمارا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ ہم میں سے جب کوئی محتاج ہوجاتا ہے تو ہم مل کر اس کی محتاجی دُور کرتے ہیں، اس طرح ہم سب اغنیاء ہیں، اور ہماری قبروں کے گھر سے قریب ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اپنے علماء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ قبر زندوں کو موت کی یاد دلاتی ہے، اور عبادت گاہوں کے دور ہونے کا سبب ہمیں انبیاء کرام علیھم السلام اور علماء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ان کی طرف قدموں کی کثرت سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور ہمارے گھروں کے دروازے اس لئے نہیں کہ ہم کسی کی چوری نہیں کرتے، تو ہمیں دروازوں کی حاجت نہیں ہوتی، اور ہم پر کوئی حاکم یا امیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، بلکہ ہم باہم عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں تو ہمیں پھر امیر و حاکم کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ حضرت سیِّدُنا ذوالقرنین نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری مثل کوئی قوم نہیں دیکھی، اور اگر میں نے کسی شہر کو وطن

بنانے کا ارادہ کیا، تو تمہارے حُسنِ معاشرت اور اخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے اس شہر کو وطن بناؤں گا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(181) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا: الْمُسْلِمُوْنَ. فَقَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ. فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِ اَجْرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام روحا پر ایک قافلہ سے ملے فرمایا کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا مسلمان ہیں اب انہوں نے پوچھا آپ کون ہو؟ تو فرمایا اللہ کے رسول تو ایک عورت نے آپ کی طرف اپنا بچہ پیش کیا۔ اور کہنے لگی کیا اس کا حج ہے؟ فرمایا ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ج ۲ ص ۲۰۱، رقم: ۳۳۱۷، اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر الحج بالصبیان العفار، ج ۱ ص ۳۷۱، رقم: ۷۷۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب حج الصبی، ج ۵ ص ۱۵۵، رقم: ۹۹۸۳، سنن ابن ماجہ، باب حج الصبی، ج ۳ ص ۹۷۱، رقم: ۲۹۱۰ (دار الفکر، بیروت) سنن ترمذی، باب حج الصبی، ج ۱ ص ۲۸۹، رقم: ۹۲۴)

شرح حدیث: ربِ تعالیٰ کا انعام عظیم

نیک اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم انعام ہے۔ اولادِ صالح کے لئے اللہ عزوجل کے پیارے نبی حضرت سیدنا زکریا علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دُعا مانگی۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

(پ ۳، اٰل عمران: ۳۸)

اور خلیل اللہ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آنے والی نسلوں کو نیک بنانے کی یوں دعا مانگی:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ (پ ۱۳، ابرٰہیم: ۴۰)

یہی وہ نیک اولاد ہے جو دنیا میں اپنے والدین کے لئے راحتِ جان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنتی ہے۔ بچپن میں ان کے دل کا سرور، جوانی میں آنکھوں کا نور اور والدین کے بوڑھے ہوجانے پر ان کی خدمت کر کے ان کا سہارا بنتی ہے۔ پھر جب یہ والدین دنیا سے گزر جاتے ہیں تو یہ سعادت مند اولاد اپنے والدین کے لئے بخشش کا سامان بنتی ہے

جیسا کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے:

(۱) صدقہ جاریہ۔۔۔۔۔۔

(۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔۔۔۔۔۔

(۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان، الحدیث ۱۶۳۱، ص ۸۸۶)

ایک اور مقام پر حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں آدمی کا درجہ بڑھادیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے حق میں یہ کس طرح ہوا؟ تو جواب ملتا ہے اس لیے کہ تمہارا بیٹا تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالدین، الحدیث ۳۶۶۰، ج ۴، ص ۱۸۵)

بسم اللہ شریف پڑھنے کی برکت

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گزرے تو عذاب ہو رہا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ نور ہی نور ہے اور وہاں رحمتِ الٰہی عزوجل کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے اور بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض کی کہ مجھے اس کا بھید بتایا جائے۔ ارشاد ہوا: اے عیسیٰ! یہ سخت گنہگار اور بدکار تھا، اس وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے بیوی حاملہ چھوڑی تھی۔ اس کے لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مکتب بھیجا گیا، استاذ نے اسے بسم اللہ پڑھائی، مجھے حیاء آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔

(التفسیر الکبیر، الباب الحادی عشر، ج ۱، ص ۱۵۵ ملخصاً)

روزانہ ایک قرآن پاک کا ایصالِ ثواب

ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے تمام مردے اپنی قبروں سے باہر نکل کر جلدی جلدی زمین پر سے کوئی چیز سمیٹ رہے ہیں، لیکن مُردوں میں سے ایک شخص فارغ بیٹھا ہوا ہے، وہ کچھ نہیں چنتا۔ اس شخص نے اس سے جاکر پوچھا کہ یہ لوگ کیا چن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: زندہ لوگ جو کچھ صدقہ.. یا.. دعا.. یا.. تلاوتِ قرآن وغیرہ اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں، اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ اس نے کہا تم کیوں نہیں چنتے؟ جواب دیا مجھے اس وجہ سے فراغت ہے کہ میرا ایک بیٹا حافظِ قرآن ہے جو فلاں بازار میں حلوہ بیچتا ہے، وہ روزانہ ایک قرآنِ پاک پڑھ کر مجھے بخشتا ہے۔

یہ شخص صبح اسی بازار میں گیا، دیکھا کہ ایک نوجوان حلوہ بیچ رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں اس نے اس نوجوان سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں روزانہ ایک قرآن پاک پڑھ کر اپنے والدین کو بخشتا ہوں، اسی کی

تلاوت کر رہا ہوں۔ کچھ عرصے بعد اس نے خواب میں دوبارہ اسی قبرستان کے مُردوں کو کچھ چنتے ہوئے دیکھا، اس مرتبہ وہ شخص بھی چننے میں مصروف تھا کہ جس کا بیٹا اسے قرآن پاک پڑھ کر بخشا کرتا تھا، اس کو دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا، اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح اٹھ کر اسی بازار میں گیا اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حلوہ بیچنے والے نوجوان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

(روض الریاحین، الفصل الثانی الحکایۃ السابعۃ والخمسون، ص ۱۷۷)

(182) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلًا مُّوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهُ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ، اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلَّذِيْ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ وَضَبَطُوْا الْمُتَصَدِّقَيْنِ بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّوْنِ عَلَى التَّثْنِيَةِ، وَعَكْسِهٖ عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان امانت دار خزانچی جو حکم بجالائے اور پورا پورخوش دلی سے دے جس کو دینے کا حکم ہوا تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ اسے جو حکم دیا گیا ہے وہ ادا کرتا ہے اور اَلْمُتَصَدِّقَیْنِ: قاف پر زبر تثنیہ میں نون پر زیر اور جمع میں اس کے برعکس دونوں طرح صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبه غیر مفسد، ج ۱ص ۴۱۲، رقم: ۱۴۳۸صحیح مسلم، باب اجر الخازن الامین والمراۃ اذا تصدقت من بیت زوجها، ج ۲ص ۱۹۰، رقم: ۲۳۱۰صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۲ص ۴۵۹، رقم: ۳۳۵۹جمع الجوامع، حرف الخاء، ج ۷ص ۱۰، رقم: ۱۱۹۶۴جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی الامانة، ج ۱ص ۲۱۶، رقم: ۱۰۶)

شرح حدیث: امانت دار عاملِ زکوٰۃ اور خزانچی کا ثواب

حضرتِ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ عزوجل کی رضا کے لئے حق کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنے گھر لوٹنے تک اللہ عزوجل کی راہ کے غازی کی طرح ہے۔ (مسند احمد، مسند المکیین، رقم ۱۵۸۲۶، ج۵، ص ۳۶۶)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب کسی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا جائے پھر وہ دیانتداری کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اور اسے حقدار تک پہنچائے تو وہ اپنے گھر لوٹنے تک اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب العمال علی الصدقۃ، رقم ۴۴۵۰، ج۳، ص ۲۳۶)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک وہ امانت دار اور مسلمان خزانچی جسے کوئی مال کہیں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے پھر وہ پورا مال خوش دلی سے ادا کردے اور اسے جس کے بارے میں حکم دیا گیا ہو اس تک پہنچا دے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک شمار ہوگا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق الخ، رقم ۱۴۳۸، ج ۱، ص ۴۸۴)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوب ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بہترین کمائی عامل (یعنی زکوۃ وصول کرنے والے) کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہ ہو۔ (مسند احمد، رقم ۸۴۲۰، ج ۳، ص ۲۳۲)

22-بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

قَالَ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ) (الحجرات: 10)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: إِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَأَنْصَحُ لَكُمْ) (الأعراف: 62)

وَعَنْ هُودٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ) (الأعراف: 68)

(183) وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ: فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي رُقَيَّةَ تَمِيمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدِّيْنُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

خیر خواہی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایمان دار تو بھائی بھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نوح (علیہ السلام) نے قوم سے کہا: ''میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں''۔

اور ہود علیہ السلام نے کہا: ''میں تمہارے لیے خیر خواہ امانت دار ہوں''۔

پہلی حدیث یہ ہیں: حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا: کس کے لئے فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لیے اور مسلمان حکمرانوں اور عوام کیلئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ج ۱ ص ۵۳، رقم: ۲۰۵ سنن الدارمی، باب الدین النصیحۃ، ج ۲ ص ۴۰۲، رقم: ۲۷۵۴ سنن ابوداؤد، باب فی النصیحۃ، ج ۴ ص ۴۴۱، رقم: ۴۹۴۶ الاداب للبیہقی، باب ما یجب علی المسلم، ص ۱۱۰، رقم: ۱۸۸ اتحاف الخیر المھرۃ، کتاب الایمان، باب ما جاء فی النصح، ج ۱ ص ۱۵۵، رقم: ۱۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

نصیحۃ بنا ہے نصح سے بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصحت العسل عن الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کرلیا۔اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کرنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے، یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں چیزیں شامل ہیں حتی کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا،عبادات کو ریا سے پاک وصاف کرنا،معاملات کو خرابیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں اور اللہ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا،خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا،اس کے محبوبوں سے محبت دشمنوں سے عداوت رکھنا،اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے۔(مرقات)

مزید فرماتے ہیں: کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا،اس میں بقدر طاقت غور کرنا،اس پر صحیح عمل کرنا،اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلوں تحریفوں کی تردید کرنا،اور اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان ومال واولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا انکی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا،اور اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کاملین اولیاء واصلین ہیں۔ان کی نصیحت یہ ہے کہ انکے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا،لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا،آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا،ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔(مرقات) علماء کا ادب کرنا۔اور عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا،ان سے دینی ودنیا مصیبتیں دور کرنا،ان سے محبت کرنا،ان میں علم دین پھیلانا،اعمال نیک کی رغبت دینا،جو چیز اپنے لیے پسند نہ کرے ان کے لیے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے۔(مرٰاۃ المناجیح،ج۶،ص۷۹۶)

(184) اَلثَّانِي: عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

دوسری حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البیعۃ علی اقام الصلوٰۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۴ صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ج۱ص۵۴، رقم: ۲۰۸ سنن الدارمی، باب فی النصیحۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۵۴۰ المنتقی لابن الجارود، باب اول کتاب الزکاۃ، ص۹۱، رقم: ۳۳۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جریر بن عبداللہ البجلی، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۲۲۴۵)

شرح حدیث: مسلمان کی خیر خواہی

مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ بلائے تو اس

کو جواب دے، اس کے چھینکنے پر یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے، فوت ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہو، جب کوئی قسم اٹھائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے، غائب ہو تو غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرے، اس کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے بھی وہی ناپسند جانے جسے اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج۱، ص۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

ترجمہ: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔

ترجمہ: (کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْٓءَ وَاجْتَنَبَهٗ۔

ترجمہ: مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اَکڑنے والے متکبّر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ9، الاعراف:199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروانا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کسی شریر سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مُردوں کے لئے دعا مانگے۔

(185) اَلثَّالِثُ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تیسری حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج۱ ص۱۲، رقم: ۱۳ صحیح مسلم، باب

الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیه المسلم، ج ۱ص ۴۹، رقم: ۹،سنن الدارمی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب النفسه، ج ۲ص ۳۹۷، رقم: ۲۷۴۰،الاداب للبیهقی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ص ۶۲، رقم: ۱۱۰،مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۳ص ۲۴۴، رقم: ۳۱۵۱)

شرحِ حدیث: تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے

حضرت سیِّدُ نا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں معاذ ہوں، (مجھے) کیسے نجات حاصل ہوگی؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! میری اتباع کرو اگرچہ تمہارے عمل میں کمی ہو، اے معاذ! اپنے قرآن پڑھنے والے بھائیوں کے بارے میں کچھ کہنے سے اپنی زبان روک کر رکھو، اپنے گناہوں کو اپنے اوپر ڈالو، دوسروں کے ذمہ نہ لگاؤ، ان کو برا بھلا کہہ کر اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو، اپنے آپ کو ان پر بلند نہ سمجھو، دنیوی عمل کو آخرت کے عمل میں داخل نہ کرو، اپنی مجلس میں تکبر نہ کرو تاکہ لوگ تیرے برے اخلاق سے بچے رہیں، تیسرے آدمی کی موجودگی میں کسی سے سرگوشی نہ کرو، لوگوں پر اپنی عظمت کا اظہار نہ کرو ورنہ تم دنیاوی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے اور لوگوں کی بے عزتی نہ کرو ورنہ بروزِ قیامت جہنم میں اس کے کتے تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًاO

ترجمۂ کنز الایمان: اور نرمی سے بند کھولیں۔ (پ30، النّٰزِعٰت: 2)

اے معاذ! کیا تم جانتے ہو، وہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو دانتوں سے نوچیں گے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون ان خصائل کی طاقت رکھ سکتا اور ان کتوں سے بچ سکتا ہے؟ تو آقائے نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! یہ چیز ہر اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ آسان فرما دے، تیرے لئے یہی کافی ہے کہ تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی وہی ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کسی کو حضرت سیِّدُ نا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا، وہ اس حدیث کے ڈر سے ایسا کرتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، المقدمۃ، باب الترھیب من الریاء۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۹، ج ۱، ص ۴۸ تا ۵۱)

اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ

نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے قید کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کرے گا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی پریشانی دور کریگا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو تنگدست کے لئے آسانی مہیا کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اسکے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بندہ جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السترۃ علی المسلم، رقم ۱۹۳۷، ج ۳، ص ۳۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلے اس کا یہ عمل اس کے لیے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتا ہے اور ان میں سے دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے تو یہ عمل میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی شریف علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) میں دو مہینے اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین۔۔الخ رقم ۸، ج ۳، ص ۲۶۳)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بندہ جب تک اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ عزوجل اسکی حاجت پوری فرماتا رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۲۳، ج ۸، ص ۳۵۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل نے کچھ قوموں کو بعض نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں وہ اس وقت تک ان کے پاس رکھتا ہے جب تک وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں اور جب وہ انہیں مسلمانوں پر خرچ نہیں کرتے تو اللہ عزوجل وہ

نعمتیں دوسروں کی طرف منتقل فرما دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۱۳، ج۸، ص۳۵۱)

23-بَابٌ فِي الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (آل عمران: 104)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے منع کرنے والی ہو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے امر معروف و نہی منکر کی فرضیت اور اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (آل عمران: 110)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سب سے اچھی امت ہو جسے لوگوں کے بھلے کیلئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شانِ نزول: یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: 199)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے نبی!) معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (التوبة: 71)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ) (المائدة: 78)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کے کفار حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی زبانوں پر لعنت کیے گئے اس کا سبب ان کا نافرمانی کرنا حد سے بڑھے وہ اور ایک دوسرے کو ان برائیوں سے نہ روکتے تھے جس کے خود مرتکب ہوتے جو وہ کرتے بہت بُرا تھا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ) (الكهف: 29)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فرما دیجئے یہ تمہارے ربّ کی طرف سے حق ہے، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) (الحجر: 94).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو حکم ہے بے حجاب کہہ دیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ) (الأعراف: 165)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے برائی سے روکنے والوں کو نجات دی اور ظلم کرنے والوں کو برے عذاب سے پکڑا اس کا سبب ان کا فسق و فجور تھا۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس باب میں آیات بکثرت معلوم ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(186) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی حدیث: حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو برائی دیکھے اسے اپنے قوت بازو سے روکے اگر اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان، ج ١ص٥٠، رقم: ١٨٦ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب نصر المظلوم والاخذ علی ید الظالم عند الامکان، ج ٦ص٩٤، رقم: ١١٨٣٧ صحیح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج ١ص٥٤٠، رقم: ٣٠٦ مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج ١ص٢٨٩، رقم: ١٠٠٩ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج

ص۹۰، رقم: ۱۸۸۳)

شرح حدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتساب کے مختلف مراتب ہیں۔

آخری شرط: وہ محتسب فیہ ہے اور یہ دوسرا رکن ہے ہر وہ برائی جو اجتہاد کے بغیر معلوم ہو ائمہ معتبرین کے نزدیک اس میں اختلاف کا محل نہیں پس کوئی شافعی اس حنفی کو منع نہیں کرتا جو ایسی نبیذ پئے جس سے نشہ نہیں ہوتا اور کوئی حنفی کسی شافعی کو نہیں روکتا جو گوہ اور بجو کھاتا ہے۔

اور آخری رکن محتسب علیہ ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ انسان ہو کیونکہ بچے کو بھی شراب پینے سے روکا جائے گا، ہاں! بعض افعال مجنون اور بچے کے حق میں منکر نہیں ہوتے (جیسے نماز وغیرہ) اور نہ ہی ان کو اس سے روکا جائے گا۔

محتسب کے آداب کا بیان

محتسب کو چاہے کہ وہ عالم، متقی، حسن اخلاق کا پیکر، نرم طبیعت کا مالک ہونا چاہئے اور وہ سختی سے پیش آنے والا نہ ہو۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو محتسب کو احتساب کی حدود کا علم ہونا چاہئے۔ پرہیزگاری یہ ہے کہ وہ احتساب میں اس حد تک رہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حسن اخلاق کے ساتھ نرمی اختیار کرے، سختی نہ کرے تا کہ وہ حدِ شرع سے تجاوز نہ کر جائے پس اس کا فساد اس کی اصلاح پر حاوی نہ ہو اور احتساب کے معاملے میں شفقت کو مدنظر رکھے یہاں تک کہ جب اُسے کوئی شخص کسی چیز سے منع کرے یا اُسے ناپسندیدہ چیز کا سامنا ہو تو شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے کہ اگر وہ احتساب کو بھول جائے اور نفسِ احتساب کے معاملے میں برائی کا مرتکب ہو۔

حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم کا احتساب

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، آپ کا اسمِ گرامی سیّد موسیٰ کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیلان شریف کے اکابر مشائخ کرام رحمہم اللہ میں سے تھے۔

جنگی دوست لقب کی وجہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لقب جنگی دوست اس لئے ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خالصۃً اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نفس کشی اور ریاضتِ شرعی میں یکتائے زمانہ تھے، نیکی کے کاموں کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے مشہور تھے، اس معاملہ میں اپنی جان تک کی بھی پروانہ کرتے تھے، چنانچہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع مسجد کو جا رہے تھے کہ خلیفہ وقت کے چند ملازم شراب کے مٹکے نہایت ہی احتیاط سے سروں پر اٹھائے جا رہے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب ان کی طرف دیکھا تو جلال میں آ گئے اور ان مٹکوں کو توڑ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رعب اور بزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی تو انہوں نے خلیفہ وقت کے سامنے واقعہ کا اظہار کیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

قافلہ خلیفہ کا تھا، جو خلیفہ نے بہ سید موسیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو کہا میرے شیشوں میں پیش کرے۔ چنانچہ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار میں تشریف لے آئے خلیفہ اس وقت غیظ وغضب سے کرسی پر بیٹھا تھا خلیفہ نے کہا: کیا آپ وہی ہیں جنہوں نے میرے ملازموں کی محنت کو رائیگاں کر دیا؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں محتسب ہوں اور میں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ خلیفہ نے کہا آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کیے گئے ہیں؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رعب دار لہجہ میں جواب دیا: جس کے حکم سے تم حکومت کر رہے ہو۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد پر خلیفہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ سر بزانو ہو گیا (یعنی گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا) اور تھوڑی دیر کے بعد سر کو اٹھا کر عرض کیا: حضور والا! امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علاوہ مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت ہے؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: تمہارے حال پر شفقت کرتے ہوئے نیز تجھ کو دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذلت سے بچانے کی خاطر۔ خلیفہ پر آپ کی اس حکمت بھری گفتگو کا بہت اثر ہوا اور متاثر ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہوا: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدہ پر مامور ہیں۔

حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے متوکلانہ انداز میں فرمایا: جب میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں تو پھر مجھے خلق کی طرف سے مامور ہونے کی کیا حاجت ہے۔ اُسی دن سے آپ جنگی دوست کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۲)

(187) اَلثَّانِی: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

دوسری حدیث: حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جتنے نبی مبعوث فرمائے ہر ایک کیلئے اس کی امت میں سے کچھ اہل اخلاص اور کچھ خاص احباب ہوتے تھے جو اس کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے پھر ان کے بعد نالائق لوگ آ گئے جو کہتے اسے کرتے نہ تھے اور وہ وہ کرتے جس کا انہیں حکم نہ ہوتا پس جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ ایمان دار ہے اور جو اُن سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور جو اپنی زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج ۱ ص ۵۰، رقم: ۱۸۸ سنن الکبریٰ للبیھقی، باب ما یستدل به علی ان القضا وسائر الاعمال الولاۃ، ج ۱۰ ص ۹۰، رقم: ۲۰۱۶۳ الایمان لابن مندہ، ذکر خبر یدل علی ان الایمان یعقص، ص ۱۲۶، رقم: ۱۸۳ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب، ج ۱ ص ۴۴، رقم: ۱۵۷ مسند ابو عوانۃ، بیان نفی الایمان عن الذی یحرم ھذہ الاخلاق، ج ۱ ص ۳۴، رقم: ۱۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں شریعت اور تبلیغ والے نبی مراد ہیں جن کی باقاعدہ اُمّتیں تھیں اور یہ اصحاب حواریوں کے علاوہ جماعت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت پیغمبر کو اللہ نے عام صحابی بھی بخشے اور خاص صاحب اسرار بھی ایسے ہی ہمارے حضور کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں بعض خاص صاحب اسرار ہیں، جیسے خلفائے راشدین وغیرہم۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض نبی وہ بھی ہیں جن کی بات کسی نے نہ مانی اور بعض وہ جن کی ایک دو آدمیوں نے ہی اطاعت کی۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ان صحابہ کے بعد ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگ پیدا ہوتے تھے، ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضور کے صحابہ بدعملی اور بدعقیدگی سے پاک رہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یعنی ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں: حکام طاقت سے کہ مجرموں کو سزائیں دیں، اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں، عوام مؤمن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں تا قیامت یہ احکام جاری رہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۵۵)

اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا

حضرت سیّدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْمَوْعِظَةُ فَهِيَ الْكَلَامُ الَّذِيْ يُفِيْدُ الزَّجْرَ عَمَّا لَا يَنْبَغِيْ فِيْ طَرِيْقِ الدِّيْنِ

یعنی نصیحت وہ کلام ہے جو راہِ دین میں ناروا اور نامناسب باتوں سے روکے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ اٰل عمران، تحت الایۃ ۱۳۸، ج ۳ ص ۳۷۰)

وعظ و نصیحت کی اہمیت و افادیت ایک مسلّمہ (مُ۔سَل۔لَم۔ہ) حقیقت ہے۔ ہر دور میں اس کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے فوائد و ثمرات بے شمار و بے حساب ہیں۔ خود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا ایک نام موعظت یعنی نصیحت رکھا ہے۔

چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے۔ (پ4، ال عمران:138)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔ (پ11، یونس:57)

مفسر شہیر، صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں: اس آیت میں قرآن کریم کے آنے اور اس کے مَوْعِظت (مَو۔عِ۔ظَت: یعنی نصیحت) وشفا و ہدایت و رحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائدِ عظیمہ کی جامع ہے۔ موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے، اور خطرے سے بچائے خلیل نے کہا کہ موعظت نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔ (خزائن العرفان، سورۃ یونس، تحت الآیۃ ۵۷)

(188) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِي الْوَلِيْدِ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ تَعَالٰى فِيْهِ بُرْهَانٌ، وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تیسری حدیث: حضرت ابو الولید عبادہ بن صامت ﷛ سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے تنگی، آسانی، خوشی اور ناپسندیدہ حالات میں سننے اور ماننے پر بیعت کی اور اس بات پر کہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیں گے اور یہ کہ حکمرانوں سے اقتدار پر جھگڑا نہ کریں گے ہاں اگر کھلا کفر دیکھو جس میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل ہو اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔

(متفق علیہ)

اَلْمَنْشَطُ وَالْمَكْرَهُ بِفَتْحِ مِيْمَيْهِمَا: اَيْ فِي السَّهْلِ وَالصَّعْبِ. وَ الْاَثَرَةُ: اَلْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَكِ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهَا. بَوَاحًا بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ اَلِفٌ ثُمَّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ: اَيْ

منشط والمکرہ: دونوں کی میم پر زبر ہے ان کا مطلب ہے نرمی اور سختی، اثرۃ: مشترک بات جس میں کسی کو ترجیح دی جائے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ بواحًا: با موحدہ پر زبر اور اس کے بعد واؤ پھر الف پھر حاء مہملہ

ظَاهِرًا لَا یَحْتَمِلُ تَاْوِیلًا۔ ہے اس کا مطلب ایسی وضاحت ہے۔ جس کے بعد تاویل نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یبایع الامام الناس، ج ۴ص ۲۷۷ ، رقم: ۱۹۹، صحیح مسلم، باب وجوب طاعة، ج ۲ص ۳۵۴ ، رقم: ۲۸۵۷، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب کیفیة البیعة، ج ۸ص ۱۴۵ ، رقم: ۱۶۹۹۲، سنن ابن ماجه، باب البیعة، ج ۲ص ۹۵۷، رقم: ۲۸۶۶ (دار الفکر بیروت) سنن الکبرٰی للنسائی، باب البیعة علی القول بالحق، ج ۴ص ۴۲۲، رقم: ۷۷۷۳)

شرح حدیث: لڑائی جھگڑا کرنا

یعنی انسان کا دوسرے سے جھگڑنا قابلِ مذمت ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ: وَہُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ، الحدیث ۲۴۵۷، ج ۲ص ۱۹۳)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَادَلَ فِیْ خُصُوْمَۃٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سُخْطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ۔

ترجمہ: جو شخص بے جا جھگڑتا ہے، وہ ہمیشہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب ذم الخصومات، الحدیث ۱۵۳، ج ۷، ص ۱۱۱)

جھگڑا ترک کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑنا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جائے گا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑنا چھوڑ دے گا اس کے لئے جنت کے وسط میں ایک گھر بنایا جائے گا اور جس کا اخلاق اچھا ہوگا اس کے لئے جنت کے اعلیٰ مقام میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ (سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، رقم ۲۰۰۰، ج ۳، ص ۴۰۰)

حضرتِ سیدنا ابو دَرْدَاء، ابو اُمامہ اور واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کا خلاصہ ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، جھگڑنا چھوڑ دو، میں حق پر ہوتے

ہوئے جھگڑا چھوڑنے والے کو جنت کے کنارے، وسط اور اعلیٰ درجے میں تین گھروں کی ضمانت دیتا ہوں، جھگڑنا چھوڑ دو، بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بتوں کی پوجا سے منع کرنے کے بعد سب سے پہلے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۷۶۵۹، ج۸، ص ۱۵۲)

(189) اَلرَّابِعُ: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، وَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَّإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

چوتھی حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کی بے حرمتی کرنے والے کی مثال یوں ہے جیسے کہ ایک قوم ہو جنہوں نے کشتی کے بارے قرعہ اندازی کی کچھ اوپر والے حصہ پر اور کچھ نچلی منزل میں ٹھہر گئے۔ نچلی منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے پھر انہوں نے کہا کہ اوپر جا کر تکلیف دینے کے بجائے ہم اپنے حصہ میں سوراخ کرلیں اگر اوپر والوں نے ان کو ان کے ارادہ پر چھوڑا تو سب ہلاک ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو روک لیا تو وہ اور سب لوگ نجات پا جائیں گے۔ (بخاری)

اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ تَعَالٰى مَعْنَاهُ: اَلْمُنْكِرُ لَهَا، اَلْقَائِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَإِزَالَتِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ: مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ۔ اِسْتَهَمُوْا: اِقْتَرَعُوْا۔

القائم فی حدود اللہ تعالیٰ: اس کا مطلب ہے اس کے منکر حدود شرعیہ کی تدبیر کرنے والا اور ان کے ازالہ کی کوشش کرنے والا۔ مراد حدود ہے وہ جرائم جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ استھموا: (اس کا معنیٰ ہے) ان لوگوں نے قرعہ اندازی کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ھل یقرع فی القسمة والاستھام فیه، ج ۲ص۲۳۹، رقم: ۲۴۹۳ سنن الکبری للبیھقی، باب اثبات استعمال القرعه، ج ۱۰ص۲۸۸، رقم: ۲۱۹۳۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الجھاد، ج ۱ص۷۱۶، رقم: ۱۶۱۹ صحیح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج ۱ص۵۳۲، رقم: ۲۹۷ (موسسة الرسالة، بیروت) جامع الاصول لابن اثیر، الباب السابع فی اقامة الحدود واحکامھا، ج ۱ص۵۹۶، رقم: ۱۹۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف میں ایک مثال کے ذریعہ برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے کی اہمیت کو واضح کیا گیا

اور بتایا گیا کہ اگر یہ سمجھ کر امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا ہمارا کیا نقصان ہے تو یہ سوچ غلط ہے اس لیے کہ اس کے گناہ کے اثرات تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور جس طرح کشتی توڑنے والا اکیلا ہی نہیں ڈوبتا بلکہ وہ سب لوگ ڈوبتے ہیں جو کشتی میں سوار ہیں اسی طرح برائی کرنے والے چند افراد کا یہ جرم تمام معاشرے میں ناسور بن کر پھیلتا ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۵۵)

اجتماعی طور پر پیش آنے والے نقصانات

کثیر گناہ ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے براہِ راست دوسروں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص چوری کا گناہ کریگا تو اس شخص کا نقصان ہوگا جس کی چیز چرائی جائے گی بالکل یہی معاملہ ڈاکہ ڈالنے، امانت میں خیانت، گالی دینے، تہمت لگانے، غیبت کرنے، چغلی کھانے، کسی کے عیب اچھالنے، کسی کا مال ناحق کھانے، خون بہانے، کسی کو بلا اجازتِ شرعی تکلیف دینے، قرض دبا لینے، کسی کی چیز اُسے ناگوار گزرنے کے باوجود بلا اجازت استعمال کرنے، ماں باپ کو ستانے اور بدنگاہی کرنے کا ہے۔

اب اگر ہر ایک کو ان گناہوں کے ارتکاب کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو نہ تو کسی کا مال سلامت رہے گا اور نہ ہی عزت۔۔۔۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہمارا معاشرہ درندوں کے جنگل کا منظر پیش کرنے لگے گا۔

ان نقصانات سے بچنے کا طریقہ

ان نقصانات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش میں لگ جائیں بلکہ اس کے لئے باقاعدہ طور پر کوئی ایسی تنظیم ہونی چاہئے جو ساری دنیا میں نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے کوشاں رہے۔

قرآن کریم میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ سورہٰ ل عمران میں ارشاد ہوتا ہے،

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (پ ۴ سورۃ آل عمران: ۱۰۴)

(190) اَلْخَامِسُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟

پانچویں حدیث: اُم المُؤمنین حضرت اُم سلمہ ہند بنت امیہ حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر کچھ حکمران مقرر ہوں گے ان میں بعض کام تمہارے لیے مانوس اور بعض کام نامانوس ہوں گے جس نے ناپسند کیا بری ہوگیا جس نے انکار کر دیا۔ وہ سلامت رہا، لیکن جس نے راضی ہوکر پیروی کی' صحابہ

قَالَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں فرمایا کہ نہیں جب تک تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِيَدٍ وَّلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ، وَاَدّٰى وَظِيْفَتَهٗ، وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهٖ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَّضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِيْ۔

کَرِهَ کا معنی ہے جو دل سے ناپسند کرے اور اسے ہاتھ سے یا زبان سے روکنے کی قدرت نہ ہو اس صورت میں وہ گناہ سے بری اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوا جس نے اپنے مقدور بھر انکار کیا وہ اس گناہ سے سلامت رہا جس نے ان کے کام پر رضامندی اور پیروی کی وہ نافرمان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب الانکار علیا لامراء فیما یخالف الشرع وترک قتالھم، ج ۲ص۲۲۳، رقم: ۴۹۰۷، مسند ابو عوانة، ذکر خطر قتال الوالی الفاجر بفجورہ وتعدیہ، ج ۶ص۲۱۸، رقم: ۵۷۵۳، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی وجوب طاعة الامام والامیر، ج ۲ص۲۰۸، رقم: ۲۰۵۱، مسند ابو داؤد الطیالسی، باب ماروت أم سلمة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ص۲۲۳، رقم: ۱۵۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انکار سے مراد زبان سے انکار کر دینا ہے اور بری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پلپلا پن ہے، کرہ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے سلامتی ہے مراد گناہ اور وبال فسق سے محفوظ رہنا ہے یعنی ایسے بادشاہوں کے برے اعمال کو زبان سے برا کہہ دینے والا پختہ مسلمان ہے اور ان کے اعمال کو صرف دل سے برا سمجھنے والا زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہوگا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی جو شخص ان فاسق حکام کے برے کاموں سے دل سے راضی ہوا اور عمل میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا کہ وہ بھی ان کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور وبال میں انکے ساتھ شریک ہو گیا۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ روکیں جو کہ تبلیغ کی اعلی قسم ہے اور نمازی رہنے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارق ہے لہذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ حکام کی بغاوت درست ہے دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے۔ قرآن کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل

فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے یعنی مسلمان نہ تھے۔ خیال رہے کہ سلطان کی بغاوت بڑے فتنوں، خون ریزیوں، ملک کی تباہیوں کا باعث ہے اس لیے بڑے اہتمام کے ساتھ اس سے روکا گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۵۵)

بادشاہوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا

احتساب کے درجات: جاننا چاہیے! احتساب کے چار درجے ہیں: (۱) برائی سے آگاہ کرنا (۲) وعظ کرنا (۳) سخت بات کہنا اور (۴) سختی سے روکنا۔

امراء و سلاطین کو آگاہ کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا ہے کیونکہ ان سے سخت بات کرنا یا سختی سے روکنا فتنہ برپا ہونے کا سبب ہے جس کی وجہ سے ایسی شر انگیزی ہوگی جو ان کی اپنائی ہوئی برائی سے بھی زیادہ بری ہوگی۔ ہاں! اگر معلوم ہو کہ سخت گفتگو فائدہ مند ہوگی اور شر انگیزی کا باعث نہ ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں اور وہ انہی میں سے ہے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس پر تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

خَيْرُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ اِلٰى اِمَامٍ فَاَمَرَهٗ، وَنَهَاهُ، فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَتَلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ترجمہ: شہداء میں سب سے افضل حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر وہ شخص ہے جس نے حاکم کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس کی نافرمانی سے منع کیا پس اس وجہ سے حاکم نے اسے قتل کر دیا۔ (تاریخ بغداد، الرقم ۳۰۷۸۔ ابراہیم بن جابر بن عیسیٰ ابو اسحاق عَطرِیفی، ج۶، ص۵۰، مختصراً)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اَفْضَلُ اگر کلمۂ حق کہنے والا اس وجہ سے قتل کر دیا جائے تو شہید ہے۔ جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں مروی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ضَبَّہ بن مُحْصِن عَنَزِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں ہمارے امیر تھے۔ جب بھی وہ خطبہ دیتے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد و ثناء اور نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے، اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اس پر مجھے بہت غصہ آیا، میں نے ان کے پاس جا کر کہا: آپ ان کے رفیق (یعنی حضرت سیِّدُنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر فضیلت دیتے ہو؟ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری شکایت لکھ بھیجی اور لکھا: ضبہ بن محصن میرے خطبہ میں دخل اندازی کرتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لکھا کہ اسے میری طرف بھیج دیں۔ آپ فرماتے ہیں:

انہوں نے مجھے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا میں آپ کے پاس گیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ تشریف لائے اور پوچھا: کون؟ میں نے عرض کی: میں ضبہ بن محصن عنزی ہوں۔

آپ نے فرمایا: تمہارے لئے مرحبا نہیں۔ میں نے عرض کی: مرحبا تو خدا عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جہاں تک اہل کا تعلق ہے تو میرے پاس نہ اہل ہے نہ مال۔ لیکن اے عمر! آپ بتائیں کہ آپ نے مجھے کیوں کسی غلطی اور قصور کے بغیر بصرہ سے بلایا؟ آپ نے فرمایا: میرے عامل اور تیرے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب وہ خطبہ دیتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد وثناء اور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے ہیں پھر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مجھے اس پر غصہ آیا، میں نے اٹھ کر پوچھا: آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفیق (امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر فضیلت کیوں دی ہے؟ انہوں نے چند جمعے ایسا ہی کیا، پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! تم اس کی نسبت زیادہ توفیق دیئے گئے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہو، کیا تم میرا قصور معاف کر سکتے ہو؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ضبہ بن محصن بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر فاروق اور اس کی آل سے بہتر ہے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۱۷۷)

(191) اَلسَّادِسُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا، يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَّدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ، وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

چھٹی حدیث: اُم المؤمنین اُم الحکم حضرت زینب بنت جحش ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ فرما رہے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ بربادی ہے عرب کے لیے اس شر سے جو قریب آ پہنچی ہے آج یاجوج ماجوج کی دیوار کو اتنا کھول دیا گیا۔ آپ نے اپنی انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا (آپ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جب فسق زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب، ج ۲ ص ۴۸، رقم: ۷۰۵۹، صحیح مسلم، باب اقتراب الفتن وفتح روم یاجوج وماجوج، ج ۴ ص ۱۶۵، رقم: ۷۲۱۶، موطأ امام مالك روایة یحیی اللیثی، باب ما جاء فی عذاب العامة، ص ۹۹۱، رقم: ۱۷۹۸، سنن ابن ماجه، باب ما یکون من الفتن، ج ۲ ص ۱۳۰۵، رقم: ۳۹۵۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الخسف، ج ۲ ص ۹۸، رقم: ۲۱۸۵)

شرح حدیث: ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج

یاجوج و ماجوج:- یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے۔ اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے۔ اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔ آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک کہ سانپ، بچھو، گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتے تھے۔

سدِ سکندری: حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج و ماجوج کے شر اور اُن کی ایذاء رسانیوں سے بچایئے اور ان لوگوں نے ان کے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیش کش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بس تم لوگ جسمانی محنت سے میری مدد کرو۔ چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی۔ جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر اُن کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ بھروادیا۔ اور اُس میں آگ لگوادی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ پھر پگھلایا ہوا تانبا دیوار میں پلا دیا گیا جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی۔ (خزائن العرفان، ص ۵۴۵۔۵۴۷، پ ۱۶، الکھف: ۸۶ تا ۹۸)

سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟

حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج و ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑ ڈالیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اب چلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ ان لوگوں کے ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کی برکت اور اس کلمہ کا یہ ثمرہ ہوگا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی۔ یہ قیامت قریب ہونے کا وقت ہوگا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے اور زمین میں ہر طرف فتنہ و فساد اور قتل و غارت کریں گے۔ چشموں اور تالابوں کا پانی پی ڈالیں گے اور جانوروں اور درختوں کو کھا ڈالیں گے۔ زمین پر ہر جگہوں میں پھیل جائیں گے۔ مگر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس ان تینوں شہروں میں یہ داخل نہ ہو سکیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اُن لوگوں کی گردنوں میں کیڑے

پیدا ہوجائیں گے اور یہ سب ہلاک ہوجائیں گے۔قرآن مجید میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان:۔یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔(پ 17،الانبیاء:96)

نہریں اُٹھالی جائیں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نہروں کو جنت سے جاری فرمایا ہے۔(۱) جیحون (۲) سیحون (۳) دجلہ (۴) فرات (۵) نیل۔

یہ پانچوں ندیاں ایک ہی چشمہ سے جاری ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جنت کے اس چشمہ کو پہاڑوں کے اندر امانت رکھ دیا ہے اور پہاڑوں سے ان نہروں کو زمین پر جاری فرمادیا ہے۔جس سے لوگ طرح طرح کے فوائد حاصل کررہے ہیں۔جب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجے گا اور وہ چھ چیزوں کو زمین سے اُٹھالے جائیں گے۔

(۱) قرآن مجید (۲) تمام علوم (۳) حجر اسود (۴) مقام ابراہیم (۵) موسیٰ علیہ السلام کا تابوت (۶) مذکورہ بالا پانچوں نہریں اور جب یہ چھ چیزیں زمین سے اُٹھالی جائیں گی تو دین و دنیا کی برکتیں روئے زمین سے اُٹھ جائیں گی اور لوگ ان برکتوں سے بالکل محروم ہوجائیں گے۔(تفسیر صاوی، ج ۴،ص ۱۳۶۰،پ ۱۸،المومنون:۱۸)

(192) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِیَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ! فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِیْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهُ. قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

ساتویں حدیث: حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے بغیر گزارا مشکل ہے ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ہی ہے تو راہ کو اس کا حق دو انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! راہ کا حق کیا ہے فرمایا: آنکھ کو روکنا تکلیف دہ چیز کو دور کرنا سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا' برائی سے منع کرنا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افنیة الدور والجلوس فیها والجلوس علی الصعدات، ج ۲ص ۸۷۰، رقم: ۲۳۳۳، صحیح مسلم، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات، ج ۳ص ۲۶۵، رقم: ۵۶۸۵، صحیح ابن حبان، باب الجلوس علی الطریق، ج ۱ص ۳۵۶، رقم:

۵۹۵مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴، ص ۳۶، رقم: ۱۱۳۲۷، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری ص ۲۹۷، رقم: ۹۵۸ (مکتبة السنة، قاهره)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں فرماتے ہیں:

راستے میں بیٹھنے کے آداب

(راستے میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ) نگاہیں جھکا کر بیٹھے، مظلوم کی مدد کرے، ستم رسیدہ و حسرت زدہ کی فریادرسی کرے، ضعیف و کمزور کی مدد کرے، راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرے، سلام کا جواب دے، سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے، اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو، لطافت و شفقت کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اگر کسی کو گناہوں پر اصرار کرنے والا پائے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے (یعنی بقدرِ استطاعت اسے روکنے کی کوشش کرے)، بغیر دلیل کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان دے نہ کسی کی ٹوہ میں پڑے اور لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

(اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن صفحہ ۴۹)

نگاہیں نیچی رکھنا

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ، بدنگاہی شیطان کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے، جو اسے (یعنی بدنگاہی کو) میرے خوف سے چھوڑ دے گا میں اسے ایسا ایمان عطا فرماؤں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کریگا۔ (پ18، النور: 30، 31) (المعجم الکبیر مسند عبداللہ بن مسعود، رقم ۱۰۳۶۲، ج ۱۰، ص ۱۷۳)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس مسلمان کی نظر کسی عورت کے حسن پر جا پڑے اور وہ اپنی نگاہ جھکا لے تو اللہ عزوجل اس کے دل میں عبادت کی لذت عطا فرمائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل مسند ابوامامۃ، رقم ۲۲۳۴۱، ج ۸، ص ۲۹۹)

تکلیف دِہ شے دُور کرنا

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرما دی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹادوں گا تا کہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل

کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل ازالۃ...الخ، رقم ۱۹۱۴،ص ۱۴۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا راستے سے کانٹے دار شاخ کو ہٹا دیا یا وہ کسی درخت کی شاخ تھی تو اس نے اسے کاٹ دیا یا پھر وہ راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا تو اللہ عزوجل کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، رقم ۵۲۴۵، ج ۴،ص ۴۶۲)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راستے میں پڑا ہوا ایک درخت لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے اسے لوگوں کے راستے سے ہٹا دیا تو رحمت عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں اس درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۵۷۲، ج ۴،ص ۳۰۹)

سلام کے مسائل

مسئلہ: سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹،ص ۶۸۳، ۶۸۷)

مسئلہ: سلام کرنے والے کے لئے چاہے کہ سلام کرتے وقت دل میں یہ نیت کرے کہ اس شخص کی جان، اس کا مال اس کی عزت وآبرو، سب کچھ میری حفاظت میں ہے اور میں ان میں سے کسی چیز میں دخل اندازی کرنا حرام جانتا ہوں۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹،ص ۶۸۲)

مسئلہ: سلام کا جواب فوراً ہی دینا واجب ہے بلا عذر تاخیر کی تو گنہ گار ہوا اور یہ گناہ سلام کا جواب دے دینے سے دفع نہیں ہوگا بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹،ص ۶۸۳)

مسئلہ:۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس آئی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی سلام نہ کیا تو سب سنت چھوڑنے کے الزام کی گرفت میں آگئے اور اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی سلام کر لیا تو سب بری ہو گئے لیکن افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں یوں ہی اگر جماعت میں سے کسی نے بھی سلام کا جواب نہ دیا تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے سب گنہ گار ہوئے اور اگر ایک شخص نے بھی سلام کا جواب دے دیا تو پوری جماعت الزام سے بری ہو گئی مگر افضل یہی ہے کہ سب سلام کا جواب دیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج ۵،ص ۳۲۵)

مسئلہ:۔ ایک شخص شہر سے آ رہا ہے اور دوسرا شخص دیہات سے آ رہا ہے دونوں میں سے کون کس کو سلام کرے بعض

نے کہا کہ شہری دیہاتی کو سلام کرے اور بعض کا قول ہے کہ دیہاتی شہری کو سلام کرے اور اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، چھوٹا بڑے کو سلام کرے، سوار پیدل کو سلام کرے، تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں، ایک شخص پیچھے سے آیا یہ آگے والے کو سلام کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ،، ج ۵، ص ۳۲۵)

مسئلہ:۔ کافر کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم کہے اور اگر ایسی جگہ گزرتا ہو جس جگہ مسلمان اور کفار دونوں جمع ہوں تو السلام علیکم کہے اور مسلمانوں پر سلام کرنے کی نیت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے ملے جلے مجمع کو اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى کہہ کر سلام کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ،، ج ۵، ص ۳۲۵)

مسئلہ:۔ علانیہ فسق و فجور کرنے والوں کو سلام نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کسی کے پڑوس میں فساق رہتے ہوں اور یہ اگر ان سے سختی برتتا ہے تو وہ اس کو پریشان کرتے ہوں اور ایذا دیتے ہوں اور اگر یہ ان سے سلام و کلام جاری رکھتا ہے تو وہ اس کو ایذا پہنچانے سے باز رہتے ہوں تو ایسی صورت میں ظاہری طور پر ان فساق کے ساتھ سلام و کلام کے ساتھ میل جول رکھنے میں یہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ،، ج ۵، ص ۳۲۶)

مسئلہ:۔ انگلی یا ہتھیلی سے سلام کرنا منع ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۹۲)

حدیث شریف میں ہے کہ انگلیوں سے سلام کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے اور ہتھیلی سے اشارہ کر کے سلام کرنا یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی کراھیۃ۔۔۔الخ، رقم ۲۷۰۴، ج ۴، ص ۳۱۹)

مسئلہ:۔ بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں بلکہ بعض تو فقط آنکھوں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا کرتے ہیں یوں سلام کا جواب نہیں ہوا زبان سے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

(بہار شریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۹۲)

مسئلہ:۔ سلام محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ تم مومن بن جاؤ اور تم لوگ مومن نہیں بنو گے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو لہٰذا میں تم لوگوں کو ایک ایسے کام کی رہنمائی کرتا ہوں کہ جب تم لوگ وہ کام کرنے لگو گے تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے وہ کام یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں سلام کا چرچا کرو۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی افشاء السلام، رقم ۵۱۹۳، ج ۴، ص ۴۴۸)

دین کا قطب اعظم

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: نیکی کا حکم دینا اور برائی

سے روکنا دین کا قُطبِ اعظم ہے، (یعنی ایسا اَہم رُکن ہے کہ اِس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں) اِسی اَہم کام کے لئے اللہ تعالٰی نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مَبعُوث فرمایا (یعنی بھیجا)۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۷۷)

عَرش کا سایہ ملے گا

میدانِ محشر کے ہولناک ماحول میں کہ جس دن عرشِ الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اُس دن اللہ تعالٰی اپنے جن مُطیع وفرماں بردار خاص بندوں کو عرشِ عظیم کے سائے میں جگہ اور جنّتُ الفردوس میں داخِلہ عطا فرمائے گا اُن خوش نصیبوں میں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے مَنع کرنے والے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کا بھی شُمول ہوگا۔ چُنانچِہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وَحی فرمائی کہ جس نے بھلائی کا حکم دیا اور بُرائی سے مَنع کیا اور لوگوں کو میری اِطاعت (یعنی فرمانبرداری) کی طرف بلایا، قِیامت کے دن میرے عرش کے سائے میں ہوگا۔ (حِلْیَۃُ الْاَولیاء ج ۶ ص ۳۶ رقم ۷۷۱۶)

(193) اَلثَّامِنُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ راى خاتَمًا مِّنْ ذهبٍ فِيْ يدِ رَجُلٍ فَنَزَعه فطرحه، وَقَالَ: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ! فقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَمَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ۔ قَالَ: لَا وَاللهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کسی مرد کے ہاتھ میں دیکھی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا تم میں سے کوئی آگ کے انگارے کا ارادہ کرکے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی کو کہا گیا اپنی انگوٹھی کو لے لو اس سے نفع اٹھالو اس نے انکار کیا اور کہا اللہ کی قسم جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں اس کو کبھی نہ لوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی طرح خاتم الذھب، ج ۳ ص ۴۲۹، رقم: ۵۵۹۳ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب نھی الرجال عن لبس الذھب، ج ۲ ص ۴۲۴، رقم: ۴۳۸۵ مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۰۶، رقم: ۵۲۲۸ صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما یتعلق بھا نقلا وامرا وزجرا، ج ۱ ص ۱۳۲، رقم: ۱۵ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج ۱۱ ص ۴۱۳، رقم: ۱۲۱۷۵)

شرحِ حدیث: سونے کی انگوٹھی مرد کو حرام ہے

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدارِ اہلسنّت، حُضُور مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اس طرح کے مُعاملات میں بہُت زیادہ مُتحرک (مُ۔تَ۔حَر۔رِک ACTIVE) تھے چُنانچِہ مفتیٔ اعظم کی اِستِقامت وکرامت صَفْحہ 146 پر رئیسُ القلم حِضرتِ

علّامہ ارشدُ القادری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے حوالے سے نقل ہے: ان (یعنی سرکارِ مفتی اعظم ہند) کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دِہ وہ منظر ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان کو اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاتے تھے۔۔۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر (یعنی نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے) کا فرض ادا کرتے وَقت وہ چھوٹے بڑے، امیر وغریب اور حاکم ومحکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ان کے دربار کا عام معمول تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس ہو یا اونچے سے اونچے منصب کا افسر، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے وَقت اگر اُس کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی ہوتی تو وہ فوراً اُتروا دیتے اور نہایت شفقت اور مَحبّت کے ساتھ انہیں تلقین فرماتے کہ ازروئے شریعتِ محمدی (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) مَردوں کے لیے (کئی صورتوں میں) سونے کا استعمال حرام ہے۔ پھر دل کا کِشوَر (یعنی دل کا مُلک) فتح کر لینے والے لہجے میں ارشاد فرماتے: کوئی گناہ لمحے دو لمحے یا گھنٹے دو گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن سونے کی انگوٹھی کا گناہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک پہنے رہو مسلسل گناہ ہی گناہ ہے۔ (نیکی کی دعوت صفحہ ۵۹۶)

سونے کی انگوٹھی پہننے والے پر اِنفرادی کوشش

سجّادہ نشیں سرکارکلاں مارہرہ شریف حضرت مہدی حَسَن میاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں جب بریلی شریف آتا تو اعلٰی حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دُھلاتے۔ایک مرتبہ میں نے سونے کی انگوٹھی اور چھلے پہنے ہوئے تھے، حسبِ دَستور جب ہاتھ دُھلوانے لگے تو فرمایا: شہزادہ حضور! یہ انگوٹھی اور چھلّے مجھے دے دیجئے! میں نے اُتار کر دے دیے اور بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ شریف واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا حضور! بریلی شریف کے مولانا صاحب (یعنی اعلٰی حضرت قدس سرہ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے انگوٹھی اور ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا: شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں (کیونکہ مَردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)۔

(حیات اعلٰی حضرت، ج۱، ص۱۰۵)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیار

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں: محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرمارہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۴)

براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(194) اَلتَّاسِعُ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْحَسَنِ الْبَصْرِی: اَن عَائِذَ بْن عَمْرو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَاد. فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَاِیَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. فَقَالَ لَهٗ: اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَیْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نویں حدیث: حضرت ابوسعید حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو ﷺ عبید اللہ بن زیاد (بدبخت) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حکمرانوں میں سے برے بدخلق ہیں' تو اپنے آپ کو ان میں سے ہونے سے بچا اس نے کہا بیٹھ جا تم تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے چھان (بھوسہ) میں سے ہو فرمایا کیا ان میں بھی چھان تھا' چھان تو ان کے بعد اور دوسروں میں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة. ج۲ص۲۰۹، رقم: ۴۸۳۸سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما علی السلطان من القیام فیما ولی بالقسط والنصح للرعیة. ج۲ ص۱۰، رقم: ۱۷۰۸۳صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة. ج۳ص۳۶۸، رقم: ۴۵۱۱الاموال ابن زنجویه، باب ما یجب علی الامام من النصیحة لرعیته. ج ۱ص۸۰، رقم: ۶مسند الرویانی، مسند عائذ بن عمرو، ص۳۹۹، رقم: ۶۱۱)

شرح حدیث: جرأت مند مبلغ اور ظالم حکمران

حضرت سیدنا مالک بن فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: سابقہ اُمتوں میں عُقَیب نامی ایک بزرگ لوگوں سے الگ تھلگ ایک پہاڑی پر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں خبر ملی کہ قریبی شہر میں ایک ظالم وجابر بادشاہ ہے جو لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہے۔ اور بلا وجہ ان کے ہاتھ پاؤں اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالتا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے) کا عظیم جذبہ شدت سے ابھرا اور اپنے آپ سے کہنے لگے: مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں اس ظالم کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی تلقین کروں اور اسے عذابِ الٰہی عزوجل سے ڈراؤں۔ چنانچہ آپ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر کے عظیم جذبہ کے تحت پہاڑ سے اترے اور اس ظالم حکمران کے پاس پہنچ کر اس سے بڑے ہی جرأت مندانہ انداز میں فرمایا: تو اللہ عزوجل سے ڈر۔ وہ بدبخت وظالم

بادشاہ آگ بگولا ہوگیا اور بڑے متکبرانہ انداز میں گستاخانہ جملے بکتے ہوئے اس بزرگ سے کہنے لگا: اے کتے! تیرے جیسا حقیر شخص مجھے اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دے رہا ہے، میں تجھے اس گستاخی کی ضرور سزا دوں گا اور تجھے ایسی سزا دوں گا کہ آج تک دنیا میں ایسی سزا کسی کو نہیں دی گئی ہوگی۔

پھر اس ظالم نے حکم دیا کہ اس کے قدموں سے اس کی کھال اتارنا شروع کرو اور سر تک اس کی کھال اتار لو تاکہ یہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو اور اس کی روح تڑپ تڑپ کر تن سے جدا ہو۔ حکم پاتے ہی جلاد آگے بڑھے۔ اس عظیم مبلغ کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اور اس کے قدموں سے کھال اتارنا شروع کر دی۔ وہ صبر وشکر کا پیکر بنے رہے، زبان سے اُف تک نہ کہا۔ لیکن جب ان کی کھال پیٹ تک اُتار لی گئی تو درد کی شدت سے ان کے منہ سے درد بھری آہ نکلی۔ انہیں فوراً حکم الٰہی عزوجل پہنچا: اے عقیب! صبر سے کام لو، ہم تجھے غم وحزن کے گھر سے نکال کر راحت وآرام کے گھر (یعنی جنت) میں داخل کریں گے اور اس تنگ وتاریک دنیا سے نکال کر وسیع وعریض جنت میں داخل کریں گے۔ حکم الٰہی عزوجل پا کر وہ عظیم مبلغ خاموش ہوگئے اور اس دردناک تکلیف کو صبر سے برداشت کرتے رہے۔

جب ظالموں نے ان کی کھال چہرے تک اتار لی تو شدتِ درد سے دوبارہ ان کے منہ سے بے اختیار درد بھری آہ نکلی۔ انہیں پھر حکم الٰہی عزوجل پہنچا: اے عقیب! تیری اس مصیبت پر دنیا اور آسمان کی مخلوق رو رہی ہے، تمہاری اس تکلیف نے فرشتوں کی توجہ تمہاری طرف کرادی ہے۔ اگر تو نے تیسری مرتبہ بھی ایسی ہی پُر درد آہ بھری تو میں اس ظالم قوم پر دردناک عذاب بھیجوں گا۔ اور انہیں شدید عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔

یہ حکم الٰہی عزوجل پا کر وہ خاموش ہوگئے۔ اور پھر بالکل بھی منہ سے آواز نہ نکالی، اس خوف سے کہ کہیں میری آہ وزاری سے اللہ عزوجل میری اس قوم کو عذاب میں مبتلا نہ کر دے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی عذاب میں مبتلا ہو، بالآخر اس مردِ مجاہد کی تمام کھال اُتار لی گئی لیکن اس نے دوبارہ سسکی تک نہ لی اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(آفرین، اے عظیم بہادر مبلغ! آفرین؛ تیرے جذبہ تبلیغ اور امت سے خیر خواہی کے جذبہ پر لاکھوں سلام۔ تو نے نیکی کی دعوت کی خاطر کتنی شدید تکالیف برداشت کیں، اور ظالم وجابر حاکم کا ظلم وجبر تجھے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عظیم مقصد سے نہ روک سکا۔ اور تو نے اس کے سامنے حق بات کہہ کر جہادِ اکبر کیا پھر امت کی خیر خواہی کی خاطر شدید تکلیف کے باوجود اف تک نہ کہا اور جان دے دی۔ اے مردِ مجاہد! تیری ان پاکیزہ خصلتوں پر ہماری ہزاروں جانیں قربان ہوں، اللہ عزوجل تجھے ہماری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے، اور تیرے صدقے ہمیں بھی نیکی کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خیر خواہیٔ امت کا عظیم جذبہ ہمیں بھی عطا فرمائے، اور ہر وقت سنّتوں کی تبلیغ کی سعادت عطا فرمائے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(195) اَلْعَاشِرُ: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

دسویں حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم ضرور دو گے اور برائی سے ضرور روکو گے یا پھر امکان ہے کہ اللہ ربّ العزت تم پر اپنا عذاب بھیجے پھر تم اس سے دعا کرو اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ج ۴ ص ۶۸، رقم: ۲۱۷۶، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستدل به علی ان القضاء وسائر الاعمال الولاۃ، ج ۱۰ ص ۹۳، رقم: ۲۰۶۹۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، ج ۵ ص ۳۸۸، رقم: ۲۳۳۴۹)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے پہلو تہی کتنا بڑا جرم ہے۔ اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔ یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا ازالہ نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگو گے تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر بھی قسم اور تاکیدی صیغوں کے ساتھ ہوا اور عذاب کے ذکر کے لیے بھی تاکیدی صیغہ استعمال کیا گیا جو اس کی اہمیت اور عدم بجا آوری کی صورت میں عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۶۱)

دل کی دعا بھی مقبول

حضرت سیدنا ابو عثمان نیشاپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم چند رفقاء اپنے استاد محترم حضرت سیدنا ابو حفص نیشاپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ساتھ نیشاپور سے دور ایک شہر کی طرف سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ہم نے قیام کیا تو ہمارے استاذِ محترم ہمیں وعظ و نصیحت فرمانے لگے، ان کی مخلصانہ اور حکمت بھری باتیں سن کر ہمیں دلی سکون حاصل ہوا اور نیک اعمال کی طرف ہماری رغبت بڑھ گئی، استاد محترم ہمیں نصیحت فرما رہے تھے کہ اسی دوران سامنے موجود پہاڑ سے ایک فربہ ہرنی اُتری اور ہمارے استاد حضرت سیدنا ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ ہرنی کو دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

پھر جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کچھ سکون حاصل ہوا اور آپ خاموش ہوئے تو میں نے عرض کی: اے ہمارے محترم

استاد! آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہمیں کتنا پیارا درس دے رہے تھے اور ہمارے دلوں میں آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی باتوں سے رِقّت اور سوز وگداز پیدا ہو رہا تھا لیکن جب یہ ہرنی سامنے آئی تو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے زار وقطار رونا شروع کر دیا، آخر اس ہرنی کو دیکھ کر رونے میں کیا حکمت ہے؟

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہاں! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیوں رویا۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم سب مسافر ہیں اور ہمارے پاس زادِراہ بھی وافر مقدار میں نہیں۔ جب میں تمہیں درس دے رہا تھا تو اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اے کاش! میرے پاس کوئی بکری ہوتی جسے ذبح کر کے میں تمہاری دعوت کرتا۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ فوراً میرے سامنے یہ ہرنی آ گئی۔

اسے دیکھ کر میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ عزوجل مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے رہا ہو اور کہیں میرا ربّ عزوجل مجھ سے ناراض تو نہیں؟ کیونکہ جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے اسے دنیا ہی میں اس کے اچھے عمل کا بدلہ دے دیتا ہے جیسا کہ فرعون اللہ عزوجل کا دشمن تھا لیکن جب اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ دریائے نیل جاری ہو جائے تو اللہ عزوجل نے اس کی دعا قبول کر لی اور دریائے نیل جاری فرما دیا حالانکہ وہ اللہ عزوجل کا دشمن تھا لیکن پھر بھی اس کی خواہش دنیا میں پوری کر دی گئی، آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ مجھے بھی یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیا جا رہا ہو اور آخرت میں میرے لئے کچھ بھی نہ بچے اور میں وہاں مفلس رہ جاؤں، بس اسی خیال نے مجھے رُلا دیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرَج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(196) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

گیارہویں حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم حکمران کے روبرو انصاف کی بات کہنا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ج ۲ ص ۱۷۱، رقم: ۲۱۸۲، سنن ابن ماجه، باب الامر، ج ۲ ص ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۱۱، سنن ابوداؤد، باب الامر والنهي، ج ۴ ص ۲۱۷، رقم: ۴۳۴۶ (دار الكتاب العربي بيروت) مسند عبد بن حميد، مسند ابی سعيد الخدری، ص ۲۷۳، رقم: ۸۶۴، مسند الشهاب، باب افضل الجهاد كلمة حق عند امير جائر، ج ۲ ص ۲۴۷، رقم: ۱۲۸۷)

شرح حدیث: جراٗت مند حاجی

حضرتِ سیِّدُ نا علی بن زید علیہ رحمۃ اللہ الاحد سے منقول ہے، حضرت سیِّدُ نا طاءُوس علیہ رحمۃ اللہ القدُّوس نے فرمایا: ایک مرتبہ موسمِ حج میں حَجّاج بن یوسف مکۂ مکرمہ (زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا) آیا تو مجھے اپنے پاس بلوایا۔ میں گیا تو مجھے اپنے برابر بٹھایا اور ٹیک لگانے کے لئے تکیہ دیا، ہم ابھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ کسی طواف کرنے والے کی صدا فضا میں بلند ہوئی:

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور تیرا ہی مُلک ہے، (میرے مولیٰ) تیرا کوئی شریک نہیں۔

حَجّاج بن یوسف نے جب یہ آواز سنی تو خادم کو حکم دیا کہ اس حاجی کو ہمارے پاس بلا لاؤ۔ خادم ایک باوقار شخص کو ساتھ لے آیا۔ حَجّاج نے اس سے پوچھا: تو کن لوگوں میں سے ہے؟ کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ! میں مسلمان ہوں۔ حَجّاج نے کہا: میں تجھ سے اِسلام کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ کہا: پھر کس کے متعلق پوچھ رہا ہے؟ کہا: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیرا تعلق کس ملک سے ہے۔ کہا: میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ حجاج نے کہا: میرا بھائی محمد بن یوسف کیسا ہے؟ کہا: بہت اچھے لباس والا، بہت اچھے جسم کا مالک اور خوب گھومنے پھرنے والا سوار ہے۔ حَجّاج نے کہا: میں ان چیزوں کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ کہا: تو پھر کس چیز کے متعلق پوچھ رہا ہے؟ کہا: میں تو اس کی سیرت و کردار کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ یہ سن کر اس مردِ قلندر، جراٗت مند حاجی نے بڑی بے خوفی سے کہا: وہ انتہائی ظالم و سرکش ہے، مخلوق کا پیروکار اور خَالِقِ لَمْ یَزَل کا نافرمان ہے۔ حَجّاج نے اپنے بھائی کے خلاف یہ باتیں سنیں تو غصے سے تڑپ کر بولا: تجھے اس طرح کا کلام کرنے پر کس چیز نے اُبھارا؟ کیا تو جانتا نہیں کہ وہ میرا بھائی ہے اور اس کا مرتبہ میرے نزدیک کتنا بلند ہے؟ جراٗت مند حاجی نے بڑی دلیری سے کہا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرا بھائی تیری نظر میں مقام و مرتبے والا ہے تو کیا اس وجہ سے میں اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقرب جان لوں گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ عظیم و بلند تو وہی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقرب ہے اور میں تیرے ظالم و سرکش بھائی کو مُعظَّم و مُکرَّم کیوں سمجھوں؟ حالانکہ میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر کا قصد کر کے آیا ہوں، میں تو اس کے دِین کو سمجھنے والا، اس کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لانے والا اور ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

دلیر و جراٗت مند حاجی کی باتیں سن کر حَجّاج بن یوسف خاموش رہا، اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پھر بلند ہمت، جراٗت مند حاجی کھڑا ہوا اور اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ حضرتِ سیِّدُ نا طاءُوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں بھی اس مردِ قلندر کے پیچھے ہولیا، میں نے کہا: یہ شخص بہت حکیم و دانا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ خانۂ کعبہ کا غلاف

پکڑے بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح التجائیں کر رہا ہے: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اپنے فضل وکرم سے پریشانی اور مصیبت سے نجات عطا فرما، ہر معاملے میں بخیلوں کے شر سے محفوظ رکھ اور حق بات کہنے کی توفیق عطا فرما۔
(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو۔۔اور۔۔اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)
(ظالم وجابر حاکم کے سامنے حق بات کہنا عظیم جہاد ہے۔اس مردِ قلندر نے ایک انتہائی سفّاک وظالم حکمران کے سامنے اس کے بھائی کی حقیقت کا علی الاعلان اظہار کیا۔حجّاج بن یوسف کا رُعب ودبدبہ اس مردِ مجاہد کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہ بن سکا۔اسے خوف تھا تو بس خدائے بزرگ وبرتر کا اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا بلکہ مخلوق اس سے ڈرتی ہے۔ہر معاملہ میں اِخلاص شرط ہے، جو مخلص ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں بھی حق بات کہنے، سننے کی توفیق عطا فرمائے۔حق پر عمل کرنے اور حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔)(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(197) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ الْبَجَلِيِّ الْاَحْمَسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الْغَرْزِ: اَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ رَوَاهُ النِّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

بارہویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی الاحمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے افضل جہاد کی بابت سوال کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے رکاب میں پاؤں رکھ لیا تھا فرمایا ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔اس حدیث کو امام نسائی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

اَلْغَرْزُ بِغَيْنٍ مُّعْجَمَةٍ مُّفْتُوْحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَايٍ: وَهُوَ رِكَابُ كُوْرِ الْجَمَلِ اِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِيْلَ: لَا يَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَّخَشَبٍ.

الغرز: غین معجمہ زبر والے کے ساتھ پھر راء پھر زا ساکنہ کے ساتھ اونٹ کے کجاوے کی رکاب کا چمڑے یا لکڑی سے ہونا اور بعض کے نزدیک جس چیز سے بھی رکاب (پائے دان) ہو وہ غرز ہے۔

تخریج حدیث: (سنن الکبریٰ للنسائی، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر، ج ۴ ص ۴۳۵، رقم: ۷۸۳۴، المستدرک، کتاب الفتن والملاحم، ج ۴ ص ۵۵۱، رقم: ۸۵۴۳ (دار الکتب العلمیہ بیروت)، المعجم الصغیر، من اسمہ احمد، ص ۱۰۷، رقم: ۱۵۱، مسند ابویعلیٰ، من مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ ص ۳۵۲، رقم: ۱۱۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۵ ص ۱۹، رقم: ۱۱۱۵۹)

شرح حدیث: بادشاہ کے بیٹے کی توبہ

ایک روز حضرت سیدنا منصور بن عمار علیہ الرحمۃ بصرہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک جگہ ایک محل نما عمارت دیکھی جس کی دیواریں نقش ونگار سے مزین تھیں اور اس کے اندر خدام و حشم کا ایک ہجوم تھا جو ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر مختلف کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف تھا۔ اس میں بے شمار خیمے بھی لگے ہوئے تھے اور محل کے دروازے پر دربان بالکل اسی طرح سے بیٹھے تھے جس طرح بادشاہ کے محل کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس محل نما عمارت کے منقش دیوان خانے میں سونے چاندی کا جڑا ہوا تخت رکھا ہوا تھا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے ایک انتہائی خوبصورت نوجوان کو اس پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کے گرد نوکر اور خادم ہاتھ باندھے کسی اشارے کے منتظر تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس محل نما خوبصورت عمارت میں داخل ہونا چاہا تو دربانوں نے مجھے ڈانٹ دیا اور اندر داخل ہونے سے منع کر دیا۔ میں نے سوچا کہ اس وقت یہ نوجوان دنیا کا بادشاہ بنا بیٹھا ہے لیکن اسے بھی موت تو آنی ہے جب موت آئے گی تو اس کی بناوٹی بادشاہی کا خاتمہ ہو جائے گا جو کچھ اس کے پاس کل تک تھا وہ اگلے دن تک نہیں رہے گا لہٰذا مجھے ڈرنا نہیں چاہیے اور اسکے پاس جا کر حق بات کی نصیحت کرنی چاہیے شاید اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ چنانچہ میں موقع کی تلاش میں رہا جونہی دربان ذرا مشغول ہوئے میں آنکھ بچا کر اندر داخل ہو گیا میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے کسی عورت کو پکارا۔ اے نسواں! اس کے بلانے پر ایک کنیز حاضر ہو گئی۔

مجھے یوں لگا جیسے اچانک دن چڑھ آیا ہو۔ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کنیزیں تھیں جن کے ہاتھوں میں خوشبودار مشروب سے بھرے ہوئے برتن تھے۔ اس مشروب کے ساتھ اس نوجوان کے دوستوں کی خدمت کی گئی۔ مشروب سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس کے تمام احباب یکے بعد دیگرے اس کو سلام کر کے رخصت ہونے لگے۔ جب وہ دروازے تک پہنچے تو انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ میں نے ان سے خوف زدہ ہونے کے بجائے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ بادشاہ کا بیٹا ہے۔ میں یہ سن کر تیزی سے اس نوجوان کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے جا کر رک گیا۔ جب بادشاہ کے بیٹے نے مجھ جیسے فقیر کو بالکل اپنے سامنے کھڑا پایا تو سخت غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: ارے پاگل! تو کون ہے؟ تجھے کس نے اندر داخل ہونے دیا؟ اور تو میری اجازت کے بغیر یہاں کیسے آیا؟

میں نے کہا: اے شہزادے! ذرا ٹھہر جایئے اور میری لاعلمی کو اپنے حلم اور میری خطا کو اپنے کرم سے درگزر کیجئے، میں ایک طبیب ہوں۔ میرے اتنا کہنے سے اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور کہنے لگا: ٹھیک ہے، ذرا ہمیں بھی بتایئے کہ آپ کیسے طبیب ہیں؟ میں نے کہا: میں گناہوں کے درد اور نافرمانیوں کے زخموں کا علاج کرتا ہوں۔ اس نے کہا: اپنا علاج بیان کرو۔ میں نے کہا: اے شہزادے! تو اپنے گھر میں آرام سے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور لہو ولعب میں مصروف جبکہ تیرے کارندے باہر لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، کیا تجھے اللہ سے خوف نہیں آتا اس کے دردناک عذاب کا تجھے

کوئی ڈر نہیں ؟ تجھے اس دن کا کوئی لحاظ نہیں جس دن تمام بادشاہوں اور حکمرانوں کو ان کی بادشاہیوں اور حکمرانیوں سے معزول کر دیا جائے گا اور تمام سرکش ظالموں کے ہاتھ باندھ دیے جائیں گے، یاد کر اس اندھیری رات کو جو یومِ قیامت کے بعد آنے والی ہے اور جہنم کی وہ آگ جو غصے کی وجہ سے پھٹنے والی ہے اور غیظ و غضب سے چنگھاڑ رہی ہے، سب لوگ اس کے خوف سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ عقل مند آدمی کو دنیا کی فانی نعمتوں، چھن جانے والی حکومتوں اور عورتوں کے ان خوبصورت بدنوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے جو مرنے کے بعد صرف تین دن میں خون پیپ اور بدبودار لوتھڑوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں بلکہ عقل مند آدمی تو جنت کی ان عورتوں (یعنی حوروں) کا طالب ہوتا ہے جن کا خمیر کستوری عنبر اور کافور سے اٹھایا گیا ہے، جو اتنی حسین وجمیل ہیں کہ آج تک کسی نے ان جیسی حسین وجمیل عورت نہ دیکھی ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے متعلق فرمایا ہے:

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

ترجمہ کنزالایمان: ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے، تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے، گویا وہ لعل اور یاقوت اور مونگا ہیں۔

(پ ۲۷، الرحمٰن: ۵۶-۵۸)

لہٰذا! دانا وہی ہے جو جنت کی نعمتوں کی خواہش رکھے اور عذاب جہنم سے بچنے کی کوشش کرے۔

میری یہ باتیں سن کر بادشاہ کے بیٹے نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگا: اے طبیب! تو نے تو کسی اسلحے کے بغیر ہی مجھے قتل کر ڈالا ہے، مجھے بتاؤ کیا ہمارا رب عزوجل اپنے نافرمان بھگوڑے بندوں کو قبول کر لیتا ہے کیا وہ مجھ جیسے گنہگار کی توبہ قبول فرمائے گا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! وہ بڑا غفور ورحیم اور کریم ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے اپنی قیمتی عباء چاک کر ڈالی اور محل کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ چند سالوں بعد جب میں حج کے لئے بیت اللہ شریف گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان طوافِ کعبہ میں مصروف ہے۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگا: آپ نے مجھے پہچانا نہیں، میں وہی بادشاہ کا بیٹا ہوں جس نے آپ کی باتیں سن کر توبہ کی تھی۔ (حکایات الصالحین، ص ۷۲)

(198) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُوْلُ: يَا هٰذَا، اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ

تیرہویں حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل میں خرابی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک آدمی دوسرے کو ملتا تو کہتا کہ اے خبردار! اللہ سے ڈر اور اپنا برا کام چھوڑ۔ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ بعد میں پھر اس کو ملتا تو وہ اسی

يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهُ وَشَرِيْبَهُ وَقَعِيْدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ: (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ) - اِلٰى قَوْلِهِ - (فَاسِقُوْنَ) (المائدة: 78 - 81) ثُمَّ قَالَ: كَلَّا، وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَاْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا، اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حال پر ہوتا اور وہ اس کے ساتھ مل کر کھانے پینے بیٹھنے کی وجہ سے منع نہ کرتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا' تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے قلوب کی وجہ سے بعض پر مہر لگا دی۔ پھر آپ (ﷺ) نے آیت پڑھی کہ ''بنی اسرائیل کے کفار حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے۔ اس کا سبب ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز تھا۔ اور اس برے کام سے جسے وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے۔ یقیناً ان کا یہ کام بہت برا تھا''۔ تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی قائم کرتے ہیں جو اپنے لیے آگے بھیجتے ہیں کیا ہی برا ہے'' فاسقونؔ' تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا: اللہ کی قسم! تم نیکی کا حکم ضرور دو گے اور برائی سے ضرور منع کرو گے۔ ظالم کے ہاتھ کو (روکنے کے لئے) پکڑو گے۔ اس کو حق پر موڑو گے اور حق پر مجبور کرو گے۔ یا اللہ تم میں سے بعض کے دلوں کی وجہ سے دوسرے بعض کے دلوں پر مہریں لگا دے گا۔ پھر تم پر لعنت کرے گا۔ جس طرح ان (بنی اسرائیل) پر لعنت کی گئی۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

هٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا، فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ، وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ

یہ ابوداؤد کے لفظ تھے۔ ترمذی کی عبارت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں واقع ہوئے' تو ان کے علماء نے انہیں روکا تو وہ نہ رکے پھر ان کے علماء ان کی مجلس میں مل کر بیٹھتے مل کر کھاتے اور مل کر پیتے تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کی وجہ سے بعض کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان پر حضرت

بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وكان مُتَّكِئًا. فَقَالَ: لَا، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَأْطِرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا۔

داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعے لعنت فرمائی اس کا سبب ان کی نافرمانیاں اور حد سے تجاوز تھا یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے حالانکہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نجات نہ پاؤ گے یہاں تک کہ تم ان کو حق پر مجبور کرو گے۔

قَوْلُهٗ: تَأْطِرُوْهم: اَیْ تَعْطِفُوْهُمْ۔
وَلَتَقْصُرُنَّهٗ: اَیْ لِتَحْبِسُنَّهٗ۔

تاطروھم اس کا معنیٰ ہے موڑو، مائل کرو، مجبور کرو۔ لتقصرنہٗ اس کا معنیٰ ہے اس کو ضرور روکو گے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ومن سورة المائدة، ج ۵ص۲۵۲ ، رقم: ۳۰۷۸ (داراحیاء التراث العربی) سنن ابوداؤد، باب الامر والنھی، ج ۴ص۲۱۳، رقم: ۴۳۳۸ (دارالکتاب العربی، بیروت) سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستدل به علی ان القضاء وسائر الولاة، ج۱۰ص۹۳، رقم: ۲۰۶۹۱ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ج۱ ص۳۲۷، رقم: ۱۰۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۳۹۱، رقم: ۳۷۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فجالسوھم ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اکلوھم، جالسوھم، شاربوھم تمام صیغے باب مفاعلہ سے جمع مذکر غائب ماضی کے صیغے ہیں اور ھم ضمیر مضوب متصل مفعول بہ ہے۔ باب مفاعلہ فعل میں شراکت کا تقاضا کرتا ہے گویا ان کا کھانے پینے اور مجلس میں اشتراک تھا، اطر یا طر باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے۔ کسی چیز کو توڑ دینا ہے اور دوہرا کرنا۔ اس حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے علماء کا کردار ذکر کرنے کے بعد اس راستے پر چلنے سے روکا گیا بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے علماء نے اپنی قوم کو برائی سے منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو بجائے اس کے کہ وہ ان کا بائیکاٹ کر کے ان کو برائی چھوڑنے پر مجبور کرتے خود ان کے ہم مجلس اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اور ان کے دل ایک جیسے ہو گئے جس کی بنیاد پر وہ لعنت کے مستحق ہوئے۔

مزید فرماتے ہیں:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ارباب اختیار اور علماء کو متنبہ کیا کہ تمہیں اس طریقہ کار سے بچنا ہوگا اور برائی کا ارتکاب کرنے والوں کا ہاتھ روکنا ہوگا، منافقت و مداہنت سے کام لینے کے بجائے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہوگا ظالم کا ہاتھ روک کر اسے راہِ حق پر لانا ہوگا ورنہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۷، ص۱۳۱)

زبان لٹک کر سینے پر آ گئی

بلعم بن باعوراء: یہ شخص اپنے دور کا بہت بڑا عالم اور عابد و زاہد تھا۔ اور اس کو اسم اعظم کا بھی علم تھا۔ یہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا اپنی روحانیت سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور بہت ہی مستجاب الدعوات تھا کہ اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، مشہور یہ ہے کہ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم جبارین سے جہاد کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہماری زمینوں سے نکال کر یہ زمین اپنی قوم بنی اسرائیل کو دے دیں۔ اس لئے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسی بددعا کر دیجئے کہ وہ شکست کھا کر واپس چلے جائیں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے آپ کی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو۔ خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے ان پر بھلا میں کیسے اور کس طرح بددعا کر سکتا ہوں؟ لیکن اس کی قوم نے رو رو کر اور گڑگڑا کر اس طرح اصرار کیا کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ استخارہ کر لینے کے بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بددعا کر دوں گا۔ مگر استخارہ کے بعد جب اس کو بددعا کی اجازت نہیں ملی تو اس نے صاف صاف جواب دے دیا کہ اگر میں بددعا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

اس کے بعد اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر ہدایا اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کر کے بے پناہ اصرار کیا۔ یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا، اور وہ مال کے جال میں پھنس گیا۔ اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بددعا کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ تعالیٰ نے گویائی کی طاقت عطا فرمائی۔ اور اس نے کہا کہ افسوس! اے بلعم باعوراء تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ! میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت پر بددعا کریگا؟ گدھی کی تقریر سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حسبان نامی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور بلندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی۔ لیکن خدا عزوجل کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بددعا کرتا تھا۔ مگر اس کی زبان پر اس کی قوم کے لئے بددعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تم تو الٹی بددعا کر رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ اے میری قوم! میں کیا کروں میں بولتا کچھ اور ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی

نکلتا ہے۔ پھر اچانک اس پر یہ غضبِ الٰہی نازل ہو گیا کہ ناگہاں اس کی زبان لٹک کر اس کے سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعوراء نے اپنی قوم سے رو کر کہا کہ افسوس میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہو گئیں۔ میرا ایمان جاتا رہا اور میں قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو گیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔

بلعم بن باعوراء پہاڑ سے اتر کر مردود بارگاہِ الٰہی ہو گیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مر گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج۲، ص۷۲۷، پ۹، الاعراف: ۱۷۵)

اس سے اُن عالموں اور لیڈروں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو مالداروں یا حکومتوں سے رقمیں لے کر خلافِ شریعت باتیں کرتے ہیں اور جان بوجھ کر اپنے دین و ایمان کا سودا کرتے ہیں۔ دیکھ لو بلعم بن باعوراء کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ یہ کیوں ہوا؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ وہ مال و دولت کے لالچ میں گرفتار ہو گیا اور دانستہ اللہ عزوجل کے نبی پر بددعا کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ تو اس کا اس پر یہ وبال پڑا کہ دنیا و آخرت میں ملعون ہو کر اس طرح مردود مطرود ہو گیا کہ عمر بھر کتے کی طرح لٹکتی ہوئی زبان لئے پھرا اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی اور شعلہ بار آگ کا ایندھن بن گیا۔ لہٰذا ہر مسلمان خصوصاً علماء و مشائخ کو مال و دولت کے حرص اور لالچ کے جال سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے اور ہرگز کبھی بھی مال کی طمع میں دین کے اندر مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ قہرِ الٰہی عزوجل کی تلوار لٹک رہی ہے۔ (والعیاذ باللہ منہ)

(199) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّکُمْ لَتَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ) (المائدة: 105) وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْشَكَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ۔

چودہویں حدیث: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو! اپنی جان کا خیال کرو گمراہ ہونے والے تمہیں نقصان نہ دیں گے اگر تم ہدایت پر ہو۔ (یہ آیت تم کو مغالطہ میں نہ ڈالے) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ جب ظالم کو دیکھیں پھر اس کے ہاتھوں کو گرفت میں لے کر نہ روکیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیج دے۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ج۴ص۴۶۷، رقم: ۲۱۶۸ سنن ابوداؤد، باب الامر والنهی، ج۴ص۲۱۴، رقم: ۴۳۴۰ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن الکبری للنسائی، باب ومن سورة المائدة، ج۶ص۳۳۸، رقم: ۱۱۱۵۷ (دار الکتب العلمیه، بیروت) سنن الکبری للبیهقی، باب ما یستدل به علی ان القضاء وسائر اعمال الولاة

ج۱۰ص۹۱، رقم: ۲۰۶۸۴مسند امام احمد، مسند ابی بکر الصدیق، ج۱ص۷، رقم:۳۰(مؤسسة قرطبة القاهرة)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دوسری روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس تبدیلی کا تعلق طاقت سے ہے یعنی برائی کو بدلنے والے لوگ اس بات کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ بدلیں تو وہ بھی عذاب کے مستحق ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مقید اور خاص ہے یعنی جب لوگ تمہاری بات نہ سنیں تو آپ اپنی اصلاح میں مصروف ہو جاؤ اس صورت میں ان کے گناہ کا تم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہمارے دور سے متعلق نہیں اس وقت لوگ نیکی کی بات سنتے اور قبول کرتے ہیں یہ زمانہ بعد میں آئے گا، بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو کا مطلب یہ ہے کہ تم برائی سے روکو اور وہ نہ مانیں تو اب عذاب عام نہیں ہوگا بلکہ صرف برائی کے مرتکب لوگوں کو ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص ۹۶۳)

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے! امر بالمعروف کے چار ارکان ہیں: (۱) مُحتَسِب (یعنی احتساب کرنے والا) (۲) مُحتَسَب علیہ (جس کا احتساب کیا جائے) (۳) مُحتَسَب فیہ (جس میں احتساب ہو) (۴) نفسِ اِحتساب۔

(۱) مُحتَسِب: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، مکلف ہو۔ پس رعایا میں سے ہر ایک اس میں داخل ہے اس میں ولایت اور اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

عدالت (یعنی عادل ہونے) کی شرط میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کی وجہ سے عدالت کی شرط لگاتے ہیں:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ (پ28، الصف:2)

اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ (پ1، البقرۃ:44)

اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں عدالت کی شرط نہیں، اور یہی بات حق ہے کیونکہ بالاجماع اِحتساب میں تمام گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں جب علماء کرام کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صغیرہ گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ تو دوسروں کے معصوم ہونے کی کیسے امید رکھی جا سکتی ہے، پھر جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو یہ

چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کرنے کا سبب بنے گی پس اس میں کتنی دوری ہے کہ وہ خود شراب نوشی کرتا ہو اور دوسروں کو اس سے منع کرے اور کہے: مجھ پر دو باتیں لازم ہیں پہلی رکنا اور دوسری روکنا اور میں ان میں سے ایک تو کر رہا ہوں اس امید پر کہ مجھے دوسری کے ترک کی توفیق مل جائے۔ اور کافر کو اس کام سے روکا گیا ہے کیونکہ کافر کا مسلمان کو منع کرنا مسلمانوں پر مسلط ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا O

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (پ5، النسآء: 141)

اور مسلمان یہ کرسکتا ہے پس وہ لوگوں کو دھمکی دینے، ڈرانے اور مارنے وغیرہ میں سے جو چیز بھی اس کے لائق ہو اس کے ساتھ منع کریگا یہ حکم بادشاہ یا امام وغیرہ کے لئے مختلف نہیں پس ہر وہ شخص جو غیر مناسب فعل کا مرتکب ہو اسے روکا جائے گا اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ مروان بن حکم نے نمازِ عید سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے کہا: خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ مروان نے کہا: اے فلاں! یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت سیّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے اپنا فرض پورا کیا ہے، رسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰى مُنْكَرًا فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔

ترجمہ: جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخذری، الحدیث ۱۱۸۷۶، ج ۴، ص ۱۸۴، بتغیر)

24-بَابُ تَغْلِيْظِ عُقُوْبَةِ مَنْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ وَّخَالَفَ قَوْلُهٗ فِعْلَهٗ

جو نیکی کا حکم کرے یا برائی سے روکے اور اس کا قول اس کے فعل سے متصادم ہو اس کی سزا کی سختی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) (البقرة: 44)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو اور تم کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: عُلَماءِ یہود سے ان کے مسلمان رشتہ داروں نے دین اسلام کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے

کہاتم اس دین پر قائم رہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین حق اور کلام سچا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک قول یہ ہے کہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مشرکین عرب کو حضور کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور حضور کے اتباع کرنے کی ہدایت کی تھی پھر جب حضور مبعوث ہوئے تو یہ ہدایت کرنے والے حسد سے خود کافر ہو گئے اس پر انہیں توبیخ کی گئی۔ (خازن ومدارک) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) (الصف: 2-3).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے کیسی سخت ہے اللہ کے لیے وہ بات جو تم کہو اور اس پر عمل نہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدر الاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نزول: صحابۂ کرام کی ایک جماعت گفتگوئیں کر رہی تھی یہ وہ وقت تھا جب تک کہ حکمِ جہاد نازل نہیں ہوا تھا اس جماعت میں یہ تذکرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کیا عمل پیارا ہے ہمیں معلوم ہوتا تو ہم وہی کرتے چاہے اس میں ہمارے مال اور ہماری جانیں کام آجاتیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کی شانِ نزول میں اور بھی کئی قول ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ) (هود:88).

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اسکا خلاف کرنے لگوں۔

شرح: حضرتِ صدر الاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے حلیم و رشید ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ کلام استہزاء نہ تھا بلکہ مُدّعا یہ تھا آپ باوجودِ حلم و کمالِ عقل کے ہم کو اپنے مال میں اپنے حسبِ مرضی تصرُّف کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں؟ اس کا جواب جو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کے معترف ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہوگی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا کی توحید اور ناپ تول میں ترکِ خیانت ہے، میں اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ (خزائن العرفان)

(200) وَعَنْ اَبِيْ زَيْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ

حضرت ابواسامہ بن زید بن حارثہ ﷺ سے

حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ فِي الرَّحٰى، فَيَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ، مَا لَكَ؟ اَلَمْ تَكُ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى، كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ، وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں باہر آ جائیں گی اور وہ یوں گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ اس پر دیگر دوزخی اکٹھے ہو جائیں گے۔ پس وہ (اس سے) کہیں گے کہ اے فلاں تجھے کیا ہوا' کیا تو نیکی کا حکم نہ کرتا تھا اور کیا برائی سے نہ روکتا تھا وہ کہے گا ہاں میں نیکی کا حکم کرتا تھا لیکن خود نیکی نہ کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا لیکن خود کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: تَنْدَلِقُ هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ، وَمَعْنَاهُ تَخْرُجُ۔ وَالْاَقْتَابُ: اَلْاَمْعَاءُ وَاحِدُهَا قِتْبٌ

تندلق: دال مہملہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' نکل آئیں گے۔ اقتاب: اس کا واحد قتب ہے اور اس کا معنیٰ ہے' انتڑیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة النار وانها مخلوقة، ج ۲ ص ۱۲۱، رقم: ۳۲۶۷، صحیح مسلم، باب عقوبة من یأمر بالمعروف ولا ینهی عن المنکر، ج ۸ ص ۲۲۴، رقم: ۷۶۷۴، (دار الجلیل بیروت) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج ۵ ص ۲۰۷، رقم: ۲۱۸۴۸، مصنف ابن ابی شیبة، ما رواه اسامة بن زید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۵۵۴، رقم: ۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو اور اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہوگا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب و تحریص کا کام دیتا ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مبلغ اعمال صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس وشیطان کے دھوکے میں آ کر برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۹۶۰)

حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شریعت کا عالم اگر باعمل بھی ہو تو چاند ہے کہ خود ٹھنڈا اور دوسروں کو روشنی دینے والا اور اگر باعمل نہ ہو تو شمع کی طرح

ہے کہ خود جلے مگر دوسروں کو روشنی دے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور خود کو بھلائے ہوئے ہے اس فلیتے (چراغ کی بتی) کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے (بزار، طبرانی) نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص قرآن پڑھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں خوب یاد کرلے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں میں سے ایک ہے دیکھو یہاں وارث تو وارث، اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں کہ قرآن و حدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ (مقال عرفا باعزاز شرع وعلما صفحہ ۱۵)

25-بَابُ الْاَمْرِ بِاَدَاءِ الْاَمَانَةِ

امانت کی ادائیگی کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا) (النساء: 58)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کی طرف ادا کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) (الاحزاب: 72)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا یقیناً وہ بڑا ظالم بڑا نا سمجھ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امانت نمازیں ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج، سچ بولنا، ناپ اور تول میں اور لوگوں کی ودیعتوں میں عدل کرنا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ تمام اعضاء کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد لوگوں کی ودیعتیں اور عہدوں کا پورا کرنا ہے تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ کافر معاہد کی، نہ قلیل میں نہ کثیر میں، اللہ تعالیٰ نے یہ امانت اعیانِ سمٰوٰت و ارض و جبال پر پیش فرمائی پھر ان سے فرمایا کیا تم ان امانتوں کو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا نہیں

اے ربّ ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہیں نہ عذاب اور ان کا یہ عرض کرنا براہِ خوف وخشیت تھا اور امانت بطورِ تخییر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوّت وہمّت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں، اس کا اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ (خزائن العرفان)

(201) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات المنافق، ج۱ص۱۶، رقم: ۳۳ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج ۱ص۵۶، رقم: ۲۱۹ (دار الجلیل بیروت) سنن ترمذی، باب ما جاء فی علامة المنافق، ج ۵ص۱۹، رقم: ۲۶۳۱ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، ج ۱ص۱۶۰، رقم: ۱۷۴ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی الترغیب فی اداالامانات، ج۶ص۲۸۸، رقم: ۱۲۰۶۲)

شرح حدیث: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

اسی وجہ سے ہمارے اسلاف اس معاملہ میں بہت زیادہ ڈرتے تھے بلکہ ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا: اگر مجھے پتہ چل جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ پسند ہو گا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: نفاق والے خشوع سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگا کرو۔ آپ سے عرض کی گئی: نفاق والا خشوع کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جسم تو خاشع نظر آئے مگر دل فاسق و فاجر ہو۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم لوگ کچھ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں جبکہ ہم صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں انہیں ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال شمار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، الحدیث: ۶۴۹۲، ص ۵۴۵) (الزواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۹۷۴ھ)

امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی بحر الدموع میں لکھتے ہیں:

آگ کے دو پہاڑ

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے ایک پڑوسی سے ملنے گیا جو گندم بیچا کرتا تھا، جب میں اس کے سرہانے بیٹھا تو اسے بار بار یہ کہتے سنا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ جب میں نے اس کی بیوی سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی: اس کے پاس دو پیمانے تھے جب یہ کسی سے گندم خرید تا تو اسے بڑے پیمانے سے ناپتا اور جب کسی کو بیچتا تو چھوٹے پیمانے سے ناپ کر بیچتا تھا۔ تب میں سمجھا کہ وہی دو برتن اسے آگ کے پہاڑوں کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

پانی کے چند قطروں کا وبال

کسی گاؤں میں ایک دودھ فروش رہا کرتا تھا، وہ دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا، ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس کے مویشی بہا کر لے گیا تو وہ روتے ہوئے کہنے لگا کہ سب قطرے مل کر سیلاب بن گئے جبکہ قضاء اسے ندا دے رہی تھی:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

(پ17، الحج:10)

یاد رکھو! چوری اور خیانت ہلاکت میں ڈالنے والے اور دین کے لئے شدید ضرر رساں گناہ ہیں۔

(202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ: حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ، وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ، فَقَالَ: يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهُ عَلٰى رِجْلِهِ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ، فَلَا يَكَادُ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں میں نے ایک کو دیکھ لیا ہے۔ دوسری کے انتظار میں ہوں آپ نے فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کے مرکز میں اتری پھر قرآن اترا پس انہوں نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کر لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے امانت اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا کہ کوئی آدمی ایک بار سوئے گا' امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسا کہ تو انگارے کو پاؤں پر لڑھکا دے اور وہ پھول جائے۔ سو وہ دیکھنے میں ابھرا ہوا ہے' لیکن اندر سے خالی ہے پھر آپ ﷺ نے ایک کنکری پکڑی اور اپنے پاؤں پر لڑھکا دی پھر لوگ اس طرح ہو جائیں گے کہ

اَحَدٌ يُّؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا اَجْلَدَهٗ! مَا اَظْرَفَهٗ! مَا اَعْقَلَهٗ! وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ۔ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ: لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَّيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ، وَاِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَّيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ، وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

آپس میں خرید وفروخت کرتے ہوں گے لیکن امانت کی ادائیگی کے قریب بھی کوئی نہ ہوگا یہاں تک کہ کسی آدمی کے بارے میں کہا جائے گا کہ فلاں بڑا امانت دار ہے' حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ وہ کتنا طاقتور ہے کتنا سمجھدار ہے کتنا عقلمند ہے اور حال یہ ہوگا کہ اس آدمی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان بھی نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں قسم ہے مجھ پر ایک زمانہ گزرا کہ مجھے بیع کرتے وقت یہ پروانہ ہوتی کہ کس سے بیع کرتا ہوں کہ اگر وہ نصرانی یا یہودی ہے' تو اس کو قانون والے مجبور کرلیں گے اور اگر مسلمان ہے' تو اس کا دین اس کو ادائیگی پر مجبور کرے گا۔ لیکن آج میں تم میں صرف فلاں اور فلاں سے خرید وفروخت کروں گا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: جَذْرُ بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ

وَ الْوَكْتُ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ: الْاَثَرُ الْيَسِيْرُ۔ وَ الْمَجْلُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ: وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ اَثَرِ عَمَلٍ وَّغَيْرِهٖ۔ قَوْلُهٗ: مُنْتَبِرًا: مُرْتَفِعًا۔ قَوْلُهٗ: سَاعِيْهِ: الْوَالِيْ عَلَيْهِ۔

جَذْرُ: جیم پر زبر اور ذال معجمہ پر سکون کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ مرکز' اصل۔

وکت: تاء اوپر کے نقطوں کے ساتھ' معمولی نشان کو کہتے ہیں۔ مجل: میم پر زبر اور جیم ساکن کے ساتھ کام کاج سے جو ہاتھ پر نشان پڑ جائے۔ آبلہ یا چھالہ منتبر: اس کا معنیٰ' ابھرا ہوا۔ ساعیہ: اس کا معنی اس کا نگران۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الامانۃ، ج ۸ص۱۰۴، رقم: ۶۴۹۷ (دارطوق النجاۃ) صحیح مسلم، باب رفع الامانۃ والایمان من بعض القلوب وعرض الفتن، ج ۱ص۳۸۸، رقم: ۳۸۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، ج ۵ص۳۸۳، رقم: ۲۳۳۰۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی رفع الامانۃ، ج ۴ص۴۷۴، رقم: ۲۱۷۹ سنن ابن ماجہ، باب ذھاب القرآن والعلم، ج ۲ص۱۳۴۶، رقم: ۴۰۵۳)

شرح حدیث: سب سے مشکل

سیدُ المبلغین، رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مؤمن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر

جھوٹا اور خائن (یعنی خیانت کرنے والا) نہیں ہوسکتا۔

(جامع الاحادیث، قسم الاقوال، باب الاکمال من الجامع الکبیر، الحدیث: ۲۸۵۸۵، ج۹، ص۳۰۱)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے لوگوں سے امانت اٹھائی جائے گی، آخر میں نماز باقی رہ جائے گی اور بہت سے نمازی ایسے ہوں گے جن میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب رفع الامانۃ والحیاء، الحدیث: ۱۲۴۲۷، ج۷، ص۶۲۲)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں بتایا: جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس کا وضو نہیں اس کی کوئی نماز نہیں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۲۹۲، ج۱، ص۶۲۶)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ہم سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر تھے کہ مدینے کے بالائی حصّے کی بستی کے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے اس دین کی سب سے مشکل اور سب سے آسان چیز کے بارے میں بتائیے؟ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس کی آسان ترین چیز یہ ہے کہ، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں، اور اے بالائی بستی والے! اس کی مشکل ترین چیز امانت ہے، بے شک جو امانت ادا نہیں کرتا اس کا نہ کوئی دین ہے، نہ نماز اور نہ ہی زکوٰۃ۔ (البحر الزخار بمسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۸۱۹، ج۳، ص۶۱)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے تو ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی، خیانت کریں گے اور امانت دار نہیں ہوں گے، نذریں مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۷۵، ص۱۱۲۲)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: راہِ خدا عزوجل میں شہید ہونا امانت (میں خیانت) کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائے گا اگرچہ اسے راہِ خدا عزوجل میں شہید کر دیا گیا ہو، پھر اس سے کہا جائے گا: امانت ادا کرو۔ وہ عرض کریگا: اے میرے رب عزوجل! کیسے ادا کروں دنیا تو ختم ہوگئی۔ تو کہا جائے گا: اسے ھَاوِیَۃ کی طرف لے جاؤ۔ تو امانت اس کے سامنے اس ہیئت میں آجائے گی جس میں اس کے سپرد کی گئی تھی، وہ اسے دیکھ کر پہچان لے گا تو اسے پانے کے لئے اس کے پیچھے جائے گا، اور پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھالے گا، جب اسے یہ گمان ہوگا کہ وہ جہنم سے نکل آیا ہے تو وہ امانت اس کے کندھے سے پھسل کر پھر جہنم

میں جا گرے گی، اور وہ ہمیشہ اس کے پیچھے جاتا رہے گا۔ پھر فرمایا: نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، اور ناپ تول امانت ہے۔ اور بہت سی چیزوں کو شمار کر کے فرمایا: ان سب میں سخت تر وہ اشیاء ہیں جو تمہارے پاس حفاظت کے لئے رکھی جاتی ہیں۔

حضرت سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر ان سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟ انہوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ تو حضرت سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا؟

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ (پ5، النساء:58)

(شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب... الخ، الحدیث: ۵۲۶۶، ج ۴، ص ۳۲۳ زید بن عامر بدلھبراء بن عازب)

(203) وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ: وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ: فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوْا اِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا. فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ، فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ، وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا پھر ایماندار کھڑے ہوں گے۔ حتیٰ کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے باپ! ہمارے لیے جنت کھلوائیں۔ وہ فرمائیں گے تم کو جنت سے تمہارے باپ کی غلطی نے ہی نکلوایا تھا یہ کام میرا نہیں میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے یہ کام میرا نہیں، میں پیچھے پیچھے خلیل تھا (یہ منصب میرا نہیں) تم موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ کرو جس کو اللہ نے شرف ہم کلامی نصیب فرمایا۔ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض پرداز ہوں گے وہ بھی معذرت کر دیں گے کہیں گے یہ میرا کام نہیں تم نجات کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ

كَالْبَرْقِ

کلیم اللہ اور روح اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ) فرمائیں گے یہ کام میرا نہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ سو آپ کھڑے ہوں گے۔ آپ کو اجازت دی جائے گی پھر امانت اور صلہ رحمی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ پل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی پھر تم میں سے پہلا گروہ بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ، ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ، يَقُولُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ، حَتَّى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، حَتَّى يَجِيءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا، وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، بجلی کی طرح گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ پلک جھپکنے میں کس طرح آتی اور جاتی ہے پھر دوسرا گروہ ہوا کی طرح گزرے گا، پھر پرندے کی طرح اور طاقتور مردوں کو ان کے اعمال دوڑا کر لے جائیں گے اور تمہارے نبی علیہ السلام پل پر کھڑے اپنے رب سے اپنی امت کی سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے حتیٰ کہ بندوں کے اعمال عاجز ہو جائیں گے حتی کہ کوئی آدمی آئے گا، جو چلنے کی طاقت نہ رکھے گا اور گھٹنوں کے بل رینگ رینگ کر چلے گا اور پل کے دونوں طرف کانٹے ہوں گے جنہیں کچھ لوگوں کو پکڑنے کا حکم ہوگا کوئی زخمی ہو کر نجات پانے والا ہوگا اور کوئی جہنم میں الٹنے والا ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر برس (کا فاصلہ) ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: وَرَاءَ وَرَاءَ هُوَ بِالْفَتْحِ فِيهِمَا. وَقِيلَ: بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِينٍ وَمَعْنَاهُ: لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ، وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ، وَاللّٰهُ

وراء وراء: دونوں میں زبر ہے اور پیش بھی کہا گیا ہے تنوین کے بغیر اس کا معنیٰ ہے میں اُس بلند مقام کے قابل نہیں۔ یہ کلمہ عاجزی کے اظہار کیلئے ہے۔ امام نووی کہتے ہیں میں نے شرح مسلم میں اس معنی کی تفصیل لکھ

اَعْلَمُ۔ دی ہے۔اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا، ج ا ص ۱۲۹، رقم: ۵۰۳ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الشفاعۃ، ج ۱۰ص ۴۸۵، رقم: ۸۰۱۷، مشکوۃ المصابیح، باب الحوض، ج ۳ ص ۲۱۹، رقم: ۵۶۰۸ (المکتب الاسلامی، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات مؤمنین کی اس عرض کے جواب میں فرمائیں گے کہ آپ تو اللہ کے خلیل ہیں، فرمائیں گے کہ خلیل کہتے ہیں باہر کے دوست کو یہ شفاعت کبریٰ باہر کا دوست نہیں کرسکتا یہ تو اندرونی دوست جسے کہتے ہیں حبیب اللہ وہی کر سکتے ہیں۔شعر

تم ہو درون سرا تم پہ کروڑوں درود　　　تم مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست

خیال رہے کہ ہم کو دوستوں سے بھی محبت ہوتی ہے، اپنے عزیز و قرابت داروں سے بھی، اپنے بچوں سے بھی، اپنی بیوی سے بھی، دوست یار بیٹھک میں ملتے ہیں یہ ہیں بیرونی دوست، عزیز و اقارب دار عام حالات میں گھر میں آکر ملتے ہیں یہ ہیں درون خانہ کے دوست مگر گھر کے اندر رہنے سہنے والے اپنے بال بچے ہوتے ہیں یہ ہیں اندرونی دوست۔ خلوت صرف بیوی سے ہوتی ہے یہ ہے خاص الخاص محبوبہ راز دار دوست، سارے انبیاء کرام اللہ کے پیارے ہیں مگر حضور خلوت خاص کے راز دار محبوب ہیں اس لیے موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے وادی سینا میں جو کلام کیا سب کچھ محبوب کو بتا دیا وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى الخ مگر جو کلام معراج کے خلوت خانہ میں اپنے اندرونی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ کسی کو نہ بتایا فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى وہاں اپنے بندہ کو جو وحی کی وہ کی، یہ ہے اندرون خانہ کی محبت اللھم صلی علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وسلم۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۴۴)

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حقِ شفاعت اور (بغیر حساب) میری نصف امت کے جنت میں داخل کئے جانے کا اختیار دیا گیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے، تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ متقین کے لئے ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو گناہگاروں، خطا کاروں اور معصیت میں آلودہ لوگوں کے لئے ہے۔ (ابن ماجہ شریف 2/1441، الرقم: 4311)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حقِ شفاعت اور (بغیر حساب) میری نصف امت کے جنت میں داخل ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے، تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ متقین کے لئے ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو معصیت میں آلودہ لوگوں اور خطا کاروں کے لئے ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ 10/455، مجمع الزوائد 10/378)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عبدالواحد نصری روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا کہ میں تمہارے دادا عبدالواحد بن عبداللہ بن بسر کے پاس سے گزرا جبکہ وہ ان دنوں حمص کے امیر تھے تو انہوں نے مجھے فرمایا: اے ابو عمرو! میں تجھے ایسی حدیث بیان نہ کروں جس سے تو خوش ہو؟ اللہ کی قسم! اکثر اوقات حاکموں نے اسے چھپایا ہے، میں نے کہا: کیوں نہیں! بیان فرمائیں، انہوں نے فرمایا: مجھ سے میرے والد عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ہم ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس (خوشی سے) چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ تشریف لائے تو ہم (ادباً و تعظیماً) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے رخ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، آپ کے دمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ہمیں خوشی ہو رہی ہے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جبرئیل نے ابھی مجھے خوشخبری سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعت کا حق عطا کیا ہے، یہ میری امت کے گناہگاروں اور گناہ سے بوجھل افراد کے لئے ہے۔

(مجمع الزوائد 377 / 10 اصابة فی تمییز الصحابة 24 / 4 الرقم: 4568 معجم الأوسط 304 / 5 الرقم: 5382)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی امت کے برے لوگوں کے لئے سب سے بہتر آدمی میں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! امت کے اچھے لوگوں کے لئے آپ کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے گنہگار لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل کرے گا، جبکہ میری امت کے اچھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، 377 / 10 معجم الکبیر، 97 / 8 الرقم: 7483)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین مرتبہ فرماتے ہوئے سنا: درختوں اور پتھروں کی مقدار سے زیادہ، ہم نے (بغیر سمجھے تائید کرتے ہوئے) عرض کیا: جی ہاں! (ایسے ہی ہے تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک میری شفاعت پتھروں اور درختوں کی مقدار سے بھی زیادہ ہوگی۔

(کشف الخفاء، 2 / 462 الرقم: 2965 مجمع الزوائد، 10 / 379)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران راستہ میں قیام کیا۔ رات کا ایک حصہ گزرنے پر میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی جس کے باعث میں سو نہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا، اس وقت لشکر میں کوئی بھی ایسا جانور نہ تھا جو سو نہ گیا ہو، کجاوہ کے پچھلے حصہ کی جانب سے (کچھ گڑبڑ ہونے کا) میرے ذہن میں خیال آیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے پاس جاؤں گا تا کہ ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے سکوں یہاں تک کہ صبح ہو جائے، پس میں کجاووں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے تک پہنچا تو آپ اپنے کجاوے پر موجود نہ تھے۔ لہٰذا میں کجاووں کو عبور کرتا ہوا لشکر سے باہر نکل گیا تو اچانک میں نے کسی چیز کا سایہ دیکھا، میں نے اس کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل تھے، انہوں نے مجھ سے کہا: کس چیز نے تمہیں (اس وقت لشکر سے) نکالا ہے؟ میں نے کہا: جس نے تمہیں نکالا ہے، ہم سے تھوڑا ہی دور ایک باغ تھا، ہم اس باغ کی طرف بڑھنے لگے، اس دوران ہم نے اس میں مکھیوں کے بھنبھنانے یا ہلکی سی ہوا چلنے جیسی آواز سنی، پس (ہمیں اس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنائی دی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہاں ابوعبیدہ بن جراح ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور معاذ بن جبل بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: عوف بن مالک بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں موجود ہے، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لے آئے تو ہم اٹھ کھڑے ہوئے نہ ہم نے آپ سے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے ہمیں کچھ ارشاد فرمایا، یہاں تک کہ آپ اپنی سواری کی طرف لوٹ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ میرے رب نے ابھی مجھے کیا اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ میری تہائی امت بغیر حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائے یا میں شفاعت کروں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے کیا اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا، ہم تمام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت میں شامل فرما لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا: بے شک میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے۔

(ترغیب والترہیب، 4/234، الرقم: 5501 الجامع، 11/413، معمر بن راشد مجمع الزوائد، 10/369)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نے رات کو میرے پاس حاضر ہو کر مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعت کا حق عطا کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ بنی ہاشم کے لئے خاص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا یہ قریش میں ہی عام ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا یہ آپ کی ساری امت کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ میری امت کے گناہگاروں اور گناہ سے بوجھل افراد کے لئے ہے۔

(احادیث المختارہ، 9/78، الرقم: 60، مقدسی تاریخ دمشق الکبیر، 27/163، ابن عساکر)

(204) وَعَنْ أَبِي خُبَيْبٍ، بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابوخبیب خاء معجمہ پر پیش کے ساتھ عبداللہ بن زبیر ﷺ سے روایت ہے کہ جنگ جمل والے دن

قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ، وَإِنِّي لَا أَرَانِي إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي، أَفَتَرَى دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ، بِعْ مَا لَنَا وَاقْضِ دَيْنِي، وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهِ لِبَنِيهِ، يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ. قَالَ: فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهُ لِبَنِيكَ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَعَبَّادٍ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَجَعَلَ يُوصِينِي بِدَيْنِهِ وَيَقُولُ: يَا بُنَيَّ، إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَايَ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ: يَا أَبَتِ مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ: اللهُ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيهِ. قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِلَّا أَرَضِينَ، مِنْهَا الْغَابَةُ وَإِحْدَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ، فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ، فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ: لَا، وَلَكِنْ هُوَ سَلَفٌ إِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ. وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً وَلَا خَرَاجًا وَلَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

جب حضرت زبیر ﷛ کھڑے ہوئے مجھے بلایا میں آ کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا فرمایا آج لوگ قتل ہوں گے ظالم یا مظلوم اور میرا اپنے متعلق گمان ہے کہ مظلوم کے طور پر قتل کیا جاؤں گا مجھے زیادہ فکر اپنے قرضہ کے متعلق ہے کیا خیال ہے کہ ہمارا قرضہ کچھ مال چھوڑے گا پھر فرمایا: اے بیٹا! ہمارے مال کو بیچ کر قرض ادا کر دینا اور ترکہ کے ثلث کی وصیت کی اور ثلث کی وصیت اپنے بیٹوں یعنی عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے لیے کر دی پھر فرمایا اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے' تو اس کا ایک تہائی تیرے بیٹوں کے لئے ہے ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت زبیر کے بیٹوں خباب اور عباد کے ہم عمر تھے (یعنی ان چچا کے برابر عمر کے تھے) اس وقت حضرت زبیر کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھے حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے قرض کے بارے وصیت کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے بیٹے! اگر اس میں سے کچھ ادا کرنا مشکل ہو تو اس پر میرے مولا سے مدد طلب کر لینا اللہ کی قسم! میں آپ کی مراد نہ سمجھا چنانچہ میں نے پوچھا کہ آپ کا مولا کون ہے فرمایا: اللہ' عبداللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب بھی ان کے قرض کے سلسلے میں مجھے مشکل پیش آئی تو میں کہتا اے زبیر کے مولیٰ زبیر کا قرضہ ادا کر وہ اس کو ادا کر دیتا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں' پس حضرت زبیر شہید ہو گئے انہوں نے درہم و دینار کچھ نقد نہ چھوڑا سوائے غابہ کی کچھ زمینوں کے' ان میں مدینہ منورہ میں گیارہ مکانات' بصرہ میں دو مکان کوفہ میں ایک مکان

وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِئَتَيْ أَلْفٍ!؛ فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، كَمْ عَلَى أَخِي مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ: مِئَةُ أَلْفٍ. فَقَالَ حَكِيمٌ: وَاللهِ مَا أَرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهِ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِئَتَيْ أَلْفٍ؟ قَالَ: مَا أُرَاكُمْ تُطِيقُونَ هٰذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي. قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ وَمِئَةِ أَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِئَةِ أَلْفٍ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَأَتَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعمِئَةِ أَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَا. قَالَ: فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَا. قَالَ: فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً. قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَكَ مِنْ هَاهُنَا إِلَى هَاهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُ اللهِ مِنْهَا فَقَضَى عَنْهُ دَيْنَهُ وَأَوْفَاهُ، وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِئَةِ أَلْفٍ، قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ أَلْفٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ أَلْفٍ. وَقَالَ

اور مصر میں ایک مکان تھا حضرت عبداللہ ان پر قرض کی صورت بتاتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنا مال آپ کے پاس امانت رکھنے کے لئے لاتا اور حوالے کر دیتا آپ فرماتے یہ امانت نہیں قرض ہے مجھے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے (امانت غلطی کے بغیر ہلاک ہو تو تاوان لازم نہیں اور قرض میں لازم ہے) آپ کسی عہدہ پر کبھی مقرر نہ ہوئے نہ آپ نے ٹیکس یا کسی اور وصولی کی ذمہ داری قبول کی ہاں رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوات میں شامل ہوئے عبداللہ کہتے ہیں میں نے ان پر قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ بنا پھر حضرت حکیم بن حزام حضرت عبداللہ بن زبیر کو ملے اور فرمایا بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے میں قرض نے چھپایا اور ایک لاکھ کہا حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم میرے خیال میں تمہارے مال اس کی گنجائش نہیں رکھتے حضرت عبداللہ نے کہا بائیس لاکھ ہوں گے کہنے لگے میں نہیں دیکھتا کہ تم یہ ادا کرلو گے تو اگر قرض کی مقدار ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے مدد لے لینا حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی حضرت عبداللہ نے وہ سولہ لاکھ میں بیچ دی پھر کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کے لئے زبیر کے ذمہ کچھ ہو وہ ہمیں غابہ میں ملے ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے ان کا قرض حضرت زبیر کے ذمے چار لاکھ تھا انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو کہا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ معاف کر دیتا ہوں حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا

ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِئَةِ اَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ: سَهْمٌ ونصفُ سَهْمٍ. قَالَ: قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِئَةِ اَلْفٍ. قَالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جعفر نصيبهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ بستِّمِئَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ، قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اقسمْ بَيْنَنَا ميراثَنَا. قَالَ: وَاللهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ: اَلا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ. فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ. فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سنين قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ. وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ. فَاَصَابَ كُلَّ امرَاَةٍ اَلْفُ اَلف وَمِئَتَا اَلْفٍ. فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَّمِئَتَا اَلْفٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

نہیں حضرت ابن جعفر نے کہا اس کو اگر موخر کرنا چاہو تو پھر کرلو حضرت ابن زبیر نے کہا نہیں حضرت عبداللہ ابن جعفر کہنے لگے پھر تم مجھے زمین کا ایک پلاٹ دے دو پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس سے کچھ اور زمینیں فروخت کی اور حضرت زبیر کے باقی قرضے ادا کردیئے۔ اور اس سے چار حصے اور ایک آدھا بچ گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت معاویہ کے پاس آئے وہاں حضرت عمرو بن عثمان، حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہ موجود تھے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا غابہ کی کیا قیمت لگی حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ کا پوچھا کتنے حصص باقی ہیں بتایا ساڑھے چار تو حضرت منذر بن زبیر نے کہا ایک حصہ میں نے لاکھ میں لیا اور عمرو بن عثمان نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ میں لیتا ہوں حضرت ابن زمعہ نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ میں نے خریدا اب حضرت معاویہ نے پوچھا باقی کتنے حصے ہیں کہا ڈیڑھ تو حضرت معاویہ نے کہا وہ میں نے ڈیڑھ لاکھ میں لیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا خریدا ہوا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا جب حضرت عبداللہ بن زبیر ان کے قرضوں کی ادائیگی سے فارغ ہوئے، تو حضرت زبیر کے دوسرے بیٹوں نے کہا ہماری میراث ہم میں تقسیم کردو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں میں چار سال تک حج کے موقع پر اعلان کروں گا کہ کسی کا حضرت زبیر کے ذمہ کچھ قرض ہو تو لے جائے۔ اس کے بعد وراثت تقسیم کروں گا پھر چار سال

تک حضرت عبداللہ حج کے موقعہ پر اعلان کرتے رہے۔
بعد ازاں جب چار سال گزر گئے تو پھر ان کے درمیان
وراثت تقسیم کردی گئی۔ اور ایک تہائی وصیت کے مطابق
ادا کر دیا۔ حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو بارہ
بارہ لاکھ حصہ ملا حضرت زبیر کا کل ترکہ پانچ کروڑ دولاکھ
درہم بنا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب برکۃ الغازی فی مالہ صیادا میتا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ص ۸۷، رقم: ۳۱۲۹ جامع الاصول لابن اثیر، باب المرابأداء الامانۃ ج ۱ص ۱۶۰، رقم: ۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اسلامی زندگی میں لکھتے ہیں:

میراث

اسلامی قانون میں مسلمانوں کی ساری اولاد یعنی لڑکے لڑکیاں اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد اس کے مال سے میراث لیتے ہیں۔ لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملتا ہے مگر ہندوؤں آریوں کے دھرم میں لڑکی باپ کے مال سے محروم ہوتی ہے۔ اور سب مال لڑکا ہی لیتا ہے یہ صاف ظلم ہے۔ جب دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تو ایک کو میراث دینا اور ایک کو نہ دینا اس کے کیا معنی؟ لیکن کاٹھیاواڑ اور پنجاب کے مسلمانوں نے اپنے لیے یہ ہندوانی قانون قبول کیا ہے۔ اور حکومت کو لکھ کر دے دیا ہے کہ ہم کو ہندوانی قانون منظور ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم زندگی میں تو مسلمان ہیں اور مرنے کے بعد نعوذ باللہ ہندو۔ یاد رکھو قیامت میں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

اگر اسلام کے اس قانون سے ناراضی ہے تو کفر ہے اور اگر اس کو حق جان کر اس پر عمل نہ کیا تو حق تلفی اور ظلم ہے۔ لڑکے تم کو کیا بخش دیتے ہیں اور لڑکیاں کیا چھین لیتی ہیں؟ جب تم مر ہی گئے تو اب تمہارا مال کوئی بھی لے تم کو کیا؟ تم بیٹے کی محبت میں اپنی آخرت کیوں تباہ کرتے ہو؟ تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ لڑکی تمہارا مال برباد کر دے گی۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ اپنے باپ کی چیز کا درد جتنا لڑکی کو ہوتا ہے اتنا لڑکے کو نہیں ہوتا۔ ایک جگہ لڑکوں نے اپنے باپ کا مکان فروخت کیا لڑکے تو خوشی سے فروخت کر رہے تھے مگر لڑکی بہت روتی چلاتی تھی کہ یہ میرے مَرے باپ کی نشانی ہے۔ اس کو دیکھ کر اپنے باپ کو یاد کر لیتی ہوں میں اپنا حصہ فروخت نہ کروں گی۔ اس کے رونے سے دیکھنے والے بھی رونے لگے اور بڑھاپے میں جتنی ماں باپ کی خدمت لڑکی کرتی ہے اتنی خدمت لڑکا نہیں کرتا۔ پھر اس غریب کو کیوں محروم کرتے ہو؟ لڑکے تو مرنے کے بعد قبر پر فاتحہ کو بھی نہیں آتے لہٰذا ضروری ہے کہ لڑکی اور لڑکے کو پورا حصہ دو۔ کاٹھیاواڑ میں ایک قوم ہے جو آغا خوانی خوجہ۔ اگر ان کے دو بیٹے ہوں تو ایک کا نام قاسم بھائی اور دوسرے کا نام رام لعل یا مول جی اور کہتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں

کی بخشش ہوئی تو قاسم بھائی بخشوالے گا اور اگر ہندوؤں کی نجات ہوئی تو رام لعل ہاتھ پکڑے گا۔ کیا یہ ہی ہم نے بھی سمجھ رکھا ہے کہ زندگی میں اسلامی کام کریں اور میراث میں ہندوؤں کے قانون اختیار کریں تا کہ دونوں قومیں خوش رہیں؟

اگر مسلمانوں کو یہی فکر ہے کہ ہماری اولاد ہمارا مال برباد کردے گی تو چاہیے کہ اپنی جائیداد مکانات دوکانیں وغیرہ اپنی اولاد پر وقف کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بعد ہماری اولاد ہماری جائیداد اور مکانات سے ہر طرح نفع اٹھائے اور اس میں رہے۔ اس کا کرایہ کھائے اور حصہ رسد کرایہ کو آپس میں تقسیم کرے مگر اس کو رہن (گروی) نہ کرسکے۔ اس کو بیچ نہ سکے۔ اس سے ان شاء اللہ عزوجل! تمہاری جائیداد اور مکانات محفوظ ہوجائیں گے کسی کے ہاتھ فروخت نہ ہوسکیں گے اور تم گناہ سے بھی بچ جاؤ گے۔ اگر مسلمان اس قانون پر عمل کرتے تو آج ان کی جائیدادیں، ہندوؤں کے پاس نہ پہنچ جاتیں۔ وقف علی الاولاد کرنے کا طریقہ کسی عالم سے پوچھ لینا چاہیے اور میراث کے لیے ہم نے ایک کتاب اردو زبان میں لکھ دی ہے جس کا نام ہے علم المیراث اس کا مطالعہ کرو۔ (اسلامی زندگی صفحہ ۱۲۵)

26-بَابُ تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ وَالْاَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ
ظلم کی حرمت اور ظلم سے چھینی ہوئی چیزوں کی واپسی کا حکم

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ) (غافر:18)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ظالموں کے لیے گہرا دوست ہوگا نہ ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے گی۔

شرح: ایک امیر نوجوان کی توبہ

حضرت سیّدنا صالح مری ایک محفل میں وعظ فرما رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے بیٹھنے والے ایک نوجوان کو کہا، کوئی آیت پڑھو۔ تو اس نے یہ آیت پڑھ دی، یہ آیت سن کر آپ نے فرمایا، کوئی کیسے ظالم کا دوست یا مددگار ہوسکتا ہے؟

کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہوگا۔ بے شک تم سرکشی کرنے والے گنہگاروں کو دیکھو گے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا اور وہ برہنہ پاؤں ہوں گے، ان کے جسم بوجھل، چہرے سیاہ اور آنکھیں خوف سے نیلی ہوں گی۔ وہ پکار کر کہیں گے، ہم ہلاک ہوگئے! ہم برباد ہوگئے! ہمیں کیوں جکڑا گیا ہے، ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ فرشتے انہیں آگ کے کوڑوں سے ہانکیں گے، کبھی وہ منہ کے بل گریں گے اور کبھی انہیں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ جب رو رو کر ان کے آنسو خشک ہوجائیں گے تو خون کے آنسو رونا شروع کردیں گے، ان کے دل دہل جائیں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔ اگر کوئی انہیں دیکھ لے تو ان پر نگاہ نہ جما سکے گا، نہ دل کو سنبھال سکے گا اور یہ ہولناک منظر دیکھنے والے کے بدن پر لرزہ طاری ہوجائے گا۔

یہ کہنے کے بعد حضرت سیّدنا صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور آہ بھر کر کہنے لگے، افسوس! کیسا خوفناک منظر ہوگا۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگے اور ان کو روتا دیکھ کر لوگ بھی رونے لگے۔ اتنے میں ایک نوجوان کھڑا ہوگیا اور کہنے

لگا، حضور! کیا یہ سارا منظر بروزِ قیامت ہوگا؟ آپ نے جواب دیا، ہاں! اور یہ منظر زیادہ طویل نہیں ہوگا کیونکہ جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو ان کی آوازیں آنا بند ہو جائیں گی۔ یہ سن کر نوجوان نے ایک چیخ ماری اور کہا، افسوس! میں نے اپنی زندگی غفلت میں گزار دی، افسوس! میں کوتاہیوں کا شکار رہا، افسوس! میں اپنے پروردگار عزوجل کی اطاعت میں سستی کرتا رہا، آہ! میں نے اپنی زندگی ضائع کر دی۔ اور رونے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا، اے میرے رب عزوجل! میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، مجھے تیرے سوا کسی سے غرض نہیں، مجھ میں جو برائیاں ہیں انہیں معاف فرما کر مجھے قبول کر لے، میرے گناہ معاف کر دے، مجھ سمیت تمام حاضرین پر اپنا کرم و فضل فرما اور ہمیں اپنی سخاوت سے مالا مال کر دے، یا ارحم الراحمین! میں نے گناہوں کی گٹھڑی تیرے سامنے رکھ دی ہے اور صدقِ دل سے تیرے سامنے حاضر ہوں، اگر تو مجھے قبول نہیں کریگا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ نوجوان غش کھا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اور چند دن بسترِ علالت پر گزار کر انتقال کر گیا۔

اس کے جنازے میں کثیر لوگ شامل ہوئے اور رورو کر اس کے لئے دعائیں کی گئیں۔ حضرت سیّدنا صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اس کا ذکر اپنے وعظ میں کیا کرتے۔ ایک دن کسی نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو اس نے جواب دیا، مجھے حضرت صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل سے برکتیں ملیں اور مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (کتاب التوابین، توبۃ فتی من الازدوان، ص ۲۵۰ ـ ۲۵۲)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ) (الحج: 71)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَمِنْهَا: حَدِیْثُ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِیْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

احادیث میں حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث باب المجاهدہ کے آخر میں گزر چکی۔

(205) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ. وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. حَمَلَهُمْ عَلٰی اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کہ ظلم روز قیامت تاریکیوں کا سبب ہوگا اور بخل سے بچو کہ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا ان کو اس بخل ہی نے ہلاک کیا کہ انہوں نے خون بہائے اور حرام کو حلال جاننے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۱ (دار الجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب الظلم ظلمات، ص ۱۷۰، رقم: ۴۸۳ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج ۶ ص ۹۳، رقم:

۱۱۸۳۵المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه معاذ، ج ۸ص ۲۵۶، رقم: ۸۵۶۱ (دار الحرمین القاهرة) مسند البزار، مسند ابی هریرة، ج ۲ص ۴۲۸، رقم: ۸۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

مزید فرماتے ہیں:

عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں فساد، خون ریزی وقطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۹۱)

ظالم کو مُہلت ملتی ہے

حضرت سیِّدُنا شیخ محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری صَحیح بُخاری میں نقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینۂ منورہ، سردارِ مکۂ مکرمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ ظالم کو مُہلَت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو اپنی پکڑ میں لیتا ہے تو پھر اس کو نہیں چھوڑتا۔ یہ فرما کر سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے پارہ 12 سورۂ ہُود کی آیت 102 تلاوت فرمائی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب (عزوجل) کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر۔ بے شک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے۔

دہشت گردوں، لیٹروں، قتل وغارتگری کا بازار گرم کرنے والوں کو بیان کردہ حکایت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، انہیں اپنے انجام سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ جب دنیا میں بھی قہر کی بجلی گرتی ہے تو اس طرح کے ظالم لوگ کُتّے کی موت مارے جاتے ہیں اور ان پر دو آنسو بہانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور آہ! آخرت کی سزا کون برداشت کرسکتا ہے! یقیناً لوگوں پر ظلم کرنا گناہ، دنیا وآخرت کی بربادی کا سبب اور عذابِ جہنّم کا باعِث ہے۔ اس میں اللہ و رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی نافرمانی بھی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی۔ حضرتِ جُرجانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی اپنی کتاب اَلتَّعرِیفات میں ظلم

کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔ (التعریفات للجرجانی ص ۱۰۲) شریعت میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ کسی کا حق مارنا، کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ (مراۃ ج ۶ ص ۶۶۹) جس خوفناک ڈاکو کا ابھی آپ نے تذکرہ سماعت فرمایا، وہ لوٹ مار کی خاطر قتلِ ناحق بھی کرتا تھا، دُنیا ہی میں اس نے ظلم کا انجام دیکھ لیا۔ نہ جانے اب اس کی قبر میں کیا ہو رہا ہوگا! نیز قیامت کا مُعاملہ ابھی باقی ہے۔ آج بھی ڈاکو عُموماً مال کے لالچ میں قتل بھی کر ڈالتے ہیں۔ یاد رکھئے! قتلِ ناحق انتہائی بھیانک جُرم ہے۔

اَوندھے منہ جہنَّم میں

حضرتِ سیِّدُنا محمد بن عیسٰی ترمِذی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اپنے مشہور مجموعۂ احادیثِ ترمِذی میں حضراتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدری و ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نَقل کرتے ہیں: اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہوجائیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سبھوں کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنَّم میں ڈال دے گا۔

(سُنَنُ التِّرمِذی ج ۳ ص ۱۰۰ حدیث ۱۴۰۳ دار الفکر بیروت)

آگ کی بیڑیاں

لوگوں کا مال ناحق دبا لینے والوں، ڈکیتیاں کرنے والوں، چِٹّھیاں بھیج کر رقموں کا مطالبہ کرنے والوں کو خوب غور کر لینا چاہئے کہ آج جو مالِ حرام بآسانی گلے سے نیچے اترتا ہوا محسوس ہو رہا ہے وہ بروزِ قیامت کہیں سخت مصیبت میں نہ ڈال دے۔ سنو! سنو! حضرت سیِّدُنا فقیہ اَبُواللَّیث سَمَرقندی علیہ رحمۃ اللہِ القوی قُرَّۃُ العُیُون میں نقل کرتے ہیں: بے شک پُلصراط (پُل۔صِراط) پر آگ کی بیڑیاں ہیں، جس نے حرام کا ایک درہم بھی لیا اُس کے پاؤں میں آگ کی بیڑیاں ڈالی جائیں گی، جس کے سبب اِسے پُلصراط پر گزرنا دشوار ہوجائیگا، یہاں تک کہ اُس درھم کا مالک اِس کی نیکیوں میں سے اِس کا بدلہ نہ لے لے اگر اِس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو وہ اُس کے گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھائے گا اور جہنَّم میں گر پڑیگا۔

(قُرَّۃُ العُیُون ومعہ الروض الفائق ص ۳۹۲ کوئٹہ)

کنجوسی کا انجام

حضرت سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہوجائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش وعشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش وعشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خُدّام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے ، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے ، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے ، اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا ، اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ ، اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔

خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔ حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا ، غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ ، اور اپنے آقا سے کہو: مَیں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ ، اور ان سے بہت نرمی سے گفتگو کرو۔ خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کر لیں اور اسے چھوڑ دیں ، اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے ، اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کر لے ، میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے ، اور رونا دھونا شروع کر دیا ، اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو ، اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی ، اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیا گیا۔ وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل وبدترین مال! تجھ پر لعنت ہو ، تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا ، تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر ، کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔ میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب ونیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے ، میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیرزادیوں سے ہوا۔ ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کر سکتے ہیں۔ اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔ اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت ورسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔ کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت ولعنت کا مستحق ہے۔

اے ابن آدم! بے شک میں اور تُو دونوں ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نیکی کی راہ پر گامزن ہیں اور بہت سے گناہوں میں مستغرق ہیں۔ (امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:) گویا مال ہر شخص

سے اسی طرح کہتا ہے، لہٰذا مال کی برائیوں سے بچ کر رہو اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرو۔

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا — اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا — پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(206) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن یقیناً اہل حقوق کے حقوق ادا کروائے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری کے لئے بغیر سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۵ (دارالجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب قصاص العبد، ص۶۷، رقم: ۱۸۳ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج۶ ص۹۳، رقم: ۱۱۸۳۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، ج۴ص۶۱۴، رقم: ۲۴۲۰)

شرح حدیث: ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرمادیا ہے اور کسی جان کو ناحق اذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، میں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اذیت دی ہوگی اور اگر میں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو میں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: میں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور میں سینگ

والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کردے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ المتوفی ۳۷۳ھ)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد ۲۴ صَفْحَہ ۴۶۱ تا ۴۶۲ پر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالٰی کو کچھ پروانہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروانہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے تو اسے معاف کردے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ت) (مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۴۲) (المستدرک للحاکم کتاب الاھوال باب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۶-۵۷۶)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک روزِ قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔) (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب نصر الاخ ظالما او مظلوما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۰۱)

ایک روایت میں فرمایا یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔) (مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۶۳)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد ہیں۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالٰی پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔ (ت) (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰)

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا: زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ ت)

(المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۳۰۶)

پھر یہاں معاف کرا لینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

(207) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا، وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ، وَقَالَ: مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَاِنَّهٗ اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ، اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔ اَلَا اِنَّ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے ہم حجۃ الوداع کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہمیں یہ علم نہ تھا کہ حجۃ الوداع کا مطلب کیا ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر دجال کا ذکر کیا اور اور تفصیل سے ذکر کیا پھر فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ہر نبی نے دجال کے بارے اپنی امت کو ڈرایا اس سے نوح علیہ السلام اور بعد کے نبیوں نے ڈرایا اور وہ اگر تم میں نکل آئے تو تم پر وہ مخفی نہ رہے گا تم پر یہ بات واضح ہے کہ تمہارا رب کانا نہیں اور وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ

اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا. اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ - اَوْ وَيْحَكُمْ - اُنْظُرُوْا: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ۔

ابھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی خبردار اللہ نے تم پر تمہارے خون اور مال حرام کر دیے ہیں جس طرح تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینے کی اس دن کی حرمت ہے۔ خبردار کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں آپ نے تین بار کہا: اے اللہ! گواہ ہوجا۔ پھر فرمایا: تم پر افسوس ہے دیکھنا میرے بعد کافر بن کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنا۔ (بخاری) اس کے بعد کا حصہ مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حجۃ الوداع، ج ۵ ص ۱۷۶، رقم: ۴۴۰۲ (دارطوق النجاۃ) صحیح مسلم، باب ذکر ابن صیاد، ج ۸ ص ۱۹۳، رقم: ۷۵۲۰، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۹ ص ۴۳۴، رقم: ۵۵۸۶ (دارالمامون للتراث، دمشق) مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲ ص ۱۳۵، رقم: ۶۱۸۵)

شرح حدیث: مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہوجانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء:93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ8، الانعام:151)

اور ایک دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔ (پ30، التکویر: 8، 9)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اُوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء، الحدیث ۱۴۰۳، ج۳، ص۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خدا عزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اِس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ کر خدا عزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج۵، ص۲۳)

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ (پ5، النساء: 29)

ایک دوسری آیت میں ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(پ5، النساء: 29)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مر گیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج۲، ص۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج۴، ص۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اِس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلماً، الحدیث ۲۶۲۰، ج۳، ص۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اور اگر

صرف دُنیوی عداوت کی بنا پر مسلمان کو قتل کر دے اور اِس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دُنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطورِ خون بہا کے لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو قاتل کو مُعاف کر دیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(208) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ، طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک بالشت کی مقدار ظلم کرتے ہوئے کسی کی زمین دبالی تو اس کو سات زمینوں سے اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من ظلم شیئًا فی الارض، ج۲ص۱۳۰، رقم: ۲۴۵۳ صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۵ص۵۹، رقم: ۴۲۲۲ سنن الکبری للبیہقی، باب التشدید فی غصب الاراضی، ج۶ص۹۸، رقم: ۱۱۸۶۷ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۷۹، رقم: ۲۴۵۴۸)

شرحِ حدیث: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ میں لکھتے ہیں:

ایک قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے: اسے تکلیف کا طوق پہنایا جائے گا نہ کہ 7 زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا بلکہ قیامت کے دن اس کی گردن پر ان کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ جبکہ اَصح قول وہی ہے جو سیدنا امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو زمین کا وہ حصہ اس کی گردن میں طوق کی طرح پھنس جائے گا۔

آئندہ آنے والی روایات بھی اسی قول کی تائید کرتی ہیں:

کسی کی زمین ناحق لینا

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی کی زمین ناحق لی اسے اس زمین کی مٹی اُٹھا کر میدانِ محشر میں لانے کا پابند بنایا جائے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی، الحدیث: ۱۷۵۸۰، ج۶، ص۱۷۹)

سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ظلماً کسی کی ایک بالشت زمین دبالی اسے پانی تک پہنچ جانے تک کھدائی کرنے پھر اس مٹی کو اُٹھا کر میدانِ محشر میں لانے کا پابند بنایا جائے گا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۹۵، ج۲۲، ص۲۷۱)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو زمین کے کسی ٹکڑے پر ناحق قابض ہوا اسے 7 زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا اور اس کا نہ کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، مسند سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۷۴۰، ج۱، ص ۳۱۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! سب سے بڑا ظلم کون سا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: زمین کا وہ ایک گز جسے کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے حق میں سے کم کر دے، پس اس زمین کی ایک کنکری جو اس نے چھینی ہوگی اسے زمین کی تہہ تک اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور اس کی تہہ کو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ (المسند للامام احمد حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۷۷۳، ج۲، ص ۵۳)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا دھوکا زمین کا وہ ٹکڑا ہے جو تم زمین یا گھر کے 2 پڑوسیوں کے درمیان پاتے ہو، پھر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے حصے میں سے ایک گز زمین کم کر دیتا ہے تو اگر وہ اسے کم کریگا تو اسے 7 زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشجعی، الحدیث ۱۷۲۵۵، ج۶، ص ۱۱۰)

(209) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰه لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ، فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ . ثُمَّ قَرَاَ: (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ) (هود: 102) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے' تو جب اچانک پکڑتا ہے' تو اس کو موقعہ نہیں دیتا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اور اسی طرح تیرے ربّ کی گرفت ہے' جب وہ شہروں کو پکڑے اور وہ (اہل شہر) ظالم ہوں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ دردناک سخت ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تفسیر سورۃ ھود، ج ۳ص ۱۷۲۶، رقم: ۴۴۰۹ (دار ابن کثیر، بیروت) صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۴ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس بغیر حق، ج ۶ص ۹۴، رقم: ۱۱۲۸۷ مسند ابی یعلٰی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱۳ص ۲۵۱، رقم: ۷۳۲۲ مسند البزار، مسند حذیفہ بن یمان، ج ۷ص ۲۷۸، رقم: ۳۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ظالم میں تین احتمال ہیں: یا اس سے مراد لوگوں کے حقوق مارنے والا ہے یا مراد مطلقاً گنہگار یا کافر، پہلے معنی

زیادہ قوی ہیں۔ وہ بندہ خوش نصیب ہے جو پہلے گناہ پر ہی پکڑا جائے، وہ بہت ہی بدنصیب ہے جس کو گناہ پر نعمتیں ملتی رہیں۔ گناہ پر جلدی پکڑ نہ ہونا رب تعالیٰ کا غضب ہے کہ انسان اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

مزید فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں بستیوں سے مراد ان کفار کی بستیاں ہیں جن پر عذاب الٰہی آیا کہ وہاں کے باشندوں کو اولاً بہت ڈھیل دی گئی۔ پھر ہلاک کر دیئے گئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۹۴)

عارضی عیش وعشرت

محمد بن جعفر بن یحییٰ بن خالد بن بُرمَک سے منقول ہے کہ جب میرا دادا یحییٰ بن خالد بن برمک قید میں تھا تو میرے والد نے اس سے پوچھا: ابا جان! ہمیں حکومت وشان وشوکت ملی، ہمارے احکامات پر عمل کیا جاتا رہا، ہماری بڑی ٹھاٹھ باٹھ تھی، اب زمانے نے ہمیں قید کر دیا اور اُونی کپڑے پہننے تک نوبت آ گئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ میرے دادا نے کہا: اے میرے بیٹے! مظلوم کی پکار رات کے اندھیرے میں بلند ہوتی رہی اور ہم اس سے غافل رہے، لیکن علیم وخبیر پروردگار عَزَّ وَجَلَّ اس سے غافل نہیں، پھر چند اشعار پڑھے۔ جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے: کتنی ہی ایسی قومیں ہیں کہ ان کے صبح وشام نعمتوں اور آسائشوں میں گزرے اور زمانہ ان پر عیش وعشرت کی خوب بارش برساتا رہا، زمانہ ان سے خاموش رہا پھر جب بولا تو انہیں خون کے آنسو رُلانے لگا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، ظالموں سے ہماری حفاظت فرمائے اور مظلوموں کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(انسان کو ہر دم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ گناہوں میں ہر وقت مستغرق رہنے کے باوجود اگر ہمیں ڈھیل دی جاتی رہے تو اس ڈھیل سے خوش نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پکڑ سے ہر دم لرزاں وترساں رہنا چاہیے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ طاقت ودولت کے نشے میں آ کر کسی غریب ومظلوم کی بددعا نہیں لینی چاہیے، کسی بے گناہ پر ظلم وستم کے تیر چلانے والا ظالم وسخت دل شخص جب عذابِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی سب اَکڑ نکل جاتی ہے اور مظلوم کی دعا بہت جلد مقبول ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ظلم وستم اور تمام برے افعال سے اجتناب کرے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ہر دم ڈرتا رہے کہ نہ جانے ہمارے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی دائمی رضا عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(210) وَعَنْ مُّعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول

بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّكَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِّنْ اَھْلِ الْكِتَابِ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاِیَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ؛ فَاِنَّهٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

اللہ ﷺ نے (یمن) بھیجا تو فرمایا تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں' تو ان کو دعوت دو کہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر رات اور دن میں پانچ نماز فرض کی ہیں تو اگر وہ مان جائیں تو ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے زکوۃ فرض کی ہے' جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی اگر وہ یہ مان لیں تو (وصولی کے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے بچنا اور مظلوم کی بدعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج ۲ ص ۱۰۴، رقم: ۱۳۹۵ صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ج ۱ ص ۳۷، رقم: ۱۳۰ سنن الکبری للبیھقی، باب من قال لا یخرج صدقة قوم منھم من بلدھم، ج ۷ ص ۸، رقم: ۱۳۵۱۴ سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمة، ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۱۵۸۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة اخذ خیار المال فی الصدقة، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہٰذا عقلمند وہی ہے جو تنگدستی کے دن کے لئے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کر دے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لئے عفو و درگزر سے کام لیا کرو اللہ عزوجل تمہیں عزت عطا فرمادے گا اور یتیم کی آہ اور مظلوم کی بدعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دونوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ (بحر الدموع مولف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے

لئے بددعا کردوں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسعد بن ابی وقاص... الخ، ج ۶، ص ۱۹۰)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے انکو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ۴ھ میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔ (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۸) (وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث: ۳۹۸۹، ج ۳، ص ۱۵) (وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب

المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

ولی کے گستاخ کا عبرتناک انجام

ابن سقا جو کہ بغداد کا مشہور فاضل اور ذہین شخص تھا، اللہ عزوجل کے ایک ولی کی گستاخی کا مرتکب ہوا، ان کی ولایت کا انکار کیا تو انہوں نے اسے بددعا دی، یہ قسطنطنیہ منتقل ہوا، وہاں ایک عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا، پھر اس کی وجہ سے نصرانی ہو گیا، اس کے بعد کسی موذی مرض میں مبتلا ہوا تو اسے سڑک پر پھینک دیا گیا، تو وہ بھیک مانگنے لگا، وہاں سے اس کا کوئی جاننے والا گزرا، اس نے اس سے واقعہ دریافت کیا تو اس نے اپنی آزمائش کا حال سنا دیا اور بتایا: میں نصرانی ہو گیا ہوں اور اب قرآن پاک کا کوئی ایک حرف یاد کرنے پر بھی قدرت نہیں پاتا اور نہ ہی میرے دل میں اس کا خیال آتا ہے۔ اس شخص کا بیان ہے پھر میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہاں سے گزرا تو میں نے اسے نزع کے عالم میں پایا، اس کا چہرہ مشرق کی طرف تھا میں جب بھی اسے قبلہ کی طرف پھیرتا تو وہ پھر مشرق کی طرف پھر جاتا اور روح نکلنے تک ایسے ہی رہا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفّٰی ۹۷۴ھ)

(211) وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ: ابْنُ اللُّتْبِیَّۃِ عَلَی الصَّدَقَۃِ، فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَ: ھٰذَا لَکُمْ، وَھٰذَا اُھْدِیَ اِلَیَّ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰہُ، فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ: ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا ھَدِیَّۃٌ اُھْدِیَتْ اِلَیَّ، اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ اُمِّہٖ حَتّٰی تَاْتِیَہٗ ھَدِیَّتُہٗ اِنْ کَانَ صَادِقًا، وَاللّٰہِ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّہٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَحْمِلُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، فَلَاَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ لَقِیَ اللّٰہَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَّہٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَۃً لَّھَا خُوَارٌ، اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رُؤِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابو حمید عبد الرحمن بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ازد قبیلہ کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کی وصولی پر عامل بنایا۔ اس کا نام ابن لتبیہ تھا۔ جب وہ واپس آیا' تو کہنے لگا یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے کسی کو اس کام پر مقرر کرتا ہوں جو ایسے امور سے ہے جن پر مجھے اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے وہ واپس آکر کہتا ہے یہ تمہارے لیے اور یہ میرے لیے وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ اس کا ہدیہ اس کے پاس آتا اگر سچا ہوتا۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی جو چیز ناحق لے گا وہ روز حشر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت اس کو اٹھائے ہوئے ہوگا میں کسی کو اس طرح نہ دیکھوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت بلبلاتے ہوئے اونٹ کی آواز نکالتا ہوا ممیاتی ہوئی گائے یا بکری کو اٹھائے

ہوئے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے حتیٰ
کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ نے
تین بار کہا: اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب احتیال العامل لیھدی له، ج ٦ ص ٢٥٥، رقم: ٦٥٧٨ صحیح مسلم، باب تحریم هدایا العمال، ج ٩ ص ١١، رقم: ٤٨٤٥ صحیح ابن خزیمه، باب صفة اتیان الساعی یوم القیامة، ج ٢ ص ٥٢، رقم: ٢٣٤٠ جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی عامل الزکوٰة وما یجب له وعلیه، ج ٢ ص ٦٣٦، رقم: ٢٤٣٦)

شرح حدیث: جہنّم میں پھینکا جائے گا

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو شخص دس افراد کا حاکم بنا پھر ان کے درمیان فیصلے کرتا رہا، لوگوں نے اس کے فیصلے پسند کئے ہوں یا ناپسند۔ قیامت کے دن اُسے اِس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اُس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے۔ اب اگر (دنیا میں) اللہ عزوجل کے نازِل فرمائے ہوئے اَحکام کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا اور رشوت بھی نہ لی ہوگی اور نہ ہی ظُلم کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو آزاد فرمادے گا اور اگر اللہ عزوجل کے نازِل فرمودہ اَحکام کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا، رشوت بھی لی ہوگی اور ناانصافی کی ہوگی تو اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے ساتھ باندھا جائے گا پھر اسے جہنّم میں پھینک دیا جائے گا تو یہ جہنّم کی تہ تک پانچ سو سال میں بھی نہ پہنچ سکے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۱۴۰ حدیث ۷۱۵۱ دارالمعرفۃ بیروت)

مالِ حرام کے شَرعی احکام

حرام مال کی دوصورتیں ہیں: (۱) ایک وہ حرام مال جو چوری، رشوت، غصب اور انہیں جیسے دیگر ذرائع سے مِلا ہو اِس کو حاصِل کرنے والا اِس کا اصلاً یعنی بالکل مالِک ہی نہیں بنتا اور اِس مال کے لئے شَرعاً فرض ہے کہ جس کا ہے اُسی کو لوٹا دیا جائے وہ نہ رہا ہو تو وارثوں کو دے اور ان کا بھی پتا نہ چلے تو بِلانیّتِ ثواب فقیر پر خیرات کردے (۲) دوسرا وہ حرام مال جس میں قبضہ کرلینے سے مِلکِ خبیث حاصِل ہوجاتی ہے اور یہ وہ مال ہے جو کسی عقدِ فاسد کے ذَرِیعہ حاصِل ہوا ہو جیسے سُود یا داڑھی مُونڈنے یا خشخشی کرنے کی اُجرت وغیرہ۔ اِس کا بھی وُہی حکم ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس کو مالِک یا اِس کے وُرثا ہی کو لوٹانا فرض نہیں اوّلاً فقیر کو بھی بِلانیّتِ ثواب خیرات میں دے سکتا ہے۔ البتّہ افضل یہی ہے کہ مالِک یا وُرثا کو لوٹادے۔

(ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۱، ۵۵۲ وغیرہ)

ہدیہ قبول کرنے سے اجتناب

حضرت سیّدُ نا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، حضرت سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبزی سے سحری اور افطاری کرتے۔ اکثر اوقات روٹی کو نمک سے ملا کر تناول فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلیٹ بطورِ ہدیہ پیش کی، اس میں سیب اور مختلف پھل رکھے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے کچھ کھائے بغیر واپس لوٹا دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کیا نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہدیہ قبول نہ فرماتے تھے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، لیکن رسولِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف بھیجا ہوا ہدیہ، ہدیہ تھا جبکہ ہمارے اور ہمارے بعد والوں کے لئے رشوت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۷۷۲۷، ج ۵، ص ۳۲۷)

(212) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ، مِنْ عِرْضِهِ اَوْ مِنْ شَیْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ ؛ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جس کے ذمہ اپنے بھائی پر کیا ہوا ظلم اس کی عزت یا کسی اور چیز کے سلسلہ میں موجود ہو تو وہ اس سے آج معاف کرا لے اس سے پہلے کہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ اگر اس کا عمل اچھا ہوگا' تو مقدار ظلم کے ساتھ وہ عمل ضائع کیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے ساتھی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القصاص یوم القیامۃ، ج ۵ص۲۳۹، رقم: ۶۱۶۹سنن الکبری للبیھقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل، ج ۳ص۲۶۹، رقم: ۶۴۲۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، ج ۴ص۶۱۳، رقم: ۲۴۱۹مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ خالد بن حمید المھری، ج ۲ص۲۷۳، رقم: ۱۳۲۶مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص۴۳۸، رقم: ۸۴۶۷)

شرح حدیث: شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الاعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب جنتی زیور میں لکھتے ہیں:

حقوق کو ادا کرو یا معاف کرالو!

اگر کسی کا تمہارے اوپر کوئی حق تھا اور تم اس کو کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکے تو اگر وہ حق ادا کرنے کے قابل کوئی چیز ہو مثلاً کسی کا تمہارے اوپر قرض رہ گیا تھا تو اس کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو خود حق والے کو اس کا حق دے دو۔ یعنی جس سے قرض لیا تھا اسی کو قرض ادا کر دو یا اس سے قرض معاف کرا لو اور اگر وہ شخص مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق یعنی

قرض ادا کردو۔ اور اگر وہ حق ادا کرنے کی چیز نہ ہو بلکہ معاف کرانے کے قابل ہو مثلاً کسی کی غیبت کی ہو یا کسی پر تہمت لگائی ہو تو ضروری ہے کہ اس شخص سے اس کو معاف کرالو۔ اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ ان کے حقوق کو معاف کراسکا نہ ادا کرسکا۔ مثلاً صاحبان حق مرچکے ہوں تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا رہے تو امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبان حق کو بہت زیادہ اجر وثواب دے کر اس بات کے لئے راضی کردے گا کہ وہ اپنے حقوق کو معاف کردیں۔ اور اگر تمہارا کوئی حق دوسروں پر ہو۔ اور اس حق کے ملنے کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ تقاضا کرتے رہو۔ اور اگر وہ شخص مرگیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے حق کو معاف کردو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں بہت بڑا اور بہت زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عام طور پر لوگ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ہی اہم نہایت ہی سنگین اور بے حد خوفناک ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے زیادہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں معاف فرمائے گا۔ جب تک بندے اپنے حقوق کو نہ معاف کردیں۔ لہٰذا بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرالینا بے حد ضروری ہے ورنہ قیامت میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس درہم اور دوسرے مال وسامان نہ ہوں وہی مفلس ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ وہ قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیوں کو لے کر میدان حشر میں آئے گا مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھالیا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب حقوق والے اپنے اپنے حقوق کو طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کو ان کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کے حقوق نہ ادا ہوسکے بلکہ نیکیاں ختم ہوگئیں اور حقوق باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر لادو۔ چنانچہ سب حق والوں کے گناہوں کو یہ سر پر اٹھائے گا پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ شخص سب سے بڑا مفلس ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۱، ص ۱۳۹۴)

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ یا تو حقوق کو ادا کردو۔ یا معاف کرالو۔ ورنہ قیامت کے دن حقوق والے تمہاری سب نیکیوں کو چھین لیں گے اور ان کے گناہوں کا بوجھ تم اپنے سر پر لے کر جہنم میں جاؤ گے۔ خدا کے لئے سوچو کہ تمہاری بے کسی و بے بسی اور مفلسی کا قیامت میں کیا حال ہوگا۔ (جنتی زیور صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵)

(213) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے، جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو چھوڑ دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ج ۱ص۱۱، رقم: ۱۰صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای أموره افضل، ج ۱ص۴۸، رقم: ۱۷۱الاداب للبیهقی، باب فضیلة الصمت وحفظ اللسان، ص۱۷۷، رقم: ۲۹۸المستدرك للحاكم، كتاب الایمان، ج ۱ص۵۴، رقم: ۲۲سنن ترمذی، باب ما جاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ج ۵ص۱۷، رقم: ۲۶۲۷)

شرحِ حدیث: وہ کیسے سلامتی پا سکتا ہے؟

حضرت سیِّدُ نا ہارون بن سعید بن ہیثم ایلی علیہ رحمۃ اللہ الولی نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی جیسا کوئی نہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں ہمارے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: ایک قریشی فقیہہ ہمارے پاس آئے ہیں۔ پس ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوبصورت چہرے والا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ہم انتظار کرتے رہے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کر لی تو گفتگو کا آغاز فرمایا۔ ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا کلام کرنے والا بھی کوئی نہ دیکھا۔

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی عام طور پر حقیقت، دُنیا سے بے رغبتی اور دلوں کے بھیدوں کے متعلق کلام فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: وہ شخص دُنیا سے کیسے بے رغبت ہو سکتا ہے جو آخرت کی معرفت نہیں رکھتا؟ وہ کیسے دنیا سے خلاصی پا سکتا ہے جو خود کو جھوٹی طمع سے خالی نہ کرے؟ وہ کیسے سلامتی پا سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ نہ ہوں؟ وہ کیسے حکمت پا سکتا ہے جس کا کلام رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے نہ ہو؟

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما واحکامھما، ج ۱، ص ۴۶)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان فرد واحد کی طرح ہیں جب اس کے سر میں تکلیف ہو تو بخار اور بے آرامی میں سارا جسم اس کا شریک ہوجاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین...الخ، رقم ۲۵۸۶، ص ۱۳۹۶)

مسلمان، مومن اور مہاجر کی تعریف

سَیِّدُ نا فُضالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت، پیکرِ جُودوسخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حَجَّۃُ الْوَداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمہیں مؤمن کے بارے میں خبر نہ دوں؟ پھر ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان اپنی جان اور اپنے اَموال سے بے خوف ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کی زَبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مجاہد وہ ہے جس نے اطاعتِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کے معاملے میں اپنے نَفس کے ساتھ جہاد کیا اور مہاجِر وہ ہے جس نے خطا اور گناہوں سے علیحدِگی اختیار کی۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۵۸)

(214) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامان پر ایک آدمی کی ڈیوٹی تھی اس کو کرکرہ کہا جاتا تھا وہ فوت ہوگیا رسول ﷺ نے فرمایا: وہ آگ میں ہے صحابہ اس کو دیکھنے لگے تو انہیں خیانت کی ہوئی چادر ملی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القليل من الغلول، ج ۲ ص ۱۱۹، رقم: ۲۹۰۹، السنن الصغرىٰ للبيهقي، باب تحريم الغلول في الغنيمة، ج ۳ ص ۱۰۲، رقم: ۳۹۵۶، جامع الاصول لابن اثير، الفرع الخامس في الغلول، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۱۲۱۵، مشكوة المصابيح، باب قسمة الغنائم، ج ۲ ص ۲۰۸، رقم: ۳۹۹۸)

شرح حدیث: خیانت کی تعریف: الخيانة هو التصرّف في الأمانة على خلاف الشرع.

یعنی: اجازتِ شرعیہ کے بغیر کسی کی امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے۔

(عمدۃ القاري، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ج ۱، ص ۳۲۸)

بدعہد، غدار، خائن اور دھوکے باز کی مذمت

حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن ہر خیانت کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا جس سے اس کی پہچان ہوگی۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب الغدر، الحدیث: ۷۶۸۶، ج ۳، ص ۲۰۷)

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر خائن کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: سن لو! یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحریم الغدر، الحدیث: ۴۵۳۰، ص۹۸۶)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بدعہدی کرنے والے ہر شخص کے لیے قیامت کے دن اس کی بدعہدی کے مطابق جھنڈا گاڑا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب البیعت، الحدیث: ۲۸۷۳، ص۲۶۵۰)

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر خائن کے لئے قیامت کے دن ایک عَلَم ہوگا جسے اس کی خیانت کے مطابق بلند کیا جائے گا، سن لو! حکمران سے بڑا خیانت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحریم الغدر، الحدیث: ۴۵۳۸، ص۹۸۶)

مالی مظالم سے توبہ

جاننا چاہیے! جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں مخلوط (یعنی ملاجُلا) مال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حرام کو الگ کردے اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اس نکالے ہوئے مال کو خرچ کردے۔

پہلی ذمہ داری: تمیز کرنے اور حرام مال کو الگ کرنے کے بارے میں ہے اگر وہ مال معلوم ہے، جو کسی سے چھینا ہے یا امانت وغیرہ کا مال ہے تو اس کا معاملہ آسان ہے، اگر وہ ملا ہوا ہے مثلاً اسے معلوم ہے کہ اس میں نصف مال حرام ہے یا ایسی تجارت سے کمایا ہے جس میں جھوٹ بولا اور خیانت کی تو اس پر اتنی مقدار الگ کردینا لازم ہے اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو احتیاط، ظنِ غالب اور یقین سے اسے الگ کردے۔

دوسری ذمہ داری: مال کو خرچ کرنے کے بارے میں ہے، جب وہ حرام مال الگ کردے تو اگر اس مال کا کوئی معین مالک ہو تو اسے لوٹادے اور اگر مالک نہ ہو تو ورثاء کی طرف لوٹادے اور اگر غائب ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرے یا جس جگہ وہ ہے وہاں پہنچانے کی مشقت اٹھائے اور اگر اس مال کا کوئی معین مالک نہ ہو تو اسے صدقہ کردے یا مسلمانوں کے مصالح مثلاً سرائیں، مساجد اور پل وغیرہ بنانے پر خرچ کردے، بہتر یہ ہے کہ کسی ایماندار قاضی کے سپرد کردے، بددیانت قاضی کے سپرد کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوگا اور اس حرام مال کو صدقہ کرنے اور مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کرنے کے جواز پر بہت سی احادیث اور اقوال دلالت کرتے ہیں۔

(215) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: السَّنَۃُ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا، مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ: ثَلَاثٌ مُّتَوَالِیَاتٌ: ذُو الْقَعْدَۃِ،

حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم گیا ہے' جس طرح زمین وآسماں کی تخلیق کے وقت اس کی حالت تھی۔ سال میں بارہ ماہ ہیں۔ ان میں سے چار حرمت وعزت والے ہیں۔ تین لگاتار ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم

وذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ، اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، قَالَ: اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ. قَالَ: اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ. قَالَ: اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عليكم حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ، الا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، الا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَّبْلُغُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ، ثُمَّ قَالَ: اِلَا هَلْ بَلَّغْتُ، الا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور مضر قبیلے کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانے پس آپ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہم نے کہا: جی ہاں! فرمایا: یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے پھر فرمایا: کیا یہ خاص شہر نہیں ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں فرمایا یہ کون سا دن ہے ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کا کچھ اور نام رکھ دیں گے۔ پھر فرمایا کیا یہ یوم نحر نہیں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں فرمایا بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس ماہ میں اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے عنقریب تم اپنے ربّ کو ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خبر دار میرے بعد کفار نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبر دار حاضر غیر حاضر کو پہنچا دے ہوسکتا ہے، جس تک بات پہنچائی جائے وہ سننے والوں میں سے بعض کی نسبت زیادہ سمجھ والا ہو۔ پھر آپ نے اس کے بعد کہا خبر دار کیا میں نے پہنچا دیا ہے۔ خبردار کیا میں نے پہنچا دیا ہے ہم نے عرض کیا: ہاں آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال الاضحی یوم النحر، ج ۱،ص ۱۰۰، رقم: ۵۵۰۰ صحیح مسلم، باب تغلیظ

تحریم الدماء والاعراض والاموال، ج ۵ص۱۰۷، رقم: ۴۴۰۶؛ السنن الکبری للبیہقی، باب من کرہ ان یقال للمحرم صفر، ج ۵ص۱۶۵، رقم: ۱۰۰۵۴؛ سنن ابوداؤد، باب الاشہر الحرم، ج ۲ص۱۴۰، رقم: ۱۹۴۹؛ صحیح ابن حبان، باب الجنایات، ج ۱۳ص۳۱۲، رقم: ۵۹۷۳ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں دو حرکتیں کرتے تھے ایک تو کبھی سال کو تیرہ ماہ کا بنا دینا۔ دوسرے مہینوں کی تبدیلی اگر اُن کی جنگ کے زمانہ میں ماہ حرم مثلاً رجب آجاتا اور ابھی جنگ باقی ہوتی تو اسے کوئی اور مہینہ قرار دے لیتے تاکہ جنگ جاری رکھ سکیں، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد کسی اور مہینے کو رجب مان لیتے، یوں ہی بقرعید میں تبدیلی کر لیتے تھے تاکہ حج جس موقعہ پر آسان ہو اس پر کرلیں۔ چنانچہ جس سال جناب آمنہ خاتون حاملہ ہوتی ہیں اسی سال رجب کو بقرعید مان کر حج کیا گیا تھا اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ جناب آمنہ کا حاملہ ہونا ایام منٰی میں ہوا، جس سال حضور انور نے حج کیا اسی سال حسن اتفاق سے سال بارہ ماہ کا ہوا اور ہر مہینہ اپنے اصل پر منایا گیا۔ اس فرمان عالی میں یہ ہی ارشاد ہے کہ اس سال ہر مہینہ اس وقت ہوا ہے جس وقت رب نے اسے مقرر کیا تھا مہینے گھومتے پھرتے ہوئے اس سال اپنے صحیح وقت پر گزرے۔ ہماری اس تقریر سے وہ اعتراض اٹھ گیا کہ جب استقرار حمل شریف ایام حج میں ہوا اور ربیع الاول میں ولادت مبارک ہوئی تو نو ماہ کیسے پورے ہوئے۔ معلوم ہو گیا کہ وہ ماہ رجب تھا جسے بقرعید بنا کر حج کیا گیا تھا۔

- مزید فرماتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں یہ چار ماہ بڑی حرمت والے تھے جن میں جنگ حرام تھی، اسلام میں ان مہینوں کی حرمت تو برقرار رکھی کہ ان میں گناہ کو سخت جرم قرار دیا جیسے بحالت احرام حرم شریف میں گناہ سخت جرم ہے مگر جنگ کی حرمت کو منسوخ فرمادیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف شوال میں اور غزوہ حنین ذی قعدہ میں کیا، حضور انور کے بعد صحابہ کرام ہر مہینہ میں جہاد کرتے رہے۔ مضر ایک قبیلہ کے مورث اعلیٰ کا نام ہے جس کے نام سے یہ قبیلہ مضر کہلاتا ہے، چونکہ وہ شخص لسی بہت پسند کرتا تھا اور اس کا رنگ بھی لسی کی طرح سفید تھا اس لیے اسے مضر کہتے تھے، مُضر کے معنے ہیں میٹھا یا لسی، چونکہ یہ قبیلہ ماہ رجب کا بہت ہی ادب و احترام کرتا تھا اس لیے رجب اس قبیلہ کی طرف منسوب فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ ۸ھ میں فتح ہوا، اس سال حضور انور نے امیر الحج عتاب ابن اسید کو مقرر کیا اور ۹ھ کے حج کا امیر ابوبکر صدیق کو اور ۱۰ھ میں خود حج فرمایا تو یقیناً ۹ھ و ۱۰ھ میں بھی ہر مہینے اپنے موقعہ پر تھا اور حج صحیح وقت پر ادا ہوا تھا ورنہ سرکار کبھی غلط وقت پر حج کی اجازت نہ دیتے لہذا اس جملہ شریف کے یہ معنے نہیں کہ صرف اس سال ہی سال درست گزرا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سال صحیح حج ہوا گزشتہ سالوں کی طرح اور اب تم مہینے اس حساب سے گزارنا۔ (مرقات و فتح الباری) خیال رہے کہ قبیلہ مضر نے ماہ رجب میں کبھی تبدیلی نہ کی تھی اس لیے رجب کو انہیں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور

انہیں کے رجب سے حساب لگتا تھا۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ صحابہ کرام کا ادب بارگاہ رسالت ہے کہ باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ آج حج ہے، بقرعید کا مہینہ ہے، دسویں ذی الحجہ ہے مگر جواب نہ دیا کیونکہ رب نے فرمایا: لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ خاموش رہنا اہتمام کے لیے تھا کہ جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہو وہ یادخوب رہتی ہے، اس جواب سے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ رسول جانیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب کے ساتھ کرنا شرک نہیں عین ایمان ہے، اللہ رسول کے ملانے کا نام ایمان ہے الگ کرنے کا نام کفر، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ اور فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔

حدود حرم کے فضائل پر ارشاد فرماتے ہیں:

عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے اس لیے حضور نے ارشاد فرمایا جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلمًا برباد کرنا سخت تر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ محققین علماء فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا اور قیامت میں رب تعالیٰ تمہارے ہر چھوٹے بڑے جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال رکھو حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو۔

آخر میں اہم ترین نکتہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں ضلال فرمایا گیا ضال کی جمع، بعض روایات میں کفار ہے یعنی میرے بعد تم لوگ گمراہ یا کفار جیسے ظالم نہ بن جانا کہ بعض مسلمان بعض کو ظلمًا قتل کرنے لگیں، یہ خطاب صرف صحابہ کرام سے نہیں بلکہ تاقیامت ساری امت سے ہے۔ خیال رہے کہ آخری خلافت عثمانیہ اور خلافت مرتضویہ میں جو صحابہ کرام میں لڑائیاں ہوئیں وہ غلط فہمی یا خطاء اجتہادی کی بنا پر تھیں نہ کہ نفسانیت وظلم سے جیسے حضرت خالد نے خود حضور انور کے زمانہ میں ایک قوم کو جنہوں نے صبانا کہا تھا کافر سمجھ کر قتل کر دیا اور حضور انور نے حضرت خالد کو نہ فاسق قرار دیا نہ ظالم یا کافر بلکہ انہیں توبہ کا بھی حکم نہ دیا۔ یہاں ظالم قاتل کو کافر یا گمراہ فرمانا عمل کے لحاظ سے ہے نہ کہ عقیدے کے اعتبار سے یعنی یہ قتل وخوں ریزی کفار کا طریقہ ہے، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تم لوگ نماز قائم کرو مشرکوں سے نہ ہو جاؤ حالانکہ نماز نہ پڑھنا شرک نہیں لہٰذا اس حدیث سے روافض یہ نہیں کہہ سکتے کہ صحابہ حضور کے بعد آپس کی جنگوں کی وجہ سے کافر ہو گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین چیزیں فرمائیں: اپنی تبلیغ پر تمام کو گواہ بنایا، اب بھی حجاج روضہ اقدس پر

عرض کرتے ہیں یارسول اللہ آپ نے پوری تبلیغ فرمادی یہ عرض اس سوال کا جواب ہے۔ دوسرے تمام صحابہ کو احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا علماء کو چاہیے کہ دین چھپائیں نہیں، یہ حضور کی امانت ہے امت کے حوالہ کردیں۔ تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا چمن اسلام میں پھول کھلتے رہیں گے میرے بعد بعض علماء آج کل کے بعض صحابہ سے زیادہ ذہین ونکتہ رس ہوں گے، رب نے اپنے حبیب کی اس بات کو کیسا سچا کیا۔ سبحان اللہ! چاروں امام مجتہدین دیگر فقہاء صوفیاء بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے ان ہی احادیث سے قیمیک موتی نکالے دین کو واضح کردیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۷۲)

(216) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِينِهِ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق جھوٹی قسم کے ساتھ کاٹا اللہ نے اس کے لیے آگ کو لازم کردیا اور جنت کو حرام کردیا ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ معمولی چیز ہو۔ فرمایا: اگرچہ پیلو کی لکڑی کا ٹکڑا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم، ج ۱ص ۸۵، رقم: ۳۷۰ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مفضل، ج ۱ص ۹۰، رقم: ۹۲۱۹ سنن الدارمی، باب فیمن اقتطع مال امریء مسلم بیمینه، ج ۲ص ۳۳۵، رقم: ۲۶۰۳ سنن الکبری للنسائی، باب القضاء فی قلیل الماء و کثیرہ، ج ۳ص ۴۸۱، رقم: ۵۹۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے، یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے۔ (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم۔ مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہ ہی سزا ہے لہذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون ومال کی طرح محترم ہیں اس لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے، پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۵۶)

جھوٹی قسم کھانے والے کی حشر میں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے

ایک حَضرَمی (یعنی مُلکِ یَمَن کے شہر حَضرَ مَوت کے باشندے) اور ایک کِندی (یعنی قبیلۂ کِندَہ سے وابستہ ایک شخص) نے مدینے کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی بارگاہِ انور میں یَمَن کی ایک زمین کے مُتعلِّق اپنا جھگڑا پیش کیا، حَضرَمی نے عَرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم! میری زمین اِس کے باپ نے چھین لی تھی، اب وہ اِس کے قبضے میں ہے۔ تو نبیِّ مُکرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی گواہی ہے؟ عرض کی: نہیں، لیکن میں اِس سے قسم لوں گا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ میری زمین ہے جو اِس کے باپ نے غَصب کر لی تھی۔ کِندی قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا تو رسولِ اکرم، شَہَنشاہِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو (جھوٹی) قسم کھا کر کسی کا مال دبائے گا وہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں اس حالت میں پیش ہو گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ سُن کر کِندی نے کہہ دیا کہ یہ زمین اُسی (یعنی حَضرَمی) کی ہے۔

(سُنَنِ ابوداؤد ج ۳ ص ۲۹۸ حدیث ۳۲۴۴)

مُفسّرِ شہیر، حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: سُبحٰنَ اللہ! یہ ہے اثر اُس زبانِ فیض ترجمان کا کہ دو کلمات میں اُس (کِندی) کے دل کا حال بدل گیا اور سچی بات کہہ کر زمین سے لا دعویٰ ہو گیا۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۴۰۳)

جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو وِیران کر چھوڑتی ہے (فتاوٰی رضویہ مُخرَّجہ ج ۶ ص ۶۰۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانِستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفّارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنَّم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۱) ذرا غور کیجیے کہ اللہ عزوجل جس نے ہمیں پیدا کیا، پوری کائنات کو تخلیق کیا (یعنی بنایا)، جس پر ہر ہر بات ظاہر ہے، کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں، حتّٰی کہ دلوں کے بھید بھی وہ خوب جانتا ہے، جو رَحمن و رحیم بھی ہے اور قہّار و جبّار بھی ہے، اُس ربُّ الانام کا نام لے کر جھوٹی قسم کھانا کتنی بڑی نادانی کی بات ہے اور وہ بھی دُنیا کے کسی عارِضی (وَقتی) فائدے یا چند سِکّوں کے لئے!

(217) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُوْلًا يَأْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو ہم نے کسی کام پر لگایا اس نے ہم سے سوئی یا اس سے بڑھ کر کوئی چیز چھپائی تو وہ خیانت ہے اس کو روزِ قیامت لے کر آئے گا' تو ایک سیاہ رنگ کا انصاری آدمی کھڑا ہو

اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ، قَالَ: وَمَا لَكَ؟ قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ: وَاَنَا اَقُوْلُهُ الْاٰنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيْلِهٖ وَ كَثِيْرِهٖ، فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ، وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے اپنا کام واپس لینا قبول فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: کس لیے کہنے لگا میں نے اس بارے آپ سے ایسے ایسے سنا آپ نے فرمایا: اور میں اب بھی کہتا ہوں جس کو ہم کسی کام پر عامل بنائیں اسے سب تھوڑا اور زیادہ لانا چاہئے جو اس کو (ہماری طرف سے) دیا جائے وہ قبول کرے اور جس سے اسے روکا جائے رک جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ھدایا العمال، ج۶ص۱۲، رقم: ۴۸۴۸الاحاد والمثانی، من اسمه عدی بن عمیرہ الکندی رضی اللہ عنه، ج۳ص۳۸۴، رقم: ۲۲۲۶السنن الکبری، باب غلول الصدقة، ج۴ص۱۵۸، رقم: ۷۴۱۲المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عدی بن عمیرہ الکندی، ج۱۲ص۱۰۷، رقم: ۱۳۹۴۸مسند امام احمد، مسند عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنه، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۱۷۷۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح (آئے گا) کہ خیانت کا مال اس کے سر پر ہوگا اور قیامت کے دن رسوا ہوگا جیسے زکوۃ نہ دینے والے کا مال خود مالک پر سوار ہوگا جس سے اسے تکلیف بھی ہوگی اور رسوائی بھی، یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رب تعالٰی قیامت میں اس امت کے چھپے ہوئے گناہ چھپائے گا، علانیہ گناہ اور بعض دوسرے گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ظاہر فرمادے گا لہٰذا یہ حدیث ان پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

ان انصاری کا نام معلوم نہ ہوسکا، یہ کسی جگہ عامل مقرر ہو کر جارہے تھے یہ وعید سن کر اپنے میں اتنی احتیاط کی قوت نہ دیکھی انہوں نے استعفٰی پیش کیا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۰)

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عامل

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے کسی عامل (یعنی صدقات جمع کرنے والے) کی طرف مکتوب بھیجا (جس میں لکھا تھا): امابعد! جب اللہ عزوجل تمہیں بندوں پر ظلم کرنے کی قدرت دے تو اس بات کو یاد رکھنا کہ اللہ عزوجل کو تم پر کتنی قدرت ہے اور جان لو کہ تم ان پر جو بھی ظلم کروگے وہ ظلم ان کی موت کے بعد ان سے دور ہوجائے گا جب کہ اس کی شرمندگی اور آخرت میں جہنم کی آگ تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہے گی اور یہ بھی جان لو کہ اللہ عزوجل ظالم

سے مظلوم کا حق ضرور دلائے گا اور باز آجاؤ اور ایسے لوگوں پر ظلم کرنے سے بچتے رہو جن کا تمہارے مقابلہ میں اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی مددگار نہیں کیونکہ اللہ عزوجل جب اپنی جانب بندے کی سچی التجاء اور اضطرار دیکھتا ہے تو فوراً اس کی مدد فرماتا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔ (پ20، النمل:62)

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْكَبَائِر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

(218) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ، وفُلَانٌ شَهِيْدٌ، حَتّٰى مَرُّوا عَلٰى رَجُلٍ، فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا، اِنِّيْ رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے کہ جب خیبر کا دن تھا تو نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک جماعت متوجہ ہوئی اور کہنے لگی: فلاں شہید ہے فلاں شہید ہے۔ حتیٰ کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو کہا فلاں شہید ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں میں نے اسے ایک چادر کی خیانت کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب غلظ تحریم الغلول وانه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج۱ص۷۵، رقم: ۳۲۲، صحیح ابن حبان، باب الغلول، ج۱۱ص۱۹۶، رقم: ۴۸۵۷ (مؤسسة الرسالة، بیروت) مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج۱ص۳۰، رقم: ۲۰۳، مصنف ابن ابی شیبة، باب غزوة خیبر، ج۱۴ص۴۶۶، رقم: ۳۸۰۴۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الخامس فی الغلول، ج۱ص۶۲۲، رقم: ۱۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے ہم نے خیبر میں سترہ شہداء خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں جن میں سے حضرت سلمہ ابن اکوع اور براء ابن بشر کے نام معلوم ہو سکے، باقی کے نام ہمارے مزور کو بھی معلوم نہ تھے۔ واللہ اعلم! ان بزرگوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور فوراً جنت میں پہنچ گئے کیونکہ شہید کی روح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اس لیے اسے شہید کہتے ہیں یعنی جنت میں حاضر ہو جانے والا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۰)

شیطان کی مکاری

حضرتِ سیدنا سَبْرَہ بن فاکِہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سَیِّدُ المبلغین ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک شیطان آدمی کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے، تو اسلام قبول کر رہا ہے اور اپنا اور اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ آدمی شیطان کی بات نہ مانے اور مسلمان ہوجائے تو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو ہجرت کر رہا ہے اور اپنے گھر بار، اپنی چھت اور سرزمین کو چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ شیطان کی بات نہ مانے اور ہجرت کرلے تو شیطان بندے کے جہاد میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو جہاد کر رہا ہے حالانکہ جہاد تو جان اور مال کے لئے ہوتا ہے کہ تو جہاد کر کے کسی عورت سے نکاح کریگا اور مال غنیمت حاصل کریگا۔ پھر اگر وہ اس کی بات نہ مانے اور جہاد کرے تو جو ایسا کریگا اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اسے اسکی سواری گرا کر مار دے اور اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر ، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۴، ج ۷، ص ۵۷)

شہداء کا مقام

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد اور اللہ عزوجل کے کلمات کی تصدیق کی غرض سے نکلے اللہ عزوجل اسے اپنی جنت میں داخل کرنے یا ثواب یا غنیمت کے ساتھ واپس گھر پہنچانے کی ضمانت دیتا ہے۔ (پ17، الحج:58،59) (بخاری، کتاب التوحید، رقم ۷۴۶۳، ج ۴، ص ۵۶۳)

حضرتِ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت کے اوپر چڑھ گئے اور مجھے ایک بہت خوبصورت اور فضیلت والے گھر میں داخل کردیا، میں نے اس جیسا گھر کبھی نہیں دیکھا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۹۱، ج ۲، ص ۲۵۱)

(219) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ قَامَ فِيهِم، فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ

حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے ان سے ذکر کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان سب اعمال سے افضل ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ارشاد فرمائیں اگر میں اللہ کی راہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ، تُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، اِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، اِلَّا الدَّيْنَ، فَاِنَّ جِبْرِيْلَ-عَلَيْهِ السَّلَامُ- قَالَ لِيْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جبکہ تو صبر کرنے والا ثواب سمجھنے والا متوجہ ہونے والا ہو۔ پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے کیسے کہا: اس نے عرض کیا: اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں کیا میرے گناہ مجھ سے مٹا دیے جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ہاں اگر (میدان جنگ میں) تو صبر کرنے والا ثواب کا امیدوار، بڑھ کر حملہ کرنے والا پیٹھ پھیرنے والا نہیں ہو گا۔ سوائے قرض کے کیونکہ مجھے جبریل نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفر تخطایاہ الا الدین، ج ۶ص۳۷، رقم: ۲۹۸۸ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء من التشدید فی الدین، ج ۵ص۳۵۵، رقم: ۱۱۲۸۱ موطأ امام مالك، باب الشھداء فی سبیل اللہ، ج ۲ص۴۶۱، رقم: ۹۸۶ (داراحیاء التراث، مصر) سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یستشھد وعلیہ دین، ج ۲ص۲۱۲، رقم: ۱۷۱۲ سنن الکبرٰی للنسائی، باب من قتل فی سبیل اللہ وعلیہ دین، ج ۳ص۲۲، رقم: ۴۳۶۳)

شرح حدیث: قرض بہت ہی بڑا بوجھ ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر ہم اسے سرکار ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کا جنازہ پڑھائیں، ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھایئے۔ پس آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ 2 دینار ہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم واپس چلے گئے، حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: 2 دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تحقیق قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بری ہے۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کے بعد ایک دن استفسار فرمایا: ان 2 دیناروں کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی: وہ

شخص توکل فوت ہوگیا۔آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: آنے والے کل اسے (یعنی قرض خواہ کو) لوٹا دینا۔حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عَرض کی: میں نے وہ ادا کردیے ہیں۔تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: اب اس کا جسم عذاب سے بری ہوگیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۵۴۳، ج ۵، ص ۸۳)

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، وہ شخص جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جان دی ہے (یعنی شہید ہوا ہے) اس کا ہر گناہ معاف ہوجائے گا سوائے قرض کے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ، الحدیث ۱۸۸۶، ص ۱۰۴۶)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔جو لوگوں کا مال بطورِ قرض لے اور وہ نیت اس کے ادا کرنے کی رکھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف سے ادا کردے گا۔اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کردے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض......الخ، باب من اخذ اموال الناس....الخ، الحدیث ۲۳۸۷، ج ۲، ص ۱۰۵)

دیکھا آپ نے جس شخص نے اپنی جان تک اللہ عزوجل کی راہ میں قربان کردی اس پر بھی اگر کسی کا قرضہ ہے اور وہ ادا کرکے نہیں آیا ہے تو وہ معاف نہ ہوگا کیونکہ یہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کریگا۔

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں فراخ دلی کے ساتھ بہ نیت ثواب حاجتمندوں کو قرض دینے اور قرضدار کے ساتھ نرمی کرنے اور اپنے اوپر آتا ہوا قرض دیانتداری سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مجھ سے زیادہ کون عدل کرنے کا حق دار ہے؟

اس نے کہا: کیوں نہیں، اور کون شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے زیادہ عادل ہوسکتا ہے۔یہ سن کر حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، پھر ارشادفرمایا: اس نے سچ کہا، مجھ سے زیادہ کون عدل کرنے کا حق دار ہے، اللہ عزوجل اس قوم کو پاک نہیں کرتا جس کا کمزور طاقتور سے اپنا حق پریشان ہوئے بغیر وصول نہیں کرسکتا۔پھر ارشاد فرمایا: اے خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! شمار کرو اور اسے پورا ادا کرو، جو قرض دینے والے سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ اس سے راضی تھا تو اس کے لئے زمین کے چوپائے اور سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، نیز جو بندہ قدرت کے باوجود اپنے قرض دینے والے سے ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ عزوجل ہر دن اور رات اس کا گناہ لکھتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۰۲۹، ج۴، ص۱۰)

(220) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ. فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِیَامٍ وَزَكَاةٍ، وَّیَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا، وقَذَفَ هٰذَا، وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ، اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو پتہ ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں سے مفلس وہ شخص ہے، جس کے پاس درہم ہوں نہ سامان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: نہیں میری اُمت میں سے مفلس وہ ہے، جو روز حشر نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے گالی دی ہوگی کسی پر الزام لگایا ہوگا کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا، پس ان کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ ان کے حقوق پورے ہونے سے قبل اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اٹھا کر اس پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۴ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس بغیر حق، ج۶ ص۹۳، رقم: ۱۱۸۳۸ صحیح ابن حبان، باب الزنا وحدہ، ج۱۰ ص۲۵۹، رقم: ۴۴۱۱ مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ، ج۱۲ ص۳۰۲، رقم: ۶۴۹۹ (دار المامون للتراث دمشق) المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ ص۱۵۶، رقم: ۲۷۷۸)

شرح حدیث: حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے تھے خواہ معمولی سی چیز مثلاً کسی کی خلال یا سوزن ہی ہو تو اس سے بھی ڈرتے تھے۔ خصوصاً جب اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تو ان کے خوف و کرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی کہ ہمارے پاس تو کوئی ایسی نیکی نہیں جسے خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لیکر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حقوق العباد نہ ادا کرنا

بندوں کے حقوق کا ادا کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے اور بندوں کے حقوقِ واجبہ نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ یا تو حقوق ادا کر دے یا صاحبان حقوق سے

حقوق معاف کرالے کیوں کہ جب تک بندے نہ معاف کردیں۔اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فاتوا کل ذی حق حقه یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۹۶۸، ج۱، ص ۶۴۷)

آج کل بہت سے مسلمان دوسروں کے مال و سامان اور زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرض لے کر اس کو ادا نہیں کرتے بعض لوگ مزدوروں کی مزدوری ملازموں کی تنخواہ دبا کر بیٹھ رہتے ہیں یہ سب حقوق العباد ہیں۔ جو ان حقوق کو ادا نہ کریگا یا نہ معاف کرائے گا۔ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

اسی طرح مسلمان پر اس کے ماں باپ، بھائیوں بہنوں، بیوی بچوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ہیں کہ سب کے ساتھ نیک سلوک کرے اگر ان لوگوں کے حقوق کو نہ ادا کریگا تو قیامت کے دن حقوق العباد میں ماخوذ اور عذاب جہنم میں گرفتار ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(221) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَاَقْضِيَ لَهٗ بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْحَنَ اَيْ: اَعْلَمُ.

حضرت اُم سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بشر ہوں تم میری طرف جھگڑا لے کر آتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے موقف کو بہتر انداز سے پیش کرے تو سننے کے مطابق میں اس کے لیے فیصلہ کردوں۔ تو جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ اس کی بات سن کر کردوں تو میں اس کے لیے جہنم کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوتا ہوں۔ (متفق علیہ) الحن: یعنی زیادہ سمجھ والا

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موعظة الامام للخصوم. ج۲ص۶۹. رقم: ۱۶۹، صحیح مسلم. باب الحکم بالظاھر واللحن بالحجة. ج ۵ص۱۲۸ . رقم: ۴۵۷۰، سنن الکبرٰی للبیھقی. باب من قال لیس للقاضی ان یقضی بعلمه. ج ۱۰ص۱۴۳ . رقم: ۲۱۰۰۶، موطأ امام مالك. باب الترغیب فی القضاء بالحق. ج ۲ص۷۱۹ . رقم: ۱۳۹۹، سنن ابوداؤد. باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء. ج۳ص۳۲۸. رقم: ۳۵۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خدا یا خدا کا جزء یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خالص انسان ہوں، یہ حصر اضافی ہے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں نہ نبی ہوں نہ رسول، نہ نور نہ رحمۃ اللعالمین وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو لاکھوں صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی الہ ہے دو یا تین نہیں یہ مطلب کہ وہ الوہیت

اور وحدانیت کے سواء کسی صفت سے موصوف نہیں نہ کریم ہے نہ غفار نہ ستار نہ مالک الملک وغیرہ۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہیں بشر اور بشر سے بھول، خطا اجتہادی غلطی بھی ہوسکتی ہے اور وہ دھوکا بھی دیا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں ہم ان کی گواہی پر اعتماد کر کے اسے سچا مان لیں۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام گناہ بدعقیدگی اور ان کے ارادوں سے معصوم ہیں، خطا اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں لہذا حدیث واضح ہے اور عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر وبیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر تا کہ قیامت تک امت کے حکام فیصلوں میں حضور کی اس سنت پر عمل کریں کہ امت کے پاس وحی، الہام شرعی، غیب پر اطلاع نہیں، اگر حضور انور کے فیصلے سارے الہام وغیرہ پر ہوتے تو امت کیسے عمل کرتی اور بعض فیصلے کشف والہام وحی پر بھی فرماتے تھے جیسے طعمہ ابن ابیرق کی چوری کا مقدمہ حضور نے اپنے کشف پر فرمایا رب نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وہاں بما اراك الله میں وحی کشف والہام سب داخل ہیں کہ خدا جو آپ کو دکھائے اس پر فیصلہ فرمادیں لہذا حدیث واضح ہے۔ قرآن کریم فرمارہا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ماں باپ کو کافر کر دیتا یہ ہے حقیقت پر فیصلہ کہ ابھی چھوٹا ہے کوئی قصور نہیں کیا مگر خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا، رب تعالیٰ قیامت میں گواہیوں تحریروں پر فیصلہ فرمائے گا یہ ہے ظاہری قانون۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی میرا جو فیصلہ گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر ہوگا وہ ظاہر پر ہوگا اگر واقعہ اس فیصلہ کے خلاف ہوا اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اس کے لیے اس فیصلہ سے وہ چیز حلال نہ ہوجائے گی، حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کرسکتا لہذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا خون یا طلاق کا غلط فیصلہ کردے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص، نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اس کی عورت سے نکاح کرے۔ خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا مگر اس فیصلہ میں حاکم گنہگار نہ ہوگا فریقین اور گواہ گنہگار ہوں گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالیٰ انہیں مطلع فرمادیتا ہے تو اس غلط فیصلہ پر حضور قائم کیوں رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کیے جاتے تھے کیونکہ خطاء اجتہادی فیصلہ ہی غلط ہوتا ہے اگرچہ اس غلطی پر گناہ نہیں اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے، یہ فرق ضرور خیال میں رہے۔ (مرقات)

نوٹ ضروری: جن چیزوں میں حاکم وسلطان ولی ہو اپنے حکم سے نافذ کرسکتا ہو وہاں حاکم کا ایسا فیصلہ اسے حلال کردے گا لہذا اگر کنواری لڑکی کے نکاح کے جھوٹے گواہ قائم کردیئے گئے اور حاکم نے نکاح کا فیصلہ کردیا تو احناف کے

نزدیک یہ فیصلہ ہی نکاح مانا جائے گا اور اس شخص کو صحبت حلال ہوگی کیونکہ حاکم لڑکی کا ولی ہے وہ نکاح اس کا کرا سکتا ہے، یہ فیصلہ باطن پر ہوگا۔ چنانچہ خلافت حیدری میں ایک ایسا ہی مقدمہ نکاح کا پیش ہوا مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے انکار کیا، مرد نے دو گواہ قائم کر دیئے جناب علی نے نکاح کا فیصلہ فرما دیا عورت نے عرض کیا کہ حضور اب آپ میرا نکاح اس شخص سے ہی پڑھا دیجئے تا کہ حرام سے بچوں، جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہی تیرا نکاح ہے۔ (حواشی بخاری کتاب الحیل، ہدایہ، عینی وغیرہ) یہاں مال، خون، طلاق کے فیصلوں کا ذکر ہے جن میں حاکم ولی نہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب نعیم الباری علی البخاری میں ملاحظہ کیجئے جس میں دلائل سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۷)

(222) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَنْ یَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَۃٍ مِنْ دِیْنِہٖ مَا لَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار اپنے دین کی وجہ سے ہمیشہ فراخی میں رہتا ہے۔ جب تک حرام خون کی بے حرمتی نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الدیات، ج ۴ص۲، رقم: ۶۸۶۲ سنن الکبری للبیہقی، باب تحریم القتل من السنۃ، ج ۸ص۲۱، رقم: ۱۶۲۷۷ مستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ص ۳۸۴، رقم: ۸۰۲۹ سنن ابوداؤد، باب فی تعظیم قتل المؤمن، ج ۴ص ۱۶۷، رقم: ۴۲۷۰ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲ص ۹۴، رقم: ۵۶۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں یعنی مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا، کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آیس من رحمۃ اللہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مؤمن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے، بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۷)

قتلِ ناحق کی مذمت پر احادیث مبارکہ

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحب جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: سب گناہوں سے بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے۔ جس نے چھری سے خودکشی کی ملائکہ جہنم کی وادیوں میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ وہ چھری گھونپتے رہیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور میری شفاعت سے مایوس رہے گا اور اگر اس نے بلند جگہ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی ہوگی تو فرشتے بھی ہمیشہ ہمیشہ اس کو جہنم کی وادیوں میں بلند چوٹی سے گراتے رہیں گے اور قتل کرنے والوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا اور اگر رسی سے لٹک کر خودکشی کی ہوگی تو ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس آگ کی شاخوں میں لٹکا رہے گا۔ اگر کوئی کسی جان کو ناحق قتل کرے تو یہ کھلی

گمراہی ہے فرشتے اس کو آگ کی چھریوں سے ذبح کرتے رہیں گے جب بھی وہ اس کو ذبح کریں گے تو اس کے حلق سے تارکول سے بھی زیادہ سیاہ خون بہے گا پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا پھر ذبح کیا جائے گا، یہ سزا اس کو ہمیشہ ہمیشہ دی جائے گی اور قاتلوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ مؤلّف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۷۶)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے اور کسی جان کو ناحق اَذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلا وجہ مجھے اَذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اَذیت دی ہوگی اور اگر مَیں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو مَیں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: مَیں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور مَیں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کردے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ مؤلّف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۷۸ تا ۷۹)

(223) وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرِ الْاَنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ امْرَاَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے آگ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "فان للہ خمسة وللرسول" ج ۲ص ۸۵، رقم: ۳۱۱۸، مسند امام احمد، حدیث خولة بنت ثامر، ج ۶ص ۴۱۰، رقم: ۲۷۲۵۹، جامع الاصول، حرف الکاف، الفصل الاوّل فی الحث علی الحلال واجتناب الحرام، ج ۵ص ۵۶۶، رقم: ۸۱۳۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب قسمة الغنائم، ج ۲ص ۲۰۸، رقم: ۳۹۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں خوض کے لغوی معنی پانی میں گھس جانا، اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہوجانے کو خوض کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ باب تفعیل میں آکر مبالغہ پیدا ہوگیا۔ اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوٰۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ۔ حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں ان کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۴۴)

نیک سیرت داماد

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر کے دوران کسی راستے سے گزر رہا تھا۔ میں روزے سے تھا، میں نے ایک بہتی نہر کو دیکھا تو اس میں غسل کے لئے غوطہ لگا دیا۔ اچانک میں نے پانی کی سطح پر ایک ہی دانہ (ایک پھل) تیرتے ہوئے دیکھا تو اسے افطار کے لئے اٹھالیا۔ جب میں نے اس سے افطاری کرلی تو بہت ندامت ہوئی کہ میں نے غیر کے مال سے افطاری کرلی۔ جب صبح ہوئی تو میں اس باغ کے دروازے پر پہنچ گیا جہاں سے نہر نکل رہی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک عمر رسیدہ بزرگ باہر نکلے میں نے ان سے کہا: کل آپ کے اس باغ سے ایک ہی دانہ دریا میں بہتا ہوا گیا تھا میں نے اسے اٹھا کر کھالیا اور اب میں اس پر بہت نادم ہوں مجھے امید ہے کہ آپ اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ وہ بزرگ بولے: میں تو خود اس باغ میں مزدور ہوں، مجھے یہاں کام کرتے ہوئے چالیس سال ہوگئے مگر میں نے اس کا ایک پھل بھی نہیں کھایا اور اس باغ میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ میں نے پوچھا: پھر یہ باغ کس کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ باغ دو بھائیوں کا ہے جو فلاں جگہ رہتے ہیں۔

میں اس جگہ پہنچ گیا، وہاں مجھے ایک ہی بھائی مل سکا۔ میں نے اسے سارا ماجرا بتایا تو وہ کہنے لگا: نصف باغ تو میرا ہے لہٰذا میں آدھا حصہ معاف کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: میں تمہارے بھائی کو کہاں ڈھونڈوں؟ اس نے کہا: فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ۔ تو میں اس طرف چل دیا اور اسے جا کر سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! میں ایک شرط پر اپنا حق معاف کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ وہ بولا کہ میں تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور تمہیں سو دینار دوں گا۔ مین نے کہا: افسوس کہ مجھے اس کی بالکل حاجت نہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ اس ایک پھل کی وجہ سے مجھے کتنی پریشانی ہوئی ہے لہٰذا میرے لئے کوئی اور حل تلاش کریں۔ انہوں نے کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! میں اس شرط کے بغیر ایسا نہیں کروں گا۔ جب میں نے ان کا اصرار دیکھا تو ان کا مطالبہ تسلیم کرلیا اور کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے مجھے سو دینار دیئے اور کہا: اس

میں سے جتنے چاہو میری بیٹی کے مہر کے طور پر دے دو۔ میں نے سارے دینار واپس کر دیئے۔ مگر انہوں نے کہا کہ سارے نہیں کچھ دینار دے دو۔ پھر جب انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا تو لوگوں نے اسے اس بات پر ملامت کی کہ جب ارباب اختیار اور بڑے لوگوں نے تمہاری بیٹی کے لئے پیغام بھیجا تھا تو تم نے انہیں اپنی بیٹی نہیں دی، تو اس فقیر کو کیوں دے دی جس کے پاس بالکل مال نہیں ہے؟ تو انہوں نے لوگوں سے کہا: اے لوگو! میں نے پرہیز گاری اور تقویٰ کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ شخص اللہ عزوجل کے نیک بندوں میں سے ہے۔

(تحرّ اللہ مؤرخ مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴)

27-بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَبَيَانِ حُقُوْقِهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

مسلمان کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ) (الحج: 30)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کی عزت والی چیز کی تعظیم کرے اس کے لیے رب کی بارگاہ میں بہتری ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ) (الحج: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ) (الحجر: 88)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کے لیے جھکا رکھیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا) (المائدۃ: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی جان کو قتل کیا کسی نفس کے قتل یا زمین میں فساد کے بغیر تو گویا کہ اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک کو زندگی بخشی گویا کہ اس نے سب لوگوں کو جان بخشی۔

(224) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ایمان دار دوسرے ایمان دار کے لیے عمارت کی طرح ہے اس کا بعض دوسرے کو مضبوط

بَیْنَ اَصَابِعِهٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کرتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرلیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تشبیك الاصابع فی المسجد وغیرہ، ج ۱ص ۱۰۳، رقم: ۴۸۱صحیح مسلم، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ج ۴ص ۲۰، رقم: ۶۷۵۰الاداب للبیهقی، باب فی التعاون علی البر والتعاون، ص ۴۹، رقم: ۸۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ج ۲ص ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۸سنن نسائی، باب اجر الخازن اذا تصدق باذن مولاہ، ج ۲ص ۱۶۹، رقم: ۲۵۶۰)

شرح حدیث: اخوت ومحبت کے حقوق

سیدنا امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اخوت ومحبت کے حقوق کی سلسلے میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

بھائی چارہ دو آدمیوں کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے جیسے نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک رابطے کا نام ہے اور جس طرح عقد نکاح کچھ حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔ جن کو پورا کرنا حقِ نکاح قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے ٹھیک اسی طرح عقدِ اخوت کا بھی یہی حال ہے۔ تو تمہارے اسلامی بھائی کا تمہارے مال اور تمہاری ذات میں حق ہے اسی طرح زبان او ر دل میں بھی کہ تم اس کو معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص ووفا سے پیش آؤ، اس پر آسانی برتو اور تکلیف وتکلف کو چھوڑ دو۔

پہلا حق

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حق مال سے متعلق ہے جیسا کہ نبی اکرم شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کی مثال دو ہاتھوں جیسی ہے کہ ان میں سے ایک ہاتھ، دوسرے کو دھوتا ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب جلد ۴ حدیث ۶۴۶۱)

تو آپ انے انہیں دو ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ساتھ نہیں کیونکہ یہ دونوں ایک غرض پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔ تو جس طرح دو بھائیوں کا بھائی چارہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ ایک مقصد میں ایک دوسرے کے رفیق بنیں تو یہ دونوں ایک اعتبار سے ایک ذات کی طرح ہیں۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کے حصے دار ہوں اور حال و مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کو خصوصیت اور ترجیح نہ رہے۔ بہر حال اخوت کے ساتھ مالی طور پر غمخواری کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) سب سے ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام یا خادم کی طرح سمجھو اور جب اسے کوئی حاجت در پیش ہو تو اپنے زائد مال سے اس کی ضرورت کو پورا کرو اور اگر تمہارے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہو تو تم خود اسے دے دو اور اسے سوال کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ اگر تم اسے مانگنے پر مجبور کرو گے تو یہ حقِ اخوت میں انتہائی درجہ کی کوتاہی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنی طرح سمجھو اور اسے اپنے مال میں شریک کرنے اور اسے اپنی طرح سمجھنے پر راضی رہو حتی کہ تم اسے نصف مال دینا گوارہ کرلو چنانچہ حضرت سیدنا حسن بصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ اسلاف کی آپس میں اخوت کا یہ عالم تھا کہ ایک اسلامی بھائی اپنی چادر اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے پھاڑ دیتا تھا۔

(۳) تیسرا درجہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے اوپر ترجیح دو اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کرو یہ صدیقین کا رتبہ ہے اور باہم محبت کرنے والوں کے درجات کی انتہاء ہے۔ اس رتبہ کے نتائج میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان اس پر اپنے نفس کو بھی قربان کرنے پر تیار ہو جائے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ صوفیاء رحمہم اللہ کی ایک جماعت کو کسی بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت سیدنا ابو الحسین نوری بھی تھے وہ جلدی جلدی جلاد کے سامنے ہو گئے تا کہ سب سے پہلے انہیں قتل کیا جائے ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی زندگی کو ترجیح دوں۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے۔ اور ان کا یہ قول ان تمام کی نجات کا باعث بنا۔ اور اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو ان مراتِب میں سے کسی رتبے میں بھی نہیں سمجھتے تو جان لو کہ عقدِ اخوّت ابھی تک دل میں منعقد نہیں ہوا۔ اور تمہارے درمیان محض رسمی میل جول جاری ہے جس کی عقل اور دین میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کو فضیلت دینے پر راضی نہیں اسے اہل قبور سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہئے۔ اور جہاں تک سب سے کم درجے کا تعلق ہے تو دیندار لوگوں کے نزدیک یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت سیدنا ابو حازم (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

جب تمہارا کوئی دینی بھائی ہو تو اس سے دنیاوی امور کا معاملہ نہ کرو۔ تو ان کی مراد یہ ہے کہ جو اس ادنیٰ درجہ میں ہو جبکہ جہاں تک سب سے بلند درجے کا تعلق ہے تو اللہ (عزوجل) نے مومنوں کو اس کے ساتھ موصوف شمار کیا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی (عزوجل) ہے:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں (پارہ نمبر ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۳۸)

بعض اسلاف (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) آپس میں کچھ اس طرح کا معاملہ کرتے تھے کہ ان کے مال ملے جلے ہوتے تھے اور وہ اپنے مال کو (یہ میرا مال ہے) کہہ کر دوسرے کے سامان سے الگ الگ نہیں کرتے تھے حتی کہ اگر ان میں کوئی کہتا

کہ یہ میرا جوتا ہے تو باقی لوگ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے کیونکہ اُس نے اس چیز کو اپنی ذات سے منسوب کیا۔

چنانچہ حضرت سیدنا فتح موصلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اپنے ایک اسلامی بھائی کے گھر آئے تو وہ موجود نہ تھا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اس کی بیوی کو حکم دیا تو وہ صندوق لے آئیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اُس میں سے ضرورت کی اشیاء لیں (اور چل دیئے) لونڈی نے اپنے مالک کو خبر دی تو اُس نے خوش ہو کر کہا اگر تو نے سچ کہا ہے تو تُو اللہ (عزوجل) کی خاطر آزاد ہے۔

گویا انہوں نے اس عمل پر خوشی ہو کر یہ کام کیا۔

ایک شخص حضرت سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ (عزوجل) کے لئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا تم جانتے ہو بھائی چارے کا حق کیا ہے؟ اس نے عرض کیا آپ بتا دیجئے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا کہ تو اپنے دینار اور درہم کا مجھ سے زیادہ حق دار نہ ہوگا۔ اس نے عرض کی میں ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا پھر چلے جاؤ۔

اسی طرح حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اپنے بھائی کی آستین یا جیب میں ڈال کر جو کچھ لینا چاہے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس پر انہوں نے فرمایا پھر تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میں بھی آپ علیہ الرحمۃ کی رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہوں حضرت سیدنا ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا اس شرط پر کہ میں تمہاری چیز کا تم سے زیادہ مالک ہوں گا۔ اس نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا مجھے تمہاری سچائی پر تعجب ہوا ہے۔ (احیاء العلوم)

(225) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا، اَوْ اَسْوَاقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ، اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهٖ، اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تیر لے کر ہماری مسجدوں یا بازاروں میں سے گزرے اس کو چاہئے کہ ان کے لوہے والے حصے کو ہاتھ سے روکے یا پکڑے تا کہ کسی مسلمان کو اس میں سے کچھ لگ نہ جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا، ج۱ص۲۹، رقم: ۷۰۷۵، صحیح مسلم، باب امر من مر بسلاح فی مسجد او سوق او غیرھما، ج۲ص۳۳، رقم: ۶۸۳۱، سنن ابوداؤد، باب فی النبل یدخل فی المسجد، ج۲ص۳۳٦، رقم: ۲۵۸۹، مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسی الاشعری، ج٦ص۲٦۹، رقم: ۷۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں
یعنی مسلمانوں کے بازار یا مسجد سے گزرے جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو، مسلمانوں کا ذکر یا تو احترام کے لیے ہے یا کفار حربی کے بازاروں کو نکالنے کے لیے کہ حربی کفار کو زخمی کر دینا جائز بلکہ ثواب ہے۔ خیال رہے کہ حربی کفار کا اور حکم ہے اور ذمی مستامن کفار کا حکم کچھ اور ہے، یہاں بازار و مسجد کا ذکر ہے مگر مراد تمام اجتماعات ہیں جیسے منٰی، عرفات، مزدلفہ، عرس اور میلے وغیرہ۔

مزید فرماتے ہیں:

ان یصیب میں ان کے بعد لا پوشیدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفاہ عام کی چیزوں میں مسلمانوں کو نفع پہنچانے یا مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت کرے اگرچہ دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھالیں لہذا مسافر خانہ، ہسپتال، سایہ دار درخت، کنواں وغیرہ ان سب میں یہ ہی نیت ہونی چاہیے گو ان سے نفع سب اٹھائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۴۲۶)

امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا سونا بھی مسلمانوں کے نفع کے لئے ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت وشان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتِّفاقاً حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چِت لیٹے رہے۔ بچّی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد و وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت و نفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے رُخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کررہے تھے جو میں نے کھڑے ہوکر عبادت کرتے ہوئے کیا۔

اے میرے اسلامی بھائی! ان برگزیدہ بندوں کی حرکات وسکنات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تھیں۔ ان کے افعال واحوال اسی کے لئے تھے۔ ان کا ذکر وفکر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی کے لئے تھا۔ ان کا قیام اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ تھا۔ ان کی نیند صدقہ تھی۔ ان کا ذکر رب عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح کرنا تھا۔ ان کا سکوت فکرِ آخرت تھا۔ ان کا علم امت کے لئے شفا اور رحمت تھا۔ بلا شبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں بہت کچھ عطا فرمایا، ان کی تعریف وتوصیف فرمائی اور انہیں اسلام کا امام اور لوگوں کا پیشوا بنایا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی علمی معاملات اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں رات گزارتے، حقائق واسرار کی سرزمین میں گھومتے اور فکرِ آخرت کے پاکیزہ باغات میں سیر وسیاحت کرتے۔ جب سحری کی ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہوجاتے، رنگ متغیر ہوجاتا اور محبت کی آگ بھڑک اٹھتی اور ایسی حالت طاری ہوجاتی جسے اربابِ احوال (یعنی اہلِ معرفت) کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: اگر سحری کے وقت تم پر وہ باتیں ظاہر ہوں جو مجھ پر ہوتی ہیں تو دُنیا سے بے رغبت ہوجاؤ اور آخرت کی تیاری پر کمر بستہ ہوجاؤ۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ ھ صفحہ ۲۰۷)

(226) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہم شفقت ومحبت ورحمت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی ہے۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے، تو اس کی وجہ سے پورا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبھائم، ج ۴ ص ۱۱۰، رقم: ۶۰۱۱ صحیح مسلم، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۶۷۵۱ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب استسقا امام الناصیۃ المخصبۃ لاھل الناجیۃ، ج ۳ ص ۳۵۳، رقم: ۶۶۶۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۶ ص ۳۷۰، رقم: ۱۸۴۰۴ مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ ثور عن مجالد بن سعید، ج ۱ ص ۲۹۲، رقم: ۵۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان ایمان اسلامی رشتہ کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں کام اور شکل وصورت بھی جداگانہ مگر چونکہ ان سب کی روح ایک ہے اس لیے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کردیتی ہے، یوں ہی مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام، کام، زبان، غذا، دنیاوی رہن سہن مختلف ہیں مگر ان سب کا نبی حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں لہذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بے قرار کردیتی ہے مگر یہ کیفیت زندہ مسلمانوں کی ہے جو مردہ یا بے حس ہوگئے وہ مردہ جسم یا سوکھے ہوئے اعضاء کی طرح ہیں کہ ایک کو چوٹ لگاؤ دوسرے کو خبر نہ ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ایک عضو کو بیماری ہو تو سارے اعضاء بے قرار ہوکر اس کی تکلیف دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اسے آرام نہ ہوجاوے یہ چین سے نہیں رہتے، یوں ہی ایک مسلمان کی تکلیف کو ساری قوم مل کر دفع کرتی ہے اس کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب سے وابستگی نصیب کرے اور ہمارے قوم کا یہ ہی حال ہوجاوے اب تو یہ حال ہے۔ مصرع! سوئی ہوئی قومیں جھاگ اٹھیں بیدار مسلمان سوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۸۳)

مسلمان دوسرے مسلمان سے محبت کرنے والا ہوتا ہے

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض وحسد ہے جو کہ اُسترے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض وحسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہوجاؤ اور اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ (وہ چیز یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، الحدیث: ۱۴۱۲، ج۱، ص ۳۴۸)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الحب فی اللہ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۵۴۸، ص ۱۱۲۷)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر ہوں گے کہ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے (یعنی ان سے خوش ہوں گے)۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث: ۲۳۹۰، ص ۱۸۹۲)

(227) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، وَعِنْدَہُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَۃً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا۔ فَنَظَرَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ! مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا اور اقرع بن جابس آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبھائم، ج ۴ص ۱۰، رقم: ۶۰۱۳ صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۷ص ۷۷، رقم: ۶۱۷۰ الاداب للبیھقی، باب فی رحمۃ الاولاد وتقبیلھم والاحسان الیھم، ص ۱۱، رقم: ۱۳ المستدرک للحاکم، ذکر عبداللہ بن عباس، ج ۵ص ۴۷۸، رقم: ۶۸۲۵ المعجم الصغیر، من اسمہ محمود، ج ۲ص ۲۲۲، رقم: ۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں: بوسۂ مودت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا، بوسۂ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا، بوسۂ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا، بوسۂ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا، بوسۂ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا۔ (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسۂ رحمت تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱۵)

بچوں سے محبت کیجئے

بچوں کی دیرپا تعلیم وتربیت کے لئے ان سے ابتداء ہی سے شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ یوں جب ماں کی ممتا اور شفقتِ پدری کی شیرینی گھول کر تعلیماتِ اسلام کا مشروب ان کے حلق میں انڈیلا جائے گا تو وہ فوراً اسے ہضم کرلیں گے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے

شک جنت میں ایک گھر ہے جسے الفرح کہا جاتا ہے۔اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کوخوش کرتے ہیں۔
(جامع صغیر، الحدیث ۲۳۲۱،ص ۱۴۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم دن کے کسی پہر نکلے نہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہٖ وسلّم نے کچھ فرمایا اور نہ میں نے کچھ عرض کی حتیٰ کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے (وہاں سے واپس ہوئے) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ابھی چھوٹے تھے اُن) کے بارے میں دریافت فرمایا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں تھوڑی دیر روکے رکھا، میں نے سمجھا شاید انہیں ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں اتنے میں وہ (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے انہیں گلے لگالیا چوما اور کہا اے اللہ عزوجل! اس سے محبت کر اور اُس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، الحدیث ۲۱۲۲، ج ۲ ص ۲۵)

حضرت سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک بار خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سرخ رنگ کی (دھاریوں والی) قمیص پہنے ہوئے چلتے ہوئے آئے (چونکہ بچے تھے صحیح طریقے سے چل نہیں سکتے تھے اس لیے کبھی گرتے تھے)۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے جب انہیں دیکھا تو منبر اقدس سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب ابی محمد بن علی بن ابی طالب، الحدیث ۳۷۹۹، ج ۵ ص ۴۲۹)

حضرت سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم اپنی ایک ران پر مجھے اور ایک ران پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھاتے اور دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب وضع الصبی علی الفخذ، الحدیث ۶۰۰۳، ج ۴، ص ۱۰۱)

(228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْأَعْرَابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ قَالُوْا: لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے کہنے لگے کیا تم بچوں کے بوسے لیتے ہو۔آپ نے فرمایا: ہاں وہ بولے: لیکن اللہ کی قسم! ہم تو بوسہ نہیں لیتے۔فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں رحمت وشفقت کو نکال لیا ہو تو میں کیا کروں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، ج ۵ص ۲۳۵، رقم: ۵۶۵۲صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۷ص ۷۷، رقم: ۶۱۶۹سنن ابن ماجہ، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ج ۲ص ۱۲۰۹، رقم: ۳۶۶۵مسند عائشۃ للسجستانی، ص ۷۲، رقم: ۵۰(مطبوعہ مکتبۃ الاقصیٰ، الکویت)

شرح حدیث: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بیٹی پر شفقت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاحبزادی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ میری بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟ اور (ازراہِ شفقت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الخد، الحدیث ۵۲۲۲، ج ۴ص ۴۵۵)

ایثار کرنے والی ماں

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی۔ پھر جس کھجور کو وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ کھجور بھی ان کو کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے نبی مکرّم، نُورِ مجسّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں اس عورت کے ایثار کا بیان کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، الحدیث ۲۶۳۰، ص ۱۴۱۵)

(229) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا" ج ۵ص ۱۱۵، رقم: ۷۳۷۶صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۷ص ۷۷، رقم: ۶۱۷۲الاداب للبیھقی، باب فی تراحم الخلق، ص ۱۸، رقم: ۲۵النعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ جعفر، ج ۲ص ۲۴۰، رقم: ۳۳۲۹سنن ترمذی، باب ما جاء فی الریا والسمعۃ، ج ۲ص ۵۹۱، رقم: ۲۳۸۱)

شرح حدیث: زمین والوں پر رحم کرو

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمن

عزوجل رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین، رقم ۱۹۳۱، ج ۳، ص ۳۱۱ بالاختصار)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ رحم کیا کرو تم پر رحم کیا جائے گا اور معاف کردیا کرو تمہاری مغفرت کردی جائے گی اور نصیحت سن کر سنی ان سنی کردینے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے فعل (یعنی گناہ) پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ عن عمرو بن العاص، رقم ۶۵۵۲، ج ۲، ص ۵۶۵)

حضرتِ سیدنا بُکَیر بن وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو میں ہر ایک کو نہیں بتاتا، بے شک ایک مرتبہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم بیت اللہ کے دروازے میں کھڑے تھے جبکہ ہم اسکے اندر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ائمہ قریش سے ہونگے بے شک میرا تم پر ایک حق ہے اور قریش کا بھی تم پر ایک ایسا ہی حق ہے، جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو رحم کریں اور وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور جب فیصلہ کریں تو انصاف کریں اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ عزوجل، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، رقم ۱۲۳۰۹، ج ۴، ص ۲۵۹)

حضرتِ سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب تک ایک دوسرے پر رحم نہ کرو گے کامل مومن نہیں ہوسکتے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔ فرمایا اپنے دوست پر رحم کرنا کافی نہیں بلکہ عام لوگوں پر بھی رحم کرو۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الناس، رقم ۱۳۶۷۱، ج ۸، ص ۳۴۰)

(230) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: وَذَا الْحَاجَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو تخفیف سے نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ ان میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں۔ اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں حاجت والے کا بھی ذکر ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل، ج ۱ص ۵۰۱، رقم:

۱۱۲۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی، ج ۲ص۱۵۶، رقم: ۱۹۹۵، سنن ابوداؤد، باب صلاۃ الضحی، ج ۱ص۴۹۸، رقم: ۱۲۹۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۶ص۱۷۸، رقم: ۲۵۴۹۰، مسند الشامیین، من اسمہ عبدالرحمن بن نمر، ج ۴ص۱۲۵، رقم: ۲۹۰۳)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، طویل قیام والی نماز۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔

(سنن ابی داود، کتاب التطوع، بات افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

سجدے کثرت سے کرنا بھی افضل ہے

بعض علماء کا کہنا ہے کہ دن کے وقت سجدے کثرت سے کرنا افضل ہیں جبکہ رات کے وقت طویل قیام کرنا افضل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ سے متعلق روایات میں آیا ہے۔ اس طرح دونوں طرح کی روایات میں تطبیق یعنی مطابقت بھی ہوجاتی ہے مگر یہ تمام احکام تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی نماز

جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی شخص آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے انتظار میں بیٹھا ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نماز مختصر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کیا تمہیں کوئی کام ہے؟ پھر جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو باقی نماز پڑھتے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل وأما حسن عشرتہ، ج ۱، ص ۱۲۲)

(231) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کو پسند کرنے کے باوجود ترک کر دیتے اس ڈر سے کہ لوگ اس پر باقاعدہ عمل پیرا ہوجائیں گے تو یہ فرض ہوجائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ الیل، ج ۱ص۳۹۱، رقم: ۱۱۲۶، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی، ج ۲ص۱۵۶، رقم: ۱۹۹۵، موطأ امام مالک، باب صلاۃ الضحی، ص۱۵۲، رقم: ۳۵۷، سنن ابوداؤد،

باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۴۹۸، رقم: ۱۲۹۵ ؍ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۲۲، رقم: ۲۴۱۰۲)

شرح حدیث: اُمّت پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہدایت واصلاح اور ان کی صلاح وفلاح کے لئے جیسی جیسی تکلیفیں برداشت فرمائیں اور اس راہ میں آپ کو جو جو مشکلات درپیش ہوئیں ان کا کچھ حال آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی امت سے جو بے پناہ محبت اور اسکی نجات ومغفرت کی فکر اور ایک ایک امتی پر آپ کی شفقت ورحمت کی جو کیفیت ہے اس پر قرآن میں خداوند قدوس کا فرمان گواہ ہے کہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O

(پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر بہت ہی نہایت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔ (سورہ توبہ)

پوری پوری راتیں جاگ کر عبادت میں مصروف رہتے اور امت کی مغفرت کے لئے دربار باری میں انتہائی بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ کھڑے کھڑے اکثر آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کر دیتا۔ جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا۔ اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔ صاحب نور الانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں۔

(232) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ، فَقَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: اِنِّيْ لَسْتُ

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو صوم وصال (مسلسل روزے) سے منع فرمایا۔ ان پر مہربانی کرتے ہوئے، صحابہ نے عرض

كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. مَعْنَاهُ: يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ.

کیا: (یارسول اللہ ﷺ)! آپ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا: میں تمہارے جیسا نہیں میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے میرا ربّ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا ہے۔ (متفق علیہ) اس کا مطلب ہے کہ مجھ میں کھانے پانی والی قوت پیدا فرما دیتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام، ج ۲ص ۲۰۱، رقم: ۱۹۶۳، صحیح مسلم، باب النھی عن الوصال فی الصوم، ج ۳ص ۱۳۴، رقم: ۲۶۲۶، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن الوصال فی الصوم، ج ۴ص ۲۸۲، رقم: ۸۶۳۷، موطأ امام مالك، باب النھی عن الوصال فی الصیام، ص ۳۰۰، رقم: ۶۶۷، سنن ابوداؤد، باب فی الوصال، ج ۲ص ۲۷۹، رقم: ۲۳۶۳)

شرح حدیث: حضرت سیّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷)

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ۔

ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دوبار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ۵۶۴۰، ج ۵، ص ۲۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

جان لو! وہ بھوک قابلِ تعریف ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا، تو یہ شرک خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو نِفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ وشہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیّدُنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنّان فرماتے ہیں کہ: جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو

اس میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیّدنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔

جان لو! جو کھانے کی خواہش ترک کر دیتا ہے، لیکن ریاکاری میں پڑتا ہے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو بچھو سے بھاگ کر سانپ کے پاس چلا جائے۔ (لُبابُ الإحیاء صفحہ ۱۴۳)

(233) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَا قُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ، وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا، فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ کَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو تکلیف میں ڈالوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ج ۱ ص ۱۴۲، رقم: ۸۶۸، سنن الکبری للبیهقی، باب تخفیف الصلاة للامر یحدث، ج ۳ ص ۱۱۸، رقم: ۵۴۸۶، سنن ابوداؤد، باب تخفیف الصلاة للامر یحدث، ج ۱ ص ۲۸۹، رقم: ۷۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نمازی کا باہر کی آواز سن لینا اور اس کا لحاظ کرنا خشوع نماز کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ نماز میں غیر معین مقتدی کی رعایت کرنا درست ہے جیسے بعض صورتوں میں مقتدیوں کی وجہ سے نماز ہلکی کی جاسکتی ہے، ایسے ہی رکوع میں ملنے والوں یا وضو کرنے والوں کی وجہ سے نماز دراز کی جاسکتی ہے، کسی معین شخص کی نماز میں رعایت کرنا حرام بلکہ شرک خفی ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ صدیق اکبر بحالت نماز آپ کو دیکھ کر مقتدی بن جاتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۵۴)

ادبِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ

بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا موذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تا کہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم تشریف فرما ہیں، لہٰذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابوبکر! جب میں خود تمھیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس.... الخ، الحدیث ۶۸۴، ج۱، ص ۲۴۴)

(234) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِه بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جندب بن عبداللہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز صبح ادا کر لی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے' تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے گا کیونکہ جس سے مطالبہ کرے گا اس کو پکڑے گا اور منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ج ۲ ص ۱۲۵، رقم: ۱۵۲۵، سنن الکبری للبیھقی، باب من قال ھی الصبح، ج ۱ ص ۴۶۳، رقم: ۲۲۶۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جندب بن عبداللہ، ج ۲ ص ۱۵۹، رقم: ۱۶۶۰، مسند الرویانی، حدیث جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی، ص ۳۸۵، رقم: ۹۳۶، مستخرج ابو عوانۃ، باب الدلیل علی ان من صلی المکتوبۃ، ج ۲ ص ۶۸، رقم: ۱۰۰۱)

شرح حدیث: فجر ادا کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○

ترجمہ کنز الایمان: اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(پ 15، بنی اسرآئیل: 78)

مفسرین کرام فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ میں فجر سے مراد صبح کی نماز ہے کہ اس میں دن اور رات کے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، رقم ۶۵۶، ج، ص ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے، اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے، اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، رقم ۶۵۷، ج ۱، ص ۲۳۵)

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابو دَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹ ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرتِ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سَیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کی امان میں ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب المسلمون فی ذمۃ اللہ عزوجل، رقم ۳۹۴۶، ج ۴، ص ۳۲۵)

حضرتِ سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو صبح کو فجر کی نماز کے لئے چلا وہ ایمان کا جھنڈا لئے چلا اور جو صبح کو بازار کی طرف چلا تو شیطان کا جھنڈا لے کر چلا۔

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلَیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولھا، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

(235) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ. مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے مدد چھوڑتا ہے' جو اپنے بھائی کی حاجت میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں ہوتا ہے' جو کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرے۔ حق تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیف کو اس سے دور کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ج ۲ ص ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰ صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واقتصاره ودمه وعرضه، ج ۸ ص ۱۰، رقم: ۶۷۰۶ الاداب للبیهقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص ۶۸، رقم: ۱۲۰ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب النکاح، ج ۷ ص ۳۷۷، رقم: ۷۱۲۰ سنن ابوداؤد، باب المؤاخاة، ج ۴ ص ۴۲۴، رقم: ۴۸۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان مسلمان کا دینی واسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا ہے اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا، حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے

ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مؤمنوں کو بھائی قرار دیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور حضور نے یہاں مسلمون کو۔ (از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت وشفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے۔

مزید فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا، مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کرسکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے اور اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہوجائے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالٰی قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لے گا تمہیں رسوا نہ کرے گا، ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہوچکا ہو اس کا اظہار ضرور کردو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔ غرضکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالٰی اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا لہذا کربة کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کامل ہے رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۸۸)

اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی پریشانی دور کریگا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو تنگدست کے لئے آسانی مہیا کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اسکے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بندہ جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الستر ۃ علی المسلم، رقم ۱۹۳۷، ج ۳، ص ۳۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے قید کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کرے گا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی

پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جوشخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلے اس کا یہ عمل اس کے لیے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جوشخص اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتا ہے اوران میں سے دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جوکوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے تو یہ عمل میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں دو مہینے اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین۔۔الخ رقم ۸، ج ۳، ص ۲۶۳)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بندہ جب تک اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ عزوجل اسکی حاجت پوری فرماتا رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۲۳، ج ۸، ص ۳۵۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل نے کچھ قوموں کو بعض نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں وہ اس وقت تک ان کے پاس رکھتا ہے جب تک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل کی کچھ ایسی قومیں ہیں جنہیں اس نے بندوں کے فائدے کے لئے بعض نعمتوں کے ساتھ مختص فرمادیا ہے وہ انہیں اس حال پر اس وقت تک برقرار رکھتا ہے جب تک وہ ان نعمتوں کولوگوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ ان نعمتوں کولوگوں سے روک لیتے ہیں تو اللہ عزوجل وہ نعمتیں ان سے موقوف فرما کر دوسروں کو دے دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۱۴، ج ۸، ص ۳۵۱)

حضرتِ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری ہونے تک حاجت روائی کرتا رہے اللہ عزوجل پچھتر ہزار (75000) ملائکہ کے ذریعے اس پر سایہ فرماتا ہے وہ اسکے لئے استغفار اور دعا کرتے ہیں، اگر صبح کو حاجت روائی کی تو شام تک اور اگر شام کو حاجت روائی کی تو صبح تک اور وہ جو بھی قدم اٹھاتا ہے اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، رقم ۹، ج ۳ ص ۲۶۳)

(236) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُوْنُهُ، وَلَا يَكْذِبُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس سے خیانت کرتا ہے نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اسے رسوا کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی مسلمان پر حرام ہے اس کی عزت مال اور خون' تقویٰ اس جگہ ہے (دل کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کیلئے اتنا شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، ج۲ص۳۲۵، رقم: ۱۹۲۷ سنن ابوداؤد، باب فی الغیبۃ، ج۴ص۴۲۲، رقم: ۴۸۸۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۶۳، رقم: ۸۷۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلادے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ‏ ‏ ‏ ‏ تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء وعلماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے

دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔(مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔(مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج۶،ص ۴۸۸)

تکبُّر کسے کہتے ہیں

اپنے سے کسی کو حقیر جاننا تکبُّر کہلاتا ہے، تکبُّر ایک تو خود حرام ہے مزید اس کی وجہ سے غیبت کا گناہ بھی سرزد ہوتا ہے۔ مغرور آدمی جس کو حقیر جانتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ (پ26 الحجرات 11)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حَجَر مَکّی شافِعی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخْرِیَہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرّب ہو۔ چُنانچہ سرکارِ ابدِ قرار، شافعِ روزِ شمار، باِذنِ پروردگارِ دوعالم کے مالِک ومختار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پَراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔ (سُنَنِ تِرمِذی ج ۵ ص ۴۵۹ حدیث ۳۸۸۰) ابلیسِ لعین نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو حقیر جانا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خسارے (یعنی نقصان) میں مبتلا کر دیا اور حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہمیشہ کی عزّت کے ساتھ کامیاب ہوگئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہاں اس معنٰی کا بھی احتمال (امکان) ہے کہ کسی دوسرے کو حقیر نہ جان کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عزیز (یعنی عزّت والا) ہو جائے اور تُو ذلیل ہو جائے پھر وہ تجھ سے انتقام لے۔

لَا تُهِینَ الْفَقِیرَ عَلَّكَ اَنْ　　　تَرْكَعَ یومًا وَّالدَّهْرُ قَدْ رَفَعَهٗ

یعنی: فقیر (یعنی غریب آدمی) کی توہین نہ کر شاید تو کسی دن فقیر (یعنی غریب) ہو جائے اور زمانے کا مالک عَزَّ وَجَلَّ اسے امیر کر دے۔ (الزَّواجِرعَنِ اقْتِرافِ الْکبائِر ج ۲ ص ۱۱)

(237) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ　　اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، التَّقْوٰى هَاهُنَا ويشير إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وعِرْضُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فرمایا: ایک دوسرے سے حسد کرو نہ ایک دوسرے پر دھوکہ کیلئے بھاؤ نہ بڑھاؤ ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھیں کرو، تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو حقیر جانتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ تقویٰ اس جگہ ہے۔ آپ نے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تین بار کہا: آدمی کیلئے اتنا شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے، مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ (مسلم)

اَلنَّجْشُ : اَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُّنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ، وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ، وهٰذَا حَرَامٌ۔

النجش: بازار میں بڑھا کر بولی لگانا جب کہ مقصد خریدنا نہ ہو بلکہ دھوکہ دینا اور تنگ کرنا ہو تو یہ حرام ہے۔

وَ التَّدَابُرُ : اَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْإِنْسَانِ ويَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ۔

تدابر: مسلمان کا مسلمان سے بے رخی کرنا اور اسے ایسی حالت میں چھوڑنا جس طرح کوئی چیز پیٹھ پیچھے ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه، ج ۸ص۱۰، رقم: ۶۷۰۶ الاداب للبیهقی، باب اجتناب الظن السوء والتجسس، ص۶۵، رقم: ۱۱۴ موطأ امام مالك، باب ما جاء فی المهاجرة، ص۹۰۷، رقم: ۱۶۱۶ سنن ابوداؤد، باب فیمن یهجر اخاه المسلم، ج ۴ص۳۳۰، رقم: ۴۹۱۲ سنن ابن ماجه، باب الدعاء بالعفو والعافیة، ج ۲ص۱۲۶۵، رقم: ۳۸۴۹)

شرح حدیث: بیع نجش مکروہ ہے

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: نجش مکروہ ہے، حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ مبیع (یعنی بیچی جانے والی چیز) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں، گاہک کو دیکھ کر چیز کے

خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تا کہ خریدار دھوکا کھا جائے، یہ بھی نجش ہے۔

(بہار شریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳۔ ۷۴)

حسد کی بیماری

بلاشبہ حسد دل کے بڑے امراض میں سے ہے اور چونکہ دل کی باطنی بیماریوں کا علاج علم ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے لہٰذا حسد کے مرض کے لئے نفع بخش علم یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ حسد تمہارے دین اور دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے جبکہ محسود کے دین و دنیا کے لئے ہرگز مضر نہیں، کیونکہ حسد سے کبھی کوئی نعمت زائل نہیں ہوئی، ورنہ تو اللہ عزوجل کی کسی پر کوئی نعمت باقی ہی نہ رہتی یہاں تک کہ کسی کے پاس ایمان کی دولت بھی باقی نہ رہتی، کیونکہ کفار کی تو ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ کسی بھی طرح اہلِ ایمان سے ایمان کی دولت چھن جائے، البتہ محسود کو دینی اعتبار سے تمہارے حسد کی وجہ سے فائدہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ وہ تمہاری جانب سے مظلوم ہوتا ہے خصوصاً جب تم غیبت اور اس کی بے عزتی یا کسی اور ذریعے سے اس کو تکلیف پہنچا کر اپنے حسد کو ظاہر کرتے ہو تو ایسی صورت میں تم خود اپنی جانب سے اس کی خدمت میں اپنی نیکیوں کو بطورِ تحفہ و ہدیہ پیش کر رہے ہوتے ہو حتی کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اس حالت میں ملاقات کرو گے کہ تم اس شخص کی طرح مفلس ہو گے جو اس وقت بھی ان نعمتوں سے اسی طرح محروم ہوگا کہ جس طرح دنیا میں محروم تھا، اور تم جس شخص سے حسد کرتے رہے وہ تمہارے دکھ درد وغیرہ سے بے پرواہ اور محفوظ ہوگا، لہٰذا جب تمہاری بصیرت کا پردہ اور دل کا زنگ چھٹ چکا ہے اور تم نے اس بارے میں غور و فکر بھی کر لیا ہے نیز تم خود اپنی جان کے دشمن بھی نہیں اور نہ ہی اپنے دشمن کے دوست ہو تو پھر ایک عظیم خطرے میں مبتلا ہو جانے کے ڈر سے اس موذی حسد سے منہ پھیر لو، اور وہ خطرہ یہ ہے کہ کہیں تم اللہ عزوجل کے فیصلے پر ناراض ہو کر اس کی تقسیم اور عدل کو ناپسند کرو جو کہ گناہ ہے یعنی ایسا گناہ گویا اللہ عزوجل کی توحید پر جرأت کرنا ہے اور دین کی بربادی کے لئے یہی جرأت کافی ہے۔

ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ تم نے اپنے اس عمل سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام اور باعمل علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس گروہ سے جدائی اختیار کر لی جو اللہ عزوجل کے بندوں کو خیر پہنچانا پسند کرتے ہیں اور ابلیس و شیاطین کے اس گروہ میں شرکت کر لی ہے جو مؤمنین کے لئے مصیبتوں اور نعمتوں کے زوال کو پسند کرتے ہیں؟ دل کی یہ گندگی تمہاری نیکیوں کو اس طرح کھا جائے گی جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ حسد تمہارے دنیوی ضرر یعنی رنج وغم میں بھی اضافہ کرتا ہے وہ ایسے کہ جب تم محسود کو دیکھتے ہو کہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور تمہاری نعمتوں میں کمی ہو رہی ہے تو تم غمگین ہو جاتے ہو، پس یہ تمہارے حسد ہی کی آفت ہے کہ تم ہمیشہ انتہائی غمگین، رنجیدہ خاطر، تنگ دل اور شکستہ رہتے ہو، پس اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ تم آخرت میں دوبارہ جی اٹھنے اور حساب و کتاب کو نہیں مانتے تب بھی

حسد کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے تا کہ تم اُخروی عذاب سے پہلے ان دُنیوی سزاؤں سے بچ سکو۔ اس ساری گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم خود ہی اپنے دشمن اور اپنے دشمن کے دوست ہو کیونکہ تم ایک ایسی چیز کے عادی ہو جو دنیا وآخرت میں تمہارے لئے تونقصان دہ ہے جبکہ تمہارے دشمن کے لئے نفع مند ہے اور یوں تم دنیا وآخرت میں خالق عزوجل اور مخلوق دونوں کے نزدیک قابلِ مذمت اور بد بخت ہو جاؤ گے۔

حسد کے مراتب

حسد کی حقیقت اور اس کے احکام جان لینے کے بعد اب اس کے مراتب بیان کئے جاتے ہیں۔

حسد کے چار مراتب ہیں:

(۱) کسی کی نعمت کے زوال کی اس طرح تمنا کرنا کہ خود کو اس نعمت کے حصول کی خواہش نہ ہو یہ حسد کا انتہائی درجہ ہے (۲۔۳) غیر کی نعمت کے زوال کے ساتھ ساتھ بعینہ اسی نعمت یا اس جیسی دوسری نعمت کے حصول کی تمنا کرنا، اگر محسود (یعنی جس سے حسد ہو اس) کی نعمت یا اس جیسی نعمت حاسد کو حاصل نہ ہو تو محض اس سے نعمت کے زوال کی تمنا اس لئے کرنا کہ وہ اس سے ممتاز نہ ہو سکے اور (۴) غیر سے نعمت کے زائل ہونے کی خواہش تو نہ ہو مگر آدمی یہ پسند کرے کہ وہ اس سے ممتاز بھی نہ ہو۔ یہ آخری صورت اگر دنیا کے بارے میں ہو تو حسد کی معاف شدہ صورت ہے اور اگر دین کے معاملہ میں ہو تو مطلوب ہے۔ (الزّواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۱۵)

(238) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج ۱ص۱۴، رقم: ۱۳ صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیہ المسلم، ج ۱ص۴۹، رقم: ۱۷۹ سنن الدارمی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج ۲ص۳۹۷، رقم: ۲۷۴۰ سنن ابن ماجہ، باب فی الایمان، ج ۱ص۲۶، رقم: ۶۶ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج ۴ص۲۷۸، رقم: ۱۳۹۹۵)

شرح حدیث: جو وہ اپنے لیے پسند کرتا؟

مؤمن اپنے اسلامی بھائی کو ہمیشہ اپنے مہمان اور پڑوسی کی عزت کرنے کا ہی حکم دے گا اور اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ بات کریگا تو صرف بھلائی کی، ورنہ خاموش رہے گا۔

نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کسی مؤمن کو پروقار انداز میں خاموشی کا پیکر

پاؤ تو اس کی قربت حاصل کیا کرو کیونکہ وہ (جب بھی بولے گا تو) صرف حکمت آموز باتیں ہی کہے گا۔
(احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاخلاق، بیان علامات حسن الخلق، ج ۳، ص ۸۵، بلفظ بدلھیلقن)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جو اسے اَذیت دینے والی ہو۔
(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ حقوق المسلم، ج ۲، ص ۲۴۳)

نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من اخذ الشیء من مزاح، الحدیث: ۵۰۰۴، ص ۱۵۸۹)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: شرکاءِ مجلس اللہ عزوجل کے امین ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی وہ بات ظاہر کرے جس کا ظاہر کرنا اسے ناپسند ہو۔
(الزہد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث ۶۹۱، ص ۲۴۰، اخیہ بدلھصاحبہ)

(239) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ اَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مظلوم ہو تو مدد کرو (یہ تو سمجھ میں آتا ہے) اگر ظالم ہو تو کیسے مدد کروں (یہ بات قرین قیاس نہیں) فرمایا اس کو ظلم سے روک یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اعن اخاک ظالما او مظلوما، ج ۲ ص ۱۲۸، رقم: ۲۴۴۳، صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، ج ۱۱ ص ۵۷۰، رقم: ۵۱۶۶، الاداب للبیهقی، باب فی التعاون علی البر، ص ۵۴، رقم: ۱۹۷، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، ج ۸ ص ۳۰، رقم: ۷۴۱۱، سنن الدارمی، باب انصر اخاک ظالما او مظلوما)

شرح حدیث: ظالم کو ظلم سے روکنے کی فضیلت

حضرت سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! تم یہ آیت مبارکہ پڑھتے ہو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ
ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پر ہو۔ (المائدہ آیت ۱۰۵)
(پھر فرمایا) میں نے حضور سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب پر عذاب کرے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، رقم ۱، ص ۱۶)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جب تم دیکھو کہ میری امت ظالم کی تائید کررہی ہے تو تیرا ظالم کو ظالم کہنا تجھے اُن سے جدا کردے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج ۲، رقم ۶۷۹۸، ص ۱۲۱)

مظلوم کی مدد کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ہمیں مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ لبس المعصفر للرجال والقسی، ج ۴، رقم ۲۸۱۸ ص ۳۶۹)

دریائے نیل کے نام ایک خط

حضرت سیدنا قیس بن الحجاج علیہ رحمۃ اللہ الوھاب سے مروی ہے: جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے کچھ لوگ حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عجمی مہینوں میں سے کسی مہینے کی تاریخ کو آئے (اس وقت حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے)، ان لوگوں نے عرض کی: اے ہمارے محترم امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک پُرانی رسم ہے جب تک وہ رسم ادا نہ کی جائے اس وقت تک یہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کون سی رسم ہے جس کے ادا کئے بغیر یہ دریا جاری نہیں ہوتا؟ لوگوں نے عرض کی: اس ماہ کی بارہ تاریخ ہم کسی نوجوان خوبصورت لڑکی کے والدین کے پاس جاتے ہیں اور انہیں اس بات پر راضی کرتے ہیں کہ وہ اپنی خوبصورت دوشیزہ کو دریائے نیل میں ڈالنے کے لئے ہمارے حوالے کردیں تاکہ یہ دریا جاری ہو اور ہم سب سیراب ہوسکیں پھر ہم اس نوجوان خوبصورت لڑکی کو عمدہ کپڑے پہنا کر زیورات سے آراستہ کرتے ہیں پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح ہر سال ہم اپنی ایک جوان لڑکی کی قربانی دیتے ہیں تب دریائے نیل جاری ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی یہ عجیب وغریب بات سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اِسلام میں ایسی کوئی بے ہودہ رسم جائز نہیں، بے شک اِسلام نے ایسی تمام باطل رسمیں مٹادی ہیں، تم اس مرتبہ اس رسم پر ہرگز عمل نہ کرنا۔

لوگ آپ کی بات سن کر واپس چلے گئے اور انہوں نے اس مرتبہ کسی بھی لڑکی کو دریا میں نہ پھینکا، دریائے نیل خشک رہا اور اس مرتبہ اس میں بالکل بھی پانی نہ آیا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے اِرادہ کرلیا کہ ہم یہ ملک چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔

جب حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب خط لکھا اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا، جب حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً لکھوا کر بھیجا: تم نے بالکل سچ کہا کہ اِسلام بے ہودہ پُرانی رسموں کو مٹادیتا ہے۔ مَیں تمہاری طرف مکتوب میں ایک رقعہ بھیج رہا ہوں

جب تمہارے پاس میرا یہ مکتوب اور رقعہ پہنچے تو تم اس رقعے کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک مکتوب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تو اس میں ایک چھوٹا سا رقعہ بھی تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقعہ لیا اور اسے پڑھنا شروع کیا۔ اس مبارک رقعے میں درج الفاظ کا مفہوم یہ ہے:

اللہ عزوجل کے بندے امیر المؤمنین (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب سے مصر کے دریا نیل کی طرف!

امابعد! اے دریائے نیل! اگر تُو اپنی مرضی سے جاری ہوتا ہے تو جاری مت ہو (ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں) اور اگر تجھے اللہ عزوجل واحد وقہار جاری فرماتا ہے تو ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقعہ پڑھا اور دریائے نیل میں ڈال دیا جس وقت یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا اس وقت دریا بالکل خشک تھا اور لوگوں نے اس ملک کو چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن جب لوگ صبح دریائے نیل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ہی رات میں اللہ عزوجل نے (امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رقعہ کی برکت سے) دریا میں سولہ گز پانی جاری فرمادیا اور اللہ عزوجل نے وہ رسمِ باطل مٹادی اور آج تک یہ رسم ختم ہے۔ (دریائے نیل اس کے بعد آج تک خشک نہیں ہوا)

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سبحان اللہ عزوجل! اِسلام کتنا عظیم ہے کہ اس نے آکر مظلوموں کو ظلم سے نجات دلوائی، بے سہاروں کو سہارا دیا اور دینِ اسلام ایسے عظیم اَحکام کا مجموعہ ہے کہ جن میں لوگوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ عزوجل کا ہوجاتا ہے ہر چیز اس کے تابع کردی جاتی ہے جو اپنے گلے میں نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی غلامی کا پٹہ ڈال لیتا ہے وہ درحقیقت جہاں کا سردار بن جاتا ہے:

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد ﷺ کے غلام اکثر

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۲۸)

(240) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا مریض کی بیمار پرسی کرنا' جنازوں کے پیچھے چلنا' دعوت قبول کرنا' چھینکنے والے کو جواب دینا (یعنی یرحمك اللہ کہنا)۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ ستٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں جب تم اس کو ملو تو سلام کرو جب تم کو دعوت دے تو دعوت قبول کرو۔ جب خیر خواہی طلب کرے تو اس کیلئے خیر خواہی کرو اور جب چھینک کر اللہ کی حمد بجالائے' تو اس کو جواب دے (یرحمك الله کہہ کر) جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کر اور فوت ہو جائے' تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۲ص ۷۱، رقم: ۱۲۴۰ صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام، ج ۷ص ۳، رقم: ۵۷۷۶ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل، ج ۳ص ۳۸۶، رقم: ۶۸۵۵ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ۶ص ۶۴، رقم: ۱۰۰۴۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج ۲ص ۵۴۰، رقم: ۱۰۹۷۹، (جبکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ یہ روایت صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) (صحیح مسلم، باب من احق المسلم للمسلم ردالسلام، ج ۷ص ۳، رقم: ۵۷۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں۔ مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں، کافروں کا ان میں سے کوئی حق نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرض کفایہ، کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام و کاج کے لیے سنت ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے، چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یَرْحَمُكَ الله پھر چھینکنے والا کہے یَهْدِيْكُمُ الله وَيُصْلِحُ بَالَكُم اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی و مرقاۃ وغیرہ)

(مراٰۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۴۹)

سلام کا جواب دینے کی سنتیں اور آداب

پیارے اسلامی بھائیو!

سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۸)

بد قسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلَا مُ عَلَیْکُمْ سے ابتدا کرنے کے بجائے آداب عرض کیا حال ہے؟ مزاج شریف صبح بخیر، شام بخیر وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے ابتداء کرتے ہیں، یہ خلافِ سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی خدا حافظ گڈ بائی ٹاٹا وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔

(۱) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ۴۰۹)

(۲) سلام کرنے والے کو اس سے بہتر جواب دینا چاہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ (پ ۵، النسا: ۸۶)

سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ۴۰۹)

جب کوئی کسی کا سلام لائے تو اس طرح جواب دیں عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو۔۔ حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی نے بتایا کہ میرے والدِ ماجد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو میرا اسلام عرض کر۔ اس نے کہا، میں آپ (حضور صلی اللہ علیہ ؤالہٖ وسلم) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کی، سرکار! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم میرے والد صاحب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو سلام عرض کرتے ہیں۔ حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ یعنی تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول فلان یقرئک السلام، الحدیث ۵۲۳۱، ج ۴، ص ۴۵۸)

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاویٰ رضویہ جلد 22 صَفحہ 409 پر فرماتے

ہیں: کم از کم السَّلَامُ علیکم اور اس سے بہتر وَرَحمَۃُ اللہ ملانا اور سب سے بہتر وَبَرَکَاتُہ، شامل کرنا اور اس پر زِیادَت نہیں۔ پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اِعادہ توضَرورہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے السَّلَامُ علیکم کہا تو یہ وَعَلَیکُم السَّلَام وَرَحمَۃُ اللہ کہے۔ اور اگر اس نے السَّلَامُ علیکم وَرَحمَۃُ اللہ کہا تو یہ وَعَلَیکم السَّلَامُ وَرَحمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے اور اگر اس نے وبَرَکَاتُہ، تک کہا تو یہ بھی اتنا ہی کہے کہ اس سے زِیادَت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سلام کا فوراً جواب دینا واجب ہے۔ اگر بلا عذر تاخیر کی تو گناہ گار ہوگا اور صرف جواب دینے سے گناہ معاف نہیں ہوگا، توبہ بھی کرنا ہوگی۔ (ردالمحتار مع درمختار، ج۹ص ۶۸۳)

جواب اتنی آواز سے دینا واجب ہے کہ سلام کرنے والا سن لے۔ (بہارشریعت، سلام کا بیان، حصہ ۱۶، ص ۹۲)

غیر مسلم کو سلام نہ کریں وہ اگر سلام کرے تو اس کا جواب واجب نہیں، جواب میں فقط وَعَلَیکُم کہہ دیں۔

(بہارشریعت، سلام کا بیان، حصہ ۱۶، ص ۹۰)

بُڑھیا کا جواب آواز سے دیں اور جوان عورت کے سلام کا جواب اتنا آہستہ دیں کہ وہ نہ سنے۔ البتہ اتنی آواز لازمی ہے کہ جواب دینے والا خود سن لے۔ (بہارشریعت، سلام کا بیان، حصہ ۱۶، ص ۹۰)

اگر کسی نے آپ سے کہا کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے۔

اگر سلام لانے والا اور بھیجنے والا دونوں مرد ہوں تو یوں کہیں: عَلَیکَ وَعَلَیہِ السَّلَام اگر دونوں عورتیں ہوں تو کہیں عَلَیکِ وَعَلَیھَا السَّلَام۔

اگر پہنچانے والا مرد اور بھیجنے والی عورت ہو عَلَیکَ وَعَلَیھَا السَّلَام۔

اگر پہنچانے والی عورت ہو اور بھیجنے والا مرد ہو عَلَیکِ وَعَلَیہِ السَّلَام۔

(ان سب کا ترجمہ یہی ہے: تجھ پر بھی سلام ہو اور اس پر بھی)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ کے فضائل

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق نے عرض کیا میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں

داخل ہوگا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، رقم ۴۹۴۶، ج ۳، ص ۳۸۳)

(241) وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمِ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ: وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی السَّبْعِ الْاُوَلِ.

حضرت ابوعمارہ براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات کام کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع کیا۔ ہمیں بیمار پرسی کرنے' جنازہ کے پیچھے چلنے' چھینک والے کو جواب دینے' قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت قبول کرنے اور سلام پھیلانے کا حکم دیا' اور ہمیں سونے کی انگوٹھیاں پہننے' چاندی کے برتن میں پینے' سرخ گدیوں پر بیٹھنے' قس کے کپڑے پہننے حریر' استبرق اور دیباج پہننے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے پہلی سات چیزوں میں (جن کی اجازت ہے) گم شدہ چیز کا اعلان بھی شامل ہے۔

اَلْمَيَاثِرُ بِيَاءٍ مُشَدَّدَةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ، وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا: وَهِیَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ، وَهِیَ شَیْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّيُحْشٰی قُطْنًا اَوْ غَيْرَهٗ، وَيُجْعَلُ فِی السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ. وَالْقَسِّیُّ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ: وَهِیَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّكَتَّانٍ مُخْتَلِطَيْنِ. وَاِنْشَادُ الضَّالَّةِ: تَعْرِيْفُهَا.

میاثر: الف سے پہلے یاء مثناۃ اور ثاء مثلثہ اس کے بعد' میثرۃ کی جمع ہے اس کا مطلب ایسی چیز ہے کہ ریشم سے بنا کر اس میں روئی وغیرہ بھر دیتے اس کو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوہ میں رکھتے' اس پر سوار بیٹھتا' القسی: یہ کپڑے سوت و ریشم کو ملا کر بناتے تھے' انشاد الضالۃ: گم شدہ چیز کا اعلان کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب انیة الفضة، ج ۷، ص ۱۱۳، رقم: ۵۶۳۵، صحیح مسلم باب تحریم استعمال انا الذهب والفضة علی الرجال، ج ۶، ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۱۰، الآداب للبیهقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیه فی الاسلام، ص ۱۰۸، رقم: ۱۸۴، سنن الکبری للنسائی، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۱، ص ۶۳۰، رقم: ۲۰۶۶، مسند امام احمد، مسند البراء بن عازب رضی الله عنه، ج ۴، ص ۲۹۹، رقم: ۱۸۶۶۷)

شرح حدیث: اس حدیث میں بالاختصار سات مثبت اور سات منفی کل چودہ باتیں ہیں جو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی

میں بہت دوررس اثرات کی حامل ہیں۔ ہر ایک کی الگ تفصیل وتشریح کے لیے صفحات درکار ہوں گے جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ ان کی اجتماعی اہمیت پر قدرے روشنی ڈالی جارہی ہے۔ امید ہے کہ قاری حضرات غور سے پڑھیں گے۔ بنی نوع انسان میں حیات وموت کا ایک تسلسل جاری ہے۔ آج کسی کی باری ہے تو کل کسی اور کی۔ جب کسی مسلمان کو موت کا سامنا ہوتا ہے تو مختلف افکار اسے گھیرے رہتے ہیں۔ اور کبھی وہ منٹ منٹ پر دوسروں کا محتاج ہوجاتا ہے، لیکن اس حیثیت کی رو سے جب ایک مسلمان اپنے اس بیمار مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کی مجرد آمد ہی اسے اس بیمار بھائی کے دل میں ایک معنوی تازگی ابھر آتی ہے جسے وہ اس موت وحیات کی کشمکش کے وقت محسوس کرتا ہے کہ سوسائٹی میں اس کے کچھ پرسان حال موجود ہیں اور خوشی سے وہ اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کرنے لگتا ہے، پھر عیادت کرنے والے کے دعائیہ کلمات سے وہ ایک نوع سکون محسوس کرتا ہے اور اسے تھوڑی امید بندھ جاتی ہے کہ شاید اب اللہ اسے شفا نصیب فرمادے۔ بیمار شخص کے ان احساسات کے ساتھ ساتھ بیمار پرسی کرنے والے بھی رحمت خداوندی سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت ونعمت سے نوازا جاتا ہے۔ اور یہ صرف مسلم سوسائٹی ہی کی خصوصیت ہے، یہ خصوصیت دنیا کے کسی دیگر سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی۔ (فالحمد للہ علی ذلک) اس حدیث کی رو سے جب کوئی مسلم کسی دنیوی غرض سے نہیں بلکہ اللہ کے واسطے اپنے مسلم بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں اور عیادت کو جانے والے اس شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے لیے جنت میں ایک باغ بھی مخصوص ہوجاتا ہے۔ (صحیح ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ) اگر کسی مسلم بھائی کی وفات ہوجاتی ہے تو دیگر مسلمانوں پر فرض کردیا گیا ہے (جسے فرض کفایہ کہا جاتا ہے) کہ وہ اس حدیث کی رو سے اس کی تجہیز وتکفین اور دفن میں شریک ہوں، اس کے جنازہ کے ساتھ جاکر اسے اپنے آخری منزل تک پہنچا کر اس کی ثابت قدمی وجنت نصیبی کے لیے دعا کرکے لوٹیں۔ ایک مسلم اپنی خوشی سے اپنے کسی مسلم بھائی کو دعوت دیتا ہے تو اسے بلا عذر ٹھکرادینے سے اس مسلم بھائی کی دل شکنی ہوگی۔ لہٰذا اسلامی شریعت نے بلا وجہ اسے نہ ٹھکرانے اور اسے قبول کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اپنے مسلم بھائی کی دل شکنی نہ ہو۔ اسلام کو اپنی مسلم سوسائٹی میں کسی فرد پر ظلم ہونا برداشت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنے مظلوم بھائی کی مدد کے ذریعہ اس کے اوپر ہونے والا ظلم روک دیا جائے تاکہ یہ قتل وخوں ریزی کی نوبت تک نہ پہنچے۔ ایک ناحق قتل کو اسلام پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بلاشک وشبہ انسانیت کے قتل کی روک تھام کی ایک پیشگی تدبیر ہے۔ اسی طرح مذکورہ دیگر احکام کی بہت ساری خوبیاں ہیں جو فرد ومجتمع سے جڑی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افراد کو ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے جن سے کسی کے اندر تکبر وغرور پیدا ہو، اور دوسرے دیکھنے والے بھائیوں کے اندر محرومی اور کمتری کا احسان پیدا ہو۔ چنانچہ چاندی کے برتن، سونے کا بیجا استعمال نیز مختلف قسم کے فاخرانہ ریشمی کپڑے سے مسلمان مرد کو روک دیا گیا تاکہ افراد امت میں لباس ودیگر استعمال کی چیزوں میں

ہم آہنگی وتوازن برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی کے اتباع کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، آمین۔ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو ایمان آفروز نصیحتیں اور جب کہ لقمان (علیہ السلام) نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا مس ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کردوں گا۔ پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں، آسمانوں میں یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا، (یقین مان) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا، اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔ (سورہ لقمان آیات: 13 تا 19)

28-بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّهْيِ عَنْ إِشَاعَتِهَا لِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم اور ضرورت کے بغیر اس کی اشاعت کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) (النور: 19).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان میں سے بے حیائی کا کام پھیلنا پسند کرتے ہیں ان کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(242) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ دوسرے بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بشارة من ستر الله عیبه فی الدنیا، ج ۸ ص ۲۱، رقم: ۶۷۶۰، المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ ص ۴۲۷، رقم: ۸۱۶۰، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۳۸۸، رقم: ۹۰۲۳، مسند الشهاب، باب لا یستر عبد عبدا فی الدنیا الاستره الله یوم القیامة، ص ۴۱۶، رقم: ۴۰۵)

شرح حدیث: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی صفات سے متصف

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے! وہ شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابنِ مُعْتَز کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَہ ... فَاَوْدَعْتُہ، صَدْرِیْ فَصَارَ لَہٗ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس لئے قبر بن گیا۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۱۵۸)

اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے بھائی کے راز کھولے گا اللہ عزوجل اس کا راز ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن، رقم ۲۵۴۶، ج ۳، ص ۲۱۹)

حضرتِ سیدنا دُخَین ابوالہیثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا عُقْبَہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے کچھ پڑوسی شراب پیتے ہیں لہٰذا! میں سپاہیوں کو بلانے جا رہا ہوں تا کہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ انہیں نصیحت کرو اور اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراؤ۔ میں نے جواب دیا، میں انہیں شراب پینے سے منع کر چکا ہوں مگر وہ باز نہیں آتے، اسی لئے اب میں سپاہیوں کو بلانے جا رہا ہوں تا کہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ تو حضرتِ سیدنا عُقْبَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو میں نے رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی کی پردہ پوشی کی گویا اس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کر دیا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب الجار، رقم ۵۱۸، ج ۱، ص ۳۶۷)

حضرتِ سیدنا مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عُقْبَہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرتِ سیدنا مَسْلَمَہ بن مُخَلَّد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے دربان کے ساتھ اِن کی تکرار ہو گئی۔ حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ

نے انکی آواز سن لی اور انہیں اندر بلوالیا۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری ملاقات کے لئے نہیں آیا بلکہ ضرورت کے تحت آیا ہوں کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جس دن رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا تھا کہ جو اپنے بھائی کے کسی عیب پر مطلع ہو کر اسکی پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یاد ہے۔ تو حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسی لئے آیا تھا۔

(المعجم الکبیر، مسند محمد بن سیرین، رقم ۹۶۲، ج ۱۷، ص ۳۴۹، بتغیر ما)

(243) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَ كَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے ہر امتی کو معافی مل جائے سوائے گناہ کا اعلان کرنے والے کے (وہ محروم ہوں گے)۔ اعلان گناہ میں سے ہے کہ کہ ایک آدمی رات کو گناہ کرے، پھر صبح کرے حالانکہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی اب کہے: اے فلاں گزشتہ رات میں نے یہ کیا حالانکہ اس نے رات گزاری کہ اس پر اس کے ربّ نے پردہ ڈالا اور اس نے صبح کی کہ اس نے اللہ کے اس پردہ کو چاک کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب ستر المؤمن علی نفسه، ج ٨ص ٢٠، رقم: ٦٠٦٩صحيح مسلم، باب النهی عن هتك الانسان ستر نفسه، ج ٨ص ٢٢٣، رقم: ٧٦٧٦السنن الصغری للبيهقی، باب الاستتار بستر الله، ج ٣ص ٣٥، رقم: ٣٢٢٣المعجم الصغير للطبرانی، من اسمه عبدالله، ج ١ص ٢٧٨، رقم: ٦٣٢مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ٢ص ٣٠٩، رقم: ٨٠٩٦)

شرح حدیث: ایک آنکھ والا آدمی

حضرتِ سیِّدُنا کعبُ الاَحبار رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا، لوگوں نے آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی بارگاہ میں درخواست کی، یا کلیمَ اللہ! دعاء فرمایئے تا کہ بارش ہو۔ آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ پہاڑ پر چلو۔ سب لوگ ساتھ چل پڑے تو آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اِعلان فرمایا: میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ یہ سن کر سارے لوگ واپس چلے گئے صرف ایک آنکھ والا ایک آدمی ساتھ چلتا رہا۔ حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ عرض کی: سنی ہے۔ فرمایا: کیا تم بالکل بے گناہ ہو؟ عرض کی: یا کلیمَ اللہ! مجھے اپنا اور کوئی جرم تو یاد نہیں، البتہ ایک بات کا تذکرہ کرتا ہوں، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کی:

ایک دن میں نے گزرگاہ پر کسی کی قیام گاہ میں ایک آنکھ سے جھانکا تو کوئی کھڑا تھا۔ کسی کے گھر میں اس طرح جھانکنے کا مجھے بہت قلق (یعنی صدمہ) ہوا میں خوفِ خدا عزوجل سے لرز اُٹھا، مجھ پر ندامت غالب آئی اور جس آنکھ نے جھانکا تھا اُس کو نکال کر پھینک دیا! ارشاد فرمایئے! اگر میرا وہ عمل گناہ ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں۔ حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو ساتھ لے لیا۔ پھر پہاڑ پر پہنچ کر آپ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا: اللہ سے بارش کی دعا کرو! اُس نے یوں دُعا مانگی: یاقُدُّوسُ عزوجل! یاقُدُّوسُ عزوجل! تیرا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور بُخل تیری صِفت نہیں، اپنے فضل و کرم سے ہم پر پانی برسادے۔ فوراً بارِش ہوگئی اور دونوں حضرات بھیگتے ہوئے پہاڑ سے واپس تشریف لے آئے۔ (روض الرّیاحین ص ۲۹۵)

معلوم ہوا کہ گناہ پر ندامت بہت اہمیّت رکھتی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ یعنی شرمندگی توبہ ہے۔ (اِبن ماجہ ج ۴ ص ۴۹۲ حدیث ۴۲۵۲) آہ! ہم دن میں بیسیوں، سینکڑوں، ہزاروں گناہ کرتے ہیں مگر ندامت تو کُجا ہمیں اِس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

معرفت کی باتیں

حضرت سیدنا محمد بن محمود سمرقندی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ الباری کو یہ فرماتے ہوئے سنا: غربت اور تنگدستی زاہدین کے دیار ہیں۔ بندہ مؤمن جب کوئی عمل کرتا ہے یا تو اس کا وہ عمل نیک ہوتا ہے یا بد۔ اس کا نیک عمل تو نیک ہی ہے لیکن اس کے بُرے عمل کے ساتھ بھی بسا اوقات نیکیاں شامل ہوجاتی ہیں وہ اس طرح کہ جب کسی نیک انسان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس پر خوفِ خداوندی عزوجل طاری ہوجاتا ہے اور اللہ عزوجل سے ڈرنا نیکی ہے، اس کے بعد وہ اپنے رب عزوجل سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ پاک پروردگار عزوجل اس کا گناہ بخش دے گا تو اس کی یہ اُمید بھی نیکی ہی ہے۔ پس مؤمن کا گناہ ایسا ہے جیسے دو شیروں کے درمیان لومڑی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حکمت کے سرچشمے ہیں، ان کی مجالس بابرکت ہوتی ہیں گویا یہ لوگ عمدہ باغات اور اپنی پسندیدہ جگہوں میں ہیں، ان کی مجالس میں خیر ہی خیر ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے: اللہ ربُّ العزّت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ26، محمد:19)

اس آیت کریمہ میں خود خدائے بزرگ و برتر حکم فرمارہا ہے: اے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو خود کسی کام کا حکم

فرمائے اور پھر اس کی بجا آوری پر انہیں اَجر نہ دے، یا جو اس نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کرے؟ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ وہ پاک پروردگار عزوجل تو وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس سے اُمید رکھتا ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور اسے اپنے گناہ پر شرمندگی بھی ہو پھر نبی مکرّم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اس کی شفاعت فرمائیں اور جس ذات کی نافرمانی اس گناہ گار شخص سے ہوئی وہ ذات بھی ایسی کریم کہ بڑے بڑے گناہوں کو محض اپنے لُطف وکرم سے بخش دے اور جو اس کے سامنے صدقِ دل سے تائب ہو جائے اور دو قطرے آنسوؤں کے بہالے تو زمین وآسمان کے برابر گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔ کیا وہ پاک پروردگار عزوجل ہمارے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا ہمیں اس کی پاک ذات پر کامل یقین ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(244) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلتَّثْرِيْبُ: اَلتَّوْبِيْخُ.

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب باندی زنا کرے پھر اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو مالک کو چاہیے کہ وہ اس پر حد جاری کرے (کروائے) اور اسے ملامت نہ کرے۔ اگر وہ پھر دوبارہ زنا کرے تو پھر اس کو حد لگائے اور اسے ملامت نہ کرے پھر اگر تیسری بار وہ زنا کرے تو اس کو بیچ دے اگرچہ بالوں کے رسی کے عوض۔ (متفق علیہ) التثریب: اس کا مطلب ہے ڈانٹ شدید ملامت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بیع المدبر، ج۲ص۸۳، رقم: ۲۲۳۴ صحیح مسلم، باب رجم الیھود اھل الذمه فی الزنا، ج۵ص۱۲۳، رقم: ۴۵۳۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۴۹۴، رقم: ۱۰۴۱۰ مصنف عبدالرزاق، باب زنا الامة، ج۷ص۳۹۳، رقم: ۱۳۵۹۹ (المکتب الاسلامی، بیروت)

شرحِ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور آپ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر مغفر تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبہ نبوی تھا۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے

ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ کی یہ کیفیت تواضع خداوندِ قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنی عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۰۔۳۲۱)

بیت اللہ میں داخلہ: پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹنی کے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کعبہ کے کلید بردار بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی، باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ، رقم ۴۲۸۹، ج ۵، ص ۱۴۸۔۱۴۹)

کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح، رقم الحدیث ۴۲۸۷، ج ۵، ص ۱۴۸)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم فرمایا۔ جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا تو آپ اپنے ساتھ اُسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور تمام گوشوں پر تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی پڑھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸ و بخاری، ج ۲، ص ۶۱۴)

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی ان کے ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزَعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۳۹)

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربارِ عام:۔ اس کے بعد حرم الٰہی میں آپ نے سب سے پہلا دربارِ عام منعقد فرمایا جس میں افواجِ اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے عوام و خواص کا ایک زبردست اژدحام تھا۔ اس دربار میں آپ نے ایک خطبہ دیا اور پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا کہ بولو، تم کو معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے تمام مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے، لیکن جبینِ رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر سب یک زبان ہو کر بولے اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ یعنی آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۴۹)

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمانِ رحمت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہو گئیں۔

اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در و دیوار پر بارش انوار ہونے لگی۔ مجرموں کی نظر میں ناگہاں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا۔ فضا ہی پلٹ گئی۔ اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا گھر گھر اجالا تھا

(عجائب القرآن صفحہ ۲۲۶)

(245) وَعَنْهُ قَالَ: اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برجل قَدْ شَرِبَ خَمْرًا، قَالَ: اضْرِبُوْهُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کو مارو' پیٹو۔ پس ہم میں سے کوئی اس کو ہاتھ سے مارنے والا تھا اور کوئی جوتے سے مارنے والا اور کوئی کپڑے سے جب وہ پھرا تو کسی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (سنن بخاری' باب الضرب بالجرید والنعال' ج۸ص۱۵۸' رقم: ۶۷۷۷' سنن ابوداؤد' باب الحد فی الخمر' ج۴ص۲۷۷' رقم: ۴۴۷۹' مسند امام احمد بن حنبل' مسند ابی هریرة رضی الله عنه' ج۲ص۲۹۹' رقم: ۷۹۷۳' جامع الاصول' الفصل الثانی فی الرفق بشارت الخمر' ج۲ص۵۹۵' رقم: ۱۹۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب۔ سبحان اللہ! خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں، خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو بلکہ یوں کہو کہ الٰہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کے توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یاارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین! (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۵۲۴)

سُواری کے جانور پر بھی لعنت مت کرو

ایک شخص نے اپنی سواری کے جانور پر لعنت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: اس سے اتر جاؤ ہمارے ساتھ میں ملعون چیز کو لے کر نہ چلو، اپنے اوپر اور اپنی اولاد و اَموال پر بددعا نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بددعا اُس ساعت میں ہو جس میں جو دعا خدا (عَزَّ وَجَلَّ) سے کی جائے قَبول ہوتی ہے۔ (صَحیح مُسلِم ص ۱۶۰۴ حدیث ۳۰۰۹)

29-بَابٌ فِيْ قَضَاءِ حَوَائِجُ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)(الحج: 77)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اچھا کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(246) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ. مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے مدد چھوڑتا ہے، جو اپنے بھائی کے کام میں ہو اللہ اس کے کام میں ہوتا ہے، اور جو کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرے۔ اللہ تعالیٰ (اس کے بدلے) قیامت کے دن کی تکالیف میں سے بڑی تکلیف اس سے دور فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ج ۲ص ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰ صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واقتصاره ودمه وعرضه، ج ۸ص ۱۰، رقم: ۶۷۰۶ الاداب للبیهقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص ۶۸، رقم: ۱۲۰ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب النکاح، ج ۷ص ۲۷۷، رقم: ۷۱۲۰ سنن ابوداؤد، باب المؤاخاة، ج ۴ص ۴۲۲، رقم: ۴۸۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان مسلمان کا دینی واسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا ہے اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا، حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مؤمنوں کو بھائی

قرار دیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور حضور نے یہاں مسلمون کو۔ (از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت و شفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے۔

اپنے بھائی کی حاجت روائی کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا، مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کر سکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہو جائے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لے گا تمہیں رسوا نہ کرے گا، ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو اس کا اظہار ضرور کر دو تا کہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔ غرضکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالیٰ اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا لہذا کربۃ کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کامل ہے رب تعالیٰ کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۸)

جنت کی وادیوں میں

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہِ رسالت مآب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: یارسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! جنت کی وادیوں میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے جوارِ رحمت (یعنی قرب) میں کون ہوگا؟ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت کو زندہ کرے اور میرے پریشان امتی کی تکلیف دور کریگا۔ (حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۴۰۷۶، ج ۴، ص ۴۸)

(247) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تکلیف میں سے بڑی تکلیف دور فرمائے گا۔ اور جس نے تنگ دستی والے پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا و

مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. وَاللهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ. وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ. وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللهِ تَعَالٰى، يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آخرت میں آسانی کرے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی دنیا وآخرت میں فرمائے گا اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اور جو کسی راستے پر علم کی طلب کیلئے چلے تو اللہ اس پر جنت کی طرف راستہ آسان کر دے گا اور جو اللہ کے گھروں میں کسی گھر میں لوگ جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں اس کی درس وتدریس کریں تو ان پر سکون نازل ہوتا ہے۔ ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فرماتا ہے' جو اس کے پاس ہیں اور جس کے عمل نے اس کو سست کیا اس کا نسب اس کو آگے نہ بڑھائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۳ الاداب للبیھقی، باب من احب اللہ عزوجل واحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص ۲۵، رقم: ۸۵۵ المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ص ۲۲۷، رقم: ۸۱۵۹ سنن ابوداؤد، باب فی المعونۃ للمسلم، ج ۴ص ۴۴۲، رقم: ۴۹۴۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی السترۃ علی المسلم، ج ۲ص ۳۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: عیب پوشی کے متعلق 3 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

عیب پوشی کے حوالے سے 3 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ ہوں: (1) جو اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرے اللہ عزوجل اُس کا عیب ظاہر فرمائے گا یہاں تک کہ اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر دے گا (ابن ماجہ ج ۳ ص ۲۱۹ حدیث ۲۵۴۶) (2) جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ عزوجل قیامت کی تکلیفوں میں سے اُس کی تکلیف دُور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے تو خدائے ستار عزوجل قیامت کے روز اس کی عیب پوشی فرمائے (مُسلم حدیث ۲۵۸۰ ص ۱۳۹۴) (3) جو شخص اپنے بھائی کا عیب دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کر دے تو وہ جنّت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(مسند عبد بن حُمید ص ۲۷۹ حدیث ۸۸۵)

تکلیف دور کرنے کا ثواب

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجسّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتشَم، شافعِ اُمَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک

شخص کو جنت میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ جدھر چاہتا تھا نکل جاتا تھا۔ جانتے ہو کیوں؟ صرف اس لئے کہ اُس نے اِس دنیا میں ایک دَرَخت راستے سے اِس لئے کاٹ دیا تھا کہ مُسلمانوں کو راہ چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ (صحیح مُسلم ص ۱۴۱۰ حدیث ۱۹۱۴)

تنگدست کو مہلت دینے یا اس کے قرض میں کچھ کمی کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے اگر جانو۔ (پ 3، البقرۃ:280)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کی، اللہ عزوجل قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اسکی ایک پریشانی دور فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔ جو دنیا میں تنگ دست کو آسانی فراہم کریگا، اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔ جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا، اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔ اور اللہ عزوجل اسوقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القران، رقم ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض میں کمی کی، اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر، رقم ۱۳۱۰، ج ۳، ص ۵۲)

حضرتِ سیدنا ابویَسَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میری ان آنکھوں نے دیکھا پھر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرے ان کانوں نے سنا پھر اپنے دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میرے دل نے اسے یاد کرلیا کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض میں کچھ کمی کی تو اللہ عزوجل اسے اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(المستدرک، کتاب البیوع، باب من انظر معسرا الخ، رقم ۲۲۲۷، ج ۲، ص ۳۲۶)

حضرتِ سیدنا ابویَسَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کے دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے میں سب سے پہلے جگہ پانے والا وہ شخص

ہوگا جس نے کسی تنگدست کومہلت دی تا کہ وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ پالے یا اپنا قرض معاف کر دیا اور کہا کہ میرا مال تم پر اللہ عزوجل کی رضا کے لئے صدقہ ہے اور اُس قرض کی رسید کو پھاڑ دے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج من معسر، رقم ۶۶۷۰، ج ۴، ص ۲۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرض کی ادائیگی کے وقت سے پہلے تنگدست کومہلت دی اسے روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے وقتِ ادائیگی کے بعد مہلت دی اسے روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۷۶، ج ۴، ص ۲۴۲)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکی دعائیں قبول ہوں اور پریشانیاں دور ہوں تو اسے چاہیے کہ تنگدست کومہلت دیا کرے۔(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۶۴، ج ۴، ص ۲۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم مسجد میں تشریف لائے تو زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمار ہے تھے، جس نے تنگدست کومہلت دی یا اس کے قرض میں کمی کی اللہ عزوجل اسے جہنم کی گرمی سے بچائے گا۔(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۶۶، جلد ۴، ص ۲۴۰)

حضرتِ سیدنا حُذَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں ایک ایسے بندے کو پیش کیا جائے گا جسے (دنیا میں) کثیر مال سے نوازا گیا تھا۔ اللہ عزوجل اس سے دریافت فرمائے گا، تو نے دنیا میں کیا کیا؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔(پ5، النساء:42)

(پھر فرمایا)، تو وہ عرض کریگا، اے میرے رب عزوجل! تو نے دنیا میں مجھے مال عطا فرمایا تھا اور میں لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کیا کرتا تھا، لوگوں سے نرمی برتنا میری عادت تھی لہذا میں مالدار کے لئے آسانی کرتا اور تنگدست کومہلت دیا کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں اس بات (یعنی نرمی) کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں۔ پھر فرشتوں سے فرمائے گا، میرے اس بندے سے چشم پوشی کرو۔ حضرتِ سیدنا عُقْبَہ بن عامر اور ابومسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ اقدس سے اسی طرح سنا ہے۔(مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم ۱۵۶۰، ص ۸۴۴)

30-بَابُ الشَّفَاعَةِ
سفارش کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اچھی سفارش کرے گا

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا (النساء: 85)

اس کیلئے اس میں سے حصہ ہوگا۔

(248) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰی جُلَسَائِهٖ، فَقَالَ: اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: مَا شَاءَ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی حاجت مند آتا۔ آپ ﷺ حاضرین مجلس سے فرماتے سفارش کروتمہیں ثواب ملے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو پسند فرمائے گا فیصلہ فرما دے گا۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے: جو چاہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها، ج ۲ص ۱۱۳، رقم: ۱۴۳۲ صحیح مسلم، باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام، ج ۸ص ۳۷، رقم: ۶۸۵۸ سنن ابوداؤد، باب فی الشفاعة، ج ۴ص ۴۹۷، رقم: ۵۱۳۲ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن نسائی، باب الشفاعة فی الصدقة، ج ۵ص ۷۸، رقم: ۲۵۵۷ (مکتب المطبوعات الاسلامیه، حلب) مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج ۴ص ۴۰۹، رقم: ۱۹۶۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس سائل یا حاجت مند کی حاجت روائی کے لیے ہم سے سفارش کرو تم کو سفارش کرنے کا ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ حاکم سے حق اور اہل حق کی سفارش کرنا ثواب ہے کہ نیکی کرنا، نیکی کرانا، نیکی کا مشورہ دینا سب ہی ثواب ہے باطل کی سفارش گناہ ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ شرعی حدود میں سفارش حرام ہے اور تعزیرات میں سفارش جائز۔ (اشعہ)

مزید فرماتے ہیں:

اگر ہم تمہاری سفارش کے مطابق فیصلہ کریں تو تمہاری سفارش کی وجہ سے نہ کریں گے بلکہ بہ حکم الٰہی اور اگر سفارش قبول نہ کریں اس کے خلاف فیصلہ کریں تو بھی تمہاری سفارش کی مخالفت سے نہیں بلکہ یہ دونوں عمل بہ حکم الٰہی ہوں گے کیونکہ ہماری زبان پر رب تعالیٰ کلام فرماتا ہے ہمارے کام رب کے کام ہیں، ہاں تم کو بہر حال ثواب مل جاوے گا خواہ سفارش قبول ہو یا نہ ہو لہذا تم سفارش قبول نہ ہونے پر ملول نہ ہو اور آئندہ سفارش چھوڑ نہ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۸۸)

مسلمان بھائی کی سفارش کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، سب سے افضل صدقہ زبان کا صدقہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم! زبان کا صدقہ کیا ہے؟ فرمایا، تمہاری وہ سفارش جس سے کسی قیدی کو رہائی دلا دو، کسی کا خون گرنے سے بچالو اور کوئی بھلائی اپنے بھائی کی طرف بڑھا دو اور اس سے کوئی مصیبت دور کر دو۔

(شعب الایمان، باب فی تعاون علی البر والتقوی، ج ٦، رقم ٧٦٨٣۔ ٧٦٨٤، ص ١٢٤)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، جو کوئی اپنے مسلمان بھائی اور کسی صاحب حیثیت کے درمیان بھلائی پہنچنے یا تنگی کے آسان ہونے میں مددگار بنا تو اللہ تبارک وتعالیٰ پل صراط پر اسکی مدد فرمائے گا جس دن قدم ڈگمگا رہے ہونگے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، ج ٨، رقم ١٣٧٠٩، ص ٣٤٩)

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء افضل الجہاد، ج ٤، رقم ٢١٨١، ص ٧٢)

(249) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا، قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَاجَعْتِهِ؟ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے حضرت بریرہ ﷺ سے ان کے شوہر کے قصہ میں روایت ہے (جب وہ آزاد ہوئی تو اختیار دی گئی چاہے تو پہلے شوہر (مغیث) کے ساتھ رہے اور چاہے تو علیحدہ ہو جائے وہ اس سے شدید محبت رکھتا تھا اور یہ اس سے نفرت، وہ بہت روتا کہ وہ اس سے علیحدہ نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ان (بریرہ) کو فرمایا اگر تو اسی کی طرف رجوع کر لے (علیحدگی اختیار نہ کرے تو بہتر ہے) اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ آپ کا حکم ہے فرمایا نہیں میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، کہنے لگیں: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی زوج بریرة، ج ٥ص ٢٠٢٣، رقم: ٤٩٧٩، سنن ابن ماجه، باب خیار الامة اذا اعتقت، ج ١ص ٦٧١، رقم: ٢٠٧٥، سنن الدارمی، باب فی تخییر الامة تکون تحت العبد فتعتق، ج ٢ص ٢٢٣، رقم: ٢٢٩٢)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ٩ھ یا دس میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والد عباس کے ساتھ مکہ معظمہ سے آکر مدینہ منورہ میں بسے اور جناب عباس غزوہ طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے اور اس موقعہ پر حضور نے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیا کرتی تھیں اور آپ

کے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے۔ (مرقات)

مزید فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرمائی کہ تمہارے لیے ثواب اور دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اور اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو۔

مزید فرماتے ہیں:

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی شفاعت امتی سے کر سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے، تیسرے یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اس کا بھی یہ ہی حکم ہے۔

اطاعتِ رسول

یہ بھی ہر امتی پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور آپ جس بات کا حکم دے دیں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

(1) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (پ۵، النساء:۵۹)

(2) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ۵، النساء:۸۰)

(3) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (نساء)

قرآن مجید کی یہ مقدس آیات اعلان کر رہی ہیں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعت رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ رہیں گے لیکن توجہ رہے کہ حکم اور مشورے میں بہت فرق ہے۔

31- بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ — لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کے بہت سے

اِلاَّ مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ) (النساء: 114)

مشوروں میں بھلائی کا حکم بالکل نہیں سوائے اس کے جو صدقہ کا حکم دے یا بھلائی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) (النساء: 128).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور صلح بہتر ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ) (الانفال: 1)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرلو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ) (الحجرات: 10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایمان والے آپس میں بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے درمیان درستگی کرو۔

(250) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَّتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِىْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا، اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَّبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَّتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنٰى تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا: تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا (لازم) ہے ہر دن کہ سورج طلوع ہو دو آدمیوں کے درمیان تیرا عدل کرنا صدقہ ہے اور کسی آدمی کی سواری پر سوار ہونے میں اس کی مدد کرنا کہ اس کو اس پر سوار کرنا یا سامان اس پر اٹھا دینا صدقہ ہے اور پاکیزہ بات صدقہ ہے اور ہر قدم جو چل کر تم نماز کے لیے چلو صدقہ ہے تیرا تکلیف دہ چیز کو راستہ سے دور کرنا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تعدل بینهما کا مطلب ہے ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کر دو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینهم، ج ۲ ص ۱۸۷، رقم: ۲۷۰۷، صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۳ ص ۸۳، رقم: ۲۳۸۲، سنن الکبری للبیهقی، باب وجوه الصدقة وما علی کل سلامی من الناس منها کل یوم، ج ۴ ص ۱۸۷، رقم: ۸۰۷۲، صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۸ ص ۱۶۳، رقم: ۳۳۸۱ (مؤسسة الرسالة، بیروت) مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۳۱۶، رقم: ۸۱۶۸)

شرح حدیث: عدل کی تعریف

العدل عبارة عن الأمر المتوسط بين طرفي الإفراط والتفريط، وقيل: العدل مصدر بمعنى

العدالة، وهو الاعتدال والاستقامة، وهو الميل إلى الحق۔ یعنی: افراط وتفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راستہ اختیار کرنا، عدل کہلاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: عدل مصدر ہے جس کے معنی عدالت کے ہیں چنانچہ عدل درحقیقت اعتدال واستقامت ہے یعنی حق کی طرف مائل ہونے کو عدل کہتے ہیں۔ (التعریفات للجرجانی، ص۱۰۶)

انصاف کے ساتھ صلح کردو

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک تجارت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا، جب لوگ جھگڑا کریں تو ان کے درمیان صلح کروادیا کرو، جب وہ ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں تو انہیں قریب کردیا کرو۔

ایک روایت میں ہے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں، جب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہو کر روٹھ جائیں تو ان میں صلح کرادیا کرو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۷، ۸، ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جوشخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہو کر لوٹے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ روٹھے ہوئے لوگوں میں صلح کرادینا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۶، ج ۳، ص ۳۲۱)

(251) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا، اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ام کلثوم ﷞ بنت عقبہ بن معیط کی بیٹی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اچھی بات بڑھائے یا اچھی بات کہہ لے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ، قَالَتْ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلاَّ فِيْ ثَلَاثٍ، تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ اضافہ ہے فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو لوگوں کو کسی جھوٹ کی اجازت دیتے نہیں دیکھا' تین قسم کے سوا' جنگ میں' لوگوں کے درمیان صلح میں' مرد کی بیوی سے اور بیوی سے مرد کی گفتگو میں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ج ۲ص ۱۸۳، رقم: ۲۶۹۲ صحیح مسلم، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه، ج ۸ص ۲۸، رقم: ۶۷۹۹ الاحاد والمثانی، من اسمه أم کلثوم بنت عقبة رضی الله عنها، ج ۵ص ۴۷۸، رقم: ۳۱۷۴ سنن الکبرٰی للنسائی، باب الرخصة فی الکذب فی الحرب، ج ۵ص ۱۹۳، رقم: ۸۶۴۲ مسند امام احمد، مسند أم کلثوم بنت عقبه، ج ۶ص ۴۰۳، رقم: ۲۷۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام کلثوم بنت رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کرلیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبد الرحمن ابن عوف نے نکاح کرلیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبد الرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئی، حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات)

صلح کرادینے سے متعلق مزید فرماتے ہیں:

یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ پہلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارۃً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں بے گناہ کا اپنے آپ کو گنہگار کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے پسند ہے، شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مگر اس سچ پر ہی مردود ہوا۔ بہر حال یہ حدیث بہت ہی جامع ہے، جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ (بات ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔

اسی طرح جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے

پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر اور اسی طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرے کی اصلاح ہے۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے اس جگہ بیان کردی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ثواب

اس بارے میں آیاتِ کریمہ:

(1) لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ (پ5، النساء:114)

(2) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل (صلح صفائی) رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (پ9، الانفال:1)

(3) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O

ترجمہ کنز الایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ (پ26، الحجرات:10)

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک تجارت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، جب لوگ جھگڑا کریں تو ان کے درمیان صلح کرواد یا کرو، جب وہ ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں تو انہیں قریب کردیا کرو۔

ایک روایت میں ہے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں، جب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہوکر روٹھ جائیں تو ان میں صلح کرادیا کرو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۷، ۸، ۹، ج۳، ص۳۲۱)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جوشخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہوکر لوٹے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

جھوٹ سے متعلق مسائل

مسئلہ: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا وہ کہتا ہے میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر في الغناء، ج ۵، ص ۳۵۲)

مسئلہ: احیائے حق کے لیے توریہ جائز ہے مثلاً شفیع کو رات میں جائدادِ مشفوعہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت لوگوں کو گواہ نہ بنا سکتا ہو تو صبح کو گواہوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا اس وقت علم ہوا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ لڑکی کو رات کو حیض آیا اور اس نے خیار بلوغ کے طور پر اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو صبح کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۴)

مسئلہ: جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی حاصل کر سکتا ہو، اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل کر سکتا ہو، سچ بولنے میں حاصل نہ ہو سکتا ہو تو بعض صورتوں میں کذب بھی مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے، جیسے کسی بے گناہ کو ظالم شخص قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا دینا چاہتا ہے وہ ڈر سے چھپا ہوا ہے، ظالم نے کسی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کہہ سکتا ہے مجھے معلوم نہیں اگرچہ جانتا ہو یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے کوئی اسے چھیننا چاہتا ہے پوچھتا ہے کہ امانت کہاں ہے؟ یہ انکار کر سکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اس کی امانت نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: کسی نے چھپ کر بے حیائی کا کام کیا ہے، اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے یہ کام کیا؟ وہ انکار کر سکتا ہے کیونکہ ایسے کام کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا یہ دوسرا گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اپنے مسلم بھائی کے بھید پر مطلع ہو تو اس کے بیان کرنے سے بھی انکار کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہو معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں، جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: جس قسم کے مبالغہ کا عادۃً رواج ہے لوگ اسے مبالغہ ہی پر محمول کرتے ہیں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے وہ

جھوٹ میں داخل نہیں، مثلاً یہ کہا کہ میں تمھارے پاس ہزار مرتبہ آیا یا ہزار مرتبہ میں نے تم سے یہ کہا۔ یہاں ہزار کا عدد مراد نہیں بلکہ کئی مرتبہ آنا اور کہنا مراد ہے، یہ لفظ ایسے موقع پر نہیں بولا جائے گا کہ ایک ہی مرتبہ آیا ہو یا ایک ہی مرتبہ کہا ہو اور اگر ایک مرتبہ آیا اور یہ کہہ دیا کہ ہزار مرتبہ آیا تو جھوٹا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج۹،ص۷۰۵)

مسئلہ: تعریض کی بعض صورتیں جن میں لوگوں کا دل خوش کرنا اور مزاح مقصود ہو جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی۔ یا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ (انظر: سنن الترمذي، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء في المزاح، الحدیث:۱۹۹۱، ج۳،ص۳۹۹) (وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج۹،ص۷۰۶

(252) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جھگڑا کرنے والوں کی بلند آوازیں سنیں ان میں سے ایک دوسرے سے قرضہ میں کمی اور نرمی کا تقاضا کر رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا اللہ کی قسم میں نہ کروں گا تو رسول اللہ ﷺ ان پر باہر نکلے اور فرمایا کون اللہ کی قسم کا ذکر کر رہا ہے کہ نیکی نہ کرے گا عرض کی: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں اور اس کے لیے وہ ہے جو یہ چاہتا ہے قرض میں کمی یا نرمی جو چاہے اس کو اختیار ہے۔ (متفق علیہ)

مَعْنٰى يَسْتَوْضِعُهُ: يَسْأَلُهُ أَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهٖ. وَيَسْتَرْفِقُهُ: يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ. وَالْمُتَأَلِّيْ: الْحَالِفُ.

یستوضعه کا معنی ہے کہ قرضہ جزوی طور پر معاف کرنے کا تقاضا کرنا۔ یستر فقه نرمی طلب کر رہا تھا۔ متالّی: قسم کھانے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یشیر الامام بالصلح، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۲۷۰۵ صحیح مسلم، باب استحباب الوضع من الدین، ج۵ص۳۰، رقم: ۴۰۶۶ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من قال لا تواضع الجائحة، ج۵ص۳۰۵، رقم: ۱۰۹۳۴ مسند ابوعوانة، بیان الاباحة للمدلون ان یستوضع صاحب المال، ج۳ص۳۲۷، رقم: ۵۲۱۴)

شرح حدیث: حدیثِ سیّدتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی تنگدست قرضدار کو مہلت دی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسرا... الخ، الحدیث ۶۶۷۴، ج۴،ص۲۴۱)

حدیثِ سیّدُ نا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیّدُ نا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کوفرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی قرضدار کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو قیامت کے دن وہ عرش کے سائے میں ہوگا۔ (مسند احمد حنبل، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، الحدیث ۲۲۶۲۲، ج۸، ص ۳۶۷)

قرض بہت ہی بڑا بوجھ ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لئے جنازہ لایا گیا۔ تو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے پوچھا، اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ عرض کیا گیا، ہاں اس پر قرض ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے پوچھا، اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جاسکے، عرض کیا گیا، نہیں، تو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو، (میں نہیں پڑھوں گا)۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا۔۔۔۔۔۔۔اے اللہ عزوجل کے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں اس کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا، اے علی! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اور تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رہائی بخشے گا۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الضمان، باب وجوب الحق بالضمان، الحدیث ۱۱۳۹۸، ج۶، ص۱۲۱)

(253) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَّعَهُ. فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ، اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ بنوعمرو بن عوف میں باہم جھگڑا ہے' تو رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان صلح کے لیے کچھ آدمیوں کے ساتھ نکلے رسول اللہ ﷺ وہاں روک لئے گئے اور نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال' حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی طرف آئے اور عرض کی: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ روک لیے گئے ہیں اور نماز کا م وقت ہو گیا ہے' تو کیا آپ لوگوں کی

وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ. فَاَقَامَ بِلَالُ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ، وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ. فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ الْتَفَتَ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآئَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟! اِنَّمَا التَّصفيق لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِلَّا الْتَفَتَ. يَا اَبَا بَكْرٍ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ . فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنٰى حُبِسَ: اَمْسَكُوْهُ لِيُضِيْفُوْهُ.

امامت فرمائیں گے صدیق اکبر نے فرمایا: ہاں اگر تو چاہے۔ حضرت بلال ﷺ نے نماز کی تکبیر کہی۔ حضرت ابوبکر آگے بڑھے اور تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہہ دی اور رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے تصفیق (ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارنا) کی حضرت ابوبکر نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے جب تالیاں شدید ہو گئیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے' تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی طرف (اپنی جگہ کھڑے رہنے کا) اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور الٹے قدم پلٹے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے پس رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپ فارغ ہوئے' تو لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ اگر تمہیں کوئی نماز میں واقعہ پیش آ جاتا ہے تو تصفیق شروع کر دیتے ہو۔ تصفیق تو خواتین کے لیے ہے مرد کو نماز میں کچھ پیش آئے' تو اس کو کہنا چاہیے سبحان اللہ کیونکہ جب کوئی سبحان اللہ کہنا سنے گا تو توجہ کرے گا۔ اے ابوبکر! تجھے لوگوں کی نماز پڑھانے سے کس نے روکا ہے' جبکہ میں نے تمہیں اشارہ بھی کیا تھا' تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ)! ابوقحانہ کے بیٹے کے لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھاتا۔ (متفق علیہ)

حبس: اس کا مطلب ہے انہوں نے آپ کو روک لیا تاکہ وہ آپ پر تنگی کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الایدی فی الصلاۃ لامر ینزل بہ، ج ۱ ص ۴۶۶، رقم: ۱۲۱۸، صحیح مسلم، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تأخر الامام، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۹۷۶، سنن نسائی، باب اذا تقدم الرجل من الرعیۃ ثم جاء الوالی هل یتاخر، ج ۱ ص ۴۱۲، رقم: ۷۸۳، مسند الرویانی، من اسمہ یعقوب بن عبدالرحمن الزهری، ص ۵۷۴، رقم: ۱۰۱۵، سنن ابوداؤد، باب التصفیق فی الصلاۃ، ج ۱ ص ۳۵۴، رقم: ۹۴۱)

شرح حدیث: مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غلام

حضرتِ سیِّدُنا ابوعَمر و بن عَلاء اور حضرتِ سیِّدُنا سُفیان بن عَلاء رحمہا اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا اَحنَف بن قَیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: آپ نے حِلم و بردباری کہاں سے سیکھی؟ فرمایا: حضرتِ سیِّدُنا قَیس بن عاصم مِنقَری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے۔ وہ حلم و بردباری میں یگانۂ روزگار تھے۔ ہم حلم و بردباری کے حصول کی خاطر ان کی بارگاہ میں اس طرح حاضر رہتے جیسا کہ ایک فقہ کا طالب کسی فقیہ کے پاس حاضر رہتا ہے۔ ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا قَیس بن عاصم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، وہ اپنی چادر سے اِحتِباء کئے (یعنی گھٹنے کھڑے کر کے چادر سے باندھ کر سرین پر) بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک کچھ لوگ آئے، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: حضور! آپ کے بیٹے کو آپ کے چچا زاد بھائی نے قتل کر دیا ہے، یہ دیکھیں آپ کے بیٹے کی لاش اور یہ آپ کا چچا زاد بھائی ہے، ہم اسے رسیوں سے باندھ کر آپ کے پاس لے آئے ہیں۔

راوی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ غم ناک خبر سن کر بالکل چیخ وپکار نہ کی بلکہ لوگوں کی پوری بات توجہ سے سنی پھر گھٹنوں پر بندھی ہوئی چادر کھولی اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر اپنے بڑے بیٹے سے کہا: جاؤ، میرے چچا زاد بھائی کو آزاد کر دو اور اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کرو۔ اور میرے چچا زاد بھائی کی والدہ کے لئے سو اونٹ ہدیۃً لے جاؤ، وہ بیچاری انتہائی غریب و تنگ دست ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔میں ایسا مرد ہوں کہ جس کی خاندانی شرافت کو کسی بھی گندگی و عیب نے داغ دار نہیں کیا۔

(۲)۔۔۔۔۔۔میں منقر قبیلے کے انتہائی معزَّز گھرانے کا معزز فرد ہوں اور ٹہنیوں کے گرد ٹہنیاں ہی نکلتی ہیں۔

(۳)۔۔۔۔۔۔اور میں ان فصحاء میں سے ہوں کہ جب ان میں سے کوئی کلام کرتا ہے تو بہترین چہرے والا اور فصیح زبان والا ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔وہ پڑوسیوں کے عیبوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا جانتے ہیں۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو کسی شاعر نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے:

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔اے قیس بن عاصم! تجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سلامتی ہو اور اس کی رحمت ہو جب تک وہ رحم کرنا چاہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔مبارک ہو اُسے جس نے غضب و ناراضی اور شدید غصہ دِلانے والا کام کیا لیکن پھر بھی تجھ سے نعمتیں

پائیں اور امن وسکون میں رہا۔

(۳)۔۔۔۔۔۔قیس کی وفات صرف اس اکیلے کی وفات نہیں بلکہ وہ تو پوری قوم کی عمارت تھا جو اس کی وفات سے منہدم ہوگئی۔

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو۔۔اور۔۔اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ! کیا حلم ہے میرے آقا، مدینے والے مصطفٰےصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غلاموں کا کہ اپنے بیٹے کے قاتل کو نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کی والدہ کو سو اونٹ تحفۃً بھجوائے حالانکہ انہیں اختیار تھا کہ اپنے بیٹے کے قتل کے بدلے قاتل سے قصاص لیتے (یعنی قتل کے بدلے قتل کرتے) یا پھر دیت (یعنی سو اونٹوں) پر صلح کر لیتے لیکن یہ دونوں کام نہ کئے بلکہ سو اونٹ ان کے گھر والوں کے لئے بھجوائے۔یہ بزرگ واقعی حلم وبردباری کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔یہ بزرگ اس کریم آقاصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غلام ہیں جو دشمنوں کے لئے بھی چادر بچھا دیتے،ظلم کرنے والوں کو دعائیں دیتے،جن کی طرف سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے انہیں پیار ومحبت سے نوازا، جس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے قطع تعلق کیا آپ نے ان سے تعلق جوڑا۔جنہوں نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کچھ چھینا انہیں بہت کچھ عطا فرمایا۔

(الغرض سرکارِ مدینہ،قرارِ قلب سینہ،باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سراپا حلم تھے اسی لئے ان کے غلاموں نے بھی حلم اپنا کر ایسی مثالیں قائم کیں جن کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمیں بھی اُس پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے،جن کے خُلق کو خود خالقِ کائنات نے عظیم کہا اور جن کی خَلق کو خالقِ حقیقی نے جمیل کیا اور ہمیں بھی اخلاقِ صالحہ اور حلم وبُردباری کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

32-بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْفُقَرَاءِ وَالْخَامِلِیْنَ

فقراء کمزور اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاكَ عَنْھُمْ) (الکھف: 28)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب)! اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیے جو اخلاص کے ساتھ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اپنی نظروں کو ان سے نہ پھیریں۔

حضرتِ صدر الأفاضِل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نُزول: سردارانِ کُفّار کی ایک جماعت نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ ہمیں انھیں صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خَلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

(254) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهُ، اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حارثہ بن وہب ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو اہل جنت کی اطلاع نہ دوں ہر کمزور جس کا کمزور ہونا معلوم ہو اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے کیا میں تم کو دوزخی لوگوں کی اطلاع نہ دوں ہر بد خلق، سخت دل، متکبر۔ (متفق علیہ)

اَلْعُتُلُّ: اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ. ((وَالْجَوَّاظُ: بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ، وَقِيْلَ: الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهٖ، وَقِيْلَ: الْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ.

عتل: سخت مزاج، بدخلق۔ جوّاظ: جیم پر زبر واوٗ مشدد اور ظا معجمہ کے ساتھ، خوب جمع کرنے والا بہت بخیل، کہا گیا ہے کہ موٹا تکبر سے چلنے والا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پست قد بڑے پیٹ والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالیٰ "عتل بعد ذلك زنيم" ج ٦ص١٥٩، رقم: ٤٩١٨، صحیح مسلم، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، ج ٨ص١٥٤، رقم: ٧٣٦٦، سنن الكبرى للبيهقي، باب بيان مكارم الاخلاق ومعاليها، ج ١٠ص١٩٣، رقم: ٢٠٥٩٣، سنن ترمذي، باب ما جاء ان اكثر اهل النار النساء، ج ٢ص٧١، رقم: ٢٦٠٥، سنن الكبرى للنسائي، من سورة القلم، ج ٦ص٤٩٧، رقم: ١١٦١٥)

شرح حدیث: اے فقراء کے گروہ!

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے تمہارا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے فقراء کے گروہ! صبر کرو یہاں تک کہ تم حوضِ (کوثر) پر مجھ سے ملو اور بے شک تم سب سے پہلے میرے پاس آؤ گے۔ (فضائل الصحابۃ لابن حنبل، الحدیث ۱۴۴۹، الجزء ۲، ص ۸۰۵، بدونیا معشر الفقراء)

پس پاک ہے وہ ذات جس نے تمہیں خوشی و مسرت اور کمال عطا فرمایا! تم سے محبت کی اور تمہیں فقر اختیار کرنے کی ترغیب دی اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کے ساتھ تمہیں اس کے مانگنے کا حکم فرمایا کہ میری امت کے فقراء، امیروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہ (نصف دن) پانچ سو سال کا ہوگا، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نعمتیں لوٹیں گے، اور لوگ حساب کے غم میں ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث ۱۰۷۳۵، ج ۳، ص ۶۰۵) (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء

ان فقراء۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۳۵۴ ،ص ۱۸۸۸)

پاک ہے وہ ذات جس نے فقراء کے مقام کو بلند کیا! ان کے ذکر کو عام کیا، صبر عطا کیا، ان کے لئے اجر وثواب دُگنا کر دیا۔ اور کیا ہی اچھا کلام ہے جو اُن کے غلام حریفیش (رَحمۃ اللہ تعالیٰ) نے ان کی شان میں کہا ہے:

هُمُ الْفُقَرَاءُ اَهْلُ اللهِ حَقًّا ۔۔۔ وَقَدْ حَازُوْا بِضِيْقِ الْفَقْرِ فَخْرًا

هُمُ الْفُقَرَاءُ قَدْ صَبَرُوْا وَاُوْذُوْا ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الصَّبْرِ اَجْرًا

هُمُ الْفُقَرَاءُ وَالسَّادَاتُ حَقًّا ۔۔۔ وَمِنْهُمْ تَكْتَسِي الْاَكْوَانُ عِطْرًا

هُمُ الْفُقَرَاءُ عَنْهُمْ فَارَ ذِكْرًا ۔۔۔ وَحَدَثَ عَنْهُمُوْ سِرًّا وَّجَهْرًا

فَكَمْ صَبَرُوْا عَلٰى ضَيْمِ اللَّيَالِيْ ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الْكَسْرِ جَبْرًا

وَقَدْ زَارُوْا الْحَبِيْبَ وَشَاهَدُوْهُ ۔۔۔ وَقَدْ سَجَدُوْا لَهٗ حَمْدًا وَّشُكْرًا

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔یقیناً فقراء ہی اللہ والے ہیں، تحقیق فقر کی تنگی کے بدلے انہوں نے فخر (یعنی بلند مقام) کو پا لیا۔

(۲)۔۔۔۔۔انہوں نے صبر کیا اور اذیتیں جھیلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صبر پر اجر عطا فرمایا۔

(۳)۔۔۔۔۔یہی لوگ حقیقی فقراء اور سردار ہیں اور انہی کی بدولت کائنات خوشبو میں لپٹی ہوئی ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔یہی فقراء ہیں کہ جن سے خوشبو پھیلی اور یہ لوگ سراً و جہراً (یعنی آہستہ اور بلند آواز سے) ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵)۔۔۔۔۔کتنی ہی بار انہوں نے زمانے کی سختیوں پر صبر کیا لہٰذا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس صبر کے عوض ان کو درستی عطا فرمادی۔

(۶)۔۔۔۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور دیدار کیا اور اس کی حمد اور شکر بجالاتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّف اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ صفحہ ۲۳)

(255) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ: مَا رَاْيُكَ فِيْ هٰذَا؟ ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا آپ نے پاس بیٹھے کسی آدمی کو فرمایا اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ) یہ آدمی لوگوں کے سرداروں میں سے ہے اللہ کی قسم اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس کا

وَسَلَّمَ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَاَيُكَ فِيْ هٰذَا؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لاَّ يُنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لاَّ يُشَفَّعَ، وَاِنْ قَالَ اَنْ لاَّ يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نکاح کر دیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش مان لی جائے پھر ایک اور آدمی گزرا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! یہ محتاج مسلمانوں میں سے ایک یہ ایسا ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فقیر پہلے آدمی جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: حَرِيٌّ هُوَ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ: اَيْ حَقِيْقٌ.
وَقَوْلُهٗ: شَفَعَ بِفَتْحِ الْفَاءِ.

حَرِيٌّ: حاء پر زبر اور راء پر زیر اور یاء پر شد کے ساتھ اس کا معانیٰ ہے 'لائق'۔
شَفَعَ: فا پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے' سفارش کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکفاء فی الدین، ج ۷ص۸، رقم: ۵۰۹۱ مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، ج ۳ ص ۱۳۴، رقم: ۵۲۳۶ مسند الرویانی، من اسمه ابوحازم عن سهل بن سعد، ص ۵۵۴، رقم: ۹۹۸، المعجم الکبیر، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ج ۶ ص ۱۶۹، رقم: ۵۸۹۳ سنن ابن ماجه، باب فضل الفقراء، ج ۲ ص ۱۳۷۹، رقم: ۴۱۲۰)

شرح حدیث: فقراء اور ان کی مجالس کو حقیر نہ جانو

پیارے اسلامی بھائی! جو چیز تجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے گی وہ اللہ عزوجل کے بندوں کا احترام ہے، ـــــ بالخصوص نیک و پرہیز گار فقراء کی تعظیم و تکریم کرنا، ـــــ اُنکی قدر و منزلت کو سمجھنا، ـــــ اور اُن سے دوستی ایسی ہو جیسی تم اغنیاء اور مالداروں سے کرتے ہو، ـــــ اگر وہ تیرے پاس کوئی حاجت لے آئیں تو اپنے منصب و مال کے ذریعے ان کی غم گساری کر، ـــــ انہیں حقیر مت جان ہو سکتا ہے کہ وہ تجھ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں۔

زاہد نگاہ تنگ سے کسی رند کو نہ دیکھ
شاید کہ اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

فقراء کے فضائل پر احادیث مبارکہ

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل

وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم مال کی کثرت کو تونگری وغناء خیال کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اور کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کی کمی کا نام فقر و مفلسی ہے؟ میں عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ تو حضور نبی رحمت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لیکن معاملہ ایسے نہیں، بے شک حقیقی تونگری دل کا تونگر ہونا اور حقیقی فقر (یعنی مفلس ہونا) دل کا فقر ہے۔

پھر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے قریش کے ایک شخص کے بارے استفسار فرمایا: اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جب وہ کچھ طلب کرتا ہے عطا کیا جاتا ہے اور جب حاضر ہوتا ہے تو عزت کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے اہل صفہ کے ایک آدمی کے بارے استفسار فرمایا: کیا تم فلاں شخص کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ پس حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس کے اوصاف بیان کرتے رہے اور اس کی تعریف کرتے رہے یہاں تک کہ میں اسے پہچان گیا۔ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ ارشاد فرمایا: اُس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: اہلِ مسجد (یعنی اہل صفہ) کے ایک مسکین وغریب شخص ہیں۔ حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: یہ اُس دوسرے جیسے زمین بھر سے افضل ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا دوسرے کو عطا کی جانے والی (خوبیوں وغیرہ) میں سے کچھ بھی اس کو نہ دیا جائے؟ ارشاد فرمایا: اگر اسے دیا جائے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اسے نہ دیا جائے تو اس کے لئے نیکی ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فضائل اولیاء اللہ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص۴۶۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے حبیب، حبیب لبیب عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: فقراء سے محبت کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو اور (خوش عقیدہ) اہل عرب کو دل سے محبوب رکھو اور لوگوں کے جن عیوب سے تم واقف ہو ان سے چشم پوشی کیا کرو۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فی بئر جہنم ...... الخ، الحدیث: ۸۰۱۷، ج۵، ص۴۷۲)

اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان جنت نشان ہے: بروزِ قیامت مسلمان فقراء مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان فقرا...... الحدیث: ۲۳۵۳ـ۵۴، ج۴، ص۱۸۸)

جنت میں فقراء زیادہ ہوں گے

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے جنت کے اندر جھانکا تو اہلِ جنت میں فقراء (یعنی غریبوں) کو زیادہ دیکھا اور دوزخ کے اندر جھانکا تو اہلِ دوزخ میں اغنیاء (یعنی مالداروں) اور عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۲۲، ج ۲، ص ۵۸۲)

ایک ہزار پیاسے اونٹ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، رحمتِ عالمیان، نبی غیب دان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: دو مومن جنت کے دروازے پر ملاقات کریں گے، جن میں سے ایک دنیا میں غنی (یعنی مالدار) تھا اور دوسرا فقیر (یعنی غریب)۔ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور غنی کو جب تک اللہ عزوجل چاہے گا روک دیا جائے گا۔ پھر اُسے بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جب فقیر اس سے ملے گا تو پوچھے گا: اے بھائی! کس چیز نے تجھے (اتنی دیر تک) روک دیا، اللہ عزوجل کی قسم! تجھے اتنی دیر تک روکا گیا حتی کہ میں تیرے بارے میں خوف کرنے لگا۔ غنی جواب دے گا: اے میرے بھائی! تمہارے بعد مجھے انتہائی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ رکاوٹ کا سامنا تھا اور تم تک پہنچتے پہنچتے (روکے جانے کے سبب) میرا اتنا پسینہ نکلا کہ اگر اُس کو نمکین اور کڑوی بوٹی چرنے والے ایک ہزار پیاسے اونٹ پینے کے لئے اترتے تو سیراب ہو جاتے۔ (المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۱۷۷۲، ج ۱، ص ۶۵۲)

(256) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ. فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِيْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور جہنم نے باہم بحث کی آگ بولی مجھ میں سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے۔ جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ ہوں گے تو ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ اے جنت تو میری رحمت ہے۔ میں تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا اور اے آگ تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو پر کرنا میرے ذمہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ۸ ص ۱۵۰، رقم: ۷۳۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی احتجاج الجنة والنار، ج ۴ ص ۶۹۴، رقم: ۲۵۶۱، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۳۹۷، رقم:

۱۱۶۲مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۷۹، رقم:۱۱۷۷۱)

شرح حدیث: ظالم اور متکبر لوگ

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیاں بنا کر انسانی شکلوں میں اٹھایا جائے گا کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ان پر غالب آجائے گی پھر انہیں جہنم کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جسے بُولَس کہا جاتا ہے، وہاں آگوں کی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، انہیں طِیْنَۃُ الْخَبَالِ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث:۶۶۸۹، ج۲،ص۵۹۶،بتغیر قلیل)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ظالم اور متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، لوگ انہیں اللہ عزوجل کے معاملے کو ہلکا جاننے کی وجہ سے اپنے قدموں تلے روندتے ہوں گے۔ (تخریج احادیث الاحیاء، باب ۳۴۴۱، ج۶ص۴۲)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری رِداء ہے، لہٰذا جو میری رداء کے معاملے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے پاش پاش کر دوں گا۔ (المستدرک، کتاب الایمان، باب اھل الجنۃ المغلوبون ـــــــ الخ، الحدیث:۲۱۰، ج۱،ص۲۳۵)

نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری۔ رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے عزت میرا ازار اور کبریائی میری رداء ہے، لہٰذا جو ان دونوں کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کروں گا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث:۳۳۸۰، ج۲،ص۳۰۸)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری رداء اور عظمت میرا ازار ہے، لہٰذا جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے معاملہ میں مجھ سے لڑے گا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب البراءۃ من الکبر والتواضع، الحدیث:۴۱۷۴، ص۱۳۱۷)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور چلنے میں اِتراتا ہے، وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب للایمان، باب من یتعاظم فی نفسہ ـــــــ الخ، الحدیث:۲۰۸، ج۱،ص۲۳۵)

(257) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّهٗ لَیَاْتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یَزِنُ عِنْدَ

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز حشر کوئی بڑا اور موٹا آدمی آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر مچھر کے برابر بھی

اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ نہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، سورۃ الکھف، باب "اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه" ج ٦ص ٤٢٩، رقم: ٤٧٢٩، صحیح مسلم، باب صفة القيامة والجنة والنار، ج ٨ص ١٢٥، رقم: ٧٢٢٢، جامع الاصول لابن اثیر، سورۃ الکھف، ج ١ص ٢٢٥، رقم: ٦١٢، مشکوٰۃ المصابیح، باب الحشر، ج ٣ص ٢٠٥، رقم: ٥٥٤٣)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عظیم سے مراد ہے دنیا میں درجہ کا بڑا، سمین سے مراد ہے جسم کا موٹا تازہ فربہ یعنی وہ دنیا میں سردار مالدار بھی تھا اور تندرست وتوانا بھی مگر تھا منافق یا کافر یعنی وہ کافر ومنافق اور اس کے اعمال مچھر کے پر برابر بھی وزن نہ دیں گے کیونکہ ان میں ایمان نہیں، وزن ایمان واخلاص کا ہوتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ٦، ص ٦٦٠)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مؤمن وکافر کو روزِ قیامت اس کے نیک وبد اعمال دکھائے جائیں گے کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں ردکر دی جائیں گی کیونکہ کُفر کے سبب اَکارت ہوچکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دُنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دُنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مؤمن اپنی بدیوں کی سزا دُنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔

کافر کی نیکی

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل مؤمن کو دنیا میں نیکی کی توفیق دینے اور آخرت میں اس کا ثواب دینے میں ظلم نہیں کریگا جبکہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اُسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی وجہ سے اسے کوئی بھلائی دی جائے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث: ١٢٢٣٩، ج ٤، ص ٢٤٧)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے خواب دیکھا گویا کہ جبرائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سرہانے اور میکائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قدموں میں کھڑے ہیں، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: ان کے لئے کوئی مثال پیش کرو۔ تو وہ عرض کرتا ہے: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! توجہ سے سنیں اور غور فرمائیں کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اُمت کی مثال (بلاتشبیہ) اس بادشاہ کی سی ہے جس نے ایک محل بنایا، پھر اس میں ایک مکان بنا کر ایک منادی کو لوگوں کو کھانے کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، تو کچھ لوگوں نے اس منادی کی بات مان لی اور کچھ

نے نہ مانی، تو جان لیں کہ وہ بادشاہ اللہ عزوجل ہے، وہ محل اسلام ہے اور وہ مکان جنت ہے، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم منادی ہیں، جس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہوا اور جو جنت میں داخل ہوا وہی اس کے انواع واقسام کے کھانے کھائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الامثال، باب ماجاء مثل اللہ عزوجل لعبادہ، الحدیث: ۲۸۶۰، ص ۱۹۳۸)

مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہلاکت وبربادی ہے ان کے لئے جو نیکی کی بات سن کر اسے جھٹلا دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے، اور ہلاکت وبربادی ہے ان کے لئے جو جان بوجھ کر گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں۔

(المسند للامام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۷۰۶۲، ج ۲، ص ۶۸۲) بدون الذین۔۔الی۔۔ب)

(258) وَعَنْهُ: اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، اَوْ شَابًّا، فَفَقَدَهَا، اَوْ فَقَدَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَ عَنْهَا، اَوْ عَنْهُ، فَقَالُوْا: مَاتَ. قَالَ: اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا، اَوْ اَمْرَهُ، فَقَالَ: دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک نوجوان اس کو رسول اللہ ﷺ نے نہ پایا تو اس کے بارے دریافت کیا صحابہ نے اس کو موت کی خبر دی۔ آپ فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے کیوں نہیں بتایا محسوس ایسے ہوتا تھا کہ صحابہ نے اس کو معمولی اور حقیر خیال کیا فرمایا مجھے اس کی قبر بتا دو صحابہ نے آپ کو قبر کے متعلق بتایا تو آپ ﷺ نے اس پر جنازہ کی نماز پڑھی پھر فرمایا یہ قبریں اپنے باسیوں کے لئے تاریکیوں سے پُر ہوتی ہیں میرے نماز پڑھنے (یا دعا مانگنے) کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان قبروں کو ان کے باسیوں کے لیے پرنور کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: تَقُمُّ هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: اَیْ تَكْنُسُ. وَالْقُمَامَةُ: الْكُنَاسَةُ. وَاٰذَنْتُمُوْنِيْ بِمَدِّ الْهَمْزَةِ: اَیْ: اَعْلَمْتُمُوْنِيْ.

تَقُمُّ: تا پر زبر اور قاف پر پیش یعنی جھاڑو پھیرتی تھی قُمَامَةُ: جھاڑو پھیرنے والی عورت۔
اٰذَنْتُمُوْنِيْ: ہمزہ پر مد کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے تم مجھے خبر دیتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان، ج ۱ ص ۹۹، رقم: ۴۵۸، صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی القبر، ج ۳ ص ۵۶، رقم: ۲۲۵۹، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ علی القبر بعد ما یدفن المیت، ج ۴ ص ۴۶

رقم: ۴۲۶۲، سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ علی القبر، ج ۳ ص ۱۹۷، رقم: ۳۲۰۵ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۵۳، رقم: ۸۶۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! اس شہنشاہ کی نظر کرم اپنے ہر گدا پر ہے۔ شعر

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ اللعالمین ہو

مرقات نے فرمایا کہ جواب عرض کرنے والے ابوبکر صدیق تھے اور اس شخص کا نام اسود تھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مزید فرماتے ہیں کہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد کی خدمت بیکار نہیں جاتی۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ جو خانۂ دل کی صفائی چاہتا ہے وہ خانۂ خدا کی صفائی کیا کرے۔ دوسرے یہ کہ اسلام میں کوئی حقیر نہیں، لوگوں نے غریب جان کر اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی مگر غمخوار امت نے اسکی قبر پر پہنچ کر اس کی خبر لی، امیر خسرو فرماتے ہیں۔ شعر

کشتے کہ عشق دارد نگذارد بزیں سال بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

تیسرے یہ کہ بذاتِ خود ساری قبریں اندھیری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں، آپ کی نماز اور آپ کی دعا بھی نور ہے۔ جس کی قبر روشن ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوگی۔ جو اعمال روشنی قبر کا سبب ہیں جیسے مسجد میں روشنی کرنا وغیرہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں اپنی امت کے لیے تاقیامت باقی ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساری قبریں اندھیری رہتی ہیں۔ اشعۃ اللمعات نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے یہاں نہ تکبیروں کا ذکر ہے نہ صفیں بنانے کا، بعض لوگ ان احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کئی بار ہوسکتی ہے مگر یہ غلط ہے، ورنہ تاقیامت ہمیشہ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۸۲)

روشن چہرہ

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک بدبودار اور بدصورت حبشی ہوں اور میرے پاس مال بالکل نہیں، اگر میں قتل ہونے تک ان مشرکین کے خلاف جنگ کروں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جنت میں۔ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہونے تک

مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی میت پر تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تیرا چہرہ روشن کر دیا اور تیری بو کو پاکیزہ فرما کر تیرے مال میں اضافہ فرما دیا۔ پھر انہی یا کسی اور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے حورعین میں سے اس کی بیوی کو اس کے اون کے جبہ کو کھینچ کر اسکے اور جبہ کے درمیان داخل ہوتے دیکھا۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا الخ، رقم ۲۵۰۸، ج ۲، ص ۴۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مرنے تک جہاد کرتا رہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیال میں کیا میرا رب عزوجل مجھے جنت میں داخل فرما دے گا؟ اور کیا وہ مجھے کمتر نہ جانے گا؟ فرمایا، ہاں۔ اس نے عرض کیا، پھر میں جہاد کیوں نہ کروں جبکہ مجھ جیسا بدبودار، سیاہ رنگ اور خاندان کا کم ترین فرد بھی جنت میں داخل ہوگا۔ پھر وہ چلا گیا اور قتال کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب سے گزرے تو فرمایا، اے جعال! اب اللہ عزوجل نے تیری بو کو پاکیزہ کر دیا اور تیرا چہرہ روشن کر دیا۔ (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ صفحہ ۳۸۳)

(259) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ بالوں والے، گردآلود دروازوں سے دھکے دیے گئے اگر اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ ان کی بات پوری کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الضعفاء والخاملین، ج ۸ص ۳۶، رقم: ۶۸۴۸ مستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ج ۶ص ۲۵۶، رقم: ۷۹۳۲ صحيح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۱۴ص ۴۰۳، رقم: ۶۴۸۳ جامع الاصول، الكتاب الثانى فى الزهد والفقر، الفصل الاوّل فى مدحهما، ج ۴ص ۶۷۷، رقم: ۲۷۸۲ مسند البزار، مسند ابى حمزه عن انس بن مالك، ج ۲ص ۲۸۸، رقم: ۶۴۵۹ مسند عبد بن حميد، مسند انس بن مالك، ص ۳۷۰، رقم: ۱۲۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیاداروں کے دروازوں پر جاتے ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے، اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا، رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔

قسم سے متعلق فرماتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: کہ ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے

کرکوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی یہ کردے تو رب تعالیٰ ضرور کردے یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب پر۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کر دے مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہوگا یا رب کی قسم آج بارش ہوگی تو رب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لیے یہ کردے، بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں حضور کہہ دو کہ تیرے بیٹا ہوگا، کہہ دو کہ تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (اشعۃ اللمعات) حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ اللہ کی قسم آج بارش ہوجائے گی میں بارش کرادوں گی، حضرت یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی سیف زبانی تو قرآن کریم میں مذکور ہے، اس کی تحقیق ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۷)

بوسیدہ کپڑوں والے

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دو بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس کئی لوگ ایسے ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر قسم کھالیں تو وہ اسے پورا فرماتا ہے، اگر وہ یوں کہہ دے: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے جنت عطا فرماتا ہے لیکن اسے دنیا میں سے کچھ نہیں دیتا۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الراء، الحدیث ۳۰۶۶، ج ۱، ص ۴۱۲) (البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۵، ص ۴۰۳۔ ۴۰۴)

حضرت سیِّدُ نا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے: بے شک پراگندہ بالوں، گرد آلود چہروں اور دو بوسیدہ کپڑوں والے لوگ جنتی ہیں، جنہیں لوگ حقیر سمجھتے ہیں، جب وہ اُمراء کے پاس جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی، جب عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو ان سے نکاح نہیں کیا جاتا، جب وہ بات کرتے ہیں تو ان (کی بات سننے) کے لئے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی، ان کی ضروریات ان کے سینوں میں حرکت کرتی ہیں، اگر بروزِ قیامت ان کا نور لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو تمام لوگوں کو کافی ہوجائے گا۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۴۸۶، ج ۷، ص ۳۳۳)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قبرِ انور کے پاس روتے ہوئے دیکھا، پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تھوڑا سا دِکھاوا بھی شرک ہے، بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ متقی پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے، جب وہ غائب ہوں تو لوگ انہیں تلاش نہیں کرتے اور جب کہیں آئیں تو ان کو کوئی پہچانتا نہیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر گرد آلود اندھیرے مقام سے نجات پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، الحدیث ۳۹۸۹، ص۲۱۶۷ ، ۲-بحون: بدلہ: یخرجون)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (اے لوگو!) علم کے چشمے اور ہدایت کے چراغ بنو، گھروں کو (چٹائی کی طرح) لازم پکڑو، رات کے چراغ بنو اور تازہ دِل رہو، تمہارے کپڑے پرانے ہوں تو اہل آسمان تمہیں پہچانیں گے اگرچہ تم اہلِ زمین کے نزدیک کمتر سمجھے جاؤ۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۲۷۴)

(260) وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ. وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ ﷺ نبی اکرم ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے کی اکثریت مساکین کی ہے اور مالوں والے روکے ہوئے ہیں ہاں دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہے اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں جانے والوں کی اکثریت خواتین کی ہیں۔ (متفق علیہ)

وَالْجَدُّ: بِفَتْحِ الْجِيْمِ: اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى. وَقَوْلُهُ: مَحْبُوْسُوْنَ اَيْ: لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ.

اَلْجَدُّ: جیم کے زبر کے ساتھ اس کا معنی ہے مال مَحْبُوْسُوْنَ: روکے گئے۔ یعنی ان کو ابھی تک جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب لا تاذن المرأۃ فی بیت زوجھا لاحد الا باذنہ، ج۷، ص۳۰، رقم: ۵۱۹۶ صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء، ج۸، ص۸۷، رقم: ۷۱۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسامۃ بن زید بن حارثۃ، ج۱، ص۱۷۰، رقم: ۴۲۴، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج۱، ص۴۵۰، رقم: ۶۵۰، مسند امام احمد، حدیث اسامۃ بن زید، ج۵، ص۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۰)

شرح حدیث: موتیوں کی کرسیاں

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے پوچھا جائے گا: تم نے کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی وسلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنا دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم نے سچ کہا۔ یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحب سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟ حضور نبی مکرم، رء وف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔
(صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، الحدیث ۷۳۷۶، ج۹، ص ۲۵۳)

اغنیاء سے چالیس سال پہلے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک مہاجرین فقراء قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال آگے ہوں گے۔ (مسلم، کتاب الزھد والرقائق، رقم ۲۹۷۹، ص ۱۵۹۱)

ایک روایت میں ہے کہ میری امت کے فقراء اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کا حلیہ بیان فرمائیے۔ فرمایا کہ ان کے کپڑے بوسیدہ اور سر پراگندہ ہوں گے اور انہیں دروازوں سے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی اور نہ ہی وہ خوبصورت عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں، ان ہی کے صدقے مشرق ومغرب والوں کو رزق دیا جاتا ہے، ان پر اگر کسی کا حق ہو تو وہ پورا ادا کرتے ہیں جبکہ ان کے حقوق پورے ادا نہیں کئے جاتے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی الفقر، رقم ۱۲، ج ۴، ص ۶۳)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی اور مسکینی کی موت عطا فرما اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔ تو ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، ایسا کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا، کیونکہ یہ لوگ اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ اگرچہ ایک کھجور ہی دے دیا کرو، اے عائشہ! مساکین سے محبت کرو اور ان کی قربت اختیار کرو تاکہ اللہ عزوجل قیامت کے دن تمہیں اپنی قربت عطا فرمائے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، رقم ۲۳۵۹، ج ۴، ص ۱۵۷)

حضرتِ سیدنا سَعِید بن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بےکسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک مسلمان فقراء اس طرح دوڑتے ہوئے آئیں گے جیسے کبوتر اُڑتا ہے۔ جب ان سے کہا جائے گا کہ حساب کے لئے رک جاؤ تو وہ کہیں گے، خدا کی قسم! ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں دی گئی جس کا ہم سے حساب لیا جائے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، میرے بندے سچ کہتے ہیں۔ پھر وہ دیگر لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۵۵۰۸، ج ۶، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابوصدیق ناجی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ

معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان فقراء اغنیاء سے چار سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ مالدار مومن کہے گا، کاش! میں دنیا میں فقیر ہوتا۔ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے اوصاف بیان فرمایئے۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی ناپسندیدہ کام ہو تو انہیں بھیجا جائے اور جب کوئی پسندیدہ کام ہو تو دوسروں کو بھیجا جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دروازے میں داخل ہونے سے روک دیے جاتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند صحابی، رقم ۲۳۱۶۴، ج ۹ ص ۴۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مسلمان اغنیاء سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ پانچ سو سال کا ہوگا۔ (ترمذی، کتاب الزھد، باب ان فقراء المھاجرین الخ، رقم ۲۳۶۱، ج ۴، ص ۱۵۸)

وضاحت: حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ستر سال کا تذکرہ ہے جبکہ اس حدیث میں پانچ سو سال کا تذکرہ ہے، ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ فقر و رضا کے درجات میں فرق اور بزرگی کے مراتب میں تفاوت (فرق) کی وجہ سے ان کے جنت میں جلدی جانے کی مدت میں تفاوت ہے۔ اور اس میں کئی وجوہ کا احتمال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(261) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلاَّ ثَلاَثَةٌ: عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ، وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ، وَکَانَ جُرَیْجٌ رَجُلًا عَابِدًا، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَکَانَ فِیْهَا، فَاَتَتْهُ اُمُّهٗ وَهُوَ یُصَلِّیْ، فَقَالَتْ: یَا جُرَیْجُ، فَقَالَ: یَا رَبِّ اُمِّیْ وَصَلاَتِیْ فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلاَتِهٖ فَانْصَرَفَتْ. فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ، فَقَالَتْ: یَا جُرَیْجُ، فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلاَتِیْ، فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلاَتِهٖ، فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ، فَقَالَتْ: یَا جُرَیْجُ، فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلاَتِیْ، فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلاَتِهٖ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لاَ تُمِتْهُ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلٰی وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ. فَتَذَاکَرَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ جُرَیْجًا وَعِبَادَتَهٗ، وَکَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِیٌّ یُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فَقَالَتْ: اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صرف تین بچوں نے پنگھوڑے میں کلام (بات) کی ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام جریج کا ساتھی۔ جریج ایک عبادت گزار شخص تھا اس نے عبادت خانہ بنایا وہ اس میں (مصروف عبادت) تھا۔ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! بولا: اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز تو وہ نماز پر متوجہ رہا۔ وہ چلی گئی اگلے دن وہ پھر اس کی نماز کے دوران آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! اس نے کہا: اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز تو وہ نماز پر متوجہ رہا۔ وہ پھر گئی اگلے دن وہ پھر اس کی نماز کے دوران آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! اس نے کہا: اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز تو نماز پر متوجہ رہا۔ تو اس کی اگلی صبح اب وہ پھر اس کی نماز

فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا، فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي اِلٰى صَوْمَعَتِهِ، فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا وَلَدَتْ، قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهُ، وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهُ، فَقَالَ: مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. قَالَ: اَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُوْا بِهِ فَقَالَ: دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ، فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهِ، وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ؟ قَالَ: فُلَانُ الرَّاعِيْ، فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهُ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ، وَقَالُوْا: نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا، اَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ، فَفَعَلُوْا. وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ اُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَّشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ اُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا، فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ. فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ ارْتِضَاعَهُ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فِيْهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قَالَ: وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَّهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا، وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَقَالَتْ اُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا، فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ، فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ

کے دوران آئی اور آواز دی' اے جریج۔ کہا: اے میرے ربّ میری ماں اور میری نماز' پھر نماز پر متوجہ رہا' ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو نہ مار یہاں تک' فاحشہ عورتوں کے چہرے دیکھ لے۔ بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت کا چرچہ ہوا تو ایک زنا کار مشہور حسینہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو آزمائش میں ڈال دوں' وہ عورت اپنے آپ کو جریج پر پیش کرنے لگی لیکن یہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا' وہ کسی چرواہے کے پاس آئی وہ اس کی عبادت گاہ میں آتا رہتا تھا اس نے اس چرواہے کو اپنے آپ پر قدرت دی اس نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی۔ جب اس نے بچہ جنم دیا تو بولی یہ جریج کا ہے لوگ آئے اور جریج کو باہر نکال کر اس کا عبادت خانہ گرادیا اور اس کو مارنے لگے۔ پوچھا کہ تم کو کیا ہوا تو کہنے لگے تو نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا اور اس نے تجھ سے بچہ جنم دیا ہے۔ جریج نے کہا: بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچے کو لائے' کہا: مجھے کچھ نماز پڑھنے کا موقعہ دو پس جب نماز پڑھ کر پھرا تو بچہ کے پاس آیا اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا: فلاں چرواہا۔ اب سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوگئے' اس کے ہاتھ چومنے لگے اور برکت کیلئے ہاتھ لگانے لگے اور کہنے لگے ہم تیرے عبادت خانہ کو سونے سے تعمیر کر دیتے ہیں کہا نہیں جیسا گارے سے تھا ویسا ہی تعمیر کردو تو انہوں نے ایسا کر دیا۔ (تیسرا بچہ جس نے پنگھوڑے میں کلام کیا) اس دوران کہ ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک آدمی نہایت عمدہ اور خوبصورت گھوڑے پر سوار گزرا'

الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا. فَقُلْتَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا؟! قَالَ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا، فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ. وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ. فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ماں بولی یا اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل بنا' بچہ نے پستان چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا: یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور پھر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہادت کی انگلی منہ میں ڈال کر اس بچے کے دودھ پینے کی کیفیت بیان کر رہے تھے اور انگلی چوس رہے تھے پھر فرمایا: اے لوگو! کچھ لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے' لوگ اس کو کچوکے مارتے اور کہتے تو نے زنا کیا' تو نے چوری کی' یہ کہتی تھی کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے' بچے کی ماں بولی: یا اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا' بچے نے پھر پستان چھوڑا اس کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا' اس وقت ماں بیٹا آپس میں تکرار کرنے لگے۔ ماں نے کہا اچھی حالت والا آدمی گزرا۔ میں نے کہا: اے اللہ! اس کو اس جیسا بنا تم نے کہا: اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا اور لوگ باندی کو لے کر گزرے اس کو مارتے تھے۔ اس کو کہتے تو نے زنا کیا۔ تو نے چوری کی' میں نے کہا یا اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا تم نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس جیسا بنا اس (بچے) نے کہا وہ آدمی جابر متکبر تھا میں نے کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنا اور یہ لوگ جو اس باندی کو کہتے تھے' تو نے زنا کیا تو نے چوری کی' حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا نہ اس نے چوری کی تھی تو میں نے کہہ دیا یا اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ (متفق علیہ)

وَالْمُوْمِسَاتُ بِضَمِّ الْمِيْمِ الْاُوْلٰى، وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَكَسْرِ الْمِيْمِ الثَّانِيَةِ وَبِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ،

مُوْمِسَاتٌ: پہلی میم پر پیش واؤ ساکن اور دوسری میم پر زیر ہے اور سین مہملہ ہے اس سے مراد زنا کار

وَهُنَّ الزَّوَانِي. وَالْمُوْمِسَةُ: اَلزَّانِيَةُ. وَقَوْلُهُ: دَابَّةٌ فَارِهَةٌ بِالْفَاءِ: اَيْ حَاذِقَةٌ نَفِيْسَةٌ. وَالشَّارَةُ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيْفِ الرَّاءِ: وَهِيَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنٰى تَرَاجَعَا الْحَدِيْث اَيْ: حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا. وَاللهُ اَعْلَمُ.

عورتیں، مومسة: زانیہ کو کہتے ہیں: دابة فارهة: فا کے ساتھ موٹا تازہ عمدہ۔ شَارَةٌ: شین مہملہ اور را مخففہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: خوبصورتی جو لباس اور سواری سے ظاہر ہو تراجعا الحدیث: اس کا مطلب ہے: ماں بیٹے نے دوبارہ آپس میں گفتگو کی۔ اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله "واذکر فی الکتاب مریم" ج ۲ص ۱۶۵، رقم: ۳۴۳۶ صحیح مسلم، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ وغیرها، ج ۸ص ۴، رقم: ۶۶۷۳ صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۱۴ص ۴۱۱، رقم: ۶۴۸۹ الادا... للبیهقی، باب فی فضل الصبر، ج ۱ص ۴۶۹، رقم: ۶۲۴، مسند امام احمد، مسند ابی هریرۃ رضی الله عنه، ج ۲ص ۳۰۷، رقم: ۸۰۵۷)

شرح حدیث: مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہٰذا عقلمند وہی ہے جو تنگدستی کے دن کے لئے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کردے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لئے عفو و درگزر سے کام لیا کرو اللہ عزوجل تمہیں عزت فرمادے گا اور یتیم کی آہ اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دونوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ رہے ہوتے ہیں۔ (بحر الدموع) (مؤلف امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۷۲)

محافظتِ حقوق کی فضیلت

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی زبان سے حق کی حفاظت کی تو اس کا اجر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ اُسے اُسکا ثواب عطا کریگا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۴، رقم ۱۳۸۰۵، ص ۵۲۹)

مظلوم کی مدد کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ لبس المعصفر للرجال والقسی، ج ۴، رقم ۲۸۱۸، ص ۳۶۹)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ میں نے عرض کیا، میں مظلوم کی مدد تو کروں لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں؟ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا تم اُسے ظلم سے روک دو۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ۶۸، ج ۴، رقم ۲۲۶۲، ص ۱۱۲)

◆◆◆◆◆

شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱_۶۸۶ ھ

جلد اوّل

مترجم:

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس